نہایت

حدیث القرآن

۱۳۷۰ھ

اللّٰہ نزّل احسن الحدیث

(سورۃ الزمر، آیت ۲۳)

اللّٰہ نے نازل فرمایا ہے بہترین کلام (القرآن)

حضرت علامہ محمد عنایت اللّٰہ خان المشرقی

علامہ مشرقی پبلی کیشنز

المشرقی ہاؤس، ۳۴ ذیلدار روڈ، اچھرہ لاہور

MFN = 190798

نہایت

حدیث القرآن

کو حسن

۱۳۷۰ھ

اللہ نزل احسن الحدیث

(سورۃ الزمر، آیت ۲۳)

اللہ نے نازل فرمایا ہے بہترین کلام (القرآن)

حضرت علامہ محمد عنایت اللہ خان المشرقی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ مشرقی پبلیکیشنز

۳۴- ذیلدار روڈ، اچھرہ لاہور

فون نمبر: 7535116 ☆ 7555251 O ٹیلی فیکس 042-7587394

297.11
632
148429

تمام حقوق تصنیف وطبع وترجمہ حسب ضابطہ پبلشر محفوظ ہیں

کتاب	حدیث القرآن
مصنف	حضرت علامہ محمد عنایت اللہ خان المشرقیؒ
مطبوعہ (پہلی بار)	1952ء
طباعت (موجودہ)	یکم جون 2002ء
پبلشر	حمید الدین احمد المشرقی پروپرائیٹر
	علامہ مشرقیؒ پبلی کیشنز O التذکرہ پبلی کیشنز
مطبع	رفاعی پرنٹرز' ریٹی گن روڈ لاہور
ڈسٹری بیوٹرز	علامہ مشرقیؒ پبلیکیشنز
	34۔ ذیلدار روڈ اچھرہ لاہور۔ 54600
سائز	23X36/16
ضخامت	480 صفحات
ہدیہ	[redacted] روپے

علامہ مشرقیؒ پبلی کیشنز

المشرقی ہاؤس' 34۔ ذیلدار روڈ اچھرہ لاہور۔ 54600

فون نمبرز: 7555251★7535116★ فیکس: 042-7587394

ترتیب

حدیث القرآن ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ مصنف : حضرت علامہ مشرقیؒ

نمبر شمار	منقولات	صفحہ نمبر
1-	انر ٹائٹل ـ ـ ـ حدیث القرآن	1
2-	پرنٹ لائن	2
3-	ترتیب	3
4-	فہرست مضامین حدیث القرآن	4-7
5-	تعلیمی ریکارڈز ـ ـ ـ حضرت علامہ مشرقی	8
6-	تصویر و اشعار (حضرت علامہ مشرقیؒ)	9
7-	تعارف تصانیف علامہ مشرقیؒ	10-11
8-	نوبل انعام کے لئے نامزد "تذکرہ" کا تعارف	12
9-	سوانح عمری ـ ـ ـ حضرت علامہ مشرقیؒ	13-31
10-	زندہ ہے مشرقی تو زندہ ہے۔ حمید الدین المشرقی کی پریس کانفرنس	32-44
11-	مسئلہ انسان اور علامہ مشرقیؒ کا سائنسی نظریہ	45-46
12-	پیش لفظ ـ ـ حمید الدین احمد المشرقی	47-55
13-	فبای حدیث بعدہ یومنون	56
14-	حدیث القرآن (اصل کتاب)	57-444
15-	تحت المتن (حواشی) حدیث القرآن	445-468
16-	تقسیم ہند کا انجام ـ خطاب بانکی پور پٹنہ (۱۹۴۷ء)	469-470
17-	مقبوضہ مشرقی پاکستان کی قبل از وقت پیش گوئی	471-472
18-	حضرت علامہ مشرقیؒ کی تہلکہ مچا دینے والی تصانیف	473-478
19-	مختصر تعارف اور خاکسار تحریک کے اغراض و مقاصد	479-480

فہرست مضامین

حدیث القرآن۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مصنف: حضرت علامہ مشرقیؒ

خطوط وحدانی میں لکھے ہوئے اعداد آیات قرآنی کو ظاہر کرتے ہیں جو ان مضامین میں آئی ہیں

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
1	تمہید حدیث القرآن	57
2	قرآن حکیم علم کا مفہوم	63
3	ا۔ مقام انسان (۱) تا (۱۱)	66
4	۲۔ مقام فطرت (۱۳) تا (۷۵)	75
5	ا۔ صحیفہ فطرت ہی واحد حقیقت ہے	75
6	۲۔ خدائے عزوجل کا صحیفہ فطرت پر فخر۔	83
7	۳۔ صحیفہ فطرت میں خدا ہی کے احکام موجود ہیں	85
8	۴۔ فطرت کی ہر شے تسخیر انسان کے لئے ہے	112
9	۳۔ مقام خدا (۷۹) تا (۸۵)	115
10	۴۔ تمکن فی الارض اور مقام بشر (۸۶ تا ۱۶۷)	119
11	ا۔ انسان کا لائحہ اور ارتقاء	119
12	۲۔ علم، حکم اور نبوۃ کے مدارج	145
13	۳۔ لقائے رب کی آخری منزل۔	173
14	۴۔ سورہ سجدہ کا نا قابل رو مفہوم	185
15	۵۔ معرفت خدا کے تین اوزار (۱۶۸) تا (۱۷۱)	192
16	۶۔ مقام کتاب (الکتب) (۱۷۲) تا (۱۸۳)	197
17	مسئلہ اتحاد عالم	197

صفحہ	مضامین	نمبر شمار
220	۷۔ ہلاکت اقوام اور سر فی الارض (۱۸۴)	18
224	۸۔ ملاقات خدا انسان کی پیدائش کی آخری غرض ہے (۱۸۵) تا (۲۵۰)	19
224	مال انسان کا قطعی ثبوت۔ سورہ جاثیہ کا مربوط ترجمہ	20
235	مطالعہ صحیفہ فطرت کا سبق قرآن عظیم میں ہر جگہ نمایاں ہے	21
236	سورہ سجدہ کا مربوط ترجمہ	22
244	۹۔ زندہ قوم کا اجتماعی اور ابتدائی دستور العمل (۲۵۱) تا (۲۵۵)	23
251	۱۰۔ امنو وعملو االصلحٰت کی مصداق کون اقوام ہیں (۲۵۶) تا (۲۷۸)	24
304	صحیفہ فطرت کی حقیقت اور اہمیت پر آخری نظر۔	25
309	۱۱۔ قرآن کے آخری آسمانی کلام ہونے کا آخری ثبوت (۲۷۹) تا (۳۰۲)	26
309	مزید آیات قرآن اور ان کا زہرہ گداز علم۔	27
311	۱۔ صحیفہ فطرت کا امن۔	28
312	۲۔ زمین اور آسمان کی پیدائش۔	29
315	۳۔ زمین اور آسمان کی مخلوق کی ناپائداری۔	30
316	۴۔ زمین اور آسمان کا قوام ایک ہے۔	31
317	۵۔ انسان کی پیدائش نفس واحدہ سے ہوئی۔	32
320	۶۔ انسان سے بھی برتر مخلوق کائنات میں موجود ہے۔	33
321	۷۔ تمام پیدائش سلسلہ دار ہوئی اور سلسلہ توالد و تناسل ایک ہے۔	34
324	۸۔ انسان کی پیدائش کی تکمیل ایک پیدائش سے دوسری پیدائش میں منتقل ہونے کی وجہ سے ہوئی۔	35

صفحہ	مضامین	نمبر شمار
325	۹۔ فطرت کے انعامات اور آیات خدا لاانتہا ہیں۔	36
327	۱۰۔ زمین کی حیوانی امتیں انسانی امتوں کے لئے مستقل سبق ہیں۔	37
328	۱۱۔ خدا کا جاری کردہ قانون اٹل ہے اور اس میں تبدیلی کی کوئی گنجائش نہیں۔	38
330	۱۲۔ قرآن حکیم کے دعاوی اور تصریحات۔	39
344	۱۲۔ قرآن حکیم کی تعلیم کا خلاصہ	40
351	ا۔ مقدمات کائنات	41
351	ا۔ مقام انسان ا تا ۴ دفعات	42
352	۲۔ مقام فطرت (۵ تا ۸)	43
353	۳۔ مقام خدا (۹ تا ۱۲)	44
353	۴۔ حادثہ بعثت انبیا	45
353	(ا) مقام انبیا (۱۳ تا ۱۸)	46
354	۲۔ مقام الکتب (۱۶ تا ۲۱)	47
355	۳۔ مقدمات زمین	48
355	ا۔ الکتب کے مقدمات (۲۲ تا ۲۴)	49
356	۲۔ دین الحق (۲۵ تا ۲۹)	50
357	۴۔ ھدیٰ کا داخلی لائحہ عمل (۳۰ تا ۳۱)	51
358	۵۔ ھدیٰ کا عالمی لائحہ عمل (۳۲)	52
359	ا۔ عالمی اخوت ۔ نسلی تفریق کا حل (۳۳ تا ۳۶)	53
361	۲۔ مالی تفریق کا حل فروی مساوات کیلئے الصلوٰۃ کا عمل (۳۷)	54
362	۲۔ مالی تفریق کا حل۔ فروی مساوات کیلئے الصلوٰۃ کا عمل (۳۸)	55

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
56	۴۔ عقائدی تفریق کا حل (۳۹)	369
57	۵۔ عالمی مرکز کا قیام (۴۰)	372
58	موجودہ عالمی مشکلات کا حل	372
59	۱۔ علم کا حکم (۴۱)	372
60	۲۔ علم کے ذریعے مسئلہ وحدت مذہب کا حل (۴۲)	378
61	۳۔ علم کا میدان عمل تمام کائنات ہے (۴۳)	381
62	۴۔ علم کے ذریعے سے انسانی نجات (۴۴)	383
63	۵۔ اقوام کی نبوت اور صحیفہ فطرت کے ذریعے سے خدا کی تلاش (۴۵)	386
64	۶۔ علم کی حکومت سے اقوام عالم میں نبوت کا ہیجان (۴۶)	388
65	۷۔ علم کی حکومت سے انسانی ارتقاء (۴۷)	390
66	۸۔ طریق پیدائش انسان میں انقلاب وارتقاء (۴۸)	393
67	۹۔ انسان کے اعضائی ارتقاء کے متعلق تین واقعات قرآنی (۴۹)	396
68	۱۰۔ طریق پیدائش انسان میں اعضائی انقلاب کا قرآنی واقعہ (۵۰)	401
69	۱۱۔ مسئلہ ملاقات رب اور انجام کائنات (۵۱)	406
70	۱۲۔ انجام کائنات کی طرف اقدام اور انسان کا آئندہ لائحہ عمل (۵۲)	407
71	قرآن کی مسلسل کہانی	410
72	قرآن کو سمجھنے کے لئے بلندی نگاہ کیا ہو۔	426
73	صلائے عام بہ ساکنان زمین (ہوشمندان زمین کو مراسلہ)	432
74	تحت المتن (حواشی) حدیث القرآن	445

حضرت علامہ محمد عنایت اللہ خان المشرقی رحمۃ اللہ علیہ

ایم اے (پنجاب ۱۹۰۶ء) ایم اے (کیمبرج ۰۷-۱۹۰۹ء) بی ایس سی، بی ای، بی او ایل، ایف آر ایس اے (۱۹۲۳ء) ایف جی ایس (پیرس) ایف ایس اے (پیرس)، ایف پی ایچ آئی، آئی ای ایس (مستعفی ۱۹۳۰ء) رینگلر سکالر، فاؤنڈیشن سکالر، بیچلر سکالر (کرائسٹ کالج کیمبرج) چار (اول درجے وغیرہ کے) ٹرائی پوس (حساب، فزکس، مکینیکل فزکس، عربی و فارسی) پنجاب اور کیمبرج یونیورسٹیوں کے ریکارڈ توڑے) ایک ریاست کے وزیر اعظم کی پیشکش (۱۹۱۳ء) حکومت ہند محکمہ تعلیم کا اول انڈر سیکرٹری (۱۹۱۶ء) پرنسپل اسلامیہ کالج و سنٹرل ٹریننگ کالج، پشاور (۱۹۱۷ء) سفارت کی پیشکش (۱۹۲۰ء) سر کے خطاب کی پیشکش (۱۹۲۱ء) فیلو آف رائل سوسائٹی آف آرٹس (۱۹۲۳ء) ممبر دہلی یونیورسٹی بورڈ (۱۹۲۳ء) فیلو آف جغرافیکل سوسائٹی (پیرس) صدر میتھیمیٹکل سوسائٹی۔ مصنف تذکرہ (۱۹۲۴ء) (شہرہ آفاق محققین کی رائے میں) قومی تعمیر کا انتہائی کامیاب قانون "الٰہی معاشرت کا بے خطا انکشاف" مذہبی تحریریت کے لق و دق صحرا میں واحد نخلستان۔ یادگار شہکار (رائل سوسائٹی آف آرٹس) تذکرہ پر نوبل انعام کی پیشکش جسے عظیم مصنف نے ٹھکرا دیا (۱۹۲۵ء) مندوب اعلیٰ مؤتمر خلافت قاہرہ (۱۹۲۶ء) علامہ مشرقیؒ کا خطاب (۱۹۲۶ء) خاکسار تحریک کا قیام (۱۹۳۰ء) ممبر انٹرنیشنل کانگریس آف اورینٹلسٹس (لائیڈن ۱۹۳۰ء) مندوب فلسطین عالمی کانفرنس، صدر ورلڈ فیتھس کانفرنس (۱۹۳۷ء) گرینڈ میڈلسٹ ورلڈ سوسائٹی آف اسلام (پہلے حاصل کرنے والے صرف مصطفیٰ کمال پاشا صدر جمہوریہ ترکیہ و رضا شاہ پہلوی سابق شاہ ایران (۱۹۳۸ء) ۱۹ مارچ کو انگریز سامراج سے ٹکراؤ (۱۹۴۰ء) آئین مشرقیؒ (۱۹۴۵ء) قیام پاکستان کے بعد مشرقی و مغربی پاکستان کے درمیان دس لاکھ انسانوں کی تبادلہ آبادی کی تجویز (۱۹۴۷ء) اسلام لیگ کا قیام (۱۹۴۸ء) ۹۵ فیصد غریبوں کو ۵ فیصد امیروں اور جاگیرداروں کے استحصال سے بچانے کے لئے "طبقاتی طریق انتخاب" کا فارمولا (۱۹۵۱ء) مصنف "حدیث القرآن" (۱۹۵۱ء) مسئلہ تسخیر کائنات اور انجام کائنات پر دنیا بھر کے تیس ہزار سائنسدانوں کے نام تاریخی خط بعنوان "انسانی مسئلہ" (۱۹۵۵ء) ۱۹۷۰-۷۱ میں مشرقی پاکستان کے بنگلہ دیش بن جانے کی پیش گوئی کے علاوہ دریاؤں کے رخ موڑنے اور دریاؤں پر ڈیم تعمیر کرنے کی بھارتی سازش کا انکشاف۔ مقبوضہ کشمیر کے مسئلہ کو کھٹائی میں ڈالنے اور مسئلہ کشمیر کو اقوام متحدہ میں بھیجنے کی شدید مخالفت پر خطاب (منٹو پارک، لاہور ۱۹۵۶ء) کشمیر کو بزور شمشیر حاصل کرنے کیلئے سرحدوں پر "جہاد کیمپ" (۱۹۵۷ء) تکملہ (سیرت رسول اللہ ﷺ) وفات بمقام البرٹ وکٹر ہسپتال لاہور ۲۷ اگست (۱۹۶۳ء) مزار علامہ مشرقیؒ (واقعہ ۳۴- ذیلدار روڈ، اچھرہ، لاہور۔)

تصانیف علامہ مشرقیؒ: تذکرہ (اول، دوم، سوم) خریطہ - قول فیصل - اشارات - مقالات (اول، دوم) مولوی کا غلط مذہب - خطاب مصر (اردو، عربی) حدیث القرآن - انسانی مسئلہ - تکملہ (اول، دوم) حریم غیب - دہ الباب - ارمغان حکیم وغیرہ

تاریخ و مقام پیدائش: ۲۵ اگست ۱۸۸۸ء (امرتسر) ——— **تاریخ و مقام وفات: ۲۷ اگست ۱۹۶۳ء (لاہور)**

———

موجودہ قائد تحریک: **حمید الدین احمد ابن علامہ مشرقی رحمۃ اللہ علیہ**

———

شائع کردہ: **بابُ الاشاعت: خاکسار تحریک**

۳۴ ذیلدار روڈ (ملحقہ مزار حضرت علامہ مشرقیؒ) پوسٹ کوڈ نمبر ۵۴۶۰۰ اچھرہ لاہور-۱۶

زمین کی آبرو

اٹھو! کہ قہر رب میں ابھی ہو سکے ہے وقفہ
سب عالموں کو یکجاں کرو' وہ جو چار سو ہیں
ہو غریب کی حکومت' فرماں روا ہوں عالم
اور سب طرف صدا دو کہ زمین کی آبرو ہیں!

حضرت علامہ مشرقیؒ

روئے زمین پر تہلکہ مچا دینے والی کتب ------------ جن کی تعلیم زندہ اقوام کیلئے پیام حیات

خاکسار تحریک کے بانی، مفکر قرآن، ممتاز ریاضی دان اور نقیب فطرت

حضرت علامہ مشرقیؒ کی کتب

ایم اے ریاضی (پنجاب)، ایم اے (کیمبرج)، بی ایس سی، بی ای (مکینیکل)، بی او ایل، ایف آر اے ایس (آرٹس)، ایف جی ایس (پیرس)، ایف آر آئی بی ایچ، آئی ای ایس، رینگلر سکالر، بیچلر سکالر، فاؤنڈیشن سکالر، پرنسپل اسلامیہ کالج پشاور، انسپکٹر آف سکولز اینڈ کالجز صوبہ سرحد، سابق انڈر سیکرٹری گورنمنٹ آف انڈیا، ممبر انٹرنیشنل کانگرس آف اورینٹلسٹس اور بانی خاکسار تحریک (1963ء-1888ء)

قرآن کی انقلابی تفسیر اور قوموں کے عروج و زوال کا اٹل قانون
نوبل انعام کے لئے نامزد یادگار عالم شاہکار

تذکرہ

اوّل دوم
سوم

مکمل سیٹ 900 روپے

ترتیب نزول وحی قرآن کے عین مطابق پہلی سیرت النبیؐ

تکملہ

اوّل
دوم

مکمل سیٹ 600 روپے

مقام خدا، مقام انبیاء، مقام الکتاب، مقام انسان، مقام فطرت
تمکن فی الارض کی علمی اور قرآنی تشریح

حدیث القرآن

ہدیہ 300 روپے

مذہبی فرقہ بندی اور مولویوں کے بگڑے ہوئے مذہبی تخیل کا
پُر تحقیق اور ناقدانہ جائزہ اور اس کا واحد حل

مولوی کا غلط مذہب

ہدیہ 250 روپے

آفسٹ پرنٹنگ، خوبصورت چھپائی

دیگر تصانیف علامہ مشرقیؒ

مضبوط جلد بندی، چار رنگا جاذبِ نظر ٹائٹل

اشارات	مسلمانوں کو پھر طاقتور بنا دینے کا واحد طریقہ اور علاج۔	200 روپے
خطاب مصر	امت مسلمہ کو درپیش مسائل و مشکلات اور خطرات سے بچانے اور عالمگیر غلبہ اسلام کا پروگرام۔	500 روپے
خطبات و مقالات	علامہ المشرقیؒ کی قرآنی فکر و بصیرت اور اسلامی فلسفہ عمل پر مبنی تحریریں۔	200 روپے
حرم غیب (شاعری)	دین اسلام کی ماہیت کو علمی نقطہ نظر سے واضح کیا گیا۔	150 روپے
دہ الباب (شاعری)	علم کا دنیا پر حکم اور اس کا نبوت کی طرف ارتقاء۔	150 روپے
ارمغان حکیم (شاعری)	غزل کے رنگ میں بلندی فکر کو جلا دی۔	150 روپے
کشمیر اور علامہ مشرقیؒ	کشمیر کے بارے میں تقریروں، تحریروں، حسابی اندازوں اور جدوجہد پر مشتمل مربوط کتاب۔	150 روپے
رسول صادقؐ	علامہ مشرقیؒ کی سیرت رسول صلعم پر متنوع تحریروں اور رنگا رنگ جواہر پاروں سے مرصع شاہکار۔	80 روپے

مقالات (اول تا ہشتم)	خاکسار تحریک کے ترجمان آرگن الاصلاح میں چھپے عظیم الشان مقالات اور تقاریر جنہوں نے برصغیر کے مسلمانوں میں غلبہ اسلام، حصول آزادی اور عظمت رفتہ کی بحالی کی تڑپ پیدا کردی۔	(زیر طبع)
قول فیصل	قوموں کا زوال اور اس کا علاج ● خاکسار تحریک کے مقاصد کی تشریح۔	(زیر طبع)
انسانی مسئلہ (اردو/انگریزی)	تسخیر کائنات کا عظیم الشان پیغام کہ مقصد پیدائش کائنات صرف انسان کا صحیفہ فطرت کو مسخر کرنا ہے ● غریب مگر اہل علم کی حکومت کے قیام کا عظیم الشان پروگرام۔	(زیر طبع)
آئین مشرقی (1945ء)	انگریز اقتدار کا چیلنج قبول کرتے ہوئے متفقہ ''سیاسی آئین'' دیا جو حقیقتاً حقوق انسانی کا علمبردار ہے۔ جس میں طبقاتی طریق انتخاب کا فارمولا بھی پیش کیا گیا۔	(زیر طبع)
صراط المستقیم (تصویری البم)	دور غلامی میں نبویؐ اسلام کی جھلک ● غلبہ اسلام اور حصول آزادی کے لئے خاکسار تحریک کے پرچم تلے جدوجہد کا تصویری البم جس میں مجاہدانہ زندگی اور خدمت خلق کی سینکڑوں تصاویر۔	(زیر طبع)
ارشادات علامہ مشرقیؒ	تصانیف، خطبات اور مقالات علامہ مشرقیؒ کا اختصار ● جیبی سائز ایڈیشن	(زیر طبع)
سیاہ کار لیڈر	جس میں واضح کیا ہے کہ سیاہ کار لیڈر قوم کو دھوکہ دے کر کس طرح ذاتی مفادات حاصل کرتے اور ان کی سیاہ کاریاں کیا ہیں؟	(زیر طبع)
قرآن حکیم کی مسلسل کہانی	قرآن حکیم کی تعلیم کو مسلسل طور پر سمجھنے کی تشریح مع قرآن کو سمجھنے کیلئے بلندی نگاہ کیا ہو؟	(زیر طبع)
قرآن حکیم کی تعلیم کا خلاصہ	اس میں نوع انسانی کو اس کا مقام و مقصد بتایا گیا ہے اور فلسفہ تسخیر کائنات ولقائے رب کو قرآن حکیم کی روشنی میں پہلی بار واضح کیا گیا۔	(زیر طبع)
خاکسار تحریک کا دستور العمل	جس نے بالالحاظ مذہب و تفریق لاکھوں انسانوں میں مجاہدانہ زندگی، خدمت خلق، وحدت اور اتحاد و جہاد کا جذبہ اور حکومت کرنے کا ڈھنگ پیدا کردیا۔	(زیر طبع)
علم القرآن	حضرت علامہ مشرقیؒ کے قلم سے قرآنی آیات کا سائنسی و علمی ترجمہ۔	(زیر طبع)
بیگم کے نام خطوط	اپنی زوجہ بیگم سعیدہ المشرقیؒ کے نام جیلوں سے قید کے دوران تحریر کردہ خطوط۔	(زیر طبع)

میری تصانیف کا مقصد صرف اس قدر ہے کہ!

قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی ادنیٰ سی عملی اور علمی آگ پاکستان کے زوال یافتہ مسلمان میں پیدا ہو جائے اور وہ آگے بڑھنے کے قابل ہو۔ یہی اُمید ہے جو مجھے کھینچے لئے جا رہی ہے اور عجب کہ ایک گروہ یہاں یا کسی اور اسلامی ملک میں پیدا ہو جائے تو مسلمان کی بگڑی فوراً بن سکتی ہے۔ (علامہ مشرقیؒ)

علامہ مشرقیؒ کی کتب خریدیئے پڑھیئے سمجھیئے عمل کیجئے اور تحفہ دیجئے

حمیدالدین احمد المشرقی (قائد خاکسار تحریک)

علامہ مشرقی پبلیکیشنز 34-ذیلدار روڈ، اچھرہ، لاہور-54600
فون: 7535116 - 7555251 فیکس: 042-7587394

تذکرہ

- حضرت علامہ مشرقیؒ کے فکر و بصیرت کا زندہ جاوید شاہکار
- کتاب اللہ کے انقلاب آفرین حقائق کا ترجمان
- قوموں کی حیات و ممات کے اٹل اور لازوال دستور کی حقیقت کشا تفسیر

1924ء میں..... جب یہ شاہکار منظر اشاعت پر آیا

- چاروں طرف ایک ہلچل سی بپا ہو گئی ● خدا فریبیوں کے نقاب سے الٹنے لگے
- خوش فہمیوں' خود فریبیوں اور طفل تسلیوں کے تانے بانے ٹوٹنے لگے

"تذکرہ" کی حقیقت الکشائی کی ہر تان اس پر ٹوٹتی ہے کہ

اگر ہم "اعلون اور غالبون" نہیں تو یقیناً" مسلمان بھی نہیں اور نہ صاحب ایمان جب تک ذلت اور شکست پر مطمئن ہیں' اسلام کا ہر دعوئی خدا کا کھلا مکرو فریب ہے۔

اس دور کے شہرہ آفاق مجاہد اسلام امیر طرابلس حضرت امام شیخ السنوسیؒ نے اس آواز کو لرزتے ہوئے دل سے سنا اور "تذکرہ" کی باقی جلدوں کی فوری اشاعت کا مطالبہ کرتے ہوئے لکھا: جس طرح

"تم نے قرآن کو سمجھا باقی مسلمانوں کو بھی سمجھاؤ۔ ورنہ قیامت کے دن ہمارا ہاتھ ہو گا اور تمہارا دامن"

- عثمانیہ یونیورسٹی نے اسے اپنے نصاب میں داخل کرنے کی درخواستیں کیں۔ لیکن شہرت سے بے نیاز مصنف نے یہ کہہ کر ہر درخواست ٹھکرا دی کہ

"میں تذکرہ کو سعدی کی گلستان نہیں بنانا چاہتا"

رائل سوسائٹی آف آرٹس لندن کے جریدہ نے "تذکرہ" کو یادگار عالم شاہکار" قرار دیا۔

- ییل یونیورسٹی آف امریکہ کے فاضل پروفیسر ٹاری نے اس پر کئی ماہ تک یونیورسٹی میں لیکچر دیئے۔
- مغرب کی ممتاز علمی سوسائٹی نے "تذکرہ" کے شہرہ آفاق مصنف کو اعزازی رکنیت کی پیش کش کی۔
- انٹرنیشنل سوسائٹی آف اورینٹلسٹس نے جس کے ارکان کی تعداد پوری دنیا میں بیک وقت سو سے زیادہ نہیں اس نے اپنی صدارت قبول کرنے کی پر جوش خواہش کا اظہار کیا۔

------ لیکن ------

تذکرہ کے جلیل القدر مصنف حضرت علامہ مشرقیؒ ان تمام اعزازات سے بے نیاز ہو کر علم و بصیرت اور فلسفہ و حکمت کی بارگاہ میں اپنی عظمت کے جھنڈے گاڑ چکا تھا اور اب اس "دعوت انقلاب" کے زور پر عظمت کردار کے وہ معرکے سر انجام دینا چاہتا تھا جو پوری دنیا کی تاریخ بدل کر رکھ دیں۔ مشرق کی ذل و مسکنت کا سیاہ دور ختم ہوا اور عالم اسلام ایک بار پھر نوع انسانی کی امامت و قیادت کی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے قابل ہو سکے۔

- تذکرہ خریدیئے ● تذکرہ کا مطالعہ کیجئے ● تذکرہ پر تذکرے کیجئے ● تذکرہ پر عمل کیجئے اور
- تذکرہ کا تحفہ دیجئے --- تذکرہ اول دوم سوم --- فی جلد: 300 روپے

علامہ مشرقی پبلیکیشنز 34- ذیلدار روڈ اچھرہ، لاہور۔ 54600
فون 7535116 - 7555251 فیکس 042-7587394

فاؤلئک کان سعیھم مشکور (القرآن)
یہی وہ لوگ ہیں جن کی کوششیں کامیاب ہوتی چلی آئی ہیں
بانی خاکسار تحریک

حضرت علامہ مشرقیؒ کے سوانح حیات

(جس میں موصوف کے تعلیمی زمانے سے لے کر خاکسار تحریک
(۱۹۳۱ء) کے اجراء تک کے حالات درج ذیل ہیں)

پیدائش: ۲۵ اگست ۱۸۸۸ء ــــ وفات ۲۷ اگست ۱۹۶۳ء

الحاج محمد سرفراز خان (ایم ایس سی، ایل ایل بی)

حضرت علامہ مشرقیؒ کے سوانح حیات

خاکساری کی تحریک اور اخبار "الاصلاح" کا مقصد پبلک پر واضح نہیں ہو سکتا جب تک کہ بانی تحریک کے متعلق یہ نہ بتایا جائے کہ وہ کون ہے۔ اہل علم حلقے میں علامہ مشرقی کی شہرت اس قدر بین الاقوامی ہو چکی ہے کہ جرمنی، فرانس، امریکہ اور انگلستان کے بڑے بڑے پروفیسروں اور سوسائٹیوں نے ان کی کتاب "تذکرہ" کو اس صدی کی سب سے بڑی کتاب مان کر یونیورسٹیوں میں اس پر لیکچر دیئے ہیں، لیکن پنجاب کے شہروں میں اسلام کا یہ فرزند جلیل جب اپنی پیوند کی ہوئی خاکی قمیض اور خاکی پاجامے میں ایک پرانا سا بیگ ہاتھ میں لے کر دربدر میلوں تک پیدل چار سال سے پھرتا ہے، کبھی اس مکان پر کبھی اس میلے ٹھیلے پر کبھی اس بازار میں، کبھی اس گندی گلی میں ہر کس و ناکس کو قوم کا وعظ سناتا ہے اور اپنے متعلق کچھ بیان نہیں کرتا تو

لوگ سمجھتے ہیں۔ کہ یہ کوئی " مولوی" ہے جو " بیلچہ فوج" تیار کر رہا ہے۔ " اس میں کچھ فائدہ نظر آتا ہوگا۔ اس کا کچھ مطلب ہوگا۔" اس کو سرکار نے کہا ہوگا کہ تیار کرے وغیرہ وغیرہ۔ انجان لوگ اس کو " مولوی جی" کہہ کر پکارتے ہیں۔ تانگے والے " بابا جی" کہہ کر اپنی طرف بلاتے ہیں ایک اچھا لکھا پڑھا شخص ایک دن چلتے چلتے ان کے ساتھ ہو لیا اور باتوں باتوں میں ان کو مجھ سے الگ کر لیا جب سلام کر کے رخصت ہوا میں نے پوچھا یہ شخص کیا کہتا تھا۔ علامہ مشرقی نے کہا علیحدہ ہو کر پوچھتا تھا۔ کہ اس تحریک سے کچھ نفع ہونے لگا ہے یا نہیں؟ کیا گزارہ چل جاتا ہے میں نے کہا اس کمبخت کو کچھ جواب دیا کہنے لگے نہیں کیا جواب دینا تھا۔ میں نے کہہ دیا آگے چل کر بڑے نفع کی امید ہے"! جب لوگوں کی ناشناسی کی یہ حالت ہے۔ تو الاصلاح کے پہلے پرچے میں موصوف کے سوانح کا شائع ہونا اشد ضروری ہے۔ لوگ سرور عالم ﷺ کو بھی اسی طرح کہا کرتے تھے۔ قرآن میں ہے وقالو مال هذا الرسول یاکل الطعام و یمشی فی الاسواق ط لولا انزل الیه ملک فیکون معه نذیرا" (سورۃ فرقان) ترجمہ" اور لوگ کہتے ہیں یہ کیسا رسولؐ ہے۔ جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں پڑا پھرتا ہے۔ اس کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیج دیا گیا کہ اس کے ساتھ ہو کر وہ بھی لوگوں کو عذاب خدا سے ڈراتا"۔

علامہ محترم کے سوانح کا معاملہ میرے پیش نظر دیر سے تھا۔ لیکن وہ بعض مقتدر اخبارات کے مطالبے کے باوجود ٹالتے رہے۔ سندھ کے ایک اخبار نے کچھ مدت ہوئی لکھا کہ میں اپنے اخبار میں جو سندھی زبان میں ہے آپ کے حالات زندگی شائع کرنا چاہتا ہوں۔ اس خط کو پڑھ کر انہوں نے

کاغذات میرے حوالے کر دیئے کہ لکھ دو اور بھیج دو۔ اب یہ مضمون دراصل اس سندھی اخبار کے طفیل ہے جس کا نام طیرا ابابیل ہے۔ اور جو حیدر آباد سندھ سے حکیم نور محمد صاحب کی ادارت میں نکلتا ہے۔

ان سطور سے مقصد نہ ستائش ہے' نہ علامہ محترم کے سوانح حیات کی ترتیب پیش نظر ہے اہل علم کے نزدیک اگرچہ ان کی شخصیت تعارف سے مستغنی ہے۔ لیکن مقصود عوام کو واقفیت دلانا ہے کہ لوگ اندازہ کر سکیں کہ عنایت اللہ خان نہ صرف "مولوی" ہے اور نہ صرف "مغرب پرست" ان کی تربیت میں "خدا پرست" مشرق اور مادہ پرست مغرب دونوں کا ہاتھ رہا ہے۔ اس لیے فطرت کی بلندی نے ان کے وجود میں مشرق اور مغرب کی خوبیوں کو یکجا کر دیا ہے۔

(محمد سرفراز خان۔ ایم ایس سی' ایل ایل بی)

پیدائش اور ابتدائی تعلیم

اسلام کا یہ فرزند جلیل غلام آباد ہند میں بمقام امرتسر ۲۵ اگست ۱۸۸۸ء میں پیدا ہوا۔ والد بزرگ خان عطا محمد خان امرتسر کے ایک صاحب اثر رئیس اور مشہور اہل علم تھے جو ذوق غالب' سید جمال الدین افغانی' نواب لوہارو وغیرہم کی صحبتوں میں رہے تھے اور جن کی تصانیف کے دیباچے عبداللہ العمادی اور ابو الکلام آزاد نے لکھے تھے۔ اولاد کی تربیت کے معاملہ میں خان موصوف نہایت سخت اور محتاط تھے۔ ادھر والدہ ماجدہ نہایت ہوشمند اور معاملہ فہم خاتون تھیں۔ اور انہی کی متفقہ تربیت کا اثر تھا کہ علامہ محترم نے چھوٹی عمر ہی میں میدان شہرت سر کر لیا۔

ابتدائی تعلیم کامیابی سے ختم کر لینے کے بعد آپ نے امرتسر سے انٹرمیڈیٹ کا امتحان نہایت امتیاز کے ساتھ پاس کر کے وظیفہ حاصل کیا۔ اور آئندہ سلسلہ تعلیم جاری رکھنے کے لیے آپ لاہور تشریف لے آئے۔ اس وقت ان کی عمر پندرہ برس اور کچھ مہینے تھی۔ ۱۹۰۶ء میں آپ نے فارمن کالج لاہور سے نہایت کامیابی کے ساتھ بی۔ اے کی ڈگری حاصل کی۔ اور پھر وظیفہ حاصل کیا۔ اس وقت آپ کی قابلیت کا یہ حال تھا کہ آپ کے پروفیسر ایس این داس گپتا کہا کرتے تھے کہ "میں نے پنجاب میں کوئی طالب علم ریاضی میں ان سے زیادہ ہوشیار نہیں دیکھا۔"

اٹھارہ برس کی عمر میں ایم اے کی ڈگری

ابھی آپ کی عمر انیس سال بھی نہ ہونے پائی تھی کہ آپ نے صرف آٹھ ماہ کی مدت میں پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے کی ڈگری ریاضی کے مضمون میں حاصل کر لی۔ اس امتحان میں آپ نہ صرف تمام صوبہ میں اول رہے بلکہ یونیورسٹی کی تمام پچھلی تاریخ میں بھی پہلی دفعہ فرسٹ کلاس یعنی (درجہ اول) لیا اور نمبروں میں ریکارڈ نمبر حاصل کیے۔ ٹربیون نے اس کامیابی پر لکھا کہ کیا کوئی شخص اب بھی کہے گا کہ مسلمان حساب نہیں جانتے۔"

اس قابل رشک کامیابی نے آپ کی غیر معمولی ذہانت کی دھاک ہر چہار طرف بٹھا دی۔ اہل علم طبقہ نے آپ کے اعزاز میں دعوتیں دیں۔ سرکاری افسروں نے آپ کو ملاقات کے لیے بلایا۔ صوبہ کے لاٹ صاحب نے چائے پر مدعو کیا۔ اخبارات نے آپ کے متعلق شاندار نوٹ لکھے۔ اور آپ کی کامیابی کو "ہندوستانیوں کے لیے باعث صد افتخار قرار دیا۔

ان دنوں اعلیٰ تعلیم یافتہ خال خال تھے۔ چنانچہ جونہی امتحانات کے نتائج شائع ہوئے آپ کی عدیم المثال کامیابی کی خبر آپ کے لیے اعلیٰ سرکاری اور غیر سرکاری عہدے کی پیش کش لے آئی۔ لیکن کسبِ علم خواہش مانع ہوئی۔ طبیعت کی تشنگی کم نہ ہوئی تھی۔ کہ ایم اے کے امتحان میں عظیم الشان کامیابی نے سمند شوق پر ایک اور تازیانہ لگایا چنانچہ آپ نے ان تمام پیشکشوں کو شکریہ کے ساتھ رد کر دیا۔ اور طلب علم فریضتہ اور ولو کان فی الصبین کے ارشادات نبویؐ پر عمل کرتے ہوئے آپ کے والد محترم نے سرکاری وظیفے کا انتظار نہ کرتے ہوئے اپنے خرچ پر ان کو انگلستان روانہ کر دیا۔

انگلستان میں حیرت انگیز اعزازات

ہندوستان میں آپ کی تعلیمی زندگی کی داستان بذات خود کامیابی کی داستان تھی۔ انگلستان نے ان شاندار روایات کو اور جلا دی بالآخر علم کے اس بین الملی مرکز میں آپ نے ہندوستانی قابلیت کا لوہا بڑے بڑے عالموں سے منوایا۔ ۱۹۰۷ء سے لے کر ۱۹۱۲ء تک انگلستان کے اخبارات آپ کی خداداد قابلیت کے اعتراف سے پر رہے۔ ۱۹۰۷ء میں آپ کیمبرج یونیورسٹی کے کرائسٹ کالج میں داخل ہوئے۔ پہلے سال ہی آپ کی قابلیت نے اپنا سکہ جما لیا۔ وہ اس طرح کہ ریاضی کے ایک مقابلے کے امتحان میں جس میں سترہ کالج شامل تھے۔ آپ اول رہے۔ ستر پونڈ کا وظیفہ حاصل کیا۔ اور " فاؤنڈیشن سکالر" کا لقب ملا۔ اب تمام اساتذہ کی نظریں اس " ہونہار ہندوستانی" کی

طرف لگ گئیں۔

۱۹۰۹ء میں آپ نے ریاضی کے "ٹرائی پوز آنرز" کا امتحان جو دنیا میں علم حساب کا سب سے بڑا امتحان تسلیم کیا گیا ہے۔ تین سال کی بجائے دو سال میں نہ صرف پاس کیا بلکہ درجہ اول میں رہے اور "رینگلر" یعنی پہلوان کا خطاب حاصل کیا۔ تمام ہندوستان میں اس وقت ماضی اور حال کے تمام رینگلروں کی تعداد شاید ایک درجن سے زیادہ نہیں اور ان میں سے مسلمان زیادہ سے زیادہ تین یا چار ہیں اس کامیابی پر یونیورسٹی کی طرف سے علامہ صاحب موصوف کو ایک اور وظیفہ پہلے سے زیادہ مقدار کا دیا گیا اور بیچلر سکالر کہلائے۔ ان کامیابیوں پر ہی اس بلند نظر انسان نے اکتفا نہ کی۔ بلکہ صرف دو سال کے بعد بیک وقت "ٹرائی پوز آنرز" کے دو اور امتحانات میں شریک ہو گئے۔ کسی ٹرائی پوز کے امتحان کی عام میعاد تین سال ہوتی ہے۔ چنانچہ دو برس کی قلیل مدت میں چھ سال کا کام کر کے درجہ اول کی کامیابی حاصل کرنا حیرت انگیز امر تھا۔ اس کار نمایاں پر "ڈیلی مرر" نے آپ کی کامیابی کی خبر ان الفاظ میں شائع کی۔

" امسال کیمبرج میں عنایت اللہ خان نے دو ٹرائی پوس میں بیک وقت کامیابی کا غیر معمولی امتیاز حاصل کیا ہے جو اس سے پیشتر کبھی حاصل نہ ہوا تھا۔ اس طرح پر آپ نے بی او ایل یعنی السنہ شرقیہ (عربی و فارسی) کا ٹرائی پوز درجہ اول میں پاس کر لیا جو آج تک کسی ہندوستانی سے نہ ہو سکا اور ساتھ ہی علم طبیعات میں بی۔ ایس۔ سی کی ڈگری آنرز کے ساتھ حاصل کی اور کالج سے اولیت کا انعام عطا ہوا۔

لندن کے اخبارات کی رائیں

۱۹۱۲ء میں آپ مکینیکل سائنس ٹرائی پوز یعنی انجینئرنگ کے سب سے بڑے امتحانوں میں شامل ہوئے اور صرف ایک سال میں بی۔ ای آنرز کی ڈگری حاصل کی۔

الغرض پانچ سال کی مختصر مدت میں چار آنرز حاصل کر لینا کوئی آسان امر نہ تھا۔ انگلستان کے علمی حلقوں میں اس "بدعت" پر سنسنی پھیل گئی۔ اخبارات کے نمائندے آپ کے گرد منڈلانے شروع ہو گئے۔ تاکہ آپ کے حالات زندگی اور مضامین اپنے اخبارات کے لئے حاصل کر سکیں۔ ان پانچ سالوں میں ایک حیرت انگیز امتیاز جو اس سائنس دان نے حاصل کیا یہ بھی تھا کہ انگلستان کے کئی مقتدر رسالوں مثلاً ایمپائر ریویو۔ ویسٹ منسٹر ریویو حتیٰ کہ دنیا کے سب سے بڑے اخبار کے سیاسی نامہ نگار رہے اور دنیا کے بڑے بڑے انسان آپ کو ان مضامین پر مبارکباد بھیجتے رہے۔

آپ کے ان اعزازات کو انگلستان کے اعلیٰ حلقے کس نظر سے دیکھتے رہے اس کا کچھ اندازہ اقتباسات سے ہو سکتا ہے۔ جو اخبارات میں وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہے۔

روزنامہ "سٹار" لندن آپ کی کامیابی کے متعلق لکھتا ہے۔

"اس وقت تک یہ بات ناممکن خیال کی جاتی تھی کہ پانچ سال کی قلیل مدت میں کوئی شخص چار اعزاز حاصل کر سکے۔ لیکن یہ سہرا ہندوستان کے سر ہے کہ عنایت اللہ خان نے اس ناممکن کو ممکن کر دکھایا۔"

روزنامہ "ڈیلی کرانیکل" ———— اپنی اشاعت میں رقمطراز ہے۔ "مکینیکل سائنس ٹرائی پوز کا نتیجہ جو کیمبرج میں کل شائع ہوا

عنایت اللہ خان کی کامیابی کو پیش نظر رکھ کر نہایت قابل لحاظ ہے۔ دنیا کی تمام اقوام میں عنایت اللہ خان پہلا شخص ہے جس نے چار مختلف اعزاز حاصل کیئے۔

روزنامہ ویسٹ منسٹر گزٹ لکھتا ہے۔ "ہونہار ہندوستانی سکالر عنایت اللہ خان نے آج ایک اور اعزاز حاصل کر لیا ہے۔ بلاشبہ وہ ان چوٹی کے ہندوستانیوں میں سے ہیں۔ جنہوں نے کیمبرج یونیورسٹی میں شہرت دوام حاصل کی۔

"کیمبرج ڈی چوز" جامع کیمبرج کے نتائج شائع کرتا ہوا لکھتا ہے!
آج صبح کامیاب طلباء کی ایک فہرست جو شائع ہوئی ہے اس میں عنایت اللہ خان آف کرائسٹ کالج کا شاندار کارنامہ خاص دلچسپی کا مرکز ہے۔ عنایت اللہ خان نے تمام ہندوستانیوں سے جنہوں نے کیمبرج میں تعلیم حاصل کی بازی لے گیا ہے اور اقوام عالم کے افراد میں سے پہلا شخص ہے جس نے چار مختلف علوم میں انتہائی اعزاز حاصل کیئے۔ روزنامہ ڈیلی ٹیلی گراف اور روزنامہ لندن ٹائمز نے بھی شاندار رائیں لکھیں۔ جن سے اعتراف حقیقت ہوتا تھا۔

انگلستان سے واپسی پر اعزازات

۱۹۱۲ء کے اخیر میں ایک بڑی ریاست کے مہاراجہ نے آپ کو خاص طور پر مدعو کر کے خواہش ظاہر کی کہ آپ ریاست کی وزارت کو ایک ہزار روپیہ ماہوار کی ابتدائی تنخواہ پر قبول کریں لیکن آپ نے شخصی ملازمت کرنے سے انکار کر دیا۔ اس واقعہ کے بعد تمام یورپ کی سیاحت کر کے آپ عازم وطن ہوئے۔ سوار ہونے سے پہلے آپ کو ۷۰۰ روپیہ ماہوار کا ایک اور عہدہ پیش

کیا گیا اور بمبئی پہنچنے کے چند روز بعد سر جارج روس کیپبل گورنر سرحد کی طرف سے اسلامیہ کالج پشاور کی وائس پرنسپلی کی دعوت موصول ہوئی۔ خدمت اسلام کا بے پناہ جذبہ آپ کو سرحد لے پہنچا جہاں ۱۹۱۳ء سے ۱۹۱۶ء تک وائس پرنسپل اور بعد ازاں ۱۹۱۶ء سے ۱۹۱۷ء تک پرنسپل کے فرائض انجام دیتے رہے اس دوران میں جس بے جگری کے ساتھ آپ نے اسلام کے وقار کو بلند رکھا اور جن جان گسل مصائب کا مقابلہ کر کے اسلام کی امیدوں کو سچائی اور صہبائے اسلام کا متوالا بنانے کی انتھک کوشش کی اس کا حال کچھ وہی لوگ جانتے ہیں جو حکومت سرحد کی تعلیمی پالیسی سے واقف ہیں۔

حکومت ہند کی نائب وزارت پر تقرری

۱۹۱۷ء میں گورنمنٹ آف انڈیا نے آپ کو اچانک ایک ہزار روپیہ ماہوار پر شملہ میں سر جارج انڈرسن کی جگہ پر بلا لیا۔ اور ۱۹۱۹ء تک آپ وہاں حکومت ہند کے انڈر سیکرٹری کے عہدے پر رہے۔ یہ تین سال کی مدت آپ کے لیے نہایت سبق آموز بلکہ عبرت انگیز ثابت ہوئی حکومت وقت کی مشین کی بے پناہ حرکت، ملت فروش "قوم پرستوں" کی ریشہ دوانیاں حکومت کے منظور نظر ٹوڈیوں کی قوم فروشیاں، ظلمت اور سیاہ کاری، نور اور سچائی کا فقدان ایسی چیزیں نہ تھی جو اس حساس شخصیت کو متاثر کیے بغیر رکھ سکتیں۔ قوم کی ذلت کی داستان پر دل پہلے ہی خون روتا تھا۔ ان واقعات نے صبر کا پیالہ لبریز کر دیا۔ آپ نے اس عرصہ میں ہر قومی اور سیاسی تحریک کی تہہ تک پہنچنے کی عادت ڈالی۔ اب نگاہیں ظاہر کے خوش نظر پردوں کو چاک کر کے حالات کی حقیقت تک پہنچنے میں مشغول تھیں۔ دماغ ہر فرصت کے لمحہ میں

غور و فکر کے سمندر میں غوطہ زن تھا۔ آنکھیں گرد و نواح کی تلخ حقیقتوں کا جائزہ لے رہی تھیں اور دل مصائب کے حوصلہ شکن سفر پر رہنمائی کرنے لگا تھا۔ اب نائب وزارت یعنی عہدہ سیکرٹری کی میعاد ختم ہونے والی تھی اور سر ایڈورڈ میکلیگن نے جو بعد کو پنجاب کا گورنر ہوا علامہ موصوف کے اس سہ سالہ کام کے متعلق وزیرِ ہند کو لکھا کہ " عنایت اللہ خان نے حکومت ہند میں انتہائی درجہ کی ذہانت ظاہر کی ہے اور عہدۂ وزارت کے کام کو ہماری کامل تسلی کے ساتھ کیا ہے۔" چنانچہ ۱۹۲۰ء میں آپ کو ایک ہزار روپیہ ماہوار پر انڈین ایجوکیشنل سروس آئی ای ایس کا مستقل عہدہ دے کر پشاور بھیج دیا گیا۔ یہ وہ تنخواہ تھی جو اس سروس کے ابتدا میں آج تک کسی ہندوستانی کو نصیب نہ ہوئی تھی۔ اس اثنا میں وہ مختلف عہدوں یعنی پرنسپل ٹریننگ کالج پشاور۔ پرنسپل گورنمنٹ ہائی سکول ۔ انسپکٹر آف ہائی سکولز۔ رجسٹرار وغیرہ پر کام کرتے رہے۔ اور اسی دوران میں آپ نے صوبہ سرحد کے سرکاری مدارس میں قرآنی تعلیم کے اجرا کی تجویز کو حکومت کی شدید کراہت اور مخالفت کے باوجود جاری کیا اور بالآخر اس کو مجبور کر دیا کہ وہ یہ تجویز صوبہ کے تمام ہائی سکولوں میں جاری کر دے۔

بتیس برس کی عمر میں سر کا خطاب اور انکار

لیکن ۱۹۲۰ء میں جب سر ہملٹن گرانٹ صوبہ سرحد کے گورنر تھے اور کابل کی طرف مسلمانوں کی ہجرت زوروں پر تھی۔ ایک حیرت انگیز واقعہ پیش آیا جو علامہ محترم کی بے نظیر اسلامی ہمدردی ' بلندی اخلاق اور انتہائی اعلیٰ تربیت کی روشن ترین مثال ہے۔ " ہجرت " کے ایام میں انگریز نہایت خوفزدہ

تھے اور اس کے تھم جانے کی صورت نظر نہ آتی تھی۔ حکومت نے اس مایہ ناز فرزند ہند کو جو ایک سال سے پہلے گرانٹ صاحب کے ساتھ حکومت ہند میں کام کر چکے تھے "پولیٹیکل سیکرٹری" کا عہدہ پیش کر کے کہا کہ اس وقت حکومت کی خدمت کا نادر موقعہ ہے اور تم سے زیادہ قابل شخص موجود نہیں نائٹ ہڈ یعنی سر کا خطاب ' سر دست پندرہ سو روپیہ تنخواہ اور آئندہ چار ہزار روپیہ ماہوار پر کابل کی سفارت تمہارے سامنے ہے۔ علامہ موصوف اگرچہ ہجرت کے انجام سے نہایت پریشان تھے اور لوگوں کو کہتے جاتے تھے کہ یہ بیل منڈ ہے نہ چڑھے گی۔ کیونکہ نامنظم ہے۔" لیکن اسلامی غیرت نے تقاضا نہ کیا کہ ایک لفظ سر یا دنیا کی متاع قلیل کی خاطر مسلمانوں کو جو خدا کی راہ میں اپنا گھر بار لٹا چکے تھے جانے سے روکیں چار دن کی مہلت کے بعد حکومت کو لکھ بھیجا کہ مجھے یہ اعزازات منظور نہیں اور ساتھ ہی لکھا کہ اگر مجبوراً" مجھے اس عہدے کو قبول کرنا ہے تو میرا استعفیٰ حاضر ہے! کیا برصغیر پاک و ہند کی سرزمین میں ایک شخص موجود ہے جو اس بے مثال ایثار کے ہزارویں حصے کا دعویٰ کر سکے۔

اس انکار کے بعد حکومت کی نظریں عنایت اللہ خان کی طرف سے بدل گئیں۔ جو جو در پردہ انتقام ان سے لیے گئے۔ جس طرح آپ کی ادنیٰ ادنیٰ بات میں حق تلفی کی گئی اور دو ہزار روپیہ کی تنخواہ پر ان کی ہیڈ ماسٹری کے ادنیٰ عہدے پر لا کر رکھ دیا گیا حکومت کے کارندوں کی انتہائی خست اور کمینہ پن کی روشن دلیل ہے۔ علامہ محترم اس انکار کے بعد ۱۹۲۰ء سے ہی ایک عظیم الشان مستقل قومی کام کی طرف لگ گئے۔ جس کا ذکر آگے آ رہا ہے۔

"تذکرہ" کی تصنیف

دراصل ۱۹۱۷ء سے ہی ملازمت کی مصروفیتیں آپ کو اصلاح قوم کے بلند مقصد سے ایک لحظہ کے لیے بھی غافل نہ کر سکیں یہ عرصہ آپ کے لیے انتہائی ذہنی مشقت کا زمانہ تھا۔ حالات کی پریشانیوں اور خیالات کی طوائف الملوکی نے قوم کے صراط مستقیم سے بے راہ ہونے کی ہزاروں نئی روشیں اور پگ ڈنڈیاں وضع کر ڈالی تھیں۔ تفریق واشتات نے سیدھی راہ پنہاں کر رکھی تھی۔ ان حالات میں ٹھنڈے دل سے غور کر کے اور ہنگامہ خیز تحریکوں کی ترغیب سے دامن بچاتے ہوئے صحیح نتائج مرتب کرنا آسان امر نہ تھا۔ لیکن آخر خدا کی دی ہوئی غیر معمولی قابلیت نے راہ ڈھونڈھ لی اور چار سال کی جان توڑ کوشش کے بعد ۱۹۲۴ء میں آپ نے ہجرت' خلافت اور کانگریس کی ایجی ٹیشنوں کا انجام دیکھ کر شہرۂ آفاق کتاب "تذکرہ" کے ذریعہ سے دنیائے اسلام کو موت و حیات کا آخری پیام دے دیا۔ قرآن کریم سے بے عملی اور غلط فہمی کے ان صدہا غلافوں کو جو ماضی اور حال کا بے عمل مسلمان صدیوں سے الفاظ کے خوشنما اور سحر آگیں تانے بانے سے تیار کر کے بکمال احتیاط اس ربانی پیام عمل پر چڑھا رہا تھا۔ بیک جنبش قلم اتار پھینکا اور دنیا کے سامنے کارساز عالم کا آخری پیغام حقیقی اپنی اصلی نورانیت میں پیش کر کے بتا دیا کہ اگر جہان سعی و عمل میں پیش پیش رہنا چاہتے ہو۔ اگر عزت سے زندگی بسر کرنا چاہتے ہو' اگر مسلمان رہنا چاہتے ہو تو اس نظام بے مثال کی طرف رجوع کرو جو بارگاہ رب العزت نے نبی امیؐ کے ذریعے سے تمہیں عطا کیا تھا۔

تذکرہ کی عالمگیر شہرت

اس تصنیف نے دنیائے اسلام میں فی الحقیقت ایک تہلکہ مچا دیا۔ مصنف کی بے پناہ سحر کلامی' بے مثال صاف بیانی اور کتاب کے واضح اور مدلل بیان نے عالموں کی آنکھیں کھول دیں پچیس ہزار خطوط ملک کے ہر طبقہ سے اعتراف اور تسلیم کے ہر طرف سے پہنچے' عوام نے کہا آنکھوں میں اجالا ہو گیا۔ خواص نے کہا زندگی پیدا کر دی ہے۔ گدی نشین پیروں اور اماموں نے پشاور جا جا کر گھٹنوں پر ہاتھ رکھے۔ لیڈروں نے اپنی تقریروں کا رنگ بدل دیا۔ جس نے پڑھا قرآن کے آگے سر جھکا دیا۔ ایک مشہور مسلمان پروفیسر نے لکھا۔ میں قرآن کو ناقابل توجہ اور بیکن کی کتاب " نودم آر گینم" کو دنیا کی سب سے بڑی کتاب مانتا تھا۔ اب قرآن کو سب سے بڑی آسمانی کتاب اور تذکرہ کو سب سے بڑی زمینی کتاب مانتا ہوں۔" ایک مشہور ادیب نے علامہ کے ہاتھ چومے۔ تذکرہ کی جلدیں چشم زدن میں مصر' عراق' عرب ' ترکی' ایران' مراکش غرض یہ کہ تمام دنیائے اسلام کے گوشہ گوشہ میں جا پہنچیں۔ حضرت امام شیخ سنوسی سابق امیر طرابلس نے باقی جلدوں کی تکمیل کا مطالبہ نہایت مضبوطی سے کیا اور کہا کہ تمہارا فرض ہے کہ " قرآن کو جیسا کہ تم سمجھے ہو ہر مسلمان تک پہنچا دو۔"

مصنف کی دقیق نظری اور مسلم قابلیت کی داد صرف عالم اسلام ہی نے نہ دی بلکہ علمائے یورپ نے بھی کتاب کا کھلے ہاتھوں استقبال کیا اور اسی سال یعنی ۱۹۲۴ء میں رائل سوسائٹی کی طرف سے آپ کو فیلو شپ پیش کی گئی۔ رائل سوسائٹی آف آرٹس کے مشہور جرنل نے اس کتاب کو " مانو مینٹل ورک" (یادگار عالم شاہکار) کہا۔

امریکہ کے پروفیسر ٹاری نے ییل یونیورسٹی میں کئی ماہ تک " تذکرہ " پر لیکچر دیئے۔ اور ۱۹۲۵ء میں اس عظیم الشان تصنیف کو سر آفتاب احمد خان نے بمعیت پروفیسر ماسینون آف فرانس اور مشہور جغرافیہ دان " ڈاکٹر سون ہڈن نے نوبل پرائز کے لیے پیش کیا۔ نوبل پرائز کمیٹی نے فوراً علامہ موصوف کو لکھا کہ " تذکرہ کا یورپی زبان میں ترجمہ ہونا ضروری ہے کیونکہ اردو تسلیم شدہ زبان نہیں۔ تذکرہ کے مطالب کو سمجھنے کے لیے جن کی بے حد تعریف کی گئی نوبل پرائز کمیٹی بے حد مضطرب ہے۔" علامہ موصوف نے جواب دیا کہ اگر وہ زبان جس کو دنیا کے نو کروڑ انسان بولتے ہیں۔ آپ کی کمیٹی کی تسلیم شدہ زبان نہیں ہے۔ تو میں اس کتاب کو کسی یورپی زبان میں ترجمہ کرنا گوارا نہیں کرتا۔" پروفیسر نکلسن آف کیمبرج نے تذکرہ کے عربی افتتاحیہ کے انگریزی ترجمہ کا ایک نمونہ لکھ کر بھیجا۔ لیکن علامہ موصوف نے لکھا کہ " میرا یہ مطلب نہ تھا جو آپ کے ترجمہ سے ظاہر ہے۔"

مصر کی موتمر میں دعوت

الغرض تذکرہ کی مقبولیت کا یہ عالم ہوا۔ کہ جب ۱۹۲۶ء میں بمقام قاہرہ (مصر) موتمر خلافت کا انعقاد ہوا۔ تو شیخ الاسلام نے صاحب تذکرہ کو دنیائے اسلام کے اہم ترین مسائل کے متعلق رائے دینے کے لیے دعوت دی۔ اس ناد نہاد " موتمر اسلامی کا درپردہ جو مطلب تھا رسوائے عالم ہو چکا ہے اور اخبار بین حضرات واقف ہیں کہ کوئی " معشوق تھا اس پردۂ نگاری میں" الحاصل مصر میں اس موقعہ پر جو باطل شکن اور معرکتہ الارآء تقریر آپ نے کی وہ تقریر "خطاب مصر" کے نام سے مصر اور ہندوستان میں کئی بار شائع ہو چکی

ہے اور اس امر کا بین ثبوت ہے۔ کہ مقرر سچائی کے مقابل ہر دنیاوی ترغیب اور دباؤ سے بے نیاز ہو چکا تھا۔

دوسرے اعزازات

تذکرہ کی اشاعت نے حضرت علامہ مشرقیؒ کو بین الاقوامی شہرت کا مالک بنا دیا تھا۔ لیکن ابھی اور اعزازات چشم براہ تھے۔

- ۱۹۲۶ء میں فرانس کی ایشیاٹک سوسائٹی نے آپ کو اپنا فیلو منتخب کر لیا۔ اور اسی سال جیوگرافیکل سوسائٹی پیرس کی طرف سے بھی آپ کو "فیلو شپ" پیش کر دی گئی۔
- ۱۹۳۱ء میں آپ کو بین الاقوامی مجلس مستشرقین انٹرنیشنل کانگریس آف اورینٹیلٹس) کا ممبر بنا کر دعوت دی گئی کہ تذکرہ کے متعلق عام اجلاس میں تقریر کریں۔ یہ وہ بین الاقوامی مجلس ہے جس کے ممبر تمام دنیا میں سے بیک وقت ایک سو سے زیادہ منتخب نہیں ہو سکتے۔

اشارات کی تصنیف

۱۹۲۴ء سے لے کر ۱۹۳۱ء تک کے سات سال کا عرصہ مصنف نے یونہی رائیگاں نہ جانے دیا۔ ۱۹۲۴ء میں جو پیغام دنیائے اسلام کو "تذکرہ" کی صورت میں دے دیا گیا تھا اس کے اثر کا جائزہ لینے کے لئے نگاہ دور رس ایک منٹ کے لیے بھی غافل نہ ہوئی تھی۔ سات سال کے عرصہ میں جب اسلام کا یہ مایہ ناز فرزند اپنے پیغام کی اشاعت سے مطمئن ہو گیا تو ۱۹۳۱ء میں "

اشارات" کے نام سے قوم کی اصلاح کے لیے عملی پروگرام پیش کر دیا۔ اور ۱۹۳۲ء میں خود میدان عمل میں مجاہدانہ اتر آیا۔ اور خاکسار تحریک کے نام سے موت کی نیند سونے والے بے عمل مسلمان کو للکار کر کہا کہ خبردار! ہلاکت ابدی نزدیک ہے۔ اگر چندے اور یہی کیفیت رہی تو دنیا سے حرف غلط کی طرح مٹا دیئے جاؤ گے۔ ابھی وقت ہے۔ یاد رکھو بعد میں پچھتاؤ گے!

خاکساری کی تحریک

اور اب ۱۹۳۱ء سے لے کر آج تک یہ اللہ کا بندہ اسی مہم میں مصروف رہا۔ دو ہزار روپیہ ماہوار کی ملازمت پر لات مار کر خاکساری کا اول خود نمونہ بنا ہے۔ لوگوں کو دعوت دیتا ہے۔ بازاروں میں' گلیوں میں' کوچوں میں پھرتا ہے۔ ذلیل اور رسوا ہوتا ہے۔ کچھ لوگ ہنستے ہیں۔ کچھ دیوانہ اور مجنون کہتے ہیں۔ رشتہ دار اور وہ متعلقین جو ساری عمر اس کی کمائی پر پلتے رہے سانپ اور بچھو بن بن کر ڈس رہے ہیں۔ جاہ و جلال کو چھوڑ دیا ہے۔ اسباب اور گھر کو چھوڑ دیا ہے۔ موٹر اور سواری کو چھوڑ دیا ہے۔ لباس اور عزت کو چھوڑ دیا ہے۔ نیند اور آرام کو چھوڑ دیا ہے۔ ہزاروں ہیں جو اس کی آواز سن رہے ہیں۔ ہزاروں ہیں جو اس کے حال کو دیکھ کر خون رو رہے ہیں۔ لیکن آ اے ہلاکت کی طرف جانے والے مسلمان آ! اور اس عظیم الشان شخص کی غار حرا سے نکلی ہوئی آواز کو پھر سن! یہ جو کچھ کہہ رہا ہے۔ اسی رسول کریم ﷺ کی آواز ہے جس نے دنیا میں تجھے سربلند کر دیا تھا۔ جس کا ایک دھکا تیرہ سو برس تک تجھے بادشاہ کر گیا تھا۔ تجھے دنیا میں غالب اور اعلون کر گیا تھا۔ تجھ کو دنیاوی اور اخروی فلاح دے گیا تھا۔ اب جب کہ نہ تیرے پاس دنیا

رہی ہے نہ دین۔ اور علامہ مشرقی کی آواز سن کہ کیا کہتا ہے!

حضرت علامہ مشرقیؒ کا پیغام

اے مسلمان اس کی آواز سن۔ اس کے آسان اور بے ضرر حکم پر کان دھر۔ وہ تجھ سے اگر کچھ مانگتا ہے۔ تو یہ مانگتا ہے کہ تو شام کے وقت نماز مغرب کے بعد جب کہ تو فارغ ہے اپنے محلے کے زیادہ نہیں تو دس آدمیوں کو جمع کر ان کا سردار اور پیشوا بن۔ ان کو ایک قطار میں پھر کھڑا کر۔ ان کو نبیؐ والا بیلچہ پکڑا کہ اونچ نیچ برابر ہو جائے۔ بڑے کی بڑائی نہ رہے۔ چھوٹے کا حوصلہ بڑھے۔ ان کو زور سے ہوشیار کہہ کہ ہوشیار ہو جائیں۔ ان کو تیز خرام کہہ کہ سب کے سب ایک انداز سے چلنے لگیں، ان کو "جیش باش" کہہ کہ ایک آواز سے کھڑے ہو جائیں۔ پھر کیا ہوگا! تجھ میں امیری اور سرداری کی شان پیدا ہو جائے گی اور تیری فوج میں اطاعت اور فرمانبرداری کی شان۔ یہی نماز اور امام کی اصل شان تھی ۔ جو مٹ چکی ہے ۔ اس نماز اور اطاعت کو پھر قائم کر! حدیث شریف میں ہے۔ من مات ولم یجد اماما فقد مات میتة الجاھلیتہ یعنی جو مرگیا اور اس نے اپنے امام کو نہیں پہچانا۔ وہ جاہلیت کی موت مرا۔

اے مسلمان! دیکھ اور غور سے سن۔ جب تونے ایک ایک محلے میں کم از کم دس آدمیوں کو اپنے حکم کا مطیع کر لیا۔ اور ان کو اپنے حکم کے سننے کے قابل بنا لیا اور سب محلے کے سردار ایک لڑی میں پرو دیئے گئے۔ تو تیری آواز ہوگی، تیری طاقت ہوگی، تیری جماعت ہوگی، تیری بادشاہت ہوگی، تیرا غلبہ ہوگا۔ تو توپ سے لڑجانے کے قابل ہوگا، تو آسمان کو ٹکر مار کر توڑ دے گا۔ تو

اگر اس وقت کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتا اور سب سے ہیٹا ہو رہا ہے تو اس لیے کہ توریت کے ذروں کی طرح ایک دوسرے سے جدا ہے۔ پتھر اور سنگ خارا بن تاکہ سب کو پاش پاش کر دے۔ ہنگامی تحریکوں اور شیطانی جذبوں سے جو تو چند لمحوں کے لیے جمع ہو جاتا ہے کچھ نہیں بن سکتا۔ آ ہمیشہ کی روحانی تحریک میں شامل ہو حدیث شریف میں ہے۔ علیکم بالجماعته والسمع والطاعته۔

یعنی اے مسلمان! تجھ پر لازم ہے کہ جماعت قائم کرے اور لوگوں میں سننے اور قبول کرنے کی قابلیت پیدا کرے۔

یعنی اے مسلمان! دیکھ اور سن! جب تیری جماعت پیدا ہو گئی۔" دس آدمی سننے اور قبول کرنے والے پیدا ہو گئے دس آدمی ایک قطار میں کھڑے ہو گئے' دس آدمی ہوشیار اور چست ہو گئے' دس آدمیوں نے روزانہ سینے باہر نکال کر تیری سرداری میں چلنا قبول کیا' تو آسمان اور زمین کے دشمن تجھ سے خوف کھائیں گے۔

اے مسلمان! اس جماعت بندی اور بیلچے سے سپاہیانہ قواعد کے بعد تو خدمت خلق کر! ہندو اور مسلمان کی ' سکھ اور انگریز کی' انسان اور حیوان کی بے مزد خدمت کر کہ تجھ میں روحانیت اور للہیت پیدا ہو' تو خدا سے پھر ملے' یاد رکھ جب تک خدا سے نہیں ملے گا۔ خدا تیری مدد نہ کرے گا۔

اے مسلمان! اس خدمت کے بعد خدا کی نماز پڑھ۔ ان دس آدمیوں کی جماعت کو بیلچوں سمیت مسجد میں لے جا' نمازیوں کے ساتھ تو بھی نمازی بن جا' اس کے فرضی امام کو دعوت دے کہ بیلچہ بردار بن جا۔ نمازیوں کو دعوت دے کہ ایک قطار میں پھر کھڑے ہو جائیں۔ وہ مسجد میں جا کر بھی اپنی اپنی

نمازیں پڑھتے ہیں۔ خدا کی نماز ہرگز نہیں پڑھتے۔

خاکساری کی تحریک مختصر الفاظ میں یہ ہے۔ کیا کوئی شخص اس تحریک کی حقیقت کو سمجھ کر اس سے باہر رہ سکتا ہے؟

مطبوعہ: ہفت روزہ "الاصلاح" لاہور

(مجریہ: ۲۳ نومبر ۱۹۳۴ء)

انتباہ

قرآن حکیم میں لکھا ہے کہ دنیا میں بدترین حیوان وہ قوم ہے جو سنا نہیں کرتی اور اکثر نبیؑ جو دنیا میں آئے اسی دکھڑے کو روتے رہے کیوں کہ وہ صرف زوال یافتہ قوموں میں آئے اور تمام عمر اسی دھن میں لگے رہے اور بالآخر قوم کو اپنا پیغام ہٹا کر چھوڑا۔ میں نبی نہیں ہوں اسی لئے قوم نے میری آواز کو نہ سنا لیکن مجھے اطمینان ضرور ہے کہ جوں جوں قوم میری آواز کو دوز کار رہی ہے روز بروز اس کی حالت بد سے بدتر ہو رہی ہے اس لئے اتنا ضرور یاد رکھو کہ یہ آوازیں جو میری طرف سے آخری آوازوں کے طور پر آرہی ہیں شدید غصے کی آوازیں ہیں اور تم نے پھر نہ سنا تو شدید تر سزائیں ضرور آئیں گی۔

(علامہ مشرقیؒ)

زندہ ہے مشرقیؒ تو زندہ ہے!

- قیام پاکستان سے اب تک حکمرانوں' الیکٹرانک و پرنٹ میڈیا اور دانشوروں کا علامہ مشرقیؒ کے بارے میں متعصبانہ اور سوقیانہ رویہ کیوں؟
- آخر ذرائع ابلاغ' نصاب تعلیم اور تاریخ پاکستان سے علامہ مشرقیؒ کو غائب اور یکسر نظرانداز کرنے میں کونسی مصلحت پوشیدہ ہے؟
- کیا نوجوان نسل کو تعلیمات مشرقیؒ سے بے خبر رکھنا ایک بہت بڑی سازش تو نہیں؟

ان سوالات کا جواب حاصل کرنا اور نظریات مشرقیؒ کے فروغ کے سلسلہ میں اپنی ذمہ داریوں کو ادا کریں۔

انجینئر حمید الدین احمد المشرقی
(قائد خاکسار تحریک) کی پریس کانفرنس

حضرت علامہ مشرقیؒ بیسویں صدی کے مجدد اعظم' نقیب فطرت' بے باک اور نڈر مبلغ' نابغہ روزگار دانشور اور بہت بڑے سکالر جنہوں نے ایشیاء اور یورپ کی یونیورسٹیوں میں تعلیمی ریکارڈ قائم کر کے مشرق و مغرب کے سکالرز اور دانشوروں کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا' اپنی لیاقت اور قابلیت کے انمٹ نقوش چھوڑے۔ یورپ کی

دانش گاہوں میں پہنچ کر انتہائی طور پر شاندار کامیابیاں حاصل کیں۔ ایسے خداداد صلاحیتوں کے مالک شخص کے ساتھ ہمارے حکمرانوں نے قیام پاکستان (۱۹۴۷ء) سے ہی متعصبانہ' سوقیانہ اور غیر ذمہ دارانہ رویہ اختیار کیا ہوا ہے۔

اب قومی دانشوروں' تاریخ نویسوں' معزز صحافیوں' اسلامی بھائیوں اور محب الوطن لوگوں کو غور و فکر کرنا ہو گا کہ کیا اتنی بڑی عالمگیر شخصیت' قرآنی مفکر' اسلامی سکالر' محسن ملک و ملت اسلامیہ اور اس کی تحریک کی عظیم تر قربانیوں' بے لوث خدمات' افکار و نظریات اور ارشادات سے نوجوان نسل کو بے خبر رکھنا یقیناً ایک بہت بڑی سازش تو نہیں؟ آخر ہمارے حکمرانوں' ذرائع ابلاغ کے اداروں' ریڈیو' ٹی وی' اخبارات' ایڈیٹروں' صحافیوں' مصنفوں' تاریخ دانوں اور کالم نگاروں نے متعصبانہ اور سوقیانہ سلوک روا کیوں رکھا ہوا ہے؟ کہ ذرائع ابلاغ' تاریخ پاکستان اور نصاب تعلیم سے انہیں اس خوبصورتی سے باہر کیا گیا ہے تاکہ نئی نسل اس عالم باعمل انسان کے کارناموں سے بے خبر رہے۔

جنہوں نے

۱- پنجاب یونیورسٹی سے محض اٹھارہ برس کی چھوٹی عمر میں ایم اے (ریاضی) میں اول پوزیشن حاصل کی اور جن کا ۱۹۰۶ء کا قائم کردہ ریکارڈ ابھی تک کوئی طالب علم نہ توڑ سکا۔

۲- کیمبرج یونیورسٹی سے (۱۲-۱۹۰۷ء) دنیائے علم کے چار ٹرائی پوز آنرز رینگلر سکالر' بیچلر سکالر' فاؤنڈیشن سکالر اور مکینیکل انجینئرنگ ٹرائی پوز اعلیٰ پوزیشن معہ وظائف حاصل کئے۔

۳- برصغیر کے مسلمانوں کو انگریز کی غلامی سے نجات دلوانے اور غلبہ اسلام کے لئے میدان عمل میں نکلنے سے پہلے انڈر سیکرٹری گورنمنٹ آف انڈیا (۱۹-۱۹۱۷ء) جیسے بہت بڑے منصب پر لات مار دی۔

۴- افغانستان کی جانب تحریک ہجرت (۱۹۲۰ء) کے دوران انگریز کا ٹاؤٹ' مخبر کاسہ لیس اور ایجنٹ بننے سے انکار کرتے ہوئے پولیٹیکل سیکرٹری کا عہدہ' نائٹ ہڈ یعنی سر کا خطاب' کابل کی سفارت' ہوائی جہاز' کوٹھی بنگلوں اور چار ہزار روپے ماہانہ وظیفہ کی پرکشش پیشکش کو ٹھکرا دیا اور انگریزوں کی مراعات بھی ان کے آہنی عزم کو متزلزل نہ کرسکیں۔

۵- چودہ برس کی عمر (۱۹۰۲ء) میں فارسی زبان میں ''خریطہ'' (۱۹۲۴ء) کے عنوان سے شعر کی قرآنی تشریح کی تو ''پانچ ہزار شعراء'' نے شعر کہنا چھوڑ دیا۔

۶- ۳۲ برس کی عمر (۱۹۲۰ء) میں ملتجائے مذاہب اور حقیقت مذہب کے متعلق اور مسلمانان عالم کے اجتماعی موت و حیات کے متعلق پیغام اخیر اور تسخیر کائنات کا عظیم الشان پیغام تذکرہ (۱۹۲۴ء) جیسی بے مثال دینی کتاب میں دے کر اقوام عالم کے دینی رہنماؤں کو چیلنج دیا۔

۷- دنیائے اسلام کا پہلا نوعمر فرزند جس نے مسئلہ خلافت پر قاہرہ (مصر) میں منعقدہ عالم اسلام کے سربراہان اور علمائے اسلام کی کانفرنس (۱۹۲۶ء) کی نہ صرف صدارت کا اعزاز حاصل کیا بلکہ عربی میں پرمغز خطاب کیا' جو ''خطاب مصر'' کے نام سے مشہور ہوا۔

۸- جامع ازہر (مصر) کے علمائے اسلام نے صاحب تذکرہ محمد عنایت اللہ کو ''علامہ مشرق'' (۱۹۲۶ء) کا خطاب دیا۔

۹- ۱۹۲۵ء میں نوبل پرائز کمیٹی نے تذکرہ پر ''نوبل انعام'' کی مشروط پیشکش کی کہ اس کا ترجمہ کسی یورپی زبان میں کیا جائے کیونکہ اردو ہماری کمیٹی کی منظور شدہ زبان نہیں مگر شہرت سے بے نیاز مصنف نے نوبل انعام لینے سے انکار کردیا۔

۱۰- قومی سطح پر ۱۹۳۱ء میں متحدہ ہندوستان میں برطانوی راج کو مشرق بعید سے رسوا کر کے نکالنے اور اسلام کے اجتماعی سیاسی' عالمی غلبہ کے لئے خاکسار تحریک کی

بنیاد رکھی۔

۱۱- قوم سے ایک ٹیڈی پیسہ چندہ وصول کئے بغیر اپنی مدد آپ کے تحت چند برسوں میں ۴۰ لاکھ گھرانوں کے افراد کے کندھوں پر بیلچہ رکھوا کر ایک ہی صف میں کھڑا کر کے فرقہ وارانہ عقائد کی اولیت ختم کر دی اور تمام فرقوں کے افراد کو متحد العمل کر دیا۔

۱۲- خاکسار تحریک (۴۷-۱۹۳۱ء) کے پرچم تلے اور سینوں، دلوں اور بازوؤں پر نشان ''اخوت'' لگوا کر تمام تر اسلامی فرقوں سے وابستہ مسلمانوں کو ایک ہی صف میں کھڑا کر کے اخوت و محبت، مساوات و خدمت اور اتحاد و یکجہتی کا عملاً جذبہ پیدا کر دیا۔

۱۳- متحدہ ہندوستان کو عظیم تر اسلامی ریاست بنانے اور گمشدہ جاہ و جلال کے حصول کی خاطر افراد ملت کو جہاد فی سبیل اللہ کا بھولا ہوا سبق یاد دلا دیا اور سپاہیانہ اور مجاہدانہ زندگی، نظم و ضبط اور اطاعت کا جذبہ پیدا کر دیا، آپ غلام آباد (ہندوستان) میں تحریک جہاد کے بانی تھے۔

۱۴- اپنے حسابی اندازوں سے دوٹوک اور برملا (۱۹۳۷ء) میں کہہ دیا کہ برصغیر پاک و ہند میں گذشتہ تین سو برس میں بننے والی چند ایک مساجد کے سوا تمام مسجدوں کے قبلے غلط ہیں، جس کی تردید کرنے کی جرات آج تک کسی کو نہیں ہو سکی۔

۱۵- نبویؐ اسلام کو پیش نظر رکھ کر بے غرض الٰہی فوج تیار کی۔ ۱۹ مارچ ۱۹۴۰ء کو سرزمین لاہور میں تین سو تیرہ خاکسار سروں پر کفن باندھ کر حصول آزادی، خود مختاری، عظمت رفتہ کی بحالی اور غلبہ اسلام کے لئے فرنگی سامراج سے ٹکرا گئے دراصل انہی خاکسار شہداء نے اپنے خون سے ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کی قرارداد پاکستان تحریر کر کے قیام پاکستان کی راہ ہموار کی جس کے بل بوتے پر ۱۴ اگست

۱۹۴۷ء کو آزادی جیسی نعمت میسر ہوئی۔ جس میں آپ کے فرزندارجمند احسان اللہ خان اسلم شہید (۱۹۴۰ء) کا خون بھی شامل ہے۔

۱۶- متحدہ ہندوستان کے اندر رہتے ہوئے ہی پاکستان کی صورت میں عظیم تر اسلامی ریاست بنانے کے لئے جدوجہد کی جس پر مسلمان حکمران ۱۱۴۵ء برس تک بلاشرکت غیرے حکمرانی کرتے رہے۔

۱۷- حصول آزادی کی خاطر غلامی کی زنجیروں کو توڑنے اور فرنگی سامراج کی اذیت ناک قید وبند کی صعوبتیں (۴۳-۱۹۴۰ء) خوشدلی کے ساتھ برداشت کیں۔ علاوہ ازیں دور غلامی اور نام نہاد آزادی کے بعد بھی بیشتر وقت زندانوں میں قید حکمرانوں کے باعث جسمانی اور ذہنی اذیتوں کا شکار رہے۔

۱۸- قحط بنگال (۱۹۴۳ء) میں اپنے تربیت یافتہ خاکساروں کو جیش در جیش خدمت خلق کے لئے بھیجا' جہاں انہوں نے تاریخی خدمات انجام دیں۔ اس وقت بنگال کے وزیراعلیٰ خواجہ ناظم الدین کا تحریری عہد نامے سے انحراف اور خاکساروں کو چوبیس گھنٹے کے اندر اندر بنگال سے نکل جانے کا گوراشاہی حکم جاری ہونے کے بعد کلکتہ سے لاہور تک خاکساروں نے دو ہزار میل کی زمین احتجاجاً پیدل مارچ یعنی ''لانگ مارچ'' کر کے اپنے پاؤں سے روند کر ثابت کر دیا کہ یہ زمین خداوالوں کی ہو کر رہے گی۔ دنیا میں پہلے اور طویل ریکارڈ لانگ مارچ کی بنیاد خاکساروں نے رکھی۔

۱۹- اپنی معرکۃ الآراء تصنیف ''حدیث القرآن'' (۱۹۵۲ء) میں سائنسی ترقی کو بے جان مشینوں کے چنگل سے نکال کر تسخیر کائنات کے عظیم الشان مقاصد کی طرف موڑنے اور کائنات کو مسخر کرنے والے پروگرام کے ساتھ ساتھ انسانی زندگی اور اس کی روح کو کنٹرول کرنے اور طریقہ پیدائش کے بارے میں راز فاش کیا۔ آج سائنس دان انہی کی پیش کردہ تھیوری اور تحقیق پر عمل پیرا ہیں۔

۲۰- آئین مشرقی (۱۹۴۵ء) میں مروجہ مغربی اور یورپی جمہوریت کی شدید مخالفت کرتے ہوئے اسے سرمایہ داری اور جاگیرداری نظام کا حصہ قرار دیا اور کہا کہ اس ''طریق انتخاب'' سے ۸۰ فیصد غرباء اور ۱۵ فیصد درمیانہ طبقہ سے تعلق رکھنے والے افراد عوامی ووٹوں سے منتخب ہو کر کبھی اسمبلیوں تک نہیں پہنچ سکتے۔ لہٰذا انہوں نے ''طبقاتی نظام انتخاب'' کا عظیم الشان حقیقی' جمہوری اور اسلامی پروگرام پیش کیا جس سے اہل علم افراد پر مشتمل غریب کی حکومت قائم ہو سکتی ہے۔ علاوہ ازیں اسی آئین میں انہوں نے معاشرتی و سماجی بالخصوص غریبوں کے مسائل کا حل پیش کیا۔

۲۱- ترتیب نزول وحی قرآن کے عین مطابق سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موضوع پر کتاب تکملہ (۱۹۶۰ء) شائع کی تو تہلکہ مچ گیا۔ جس کے مطالعہ کے بعد انسان محو حیرت ہو جاتا ہے کہ قرآن کا بنی نوع انسان کے نام کیا زندہ کر دینے والا پیغام تھا جو صدیوں تک اوجھل رہا جس کے زور سے مسلمانوں نے تین براعظموں پر مکمل غلبہ حاصل کیا۔

۲۲- قیام پاکستان (۱۹۴۷ء) سے لے کر زندگی کے آخری سانس (۲۷ اگست ۱۹۶۳ء) تک مسئلہ کشمیر' آزادی کشمیر اور حصول کشمیر کی اہمیت و افادیت کو ہر لمحہ پاکستانی و بھارتی حکمرانوں' عالمی دنیا اور قوم کے سامنے جرات مندانہ طور پر اجاگر کرتے رہے۔ پاکستان میں شامل کشمیر کی آزادی کا سہرا بھی آپ کے سر ہے۔ آپ محاذ کشمیر (۱۹۵۷ء) سے زخمی ہو کر واپس لوٹے۔ اس دوران کئی خاکسار گرفتار ہوئے جنہیں بھارتی حکمرانوں نے عمر قید کی سزا دی۔ آپ ہمیشہ واضح کرتے رہے کہ کشمیر پاکستان کی شہ رگ ہے اور معاشی و اقتصادی زندگی اور موت کا مسئلہ ہے اگر کشمیر آزاد نہ ہوا تو انڈیا دریاؤں کا رخ موڑ کر پاکستان کی زراعت اور صنعت کو تباہ و برباد کر کے رکھ دے گا اور زرعی پانی کی قلت

روز بروز بڑھتی جائے گی۔ جس کے باعث صوبوں کے مابین خلفشار بڑھے گا بلکہ خانہ جنگی کا اندیشہ ہے۔ وہ ہمیشہ حکومت وقت سے کشمیر بزور شمشیر کے لئے دو کروڑ پاکستانیوں اور کشمیریوں کو عسکری تربیت دینے کا مطالبہ دہراتے رہے۔ انہوں نے مسئلہ کشمیر کو اقوام متحدہ میں پیش کرنے کی شدید مخالفت کی کہ اگر یہ مسئلہ یو این او میں چلا گیا تو پھر قیامت تک حل نہ ہو سکے گا کیونکہ کوئی بھی قوم اتنا سرسبز و شاداب خطہ تمہیں طشتری میں سجا کر تمہارے حوالے نہ کرے گی۔

۲۳- تذکرہ (۱۹۲۴ء)' اشارات (۱۹۳۱ء)' قول فیصل (۱۹۳۵ء)' مقالات (۱۹۳۷ء)' مولوی کا غلط مذہب (۳۸-۱۹۳۶ء)' حریم غیب (۱۹۵۲ء)' دہ الباب (۱۹۵۲ء)' حدیث القرآن (۱۹۵۲ء)' ارمغان حکیم (۱۹۵۲ء)' انسانی مسئلہ (۱۹۵۵ء)' تکملہ (سیرت النبیؐ ۱۹۶۰ء) اور سینکڑوں خطبات اور مقالے تحریر کر کے نہ صرف مسلمانوں' حکمرانوں بلکہ بنی نوع انسان کی رہنمائی کا فریضہ ادا کیا۔

۲۴- قیام پاکستان اور تحریک آزادی میں نمایاں کردار ادا کیا اور انگریز کی آنکھ میں آنکھ ڈال کر نقطہ نظر واضح کیا۔

قیام پاکستان (۱۹۴۷ء) کے فوراً بعد بھارتی حکمرانوں کی سازشوں یعنی مقبوضہ کشمیر کے پہاڑوں میں خاموشی سے دریاؤں کے رخ موڑنے' دریاؤں پر ڈیم تعمیر کرنے' پاکستانی زراعت اور صنعت کو تباہ کرنے' سیلابوں کی نظر کرنے' خشک سالی کی موت مارنے' مسئلہ کشمیر کو کھٹائی میں ڈالنے' معاشی و اقتصادی بدحالی' رہنماؤں کی بدکرداریوں' حکمرانوں کی عیاشیوں' صوبوں کے مابین نفرتوں' یہود و ہنود و نصاریٰ اور امریکی سامراج کی سازشوں' بیوروکریسی کی بدعنوانیوں' عوام کو بے دام غلام بنانے کی سازشوں' فوجی و سیاسی حکمرانوں کی اندرونی کہانیوں اور ان کی وعدہ خلافیوں کا پردہ چاک کرنے کے ساتھ

ساتھ ۱۹۵۰ء' ۱۹۵۲ء اور ۱۹۵۶ء کو لاہور اور ملک کے دیگر بڑے شہروں میں منعقدہ جلسوں میں اپنے حسابی اندازوں سے پیش گوئی کر دی تھی کہ اگر ملکی قیادت مضبوط ہاتھوں میں نہ ہوئی تو پھر ۱۹۷۰-۷۱ء میں مشرقی پاکستان مغربی پاکستان سے کٹ جائے گا۔ بھارت دریاؤں کے رخ موڑ دے گا۔تم پانی کے ایک ایک قطرہ کے لئے ترسو گے۔تمہاری زرعی و صنعتی معیشت روز بروز تباہ ہوتی جائے گی اور صوبوں کے مابین خلفشار اور اختلاف بڑھتا جائے گا۔اگر سانحہ مشرقی پاکستان کے بعد بھی قوم حقیقی انقلاب کے لئے تیار اور قومی قیادت مضبوط ہاتھوں میں نہ ہوئی تو پھر بغور سن لو کہ ۱۹۴۷ء میں تمہارے لئے جائے پناہ (خطہ پاکستان) تھی جس میں تم آ کر آباد ہو گئے اگر اس کے بعد بھی نہ سنبھلے تو پھر ایک طرف اٹک کا دریا ہو گا۔دوسری جانب چین کی سرحدیں اگر تم اس خطہ میں آزاد رہنا چاہو گے تو تمہیں ہندومت اختیار کرنا پڑے گا جو تمہاری زندگی کا ذلیل ترین دن ہو گا کہ تم اپنے مذہب سے ہٹ کر دوسرا مذہب اختیار کر رہے ہو گے۔نافرمان قوموں پر خدا کا عذاب اپنے ہی اعمالوں کی بنا پر آیا کرتا ہے۔آپ کی بیشتر پیش گوئیاں اور حسابی اندازے درست ثابت ہوئے اور ہو رہے ہیں۔مگر حکمرانوں کے متعصبانہ رویہ کے باعث نوجوان نسل ایسی خداداد صلاحیتوں کی مالک شخصیت کے کارناموں' خدمات اور تعلیمات سے بے خبر ہے۔

۲۵- اپنی وفات (۲۷ اگست ۱۹۶۳ء) سے چند روز قبل ایک وصیت نامہ کے ذریعے سے اپنی جائیداد قوم کے نام وقف کر کے سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ادا کرتے ہوئے ثابت کر دکھایا کہ آپ سچے عاشق رسولؐ تھے ۞ اپنی وفات سے چند ماہ قبل ۱۹۶۳ء میں خاکسار تحریک کے دوبارہ قیام کا حکم نامہ جاری کیا۔ زندہ قومیں اپنے مشاہیر کی یادیں مناتی' ان کی یادگار قائم کرتی اور ان کے

افکار ونظریات پر عمل کر کے حیات نو حاصل کرتی ہیں اور بدنصیب ہوتی ہیں وہ قومیں جو اپنے علمی، دینی، عوامی، سماجی، انقلابی رہنماؤں کو یکسر فراموش کر دیتی ہیں اور ان کے ارشادات عالیہ اور خدمات سے آنکھیں پھیر کر تباہی اور ہلاکت کو دعوت دیتی ہیں۔

بانی خاکسار تحریک حضرت علامہ محمد عنایت اللہ خان المشرقیؒ (۱۸۸۸ء-۱۹۶۳ء) کو اس دنیا سے رخصت ہوئے برس ہا برس گذر چکے ہیں، ان کا جسد خاکی منوں مٹی تلے دب چکا ہے۔ اب افراد قوم کو مرحوم کی پوجا پر اکسانا مقصود نہیں بلکہ المشرقیؒ...... کو فطرت کی زندۂ جاوید اور بے بدل سچائیوں کے مبصر، موید، مفسر اور محرک کی حیثیت سے روشناس کرانا ہے۔

ہوسکتا ہے کہ بانی خاکسار تحریک حضرت علامہ مشرقیؒ کے افکار ونظریات یا طریقہ عمل سے کسی کو اختلاف ہو مگر یہ ضرور یاد رکھیں کہ حصول آزادی کے لئے بے مثال جدوجہد، فرنگی سامراج کو للکارنا اور دوبدو بے خوف وخطر اپنا نقطہ نظر بیان کرنا، بلالحاظ مذہب وتفریق نسل انسانی کی بے لوث خدمات سرانجام دینا، سائنسی وادبی و سیاسی وعلمی خدمات اور مسلمانان عالم کے عروج، بنی نوع انسان کو تسخیر کائنات کی جانب رجوع کرنا اور غلبہ اسلام کی خاطر ان کی انتھک، بے لوث، مخلصانہ، دردمندانہ، تکلیف دہ جدوجہد اور قربانیوں سے بھلا کون شخص انکار کرسکتا ہے؟ مقام شکر ہے کہ ان کے ذاتی، قومی، سماجی، تحریکی، اسلامی کردار پر کوئی شخص یا حکمران یا ان کا مخالف حرف زنی یا انگلی نہیں اٹھا سکتا؟ ان کی ذات کے ساتھ کوئی بدعنوانی منسوب نہیں۔ میں نے حکومت وقت سے مطالبہ کیا تھا کہ ہم خاکساروں کا ۱۹۳۱ء سے احتساب کیا جائے۔ بانی تحریک سے لے کر موجودہ قائد تحریک اور تمام تر خاکساران اور عہدیداران کو احتساب کے لئے پیش کرتا ہوں۔ بے عیب ذات اللہ تعالیٰ کی ہے، معصوم نبی ہیں خطاوار انسان ہے۔ ہم سے غلطیاں بھی سرزد ہوئی ہوں گی مگر بخدا! آج تک خدا، رسولؐ، قرآن، اسلام، عوام اور پاکستان کے نام پر دھوکہ بازی، ضمیر فروشی یا بدعنوانی نہیں کی۔ اس لئے ہم میں

جرات ہے کہ ہمارا ماضی و حال کا کردار صاف اور شفاف ہے۔

آج ہمیں یہ کھوج لگانی ہو گی کہ حضرت علامہ مشرقیؒ جیسے عظیم المرتبت شخصیت کو پس پردہ دھکیلنے والے کون لوگ ہیں؟ اس منظم سازش کے پس پشت کون کون سی طاقتیں کارفرما ہیں اس کا کھوج لگایئے وگرنہ یہ سلوک موجودہ اور آئندہ ملکی و قومی محب الوطنوں، محسنوں، ہمدردوں، خدمت گزاروں، گمنام سپاہیوں، غازیوں، شہیدوں، معماروں، سائنسدانوں، سیاست دانوں، صحافیوں، ایڈیٹروں، تاریخ نویسوں، پروفیسروں، ڈاکٹروں، انجینئروں، وکیلوں، علماؤں، محب الوطن سرکاری و نیم سرکاری افسروں، ججوں، فوجیوں، جرنیلوں، تاجروں، مزدوروں، کسانوں اور انقلابیوں کے ساتھ بھی رونما ہو سکتا ہے۔ یاد رہے! حضرت علامہ مشرقیؒ جیسے علمی اور عملی خداداد صلاحیتوں کے حامل اشخاص کبھی مر سکتے ہیں اور نہ ہی مٹ سکتے ہیں۔ ایسے لوگ اپنے عمل اور کردار سے تاریخ مرتب کرتے ہیں وہ کسی دنیاوی چاپلوسی یا شہرت کے خواہشمند نہیں ہوتے۔ قومیں اور تاریخ ایسے باکرداروں اور محسنوں کو فراموش کر کے ہمیشہ خسارہ میں رہتی ہیں۔ آخر مشرقیؒ دشمن ان کی کس کس نشانی، کس کس تحریر، کس کس لفظ، کن کن خدمات، کس کس عمل، کس کس تصنیف یا خیال اور کردار کو مٹائیں گے؟ یہی لوگ دلوں اور دماغوں پر حکمرانی کرتے ہیں جن کی باتیں، سوچیں، خدمتیں اور یادیں سینہ بہ سینہ چلتی ہیں اور نسلوں تک محفوظ رہتی ہیں۔

قانون رسالتﷺ

سرور کائنات علیہ صلوٰۃ والسلام کے قانون کے بعد کسی دوسرے قانون کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

(علامہ مشرقیؒ)

"زندہ ہے مشرقی تو زندہ ہے"

کا نعرہ آج نوجوان نسل کی زبان زدعام ہے' وہ وقت دور نہیں جب ایک ایک زبان سے یہ نعرہ گونجے گا۔

ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ ہم حضرت علامہ محمد عنایت اللہ خان المشرقیؒ المعروف علامہ مشرقیؒ (تاریخ پیدائش ۲۵ اگست ۱۸۸۸ء...... تاریخ وفات ۲۷ اگست ۱۹۶۳ء) کو نوجوان نسل سے روشناس کرائیں۔ ہم سب کا قومی و ملی فریضہ ہے کہ ہم ارباب بست وکشاد' آئندہ منتخب ہونے والے قومی وصوبائی اسمبلیوں کے اراکین' صدر و وزیراعظم' وفاقی وصوبائی وزراء' گورنروں' ضلعی و تحصیلی و یو-سی ناظموں' منتخب کونسلروں اور دیگر اداروں تک یہ آواز اور مطالبات پرزور سفارش کے ساتھ پہنچائیں۔ حکومت پاکستان کی توجہ ان انتہائی اہم قومی و ملی امور کی طرف کرائیں:

۱- پنجاب یونیورسٹی کا نام اس کے ہونہار ریکارڈ ہولڈر (۱۹۰۶ء) طالب علم "علامہ مشرقیؒ" کے نام پر رکھا جائے جنہوں نے سابقہ ریکارڈ توڑ کر ایم اے (ریاضی) میں ایسا عظیم الشان تعلیمی ریکارڈ قائم کیا جو آج تک قائم ہے۔

۲- اسلامیہ کالج پشاور کا نام بھی حضرت علامہ مشرقیؒ کے نام نامی سے منسوب کیا جائے جہاں آپ ایک عرصہ تک درس و تدریس کے فرائض اور پرنسپل کے عہدہ پر متمکن رہے۔

۳- ملک و ملت کے بہترین مفاد' قومی کریکٹر کی تعمیر' تسخیر کائنات کا پروگرام پیش

کرنے اور دین اسلام کے غلبہ کے لئے علامہ مشرقیؒ کی بین الاقوامی شہرت یافتہ تصانیف تذکرہ اول دوم سوم و دیگر جلدیں (۱۹۲۴ء)، حدیث القرآن (۱۹۵۲ء) اور تکملہ سیرت النبیؐ (۱۹۶۰ء) کو داخل نصاب کیا جائے تاکہ مستقبل کے معمار صحیح خطوط پر تربیت حاصل کر سکیں اور وہ پاکستان کو صحیح معنوں میں اسلامی، جمہوری، رفاعی اور فلاحی ریاست بنانے کا فریضہ ادا کرنے کے اہل بن سکیں۔

۴- پرائمری سے ہایئر ایجوکیشن تک علامہ مشرقیؒ کے حالاتِ زندگی (۱۸۸۸ء-۱۹۶۳ء) اور جدوجہد کو نصاب میں شامل کیا جائے تاکہ نئی نسل میں تعلیم کے میدان میں ترقی کرنے کا حوصلہ بڑھے۔

۵- ملک بھر کی یونیورسٹیوں میں علامہ مشرقیؒ چیئرز قائم کی جائیں۔

۶- ۲۵ اگست (یوم ولادت) اور ۲۷ اگست (یوم وفات) ہر سال ریڈیو اور ٹی وی پر خصوصی پروگرام نشر اور پیش کئے جائیں اور الیکٹرانک میڈیا سے ان کے اقوال اور ارشادات وقتاً فوقتاً نشر کئے جائیں تاکہ نئی نسل عصر حاضر کے اس شہرۂ آفاق سکالر کی بے مثال علمی اور حیرت انگیز عملی کارناموں سے روشناس ہو سکے۔

۷- ملک بھر کے بڑے چھوٹے شہروں اور قصبوں کی اہم روڈوں، شاہراہوں اور ٹاؤنز پارکوں، سکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں، گلیوں وغیرہ کے نام علامہ مشرقیؒ سے منسوب کئے جائیں یعنی علامہ مشرقیؒ روڈ، شاہراہ علامہ مشرقیؒ، علامہ مشرقیؒ ٹاؤن، علامہ مشرقیؒ پارک، علامہ مشرقیؒ سکول، علامہ مشرقیؒ کالج، علامہ مشرقیؒ یونیورسٹی، علامہ مشرقیؒ سٹریٹ وغیرہ۔ عوامی نمائندگان اور معززین علاقہ اپنے ضلعی، تحصیلی اور یونین کونسل کے ناظمین کو درخواست دے کر اپنے علاقوں میں منظوری لے سکتے ہیں۔ اسی طرح عوامی سطح پر بھی اپنے اداروں

کے نام علامہ مشرقیؒ کے نام پر رکھے جا سکتے ہیں۔

۸- حکومتی سطح پر علامہ مشرقیؒ کے افکار و نظریات اور ان کی تاریخ ساز کاوشوں، اسلامی، قرآنی، سیاسی، علمی، ادبی، عسکری، سائنسی، تحریکی، سماجی اور قومی خدمات پر ریسرچ کی جائے اور ان کی مستند سوانح عمری تحریر کروا کے شائع کرنے کا اہتمام کیا جائے نیز علامہ مشرقیؒ اکیڈمی قائم کی جائے۔

۹- یوم علامہ مشرقیؒ ۲۵ اگست ۱۸۸۸ء (پیدائش) اور ۲۷ اگست ۱۹۶۳ء (وفات) سرکاری سطح پر منایا جائے اور عام تعطیل کی جائے۔

۱۰- سکولز، کالجز اور یونیورسٹیز میں نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والے طالب علموں کے لئے علامہ مشرقیؒ کے نام سے ایوارڈ اور تعلیمی وظائف کا اجراء کیا جائے۔

یقین واثق ہے کہ آپ اس سلسلے میں اپنی ذمہ داریاں بدرجہ اتم پوری کریں گے اور ارباب اختیار تک یہ آواز پہنچانے میں اور اگر آپ بذات خود بااختیار ہیں تو پھر عملی طور پر مدد و معاون ہوں گے۔ اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

خاکسار حمید الدین احمد المشرقی (قائد خاکسار تحریک)

...... پریس کانفرنس سے خطاب ......

مورخہ: ۲۶ اگست ۲۰۰۱ء ...... بوقت ۴ بجے شام ...... بمقام لاہور

طاقت

کمزور اور زور آور کی لڑائی بھی مشکل ہے اور طاقتور سے بھیک مانگ کر گزارہ کرنا بھی مردوں کا کام نہیں۔ (علامہ مشرقیؒ)

مسئلہ انسان اور علامہ مشرقیؒ کا سائنسی نظریہ

علامہ مشرقیؒ طبیعات کے ماہر کی حیثیت سے ابھی تک پہچانے نہیں گئے ہیں کیونکہ ان کے خیالات اور رجحانات ان تبدیلیوں سے تعلق نہیں رکھتے جن کی بناء پر ''شے اور مواقع'' کا آغاز ہوا تھا۔ ہمارے سائنس دانوں نے کیمیا اور طبیعات دونوں کے بارے میں بہت سی باتیں اصطلاحی طور پر اپنے مخصوص اسلوب کے ذریعے بیان کی ہیں ''ایسی باتیں سیاست زدہ اور شعر زدہ قوم کے لئے کوئی دلچسپی نہیں رکھتیں کہ ان میں خشکی زیادہ ہوتی ہے اور کوئی نیا پن نہیں ہوتا۔

مگر علامہ مشرقیؒ نے جب انسان اور سائنس کے حوالے سے کچھ نظریات کا اظہار کیا تو ان میں دلچسپی کی صورت خیالات کی جامعیت کی بنا پر تھی۔ علامہ مشرقیؒ نے دنیا کے سائنس دانوں کو ایک خط لکھ کر انسان اور اس کے بدلتے ہوئے حالات کی طرف توجہ دلائی تھی۔'' چنانچہ دنیا کے بیشتر سائنس دانوں نے علامہ مشرقیؒ کے مراسلے پر غور کیا اور حضرت علامہؒ کے ذہنی میلانات کی نشاندہی کی ہے مگر آفرین ہے ہمارے ملکی دانشور حضرات اور صحافت پر کہ انہوں نے علامہ مشرقیؒ کے سائنسی نظریے پر کامل سکوت اختیار کئے رکھا کیونکہ یہ حضرات علامہ مشرقیؒ کی سیاست سے دلچسپی رکھتے تھے سائنسی نظریات سے نہیں۔ میں یہاں یہ بھی کہنا چاہوں گا کہ ہمارا معاشرہ ابھی تک سائنس سے واقف ہی نہیں، لہٰذا پاکستانی دانشور اور صحافی حضرات سے کوئی توقع کرنا مناسب نہیں ہے کہ یہ حضرات جذبات کی آسودگی اور لطف و تسکینی محور کی گرفت میں

اسیر رہتے ہیں۔ ابھی ہماری دانش ذہنی سرگرمی سے تعلق نہیں رکھتی۔ محض اسی ایک بناء پر ہمارا قومی شعور تشکیل نہیں پا رہا اور اقدار کی تخلیق بھی معرض وجود میں نہیں آ رہی۔ اس پس منظر میں ''علامہ مشرقیؒ'' سیاست اور تنظیم سے الگ ہو کر عملی مقاصد کی خاطر سائنس کا ذکر کرتے ہیں تو اہل دانش کو حضرت علامہؒ کے نئے مقامات کی ٹوہ لگانی چاہیے۔''

علامہ مشرقیؒ ایک عظیم فنکار کی حیثیت سے ابھی پردہ غیب میں موجود ہیں۔ ان کا امیج ادب عالیہ کی بناء پر نہیں ''بلکہ بلند مقاصد اور ایک مستقل نظام فکر کی بنیاد پر ہے۔ اہل ادب حضرت علامہؒ کے ذہنی ارتقاء سے بھی واقف نہیں ہیں کیونکہ ان کے افکار پر بہت سا ملبہ گرا دیا گیا ہے تاکہ کسی کو اتنی ہمت ہی نہ ہو کہ گرانڈیل ملبے کو ہٹا کر فکر مشرقیؒ کو تلاش کیا جا سکے۔

اس کے برعکس سیرت فروشوں کو مراعات سے نوازا گیا۔ کسی کو سر کا خطاب عطا کیا گیا' کسی کو قومی اور مذہبی ہیرو بنا دیا گیا لیکن علامہ مشرقیؒ کے افکار پر اب بھی قدغن ہے لہٰذا یہ سوال ذہن میں چبھتا رہتا ہے کہ ایسا کیوں ہے؟ کیا اب بھی ہمارا ملک غلام ہے اور اگر غلام نہیں تو فکر مشرقیؒ پر قدغن کیوں ہے؟ اور اس سے کوئی خوف زدہ ہے تو اس کی نفسیاتی بنیاد کیا ہے؟

O ڈاکٹر رشید نثار (ماخوذ از کتاب نابغہ عصر المشرقیؒ)

❁ ❁ ❁

سزا

مری حکمت رہے گی چل کے ہر گوشے میں دنیا کے
مگر رک رک کے سمجھے گا بشر آخر پناہ یہ ہے
اب نیستاں سے یہی اک نوا باقی ہے
نہ سنی یہ بھی تو پھر تیری سزا باقی ہے

(حضرت علامہ مشرقیؒ)

پیش لفظ

''حدیث القرآن'' جس کے معنی ''قرآن کی بات'' ہے

میانوالی جیل کی اذیت ناک قید تنہائی کے دوران حریم غیب' ارمغان حکیم اور وہ الباب کے شعروں کو سمجھانے کے لئے احاطہ تحریر میں لائی جانے والی وہ مایہ ناز تصنیف ہے جس میں نقیب فطرت حضرت علامہ محمد عنایت اللہ خان المشرقیؒ نے عالمان فطرت کی توجہ موجودہ ادنیٰ نصب العینوں سے ہٹا کر تسخیر کائنات کے شریف ترین نصب العین کی طرف دلائی ہے انہوں نے روئے زمین پر حکمران ہونے کا اہل صرف عالم فطرت یعنی سائنس دانوں کو قرار دیا ہے جس کے بل بوتے پر روئے زمین کی تمام تر رونق اور قوت ہے انہوں نے سرمایہ دار کو حکومت کے لئے نااہل قرار دیا ہے کیوں کہ اس کا سرمایہ عالم فطرت کی ایجاد کے موجود ہونے کے بغیر بے کار ہے۔

''حدیث القرآن'' کو مختلف عنوانات کے تحت تقسیم کیا گیا ہے تاکہ قاری کو

قرآن کی بات پورے طور پر سمجھ آسکے کیونکہ از روئے قرآن جس قوم یا شخص کو اس دنیا میں اپنی بہبودی یا منزل تک پہنچنے کا راستہ نہیں ملا وہ آخرت میں بھی اندھا ہے اس بناء پر حضرت علامہ المشرقیؒ کے نزدیک:

''اقوام اور افراد کا پہلا فرض ہے کہ وہ اس دنیا کے اندر اپنی کامیابی کی راہ نکالیں اس حساب سے وہ مولویانہ تخیل کہ جس کو یہاں کچھ نہیں ملا آگے چل کر ملے گا قطعاً غلط ہے۔''

''حدیث القرآن'' میں یہ واضح کر دیا ہے کہ مغربی قوموں کا دوسری قوموں پر زہرہ گداز غلبہ اور علم کے میدان میں ان کی ترقیاں اس لئے ہیچ ہیں کہ اس میں انسانیت کی چاشنی موجود نہیں کیوں کہ مغربی اقوام کا علم قرآن حکیم کے مفہوم علم سے ابھی تک کوسوں دور ہے اگر مسلمان نے اپنی ذمہ داری کو کماحقہ محسوس کیا اور قرآن کی آیات میں اللہ کے ایک ایک کہے ہوئے لفظ کو پوری اہمیت دے کر مطالعہ کرنے کے بعد اختیار کیا تو وہ دنیا میں امتیازی مقام حاصل کر سکتا ہے۔

تاریخ شاہد عادل ہے کہ ماضی میں مسلمانوں کے علمی، فکری اور تحقیقی کارنامے ایسے نہیں جن کو مغربی تہذیب کی چمک دمک دھندلا سکے یورپ کی اقوام نے سائنسی اور طبی طور پر جتنی کچھ ترقی کی ہے ان میں مسلمانوں کی کوشش کا بڑا دخل ہے جنہوں نے ایک طرف شعر و ادب فلسفہ و سائنس اور طب و منطق کو عام کیا تو دوسری طرف تحقیق و تجربہ اور تجسس و دریافت کے لاتعداد وسائل بہم پہنچائے جس کے نتیجے میں کئی کارآمد اور اہم چیزیں ایجاد ہوئیں یہی نہیں بلکہ متعدد شہروں میں رصد گاہوں کا قیام عمل میں آیا تاکہ موسموں کے تغیر و تبدل آسمانوں کی حقیقت اور ستاروں کی اصلیت کا مطالعہ کیا جائے اگرچہ مسلمانوں کی تحقیق و علمی و فکری ذخیروں کو ہلاکو اور چنگیز جیسے درندہ صفت انسانوں نے تباہ کر دیا لیکن اس کے باوجود ان کے کارنامے اور ایجادات تاریخ

کے صفحات پر آنے والی نسلوں کی رہنمائی کرنے کے لئے محفوظ ہیں اب یہ عالم ہے کہ ان پر بھی مغربی سائنس اپنا حق جتا رہی ہے اور کسی مسلمان ریاضی دان یا سائنس دان کو آگے ابھرنے کا موقع دینے کو تیار نہیں ہے۔

لیکن یہ حقیقت ہے کہ ۱۹۵۱ء تک اقوام مغرب تاروں کی گذرگاہوں تک پہنچنے اور ان کی تسخیر کی ضرورت و اہمیت سے بڑی حد تک بے نیاز تھیں۔ مغربی سائنس دان اپنی تمام تر توجہ مخالف قوموں کے خلاف مہلک ہتھیار تیار کرنے پر مرکوز کئے ہوئے تھے اسی سال ماہ جون میں دنیا کے شہرۂ آفاق سکالر، ممتاز ریاضی دان اور سائنس دان حضرت علامہ محمد عنایت اللہ خان المشرقیؒ نے روئے زمین کے بیس ہزار سائنس دانوں (جن میں دو ہزار روسی سائنس دان بھی شامل تھے) کو اپنے ایک تاریخی مراسلہ کی وساطت سے مخاطب کرتے ہوئے ان کا اصل مقام یاد دلایا اور لکھا:

> ''اگر انسان کا ظہور اس زمین پر تسخیر کائنات کے عظیم مقصد کے لئے نہیں اور اس کو حاصل کرنے کے امکانات بھی اس میں موجود نہیں تو یہ کائنات سب کی سب ایک بے معنی اور بے مقصد نمائش قرار پا جائے گی بلکہ انسانوں کا لاکھوں برس میں حاصل کیا ہوا فہم و شعور بھی ایک بے مقصد حصول اور فضول شے سمجھا جائے گا اور اس کی اشیائے فطرت کے استعمال سے حاصل کی ہوئی طاقت بھی لایعنی کوشش ثابت ہو گی جو ہم کو کسی طرف نہیں لے جا سکتی اس لئے تسخیر کائنات ہی لامحالہ انسان کے اس زمین پر ظاہر ہونے کا واحد مقصد ہے اور اس راہ میں خواہ لاکھ دشواریاں حائل ہوں اسے بہر حال حاصل کرنا ہی پڑے گا۔''

یہ ایک اذان سحر تھی جس نے کاروان انسانیت کا رخ کائنات کی گم گشتہ منزل

کی طرف پھیر دیا۔ جب کہ یہ سہانا خواب ابھی تک تشنہ تعبیر پڑا تھا اس خط نے علمی دنیا میں ایک ذہنی اور کرداری ہیجان برپا کر دیا۔ ہر طرف سے اس کی وسیع اشاعت کا مطالبہ زور وشور سے ہونے لگا۔ ان سائنسی مورخوں میں جو لوگ کسی قدر کم متعصب اور تنگ نظر تھے انہوں نے اس خط کے مندرجات اور علمی حقائق پر گہری نظر سے توجہ دی اور تسلیم کیا کہ جس طرح عربوں اور دوسرے مسلمان عالموں نے علم کی شمع کو روشن رکھا آج بھی ملت اسلام کے نامور سپوت حضرت علامہ المشرقیؒ نے حیرت انگیز علمی انکشافات کے ذریعے علمی دنیا میں تہلکہ مچا دیا ہے اور سائنس کی دنیا میں مسلمانوں کے بلند مقام کو پھر منوالیا ہے کہ بغداد اور قرطبہ کی علمی دانش گاہوں سے اقوام مغرب کو علم و عرفان سے بہرہ ور کرنے والی قوم آج بھی دنیا کی رہنمائی کر سکتی ہے۔

ہیومن پرابلم (انسانی مسئلہ) کے عنوان سے شائع ہونے والے اس مراسلہ میں زیادہ تر سائنس کے ان فنی پہلوؤں پر بحث کی گئی ہے جو صرف بڑے بڑے سائنس دانوں ہی کی سمجھ میں آ سکتے ہیں اور اس پر شہرۂ آفاق سائنس دانوں نے جو اظہار تحسین کیا وہی آئندہ چند سالوں میں چاند تاروں پر کمندیں ڈالنے کا جذبہ محرکہ بن گیا۔ روس نے ۴ اکتوبر ۱۹۵۷ء کو فضائے آسمانی میں ایک مصنوعی سیارہ چھوڑ کر دنیا کی انسانی مخلوق کو حیرت زدہ کر دیا۔ اس سیارہ کا وزن ۱۸۴ پونڈ یعنی قریباً ۹۲ سیر یعنی ۲ من ۱۴ سیر تھا۔ ۵۶۰ میل کی بلندی تک سیدھا جا کر یہ سیارہ زمین کے گرداگرد گردش کرتا رہا۔ ۲۱ جولائی ۱۹۶۹ء کو دو پہلے انسانوں (آرم سٹرانگ اور ایلڈرن) نے چاند کی سطح پر انسانی عظمت کے پرچم گاڑ دیئے اور نقیب فطرت حضرت علامہ المشرقیؒ کی سائنٹفک نشاندہی کی سچائی کی شہادت بہم پہنچا دی۔

زاویہ نگاہ کی اس تبدیلی اور فکر وعمل کے اس انقلاب نے دیکھتے ہی دیکھتے کاروان انسانیت کا رخ خارجی کائنات کے فتح باب کی طرف موڑ دیا۔ مقصد پیدائش

کائنات اور ارتقاء کی منزل طے کر کے لقائے رب کی منزل تک پہنچنے کا جنون اور ولولہ پیدا ہو گیا۔ ۱۹۶۴ء میں ایک طبی جریدے میں مندرجہ ذیل خبر کی اشاعت نے اس تاریخی سچائی پر تصدیق ثبت کر دی:

> ''علم الحیات کے امریکی پروفیسر ٹیسلے گاس نے حال میں جارج ٹاؤن یونیورسٹی میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ شاید اس صدی کے آخر تک یا ۲۰۰۰ء کے شروع میں لیبارٹریوں میں مصنوعی طریقوں سے بچے پیدا کرنا ممکن ہو جائے۔ پروفیسر گاس نے کہا شاید ہم انسانوں اور حیوانوں کے حیاتی کیڑے سائنٹفک طریقوں سے پیدا کرنے میں کامیاب ہو جائیں اور پھر ان کیڑوں سے لیبارٹریوں میں بچے ضرورت کے مطابق پیدا کر سکیں۔ پروفیسر موصوف نے یہ امید ظاہر کی ہے کہ ان تحقیقات کے دوران ہمیں ناقص بچے پیدا ہونے کے اسباب اور انہیں دور کرنے کے طریقے بھی معلوم ہو سکتے ہیں اسی ریسرچ سے متعدی بیماریوں کو دنیا سے بالکل ختم کر دینا بھی ممکن ہو جائے گا اور سائنس کو نہ صرف انسان کی عمر بڑھانے بلکہ اسے بڑھاپے میں مضبوط اور توانا رکھنا معلوم ہو جائے گا۔''

بالآخر سائنس دانوں کی جدوجہد رنگ لائی اور انہوں نے مصنوعی انسان بنا لیا' خبر ملاحظہ ہو:

> ''واشنگٹن ۲۹ مارچ...... کیلیفورنیا کی ایک تحقیقاتی تجربہ گاہ میں سائنس دانوں نے ایک آدمی پیدا کرنے میں کامیابی حاصل کر لی ہے۔ یہ آدمی ڈاکٹروں کی تعلیم کے سلسلے میں استعمال کیا جا سکے

گا۔ اس آدمی کا قد چھ فٹ ہے' اس کی کھال پلاسٹک کی بنی ہوئی ہے' یہ سانس لے سکتا ہے' زبان چلا سکتا ہے' اس پر دواؤں کا اثر ہوتا ہے' یہ آنکھیں جھپکاتا ہے اور منہ کھول سکتا ہے۔ سائنس دانوں کا دعویٰ ہے کہ اگر انہیں ۹۷ ہزار پونڈ مل جائیں تو وہ اس مصنوعی آدمی کو قوت گویائی اور چلنے پھرنے کی قوت بھی دے سکتے ہیں۔ اس انسانوں کے بنائے ہوئے انسان کی تیاری میں انہیں جو تجربہ حاصل ہوا ہے۔ اس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ نئے آدمی کا بہتر ماڈل تیار کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ نیا مصنوعی آدمی غصہ دکھا سکے گا' پیشانی پر بل ڈال سکے گا' آنسو بہا سکے گا اور انسانی جذبات کا اظہار کر سکے گا جو طبی علاج کے سلسلے میں ضروری ہوتے ہیں۔"

(روزنامہ جنگ ۳۰ مارچ ۱۹۶۷ء)

آخرکار سائنس دانوں نے گذشتہ چند سالوں کے اندر اندر انسانوں سے مشابہت رکھنے والے انسان بنا کر حیرت انگیز کامیابی حاصل کر لی۔ اس سے بڑی طاقتوں کے ''بڑوں'' کو خطرہ محسوس ہونے لگا کہ ان کے ہم مشکل بنائے جا سکتے ہیں۔ انہوں نے اس پر پابندی عائد کر دی۔

انسان کے جسم میں اعضائی انقلاب کے موضوع کے متعلق ایک واقعہ حضرت مریمؑ کے بطن سے حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کا واقعہ ہے جس کا ذکر قرآن حکیم میں ہے' اس کے متعلق مذہبی جذبات کچھ ہی کیوں نہ ہوں مگر علمی نقطہ نظر سے جو نتائج پیدائش انسان کے بارے میں قرآن کے استدلال سے واضح ہوتے ہیں۔ نسل انسانی کے لئے اہم اشارہ ہیں نفخت فیه من روحی کے بعینہٖ یہی الفاظ انسان کی پیدائش کے متعلق

بھی استعمال کئے گئے ہیں اور ان کا صریح مفہوم یہ ہے کہ انسان کو اس کا اہل بنا دیا گیا ہے کہ وہ خدا کی خاصیتوں کا حامل ہو کر خدا کا مماثل بنے نفخت فیه من روحی کے ربانی عمل سے جو انسان کی نسل اور مریمؑ دونوں پر یکساں ہوا ایک ہی نتیجہ نکل سکتا ہے وہ یہ کہ جس طرح اس روح ربی کو حضرت مریمؑ کے جسم میں پھونک دینے سے وہ مرد کی ہم بستری سے بے نیاز ہو گئی۔ اسی طرح انسان بھی اپنے ارتقاء کے آخری مرحلوں میں جبکہ وہ خدا کا مماثل بنتا جائے گا اس سے بے نیاز ہو جائے گا' انسان کا انتہائی طور پر اعلیٰ مخلوق میں منتقل ہو جانا اٹل ہے۔ یہ منزل بہت ممکن ہے کہ نیم جسمانی اور نیم روحانی یا صرف روح کی منزل ہو اور فاطر زمین و آسمان اس سے مساوی حیثیت سے ملاقات کرے۔

''حدیث القرآن'' میں اس عظیم الشان حقیقت کا انکشاف بھی کر دیا گیا کہ انسان کی اپنے رب سے ملاقات جس کو قرآن میں لقائے رب کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ فی الحقیقت تخلیق کائنات کے مقصد کی تکمیل کے طور پر ہو گی۔ قرآن حکیم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا منظر بیان کرتے ہوئے بتایا گیا ہے:

> ''تو جب پروردگار عالم نے اپنا جلوہ پہاڑ پر دکھایا تو اس پہاڑ کے پرزے اڑ گئے اور موسیٰ (علیہ السلام) لڑکھڑا کر گر پڑا۔''
>
> (۷:۱۷)

آفرینش کے آخری مرحلوں میں یہ ملاقات حضرت انسان کی خدا سے ہو گی اور فاطر زمین و آسمان سے سلام علیکم طبتم (۲۹:۸) یعنی تم پر سلام ہو تم نے جو کچھ کیا عمدہ کیا' کے الفاظ سے ہاتھ ملا کر خالق کائنات' انسان کا خیر مقدم کرے گا تو وہ دہشت ناک' عبرت انگیز اور ہیجان خیز ملاقات ہو گی کہ اس کی عظمت اور اُبہت سے زمین و آسمان کا یہ کروڑوں برس پہلے کا بنایا ہوا کارخانہ ریزہ ریزہ ہو کر فنا ہو جائے گا

اس وقت بارگاہ الٰہی کے وہ ملائک جو اس کے عرش کو کروڑوں برس سے تھامے ہوئے تھے بزبان حال پکار اٹھیں گے کہ کائنات کی تخلیق کا مقصد پورا ہو چکا وہ انسان جس کو قرآن نے نفخت فیه من روحی (۱۵:۲۹'۳۸:۲) (یعنی میں نے انسان میں اپنی روح پھونک دی) کا مصداق قرار دیا تھا اپنی نجات و فلاح کی آخری منزل تک پہنچ چکا! فطرت کا یہ عظیم الشان کارنامہ اس کے امتحان و ابتلاء کے لئے پیدا کیا گیا تھا وہ اس امتحان میں پورا اترا!

''حدیث القرآن'' کی تمہید میں مصنف نے پورے یقین' ایمان اور دھڑلے سے مندرجہ ذیل اعلان کر کے مسلمان کو آگے بڑھنے کی ایک نئی راہ سجھائی ہے۔ مغربی علم کی بھول بھلیوں میں پھنسے ہوئے عصر حاضر کے مسلمان کو اس کے مطالعہ سے قرآن حکیم کے پورے پروگرام پر غور کرنے کی ضرورت ہے جس پر ''حدیث القرآن'' کے اخیر میں پہنچنے کی کوشش کی گئی ہے:

> ''قرآن کے ہوشربا علم کے بالمقابل مغربی قوموں کا دوسری قوموں پر زہرہ گداز غلبہ اور علم کے میدان میں ان کی حیرت انگیز ترقیاں میرے نزدیک ابھی تک ہیچ اس لئے ہیں کہ میں مغربی قوموں کو ابھی تک قرآن حکیم کے بتائے ہوئے علم کے پاسنگ تک بھی پہنچا ہوا نہیں دیکھتا مجھے یقین ہے کہ مغربی اقوام کا غلبہ اس لئے پائیدار غلبہ بلکہ منشائے ربانی کے خلاف غلبہ ہے کہ اس میں انسانیت کی چاشنی موجود نہیں۔ میں دھڑلے سے کہہ سکتا ہوں کہ مغربی اقوام کا علم بھی قرآن عظیم کے مفہوم علم سے ابھی کوسوں دور اس لئے ہے کہ اس میں اسلام کی روحانیت کی چاشنی ہرگز نہیں۔ یہ دونوں مقام میں نے قرآن حکیم کی آیات میں خدا کے

ایک ایک کہے ہوئے لفظ کو پوری اہمیت دے کر مطالعہ کرنے کے
بعد اختیار کئے ہیں اور اسی لئے میں سمجھتا ہوں کہ کیا عجب ہے کہ
زمین کی نجات بالآخر پھر مسلمان کے ہاتھ سے ہی ہو کر رہے۔

(حدیث القرآن O ص ۷۶...... پہلا ایڈیشن)

مورخہ: ۱۹ مارچ ۲۰۰۲ء حمید الدین احمد المشرقی (قائد خاکسار تحریک)

حمید الدین احمد المشرقی قائد خاکسار تحریک

فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَہٗ یُؤْمِنُوْنَ

(الاعراف) آیت ۱۸۵

آخر وہ کونسی بات ہے پیغمبر کی تنبیہہ کے بعد (جس پر یہ) ایمان لائیں گے؟ (القرآن)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

دین اسلام کو علم اور حقیقت (یعنی سائنس کے بلند درجے تک پہنچانے کے لئے میری آواز جو قرون اولیٰ کے عملی اسلام کے بعد روئے زمین پر غالباً" پہلی آواز تھی تذکرہ کی پہلی جلد تھی جو ۱۹۲۴ء میں شائع ہوئی۔ اس جلد میں میں نے واضح کیا کہ قرآن حکیم (جو اپنے الفاظ کے لحاظ سے قطعی طور پر محفوظ ہے) امتوں کے عروج و زوال کا ایک عالم آرا قانون ہے جو سب قوموں پر حاوی ہے اور پہلے مذاہب بھی اسی قانون کے ابتدائی ٹکڑے تھے جو وقتاً" فوقتاً" خدا کی طرف سے انسانی شعورؔ کے مختلف مراحل میں انبیاءؑ کی وساطت سے بنی نوع انسان کو دیئے گئے۔ اس نقطہ نظر سے سب انبیاء کا پیغام ایک اور مسلسل تھا اور اس کا مقصد انسانی قوموں کو ان کے زمین پر قائم رہنے کا قانون بتدریج واضح کرنا تھا۔

یہ قانون تذکرہ کی پہلی جلد (نئی ترتیب کے مطابق جلد اول و دوم) کے عربی اور اردو دیباچوں میں بالا جمال ظاہر کر دیا گیا تھا اور اس کا علمی ثبوت ناقابل انکار دلائل کے ساتھ بقیہ جلدوں میں موجود ہے۔ قرآن حکیم کی تعلیم کا یہ حصہ ہر صاحب نظر کے لئے ایک حیرت انگیز انکشاف ہے جس کی قدرو قیمت ابھی تک انسان نے اس لئے نہیں سمجھی کہ مذہب کو آج تک انسان نے ان معنوں میں نہیں لیا اور نہ قرآن حکیم کے بار بار دعاوی کے باوجود کہ خدا کی "الکتب" جو بھیجی گئی تھی "علم" تھی، خدا کے پیغام کو کسی قوم نے علم یعنی حقیقت اور سائنس نہ سمجھا۔ اگر یہ ہو جاتا تو مذہب بھی اور علوم فطرت کی طرح حقیقت کا بلند درجہ حاصل کر لیتا اور سب دنیا اسی حقیقت پر باقی علوم کی طرح متفق ہو جاتی۔ بلکہ مذہب کے متعلق فرقہ بندی اور تعصب بھی قطعاً" دور ہو جاتے۔ قرآن میں **وما تفرقوا الامن بعد ماجاء هم العلم بغیا بینهم** ۴۲/۱۴ کا محاکمہ ہے۔ یعنی "انسان نے آپس میں بغاوت کر کے علم اور حقیقت کے آنے کے بعد بھی گروہ بنا لائے" اور یہی تاکید بار بار ۴۵/۱۷، ۳/۱۹، ۱۰/۹۳، ۱۱/۱۱۰،

۲/۲۱۳ میں ہے لیکن سورۂ ہود میں حسب ذیل حیرت انگیز آیت تمام دنیا کے انسانوں کے "ایک امت" ہونے اور ان کی وحدت مذہب کے متعلق ہے جس میں صاف طور پر کہہ دیا ہے کہ بنی نوع انسان کو پیدا ہی اس لئے کیا گیا کہ ایک امت بن کر رہے اور اگر ایسا نہیں ہو گا تو تمام مخلوق خدا سے جہنم کو بھر دیا جائے گا۔

ولوشاء ربک لجعل الناس امة واحدة ولایزالون مختلفین○ الامن رحم ربک ولذالک خلقهم وتمت کلمة ربک لاملئن جهنم من الجنة والناس اجمعین○ ۱۱/۱۱۸۔۱۱۹

(ترجمہ : اور اگر خدا اپنی مرضی کے مطابق کرتا تو ضرور بنی نوع انسان کو ایک امت بنا دیتا لیکن انسان (اپنی مرضی کے مالک ہو کر) ہمیشہ اختلاف ہی کرتے رہتے ہیں الا وہ لوگ جن پر خدا کی رحمت ہو اور اسی وحدت کے لئے خدا نے انسان کو پیدا کیا (اور اگر یہ نہ ہوا تو) تیرے خدا کا قول پورا ہو کر رہے گا کہ میں ضرور جہنم کو تمام جن و انس سے بھر کر رہوں گا۔)

ایک دوسری جگہ ہے:

ولوشاء الله لجعلکم امة واحدة ولکن یضل من یشاء ویهدی من یشاء ولتسئلن عما کنتم تعملون○ ۱۶/۹۳

(ترجمہ : اور اگر خدا اپنی مرضی کرتا تو ضرور تم کو ایک امت بنا دیتا لیکن وہ جس کو مناسب سمجھتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور جس کو مناسب سمجھتا ہے ہدایت دیتا ہے اور تم ضرور اپنے عملوں کے متعلق پرسش کئے جاؤ گے)۔

الغرض اگر مذہب امتوں کے عروج و زوال کا قانون ہے تو مذکورہ بالا آیات سے ظاہر ہے کہ اس علم کو پورے طور پر سمجھنا کس قدر اہم شے ہے اور روئے زمین پر انسان کا ایک امت ہو جانا اور مذہب کے بارے میں اختلاف نہ پیدا کرنا ازروئے قرآن کس قدر ناگزیر اور اس کا انجام کس قدر خوفناک ہے۔ آج اسی اختلاف اقوام کے باعث جس قدر جلد جہنم انسانوں سے بھرا جا رہا ہے ہر صاحب نظر پر واضح ہے اور

اگر دنیا نے مذہب کو علم سمجھ کر سب قوموں کو ایک مذہب پر متحد نہ کیا تو اس جہنم کی آگ کا روز بروز تیز تر ہوتے جانا اٹل ہے۔

لیکن وحدت امت یا بالفاظ دیگر وحدت مذہب کا مسئلہ ایک بڑا کٹھن اور مشکل مسئلہ ہے جس کا حل زمین کی ترقی کے اس مرحلے میں قریباً ناممکن نظر آتا ہے۔ قرآن کو قانون خدا ماننے والی امت کا فرض سردست اتنا ہے کہ اپنی امت کے اندر سب قسم کے تفرقے مٹا کر اسی طرح کی امت بن جائے جیسی کہ قرون اولیٰ میں تھی اور اس کے بعد اپنی طاقت میں نمایاں ہو کر اتحاد عالم کی دعوت مسلسل طور پر تمام اقوام عالم کو دیتی رہے بلکہ تمام اقوام پر اپنی مادی قوت اور عمل کے زور سے غالب آ کر رہے اور **لیظھرہ علی الدین کلہ** کی مصداق بن جائے' جس واحد غرض کے لئے آخری رسولؐ بھیجا گیا تھا: **ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ: ۹/۳۳**

قرآن کی تعلیم کے اس حصہ کی تشریح "تذکرہ" کی چھ ابتدائی جلدوں میں ہے لیکن قرآن حکیم کی "پوری کہانی" اس قانون عروج و زوال کے علاوہ اور شے بھی ہے اور وہ شے کائنات کی پیدائش کا آخری مقصد انسان پر واضح کرنا ہے تاکہ انسان اپنی دنیاوی ترقی کے آخری مرحلوں تک پہنچ سکے اور کائنات جہاں کی اس عظیم الشان چیستان کا حل سامنے آ جائے۔ قرآن عظیم کا پیغام ظاہر ہے کہ اس ہدایت کے بغیر مکمل اور آخری نہیں ہو سکتا بلکہ یہی وہ پیغام ہے جو قرآن حکیم کی تعلیم کا جزو عظیم ہے جیسا کہ آگے چل کر واضح ہو جائے گا۔

قرون اولیٰ کے مسلمانوں پر قرآن حکیم کی تعلیم کا لب لباب اس قدر واضح اور منطقی طور پر روشن تھا کہ وہ قرنوں تک اسی دھن میں لگے رہے کہ خدا کی زمین کو خدا کے ماننے والوں سے پر کر دیں۔ یہ ولولہ اس قدر دلوں میں گرمی پیدا کرنے والا تھا کہ غلبہ دین اور جہاد بالسیف کے قرآنی حکم کے بالمقابل انسانی جان کی قدر و قیمت نہ رہی تھی۔ اسی وحدت امت' جہاد بالسیف' اطاعت امیر اور ایمان بالآخرۃ کے یقین نے دین

اسلام کو لمحوں کے اندر روئے زمین پر غالب کر دیا اور قریب تھا کہ بنی نوع انسان کی روئے زمین پر پیدائش کا واحد مقصد بھی پورا ہو کر رہے۔ ادھر قدم قدم پر قرآن حکیم کا صحیفہ فطرت کے بے مثال طلسم کی طرف توجہ دلانا اور اسی فطرت کو واحد برحق شے قرار دینا قرون اولیٰ کے مسلمانوں کو جوق در جوق علم فطرت کی طرف لے جا رہا تھا اور انہوں نے لمحوں کے اندر اندر دنیا میں صحیح اور یقینی علم کی بنیادیں ڈال دیں۔ بلکہ دنیاوی ترقی کی راہ پر گامزن ہونے کے لئے کئی نئے علم ایجاد کئے۔ یہ دونوں منظر اگر کافی دیر تک اور قائم رہتے تو عرب کے آخری نبیؐ کی امت کے سر ہی انسان کی نجات کا سہرا رہتا مگر بہت جلد مسلمانوں کی بے راہ روی اور مفسرین اور عوام کی غلط بینی قرآن نے اس شرف کو مسلمانوں سے چھین لیا اور مغرب کی قومیں جو اس وقت تک اہل عرب کی چار سو برس کی تدریس و تعلیم اور مسلمانوں کے عالم آراء غلبے اور حصول علم سے متاثر تھیں' قانون خدا کو مضبوط پکڑنے میں خود کامیاب ہو گئیں' اور قرآن حکیم کی جلالی اور جمالی تعلیم کے دونوں سرے مغرب نے مسلمانوں کے ہاتھ سے چھین لئے!

آج چونکہ قرنہاقرن کی بد عملی اور ناراہ بینی کے باعث صرف قرآن حکیم کی کتاب کے اوراق مسلمان کے پاس رہ گئے ہیں اور قرآن کا ماحول موجود نہیں رہا' مسلمان قرآن کے بارے میں عجب پریشان ہے۔ ایک طرف اس کے سامنے اسلاف کے حیران کن عملی اور علمی کارنامے اور دوسری طرف کتاب خدا کی عجیب و غریب "پریشان خیالی" بلکہ صحیفہ فطرت کی طرح کی "بیکرانی" ہے۔ ان دونوں باتوں پر مستزاد یہ کہ زمانہ زوال کے قرآن حکیم کے متعلق ٹامک ٹوئیوں نے دین اسلام کی تصویر کو رنگ برنگ کر کے اس کی تمام اصلیت مسخ کر دی ہے۔ یہ منظر اس قدر دلخراش ہے کہ مغربی اقوام کے بالمقابل جو قرآن کی تعلیم کا تمام لب لباب اپنے وجود کے رگ ریشے میں صدیوں سے جاری و ساری کر چکے ہیں' اور حیران کن طور پر آگے بڑھ رہے ہیں' مسلمانوں کی ترقی کی کوئی گنجائش اس وقت تک باقی نہیں رہی جب تک کہ قرآن حکیم

کی تعلیم کا تمام لب لباب از سرنو چند لفظوں میں مسلمان کے سامنے پھر پیش نہ کیا جائے۔

"حدیث القرآن" میں جس کے معنی "قرآن کی بات" ہے، میں نے قرآن کی تمام بات اس نقطہ نظر سے چند لفظوں میں کہہ دی ہے اور تذکرہ کی ضخیم دس جلدوں سے جو چھ سات ہزار بڑے اور نہایت باریک لکھے ہوئے صفحوں پر مشتمل ہیں، مسلمانوں کو ایک حد تک بے نیاز کرنا چاہا ہے۔ مسلمانوں کی یہ فرمائش مجھ سے ایک بڑی مدت سے تھی اور قید کی فرصت میں ہی میں نے اس کو پورا کرنا غنیمت سمجھا۔ میں نے "حریم غیب" "دہ الباب" اور "ارمغان حکیم" میں شعر زدہ امت کے سامنے گا گا کر بالآخر اس چھوٹے سے باب میں اس کی توجہ اس نثر کی طرف اس لئے بھی دلائی ہے کہ وہ میرے کہے ہوئے کئی شعروں کے مفہوم کو سمجھ سکے لیکن امت کے ہوشمند اور ناشعر زدہ حصے کو خطاب کرنا میری ان تصانیف کا اصلی مقصد ہے۔

قرآن کے ہوشربا علم کے بالمقابل مغربی قوموں کا دوسری قوموں پر زہرہ گداز غلبہ اور علم کے میدان میں ان کی حیرت انگیز ترقیاں میرے نزدیک ابھی تک ہیچ اس لئے ہیں کہ میں مغربی قوموں کو ابھی تک قرآن حکیم کے بتائے ہوئے علم کے پاسنگ تک بھی پہنچا ہوا نہیں دیکھتا۔ مجھے یقین ہے کہ مغربی اقوام کا غلبہ اس لئے ناپائیدار غلبہ بلکہ منشائے ربانی کے خلاف غلبہ ہے کہ اس میں انسانیت کی چاشنی موجود نہیں۔ میں دھڑلے سے کہہ سکتا ہوں کہ مغربی اقوام کا علم بھی قرآن عظیم کے مفہوم علم سے ابھی تک کوسوں دور اس لئے ہے کہ اس میں اسلام کی روحانیت کی چاشنی ہرگز نہیں۔ یہ دونوں مقام میں نے قرآن حکیم کی آیات میں خدا کے ایک ایک کہے ہوئے لفظ کو پوری اہمیت دے کر مطالعہ کرنے کے بعد اختیار کئے ہیں اور اسی لئے میں سمجھتا ہوں کہ کیا عجب ہے کہ زمین کی نجات بالآخر پھر "مسلمان" کے ہاتھ سے ہی ہو کر رہے۔

میں نے "حدیث القرآن" کو مختلف عنوانوں کے ماتحت تقسیم کیا ہے تاکہ ہر عنوان کے ماتحت قرآن حکیم کا مقام اس کے اپنے کہے ہوئے چند لفظوں میں واضح ہو

جائے۔ چونکہ کسی بڑی تفصیل یا تشریح کی گنجائش نہیں رکھی، لازم ہے کہ حدیث القرآن کے مطالعے میں قرآن کے کہے ہوئے ایک ایک لفظ کو پوری اہمیت دی جائے اور مسلمان صرف ان لفظوں اور ان آیتوں کے مدعا پر غور کرے۔ آیتوں پر غور کے بعد اس پورے عنوان پر غور کرے۔ پھر ایک عنوان کو دوسرے عنوان سے مربوط کرنے کی سعی کرے۔ پھر تمام عنوانوں کو یکجا سامنے رکھ کر قرآن حکیم کے پورے پروگرام پر غور کرے اور اس نتیجے پر پہنچے جس پر "حدیث القرآن" کے اخیر میں پہنچنے کی کوشش کی گئی ہے۔

میں نے قرآن کی صرف دو سورتوں یعنی سورۂ سجدہ ۳۲ اور سورۂ جاثیہ ۴۵ کا مربوط ترجمہ حدیث القرآن میں پیش کیا ہے۔ مجھے حرص تھی کہ کئی سورتوں کا ترجمہ بالخصوص سورۂ بقر کا مربوط ترجمہ پیش کرتا اور اپنے دعوے کی دلیل میں تمام قرآن کو نہ صرف مربوط بلکہ قرآن کے متعلق اس کے اپنے دعوے کو قطعاً" ناقابل رد کر دیتا، لیکن پھر وہ "مختصر بات" نہ رہتی جو مدنظر تھی۔ یہ سورۂ بقر وہی ہے جس کا مطالعہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے آٹھ برس میں کیا تھا۔ اسی نقطہ نظر سے میں نے جو کچھ کہا نہایت سادہ الفاظ میں اور کہانی کے طور پر کہا کہ باتوں باتوں میں قرآن سمجھ میں آ جائے۔ مقصد صرف اس قدر ہے کہ قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی ادنیٰ سی عملی اور علمی آگ پاکستان کے زوال یافتہ مسلمان میں پیدا ہو جائے اور وہ آگے بڑھنے کے قابل ہو۔ یہی امید ہے جو مجھے کھینچے لی جا رہی ہے اور کیا عجب ہے کہ ایک گروہ یہاں یا کسی اور اسلامی ملک میں پیدا ہو جائے۔

حدیث القرآن کی تصنیف از اول تا آخر قید خانہ میں ہوئی۔ ۳۰ مئی ۱۹۵۱ء کو اسے شروع کیا گیا اور دوران رمضان میں ہی ۱۹ جون ۱۹۵۱ء تک (یعنی کل ۲۰ دنوں میں) اس کا اکثر حصہ ختم ہو چکا تھا۔

۲۵ نومبر ۱۹۵۲ء

عنایت اللہ خاں المشرقی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حدیث القرآن

قرآن حکیم میں علم کا مفہوم

اس موقع پر کہ ان تصانیف میں کئی جگہ قرآنی آیات سے استدلال کیا گیا ہے' قرآن حکیم کے مطلب کو واضح کرنے کے لئے بعض اہم عنوانوں کے ماتحت آیات قرآنی یک جا کر دی گئی ہیں تاکہ نتائج کے استنباط میں آسانی ہو اور آیات الٰہی کو قرآن حکیم میں بار بار دہرانے کی علت واضح ہو۔ اس طریق کار سے قرآن حکیم کے عام لائحہ عمل کی بھی وضاحت ہو جائے گی اور مسلمانوں کے سامنے ایک مستقل نصب العین اپنے فرائض کے بارے میں پیدا ہو سکتا ہے جو اس کے قلب کو مطمئن کر سکے۔ قرن اول کی نبویؐ تعلیم کا ماحول چونکہ موجود نہیں رہا' دین اسلام کا مفہوم بگڑ چکا ہے' اور جس ترتیب سے وحی نازل ہوئی وہ بھی برقرار نہیں رکھی گئی' اس لئے اب عام مسلمان قرآن حکیم کے مطالعے سے اپنے لئے کوئی مستقل شے اخذ نہیں کرتا اور جو پڑھتا ہے اس کو روایتی عزت اور عقیدت سے دیکھ کر اپنا مطالعہ ختم کر دیتا ہے۔ اب وقت آگیا ہے کہ مسلمان قرآن حکیم کو پھر علمی بلکہ عملی نقطہ نظر سے دیکھے' اس کی بے پناہ طور پر حیران کن صداقتوں کو پیش نظر رکھ کر میدان عمل میں گامزن ہو اور ایک دفعہ پھر دنیا میں امتیازی مقام حاصل کرے۔

میری تمام پہلی اور موجودہ تصانیف میں علم سے مراد علم صحیفہ فطرت ہے۔ قرآن حکیم کے نزدیک علم وہ شے ہے جس کو آنکھ نے دیکھا ہو' کان نے اس کے صحیح ہونے کی گواہی دی ہو اور فواد (قلب یعنی ذہن) نے اس کے دھوکہ نہ ہونے کی تصدیق کی ہو۔ سورۂ بنی اسرائیل کے چوتھے رکوع میں واضح کر کے کہ "یہ وہ چیزیں

ہیں جو خدا نے تم پر بطور حکمت وحی کی ہیں" ایک حکمت اس طرح پر واضح کی ہے:

ولاتقف مالیس لک به علم ط ان السمع والبصرو الفواد کل اولئک کان عنه مسؤلا ○ ۱۷/۳۶

ترجمہ: اور اس کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں (کیونکہ) بے شک تیرے کان اور آنکھ اور ذہن (فواد) سب سے اس شے کے متعلق پوچھا جائے گا۔"

اس آیت سے صاف واضح ہے کہ جس شے کی تصدیق انسان کے یہ تین اعضا کر دیں وہ علم ہے اور قرآن منع کرتا ہے کہ اس کے سوا کسی اور شے کی پیروی کی جائے۔ اس حکمت کی رو سے کسی شے کو جس کی تصدیق صحیفہ فطرت نے نہ کی ہو علم کا بلند درجہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ مافوق الفطرت سب باتیں گویا ظن ہیں اور قرآن حکیم ان کے "پیچھے پڑنے" کی اجازت نہیں دیتا۔ اسی لحاظ سے وہ تمام دریافتیں جو صحیفہ فطرت کے عالموں نے کی ہیں علم ہیں، مثلاً علم ریاضی، علم طبیعات، علم طب، علم طبقات الارض، علم نجوم، علم تشریح الابدان وغیرہ وغیرہ بیسیوں، علم جو فطرت کے مشاہدے سے اخذ ہوئے ہیں۔ باقی جو علوم دنیا میں رائج ہیں وہ خوشامد کے طور پر "علم" کہے جا سکتے ہیں لیکن وہ فی الحقیقت ظن ہیں۔ قرآن حکیم میں بھی جہاں لفظ علم یا اس کے مشتق واقع ہوئے ہیں انہی معنوں میں ہیں۔ (**فواد** اور **قلب** کے صحیح مفہوم کے متعلق آگے صفحہ۔ پر آیت (۱۷) ب دیکھیں جس سے واضح ہو جائے گا کہ عرب کے نزدیک "ذہن" اور "دل" ایک شے ہے۔)

اس موقع پر یہ بھی لائق ذکر ہے کہ ہزارہا برس تک یورپ (جو اس وقت علم کا گہوارہ ہے) انسان کے ظلم کے باعث بیسیوں قسم کی **ظنیات** میں مبتلا رہا حتیٰ کہ سولھویں صدی میں یورپ کے بعض عالموں نے (قرآن حکیم کے نازل ہونے کے کامل ایک ہزار برس بعد اور اہل عرب کی علمی ترقیوں سے متاثر ہو کر) قریباً انہی لفظوں میں جو اوپر کی آیت کے ہیں اعلان کیا کہ وہی شے سچ ہے جس کی تصدیق آنکھ، کان اور ذہن کر لیں۔ باقی سب غلط، وہم اور گمان ہے۔ اس اعلان کے بعد سے یورپ کی نشاۃ

ثانیہ یعنی وہ عروج شروع ہوا جو آج اس کو حاصل ہے۔

اختصار کے لئے ہم مضمون آیتوں کو پاس پاس اور متقابل اس لئے بھی کر دیا ہے کہ قرآن کا طالب العلم اس حیرت انگیز کتاب میں عدم اختلاف کا بھی قائل ہو۔ قابل غور الفاظ کو اکثر جگہ جلی کر دیا ہے اگرچہ قرآن حکیم کا ایک ایک لفظ قابل غور ہے۔

مورخہ: ۳۰ مئی ۱۹۵۱ء (علامہ المشرقی)

یاد رکھو!

قرنِ اوّل کا سچّا مُسلمان نہ حنفی ہوتا تھا نہ مالکی، نہ حنبلی، نہ اہلحدیث، نہ اہلِ قرآن، نہ سُنّی نہ شیعہ وہ صرف مُسلمان تھا مُسلم اور مطیع تھا خاکساری کے رنگ میں رنگا ہوتا تھا یہ سب فرقے بعد میں بنے خود لوگوں نے بنائے، امام ابوحنیفہؒ رسولِ خدا صلعم کے ایک سو کئی برس بعد آئے انہوں نے کبھی یہ نہ کہا کہ میرے پیچھے لگ کر فرقہ بند ہو جاؤ، نہ امام حنبلؒ نے ایسا کہا اور نہ حضرت علیؓ نے اور نہ قرآن نے افتراق کا سبق دیا نہ حدیث نے نہ خدا نے، نہ رسول صلعم نے لوگوں نے خود اپنی ضد اور ہٹ دھرمی کے باعث یہ تمام فرقے پیدا کئے خدا کے ان نیک بندوں کو بُت بنا لیا، خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی ماری، صحابہ کرامؓ کی طرح سیدھے سادھے مُسلمان بنو، مذہب کی تمام پیچیدگیاں سُلجھا دو، صحابہ کرامؓ اور رسولِ خدا صلعم کی طرح اِسلام کو قوّت محبّت غلبے اور بادشاہت کی بُنیاد بنا دو، یاد رکھو سچّا مذہب صحابہؓ کا سچّا اسلام وہی تھا جو رسولِ خدا کے مبارک ہاتھوں سے رائج ہوا۔ کسی مُسلمان کی مجال نہیں کہ اس اسلام کو غلط کہہ سکے، کسی کی طاقت نہیں کہ قرآنِ کریم میں سے کسی ایک فرقہ کی حمایت میں کوئی آیت پیش کر سکے

علامہ عنایت اللہ خان المشرقیؒ بانی خاکسار تحریک

ایم اے (کینٹب) بی اے (پی ایس سی بی) ای بی او ایل ایف ایم ایس (آنرز) آئی ای ایس (ریٹائرڈ) ایف اے ایس ایس ایچ ایس ایف جی ایس (پیرس)
رینگلر و سکالر کرائسٹ کالج کیمبرج، ممبر انٹرنیشنل کانگرس آف اورئنٹلسٹس، سابق انڈر سیکرٹری گورنمنٹ آف انڈیا و بانئ خاکسار تحریک

ا۔ مقامِ انسان

کائنات کی ماہیت کو سمجھنے کے لئے پہلی شے جو جاننے کے لائق ہے یہ ہے کہ انسان کا اس کائنات میں مقام کیا ہے۔ اس مسئلے کے سلسلے میں انسان ہزارہا سال تک صحیفہ فطرت کی مختلف اشیاء سے مرعوب ہو کر ان کے سامنے سجدہ کرتا رہا۔ انبیاء نے انسانی زندگی کے مختلف مراحل میں خدا کے وجود کا احساس دلایا مگر انسان کے سمع و بصر اور ذہن کے ابتدائی حالت میں ہونے کی وجہ سے یہ تخیل اکثر نقش برآب رہا۔ حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی امتیں خدا کے وجود سے کافی طور پر آشنا رہیں اور مقدم الذکر نبی نے تورات میں انسان کو خدا کا مماثل بھی کہا مگر یہ امتیں بھی بہت جلد وہم و جہالت میں پھنس گئیں اور انسان کا اس کائنات میں صحیح مقام واضح نہ ہو سکا۔ قرآن حکیم نے تمثیلی طرز کلام میں انسان کا اس دنیا میں مقام سب سے پہلے حسب ذیل بلیغ اور معنی خیز الفاظ میں واشگاف کیا:

(ا) واذ قال ربک للملائکۃ انی جاعل فی الارض خلیفۃ قالوا اتجعل فیھا من یفسد فیھا ویسفک الدما ونحن نسبح بحمدک ونقدس لک قال انی اعلم مالا تعلمون○ ۳۰/۲

(ا) جب خدا نے فرشتوں کو کہا کہ میں زمین میں اپنا قائم مقام مقرر کرنے والا ہوں' انہوں نے کہا کہ کیا تو ایسی نسل کو خلیفہ مقرر کرے گا جو اس میں فساد مچائے گی اور خون گرائے گی حالانکہ ہم تیرے پورے فرماں بردار ہیں۔ خدا نے کہا کہ تم نہیں جانتے (کہ کیوں انسان اس کے لئے زیادہ موزوں ہے) اور میں جانتا ہوں۔

(۲) وعلم آدم الاسماء کلھا ثم عرضھم علی الملائکۃ فقال انبؤنی باسما ھؤلاء ان کنتم صادقین○ قالوا سبحنک لاعلم لنا الاما علمتنا انک انت العلیم الحکیم○ ۳۱/۲

(۲) پھر خدا نے انسان کو بصیرت دی کہ فطرت کی کل اشیاءٔ کو سمجھ سکے پھر فرشتوں کی

تسلی کے لئے کہا تم مجھے سمجھاؤ کہ یہ کیا چیزیں ہیں اگر تم اس مرتبے کے اہل ہو' فرشتوں نے کہا ہمیں تو کوئی علم ہی نہیں ماسوا اس کے جو تو نے ہمیں سمجھایا' بے شک تو ہی علیم و حکیم ہے۔

(۳) قال یا ادم انبئھم باسماء ھم فلما انباھم باسماء ھم قال الم اقل لکم انی اعلم غیب السموات والارض واعلم ماتبدون وما کنتم تکتمون○ ۲/۳۳

(۳) پھر انسان کو کہا کہ ان اشیاء کی حقیقت فرشتوں کو بتاؤ پھر جب انسان نے ان کی حقیقت بتائی (اور وہ کچھ سمجھ نہ سکے) تو خدا نے کہا کیا میں نے تمہیں کہا نہیں تھا کہ میں سب کچھ اندرونی طور پر جانتا ہوں اور جانتا ہوں کہ تمہاری ظاہری اور باطنی فضیلتیں کیا ہیں۔

مراد یہ ہے کہ فرشتوں کے پاس وہ اعضاء ہی نہ تھے جس سے وہ فطرت کو سمجھ سکتے' اس لئے وہ خدا کے قائم مقام کیا بنتے۔ ان کی تسلی کر دی کہ تم اس مرتبے کے لائق نہیں ہو۔ یہ کم بخت انسان ہی اس کا اہل ہے جو خون گراتا اور فساد مچاتا رہتا ہے۔ تم تسبیح و تقدیس میں ہی لگے رہو کیونکہ تمہارے پاس نافرمانی کرنے کی اہلیت ہی نہیں۔ یہی صاحب ارادہ' صاحب سمع و بصر' صاحب ذہن انسان اس کا اہل ہے کہ میری زمین میں جا کر میرا قائم مقام بنے۔ وہاں جا کر کچھ سمجھے گا' کچھ سوچے گا' کچھ دیکھے گا' تم بے چارے وہاں جا کر کیا کرو گے۔ غرض فرشتوں کی کوئی بڑی حیثیت انسان کے مقابلے میں نہیں۔ وہ معلوم ہوتا ہے "خدا کی مقرر کردہ بے پناہ قوتیں" ہیں جن کے عظیم الشان ہونے میں کچھ شک نہیں لیکن آنکھ' کان اور ذہن جیسے عظیم الشان ہتھیار ان کے پاس نہیں! انسان کی فضیلت انہی اشیاء کے باعث ہے جو خلاق فطرت نے ان کو دی ہیں:

(۴) لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم○ ۹۵/۴

(۴) بے شک انسان کو ہم نے اس کے اعضاء کی بہترین درستی کے ساتھ پیدا کیا۔

(۵) ولقد کرمنا بنی آدم و حملنا هم فی البر والبحر ورزقنهم من الطیبت وفضلنا هم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلا○

۱۷/۷۰

(۵) ہم نے انسان کو بڑی عزت دی اور اس کو خشکی اور تری کا مالک بنایا' اس کو بڑی بڑی عمدہ چیزیں استعمال کے لئے دیں اور جو مخلوق ہم نے پیدا کی اس میں سے اکثر سے وہ بڑھا ہوا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان سے بھی بہتر مخلوق اس کائنات میں موجود ہے۔ خدا جانے وہ کیا ہو گی' کس ستارے میں ہو گی؟ ان کے آنکھ' کان اور ذہن بھی ہوں گے یا نہیں؟ کیا ہماری طرح کے جسم ہوں گے یا نہیں؟ الغرض ابھی انسان کو ذرا معلوم نہیں کہ اوپر کیا ہے۔ تیرہ سو ستر برس پہلے کا قرآن دیکھو کس دھڑلے سے دعوے کر رہا ہے۔ کیا یورپ کا ذہن اس وقت اس دعوے تک پہنچ سکتا تھا؟

کیا یہ ممکن ہے کہ کروڑ در کروڑ ستارے جو زمین بلکہ زمین سے تیرہ لاکھ گنا بڑے سورج سے بھی ہزاروں گنا بڑے ہوں بے آباد ہوں اور جب وہاں ہوا بھی نہیں تو وہاں کی مخلوق ہماری طرح کی کس طرح ہو سکتی ہے؟

(٦) واذ قلنا للملائکۃ اسجدوالادم فسجدوا الا ابلیس ابی واستکبر وکان من الکافرین○ وقلنا یا آدم اسکن انت وزوجک الجنۃ وکلا منھا رغدا حیث شئتم ولا تقربا ھذہ الشجرۃ فتکونا من الظالمین○ ۲/۳۴-۳۵

(٦) ہم نے فرشتوں کو کہا کہ انسان کے آگے سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا لیکن شیطان اکڑا اور انکار کیا اور کافر ہوا پھر انسان کو کہا تو اور تیری بیوی **الجنۃ** میں رہو اور جو مزیدار چیزیں ہیں کھاؤ لیکن اس درخت کے پاس نہ جانا ورنہ تم ظالم ہو جاؤ گے۔ (غور کرنے کا مقام ہے کہ انسان کے متعلق خدا کے اس "کہانی" کو بیان کرنے کا کیا مقصد تھا۔)

خدا ویسے تو سوائے اپنے کسی کو "سجدے" کا حکم نہیں دیتا' یہاں کیوں دیا؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ذی روح انسان والا سجدہ نہیں تھا بلکہ مراد یہ تھی کہ یہ غیر ذی حس فرشتے انسان کے تابع ہو کر رہیں گے۔ گویا وہ "خدا کی مقرر کردہ بے پناہ قوتیں" جن کا ذکر اوپر ہوا ایسی ہیں کہ انسان ان کو تابع اور فرماں بردار کر سکے۔ یہاں واضح کر دیا ہے کہ سب "فرشتے" سجدہ کرتے ہیں بلکہ انہوں نے سجدہ کیا! صرف ایک فرشتہ اکڑا یعنی شیطانی طاقت جو انسان کو ہر لحظہ راہ راست سے بھٹکاتی رہتی ہے۔ اس طاقت نے کہا کہ میں ہرگز ہرگز اس انسان کے تابع بن کر نہ رہوں گا' پھر چونکہ انسان کو "الجنة" میں رکھنا مقصود الٰہی نہ تھا اس پر پابندی لگا دی کہ باقی سب کچھ کھاؤ پیو لیکن اس درخت کی طرف نہ آؤ۔ معلوم نہیں یہ درخت کیا تھا؟ بہر نوع ہمیں کریدنے کی کیا ضرورت؟:

(۷) فازلهما الشيطن عنها فاخرجهما مما كان فيه وقلنا اهبطوا بعضكم لبعض عدو ولكم فى الارض مستقر و متاع الى حين ○ فتلقى آدم من ربه كلمات فتاب عليه انه هو التواب الرحيم ○ قلنا اهبطوا منها جميعا فاما ياتينكم منى هدى فمن تبع هدى فلاخوف عليهم ولاهم يحزنون○ ۳۶/۲-۳۸

(۷) پھر شیطان نے انسان اور اس کی بیوی دونوں کو پھسلا کر جنت سے نکلوا دیا تو ہم نے بھی کہا نکلو تم ایک دوسرے کے دشمن ہو' جاؤ ایک وقت تک زمین میں رہو' پھر انسان نے پچھتاوا کیا اور فریاد کرتا رہا تو کچھ تھوڑی بہت فریاد بھی خدا نے سن لی اور کہا کہ نکلو سب نکل جاؤ لیکن میں زمین میں تمہاری نسل کو ہدایت بھیجا کروں گا اور اگر تم نے اس کو مانا تو پھر سزائیں نہ ملا کریں گی اور تم بے خوف و حزن وہاں رہو گے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان صرف زمین پر رہتا ہے اور ستاروں میں اس کا دخل نہیں اور یہ کم بخت صرف انسان کے پیچھے لگا ہے۔ ایک وقت تک یہ انسان اور شیطان زمین پر رہیں گے۔ پھر نہ معلوم کیا صورت ہو۔ شاید انسان کسی اور

جگہ اپنا ڈیرہ بسا لے یا شیطان کو زمین سے ہی باہر نکال دے۔ یہ وقت شاید انسان کی مکمل ہدایت اور ارتقاء کا ہو وغیرہ وغیرہ۔

ان سب آیتوں سے انسان کا اس دنیا میں مقام واضح ہو جاتا ہے کہ وہ خدا کی جگہ اس زمین پر پُر کرنے والا ہے' مسجود ملائک ہے' احسن تقویم میں ہے' اس سے بھی بہتر آبادی کسی اور جگہ موجود ہے' اس کو خود سیدھی راہ معلوم نہیں لیکن ہدایت پر چلے تو وہ بے خوف و بے حزن ہو سکتا ہے' سب فطرت کی طاقتیں اس کے آگے سجدہ کرتی ہیں' وہ صاحب ارادہ ہے اس لئے اس نے نافرمانی بھی کی اور سزا بھی کھائی ورنہ **الجنة** میں جو چاہتا کھاتا پیتا اور مزے سے رہتا۔ اس کے بعد انسان کی ممکنات کے بارے میں سورۂ دہر۷۶ میں ہے:

(۸) هل اتى على الانسان حين من الدهر لم يكن شياء منكورا ○ انا خلقنا الانسان من نطفة امشاج نبتليه فجعلنه سميعا بصيرا○ انا هديناه السبيل اما شاكر اواما كفورا○ ۷۶/۱۔۳

(۸) ایک وقت زمانے میں انسان پر کیا ایسا بھی آیا کہ وہ کوئی قابل ذکر شے ہی نہ تھا۔ ہم نے انسان کو ملے جلے نطفے سے پیدا کیا کہ اس کی آزمائش کریں اور اس کو بہت بڑا سننے والا اور بہت بڑا دیکھنے والا بنایا۔ راستہ اس کو دکھا دیا ہے اب وہ اس کی قدر کرے یا اس سے انکار کرے۔

مقصد اس سے یہ ہے کہ سمع اور بصر کے ذریعے وہ خدا کے اوصاف (یعنی سمیع اور بصیر) ہونا حاصل کر سکتا ہے پھر اسی فطرت سے وہ اپنا رستہ بھی حاصل کر سکتا ہے۔ علمی ترقیوں نے انسان کو روز بروز زیادہ سمیع اور زیادہ بصیر ضرور بنا دیا ہے لیکن قرآن حکیم کی بلند نظری دیکھو تیرہ سو ستر برس پہلے کہاں تھی! کیا **لم یکن شیاء منکورا** کے الفاظ سے واضح نہیں کہ انسان نے بے حقیقت خوردبینی حیوانوں سے ارتقاء کیا ہے؟

مقام انسان کے سلسلے میں حسب ذیل آیات مزید روشنی ڈالتی ہیں:

(۹) (الف) اذ قال ربک للملائکۃ انی خالق بشرا من طین○ فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی فقعوالہ سجدین○ فسجدالملائکۃ کلھم اجمعون○ الا ابلیس استکبر و کان من الکفرین○ ۳۸/۷۱۔۷۴

(۹) (الف) خدا نے فرشتوں کو کہا کہ میں انسان کو مٹی سے پیدا کر رہا ہوں پھر جب اس کو درست کر لوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم اس کے آگے سجدہ کرنا تو سب نے سوائے شیطان کے سجدہ کیا اور وہ اکڑا اور کافر ہو گیا۔ (یہاں صاف ظاہر ہے کہ انسان کی مخلوق کا "درست" کرنا اور خدائی روح کا اس میں "پھونکنا" کوئی بڑا ہی مرحلہ ہو گا۔)

(ب) قال یا ابلیس مامنعک ان تسجد لما خلقت بیدی ط استکبرت ام کنت من العالین○ قال اناخیرمنہ خلقتنی من نار و خلقتہ من طین○ قال فاخرج منھا فانک رجیم○ وان علیک لعنتی الی یوم الدین○ قال رب فانظرنی الی یوم یبعثون ○ قال فانک من المنظرین○ الی یوم الوقت المعلوم○ قال فبعزتک لاغوین ھم اجمعین○ الا عبادک من ھم المخلصین ○ قال فالحق والحق اقول○ لاملئن جھنم منک وممن تبعک منھم اجمعین○ ۳۸/۷۵۔۸۵

(ب) شیطان سے پوچھا گیا کہ جس شے کو میں نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے تو کیوں اس کو سجدہ نہیں کرتا۔ کیا تو باغیوں میں سے ہے یا تجھے اکڑ ہے تو اس نے جواب دیا کہ میں آگ سے پیدا ہوا ہوں اور وہ مٹی سے اس لئے میں بہتر ہوں۔ اس پر خدا نے کہا تو یہاں سے چلا جا اور تجھ پر تاقیامت لعنت ہو گی۔ اس نے کہا کہ مجھے تاقیامت مہلت دے۔ یہ مہلت دے دی گئی پھر اس نے کہا کہ تیری عزت کی قسم میں انسان کو سوائے تیرے حکم ماننے والے مخلص بندوں کے سب کو پھسلاؤں گا۔ جواب ملا کہ ہم تجھے اور

باقی سب کو جہنم سے بھر دیں گے۔ (یہ آخری الفاظ آگے چل کر آیت (۲۶) (الف) میں بھی آئیں گے۔) تدبر۔

ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ انسان میں خدا کی روح پھونکی گئی ہے۔ گویا وہ ترقی کر کے خدائے عزوجل تک کے اوصاف حاصل کر سکتا ہے۔ وہ مٹی سے پیدا ہوا ہے جو علمی طور پر آج بھی درست ہے۔ نیز یہ کہ شیطان کی پیدائش آگ یعنی گرمی سے ہے اور شاید یہی انسان کی گرمی اس کو راہ راست سے ہر دم بھٹکاتی رہتی ہے۔ تدبر۔ کافی زیادہ وضاحت کے ساتھ یہی بات سورۂ اعراف میں ہے:

(۱۰) ولقد خلقنکم ثم صورنکم ثم قلنا للملائکة اسجدوا لادم فسجدوا الا ابلیس لم یکن من السجدین○ قال مامنعک الا تسجد اذا امرتک قال انا خیر منه خلقتنی من نار و خلقته من طین○ قال فاهبط منها فما یکون لک ان تتکبر فیها فا خرج انک من الصغرین○ قال انظرنی الی یوم یبعثون○ قال انک من المنظرین○ قال فبما اغویتنی لاتعدن لهم صراطک المستقیم○ ثم لا تینهم من بین ایدیهم ومن خلفهم وعن ایمانهم وعن شمائل هم ط ولاتجد اکثرهم شاکرین○ قال اخرج منها مذء وما مدحورا ط لمن تبعک منهم لاملئن جهنم منکم اجمعین○ ۷/۱۱-۱۸

(۱۰) اور بے شک ہم نے تم کو پیدا کیا پھر تمہیں (موجودہ) صورت میں لائے، پھر فرشتوں کو کہا کہ آدم کو سجدہ کرو۔ تو سب نے سوائے ابلیس کے سجدہ کیا اور وہ تیار نہ تھا۔ کہا کہ جب حکم ملا ہے تو کیوں سجدہ نہیں کرتا۔ کہا میں انسان سے اچھا ہوں، مجھے تو نے آگ سے اور اس کو مٹی سے پیدا کیا۔ خدا نے کہا تو پھر جنت سے نکل تجھے شایاں نہیں کہ یہاں اکڑے۔ نکل جا کہ تو ذلیل ہے۔ کہا مجھے یوم قیامت تک کی مہلت دے۔ خدا نے کہا بہت اچھا۔ شیطان نے کہا تو نے جو مجھے خراب کیا تو میں اب تیرے

سیدھے رستے پر روک کے طور پر کھڑا ہوں گا۔ پھر سامنے پیچھے' دائیں' بائیں سے آکر انہیں بھٹکاتا رہوں گا اور اکثر کو تو اپنا قدردان نہ پائے گا' تو خدا نے کہا یہاں سے ذلیل اور اوندھے منہ نکل' جو تیری پیروی کرے گا تو تم سب سے جہنم کو بھر دوں گا۔ (خدا کے سامنے ابلیس کی اس گستاخانہ کلام اور لب و لہجہ کا منشا ہر صاحب نظر اور ذوق سلیم پر واضح ہونا چاہیے۔)

اس آیت سے صاف یقین ہو جاتا ہے کہ آدم کا لفظ نسل انسانی کے لئے استعمال کیا گیا ہے اور ملائی تخیل کہ یہ سوال جواب حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئے غلط ہے۔ (اس کی واضح دلیل لفظ **ثم** سے ظاہر ہے۔ یعنی پہلے انسان کو پیدا کیا' پھر موجودہ صورت بنائی' پھر جب وہ نسل روئے زمین پر پھیل گئی تو "فرشتوں" کو کہا کہ اس انسان کے آگے سجدہ کرو۔) اس آیت سے یہ بھی علم ہوتا ہے کہ موجودہ انسان کے آبا و اجداد کی صورتیں اور تھیں اور موجودہ صورت اور ہے۔ یہ تحقیق طبقات الارض کے عالموں نے بڑے زور شور سے کی ہے اور حیرت انگیز طور پر صحیح ہے۔ اس کی تائید قرآن حکیم کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے' بلکہ اس کے بعد ایک اور آیت سے یہ بھی روشن طور پر ثابت ہے کہ انسان آئندہ بھی اس سے بلند تر مخلوق ضرور بنتا جائے گا۔

(ا) (الف) مالكم لا ترجون لله وقارا○ وقد خلقكم اطوارا○

۷۱/۱۳

(ا) (الف) تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ سے عزت کی امید نہیں رکھتے حالانکہ اس نے تم کو کئی پیدائش کے مرحلوں (لفظی طریقوں) سے گزار کر پیدا کیا۔

(ب) لتركبن طبقا عن طبق○ ۸۴/۱۹

(ب) تم ضرور ایک طبقے سے دوسرے طبقے تک چڑھتے جاؤ گے۔

دلیل یہ ہے کہ انسان بڑی مشکل سے اپنی پیدائش کے اس مرحلے اور اس احسن تقویم پر پہنچا۔ دوسرے حیوانات آہستہ آہستہ ترقی کرتے کرتے کروڑہا سالوں میں

انسانی پیدائش کے ابتدائی مرحلوں تک پہنچے۔ (اس سلسلے میں دیکھو تذکرہ صفحہ ۱۱ تا ۳۷' جہاں مسئلہ ارتقا کو نہایت تفصیل سے واضح کیا ہے)' اس لئے جب اتنی مشکل کے بعد انسان پیدا ہوا تو کیوں خدا سے اور زیادہ عزت کی امید نہیں رکھتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے بھی بلند تر پیدائش کے مرحلوں تک پہنچ سکتا ہے۔ (دیکھو اس سلسلے میں ((۱۱۰) ا تا و صفحہ 78)

مالی تعاون فرمائیں

تعمیرِ مرکزِ اسلام

مرکزِ اعلیٰ خاکسار تحریک اچھرہ لاہور میں مسجد، مدرسہ، لائبریری، اسلامی ریسرچ سنٹر، فری ڈسپنسری، علامہ مشرقیؒ اسلامی سائنس کالج، گھنٹہ گھر، دارالاقامہ، تربیت گاہ، ویلفیئر سنٹر اور تنظیمی دفاتر کی تعمیر جاری ہے۔

مرکزِ اسلام کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر مالی تعاون فرمائیں

اپنی رقم بذریعہ منی آرڈر/ڈرافٹ، کراس چیک یا نقد کیش درج ذیل پتہ پر روانہ کریں

مرکزِ اعلیٰ، خاکسار تحریک 34- ذیلدار روڈ اچھرہ لاہور

فون: 7535116,7555251 فیکس: 042-7587394

۲۔ مقام فطرت

(ا) صحیفہ فطرت ہی واحد حقیقت ہے!

حیرت ہوتی ہے کہ سچائی کے موجودہ ملائی اور صوفیائی تخیل کے خلاف قرآن حکیم میں (خدا اور قرآن وغیرہ کو چھوڑ کر) صرف ایک شے ہے جس کو بار بار اور نہایت تاکید کے ساتھ "حق" یعنی سچائی کہا گیا ہے اور وہ صرف خدا کی بنائی ہوئی فطرت ہے۔ یہ حقیقت اس اصرار اور تکرار کے ساتھ واضح کی گئی ہے کہ مسلمانوں کا زوال کے زمانے سے اس کو قطعی طور پر نظرانداز کر کے خدا کی بنائی ہوئی فطرت کو لاشے اور دنیا کو مردار سمجھنا اس امر کا ثبوت ہے کہ قرآن اس وقت تک متروک و مہجور ہو چکا تھا۔ اسی فطرت کو نظرانداز کرنے سے موجودہ اسلام میں جھوٹ، وہم، ظن اور گمان اس قدر شامل ہو گئے کہ اب دماغ پریشان ہو جاتا ہے۔ قلندری، فقیری، صوفیائیت، پیری مریدی، مجذوبیت اور مکر و فریب کے تمام جال جو لوگوں نے حقیقت یا غیب دانی کے نام سے پھیلا رکھے ہیں اس باعث سے ہیں کہ مسلمان کو علم نہیں رہا کہ از روئے قرآن حکیم حقیقت کیا ہے اور حق کے بارے میں خدائے عزوجل کی تصدیق کس شے پر ہے۔ حسب ذیل چودہ موقعوں پر قریباً ایک ہی مضمون ہے جو انتہائی غور کے قابل ہے:

(۱۲) خلق السموات والارض بالحق ط تعالٰی عمایشرکون○ ۳/۱۶

(۱۲) آسمانوں اور زمین کو خدا نے سچائی کے ساتھ پیدا کیا۔ وہ اس شے سے بلند ہے جو لوگ اس کے ساتھ شریک کرتے ہیں۔

(۱۳) خلق اللّٰہ السموات والارض بالحق ط ان فی ذالک لایۃ للمومنین○ ۲۹/۴۴

(۱۳) اللہ نے آسمانوں اور زمین کو سچائی کے ساتھ پیدا کیا بے شک اس میں ایمان والوں کے لئے ایک بڑا اشارہ ہے۔

گویا اول : فطرت کی حقیقت پیدائش خدا ہے اور پیدا کردہ شے پیدا کرنے والے کے ساتھ برابر نہیں ہو سکتی۔

دوم : اسی فطرت میں ایمان والوں کے لئے بڑا میدان عمل ہے۔ (مقابلہ کرو اس آیت کا (۳۴) سے صفحہ ۹۰)

(۱۴) ما خلقنا السموات والارض وما بینھما الا بالحق ط واجل مسمی ط ۳/۴۶

(۱۴) ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ اس کے درمیان ہے، نہیں پیدا کیا مگر سچائی کے ساتھ اور ایک وقت مقررہ تک۔

گویا تمام مخلوق کو بھی جو دونوں کے درمیان ہے سچائی میں شامل کر لیا ہے اور بتلا دیا ہے کہ یہ کارخانہ وقت مقرر تک ہے:

(۱۵) خلق السموات والارض بالحق وصور کم فاحسن صورکم والیہ المصیر ○ ۳/۶۴

(۱۵) آسمانوں اور زمین کو سچائی کے ساتھ پیدا کیا اور تمہیں شکل دی پھر بہترین شکل بنائی اور جانے کی جگہ تو وہی خدا ہے۔

گویا اگر حقیقت کے متلاشی ہو تو اسی کی پیدا کی ہوئی چیزوں سے حقیقت مل سکتی ہے اور کسی جگہ سے نہیں ملے گی۔ نیز یہ کہ انسانی تقویم بہترین تقویم ہے، بلکہ یہ بھی کہا کہ آخر اپنے عملوں کا امتحان تو خدا کے پاس جا کر ہو گا۔

(۱۶) وخلق اللہ السموات والارض بالحق و لتجزی کل نفس بما کسبت وھم لا یظلمون ○ ۲۲/۴۵

(۱۶) اللہ نے آسمانوں اور زمین کو سچائی کے ساتھ پیدا کیا اور یہ اس لئے کہ ہر شخص کو جو وہ کوشش کرے اس کا بدلہ دیا جائے گا اور انسان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

گویا جو شخص فطرت کی حقیقت کو بنا قرار دے کر عمل کرنے کی کوشش کرے گا اس کو اس کی پوری اجرت ملے گی۔ کیا تمام دنیا کی زندہ قوموں کو اس کی جزا نہیں

مل رہی۔ وائے افسوس کہ بعد کے مسلمان کس گمراہی کی طرف چلے گئے! سورۂ ابراہیم میں اس سے بھی زیادہ واضح طور پر ہے:

(۱۷) الم تران اللہ خلق السموات والارض بالحق ط ان یشا یذھبکم ویات بخلق جدید ○ ۱۴/۱۹

(۱۷) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ خدا نے آسمانوں اور زمین کو حقیقت پیدا کیا، اگر وہ مناسب سمجھے تو تمہاری نسل کو ختم کر کے ایک نئی پیدائش لا سکتا ہے۔

اللہ اللہ! یہاں تو دھمکی معلوم ہوتی ہے کہ اگر تم انسانوں نے اس حقیقت کی پوری قدر نہ کی تو کیا عجب ہے کہ تمہاری نسل ہی ناپید کر کے بہتر نسل لے آئے جو اس حقیقت کو پورے طور پر دریافت کرے!

(۱۸) وما خلقنا السموات والارض وما بینھما الا بالحق ط وان الساعۃ لاتیۃ فاصفح الصفح الجمیل ○ ۱۵/۸۵

(۱۸) اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ایک حقیقت پیدا کیا اور یاد رکھو کہ (امتحان کا) وقت ضرور آنے والا ہے پس اس مہلت تک پورے طور سے درگزر کرو۔

گویا اس حقیقت سے جس قوم نے فائدہ نہ اٹھایا اس کو ذلت نصیب ہو کر رہے گی۔ سورۂ زمر ۳۹ میں ہے:

(۱۹) خلق السموات والارض بالحق یکور الیل علی النھار ویکور النھار علی الیل وسخر الشمس والقمر ط کل یجری لاجل مسمی الا ھو العزیز الغفار ○ ۳۹/۵

(۱۹) آسمانوں اور زمین کو حقیقت پیدا کیا۔ وہ رات کو دن پر اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے اور اس نے چاند اور سورج کو اپنے ہاتھ میں لے رکھا ہے۔ یہ سب کارخانہ ایک وقت مقرر تک جا رہا ہے۔ خبردار رہو کہ وہ خدا بڑا غالب اور بڑا پردہ ڈالنے (مہلت دینے) والا ہے۔

(۲۰) وهو الذی خلق السموات والارض بالحق ط ویوم یقول کن فیکون○ ۶/۷۳

(۲۰) اور وہ وہ خدا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو حقیقت پیدا کیا اور جب وہ کسی دن کہے گا کہ یہ شے ہو جا وہ ہو جائے گی۔

گویا اس کے علاوہ اور حقیقتیں بھی پیدا ہو سکتی ہیں' اس کے کن کہنے کی دیر ہے۔

(۲۱) هوالذی جعل الشمس ضیاء والقمر نورا وقدره منازل لتعلموا عدد السنین والحساب ط ماخلق اللّٰه ذالک الا بالحق یفصل الایات لقوم یعلمون○ ۱۰/۵

(۲۱) اور وہ خدا ہے جس نے سورج کو شعلہ بنا دیا ہے اور چاند کو نور اور اس کی منزلیں مقرر کر دیں تاکہ تم سنوں کی گنتی کر سکو اور حساب کر لو۔ خدا نے یہ پیدا نہیں کیا مگر ساتھ حقیقت کے۔ ان اشاروں کو علم والی قوم کے فائدے کے لئے کھول کھول کر بیان کرتا ہے۔

یہاں صاف اشارہ ہے کہ صحیفہ فطرت سے انتہائی علم حاصل کر کے ترقی کے بام بلند پر چڑھو اور سورج کی روشنی کو ضیا اور چاند کی روشنی کو نور کہہ کر دونوں کے درمیان فرق بتلایا ہے کہ ایک اصلی شعلہ ہے اور دوسرے نے محض اس کی شعاع لے کر چمک حاصل کی ہے! تیرہ سو ستر برس پہلے جب کہ تمام دنیا جہالت میں ڈوبی ہوئی تھی' یہ فرق بتانا حیرت انگیز ہے۔ **یعلمون** کے معنی بھی صاف ہو گئے کہ علم صرف علم فطرت ہی ہے۔

(۲۲) اولم یتفکروافی انفسهم ماخلق اللّٰه السموات والارض وما بینهما الا بالحق و اجل مسمی ط وان کثیرامن الناس بلقاء ربهم لکفرون○ ۳۰/۸

(۲۲) کیا لوگوں نے اپنی ساخت پر غور نہیں کیا اور اس پر کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین

کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے نہیں پیدا کیا مگر بطور حقیقت کے اور ایک مقرر وقت تک' اور باوجود اس کے لوگوں میں سے بہت سے اس بات سے منکر ہیں کہ وہ اپنے پیدا کرنے والے سے ایک نہ ایک دن ملاقات کریں گے۔ (گویا ملاقات رب انسان ہی کو سجتی ہے۔)

یہاں پر ایک باریک اشارہ اس امر کی طرف ہے کہ فطرت کی تمام اشیاء جو پیدا کی گئی ہیں حقیقت پر مبنی ہیں اور انہی حقائق پر تفکر اور ان کی کماحقہ تلاش کا نتیجہ ملاقات رب ہے جو لامحالہ ان سے خدا کرے گا جو ایسا کریں گے لیکن اکثر لوگ ان امور کی طرف متوجہ نہ ہونے کے باعث ملاقات رب سے منکر ہیں۔

اس طریقے سے فطرت کو حقیقت کہنے کے علاوہ ایک اور طریقہ اختیار کیا ہے وہ یہ کہ یہ فطرت ہم نے کھیلتے کھیلتے نہیں بنائی:

(۲۳) وما خلقنا السماء والارض وما بین هما لعبین○ ۲۱/۱۶

(۲۳) اور ہم نے آسمان اور زمین اور ان کے درمیان جو کچھ ہے کھیلتے کھیلتے نہیں بنایا۔

(۲۴) وما خلقنا السموات والارض وما بین هما لعبین○ وما خلقنا هما الا بالحق ولكن اكثرهم لايعلمون○ ۴۴/۳۸-۳۹

(۲۴) اور ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو ان کے درمیان ہے کھیلتے کھیلتے نہیں بنایا۔ ہم نے ان کو نہیں پیدا کیا مگر بطور حقیقت کے لیکن اکثر لوگ اس کا علم نہیں رکھتے۔ (گویا خدا کو دھن لگی ہے کہ انسان اس کا علم حاصل کرے جو اس نے بنایا ہے تاکہ اس کو پہچانے۔)

یہاں پھر دہرایا ہے کہ اکثر لوگ صحیفہ فطرت کی سچائی کا علم نہیں رکھتے کیونکہ علم تو صرف سمع بصر اور ذہن کے استعمال سے حاصل ہوتا ہے اور زیادہ لوگ دنیا میں وہ ہیں جو خدا کی ان دی ہوئی چیزوں کا استعمال کر کے فطرت کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔

معلوم ہوتا ہے کہ سب سے زیادہ اس میں پچھلے مسلمان غافل رہے اور

نہایت بے حقیقت باتوں کی طرف چلے گئے۔ اس تمام حقیقت کشائی اور بار بار تنبیہہ کے بعد قرآن حکیم کا آخری فیصلہ یہ ہے کہ جو لوگ اس فطرت کو باطل سمجھتے ہیں وہ کافر ہیں۔ اللہ اللہ! کیا اس سے زیادہ سخت سزا مسلمانوں پر عائد ہو سکتی ہے کہ ان کو کہا جائے کہ ایسے لوگ جہنمی ہیں:

(۲۵) وما خلقنا السماء والارض وما بینھما باطلا ذالک ظن الذین کفروا فویل للذین کفروا من النار○ ۲۷/۳۸

(۲۵) ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے جھوٹ نہیں پیدا کیا۔ یہ ان لوگوں کا گمان ہے جو کافر ہیں تو حیف ہے کہ ان کافروں کو جہنم ہو گا۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ فطرت کو باطل سمجھنے والوں کو جہنم تک کی سزا ہے۔ اس تنبیہہ کے بعد ایک اور تنبیہہ اس سے بھی ہولناک تر ہے جو نسل انسانی کے اس کثیر حصے (یعنی تمام جن و انس، گویا رہنما طبقہ اور مقتدی طبقہ: دیکھو جن و انس کی تشریح کے لئے تذکرہ مجلد اول افتتاحیہ عربی صفحہ ۹۶ تا ۱۰۳ نیز ۱۵، ۱۶) کو دی گئی ہے جو خدا کے عطا کردہ سمع و بصر اور ذہن کو استعمال نہیں کرتے۔ یہ تنبیہہ اس قدر لرزہ خیز ہے کہ اس کی رو سے نسل انسانی کے صرف اس حصے کی "آخری" نجات ممکن ہے جو صاحب علم ہو گا اور باقی تمام طبقے جہنم کے ایندھن ہوں گے۔ قابل غور شے یہ ہے کہ اس بظاہر معمولی جرم کی اس قدر ہولناک سزا کا دیا جانا اس امر کی دلیل ہے کہ خدا کی نگاہوں میں سب سے بڑا جرم یہ ہے کہ اس کائنات سے جو اس نے اپنے ہاتھوں سے بنائی ہے اور جس پر اسے فخر ہے۔ (دیکھو آگے چل کر (۲۷) تا (۳۲)) بے پرواہی اختیار کی جائے، اس کی تہ تک نہ پہنچا جائے اور ملاقات خدا کا اہل نہ بنا جائے۔ دیکھو (۲۲) صفحہ (۷۸)۔

(۲۶) (الف) ولقد ذرانا لجھنم کثیرا من الجن والانس لھم قلوب لایفقھون بھاولھم اعین لایبصرون بھاولھم اذان لا یسمعون بھا اولئک کالانعام بلھم اضل اولئک ھم الغافلون

۱۷۹/۷○

(۲۶) (الف) اور بے شک اور بالتحقیق ہم نے جن و انس کی اکثر مخلوق کو جہنم کے لئے وقف کر دیا ہے' کیونکہ ان کے پاس دل (یعنی ذہن) ہیں جن سے وہ سمجھتے نہیں اور آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے نہیں اور کان ہیں جن سے وہ سنتے نہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو حیوانوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ اور یہی (ہماری خطرناک قرآنی اصطلاح میں) غافل ہیں!

جس نامحسوس طور پر وہ قومیں جنہوں نے صحیفہ فطرت سے علم حاصل کر کے اپنے آپ کو ترقی اور تمدن کے بلند درجوں تک نہیں پہنچایا' آہستہ آہستہ محکومیت اور غلامی کے جہنم کی طرف گھسٹ رہی ہیں' ہر صاحب نظر پر واضح ہے اور ایٹم بم کی دریافت سے جو ہولناک تباہی آگے چل کر آنے والی ہے' سب کے کان کھڑے کر رہی ہے' لیکن اس آیت کو بہ غور پہلی آیتوں (بالخصوص (۲۱) کے **لتعلموا** اور **لقوم یعلمون** اور (۲۲) کے **اولم یتفکروا** اور (۲۴) کے **لایعلمون**) کے ساتھ ملا کر پڑھنے سے واضح ہے کہ خدا کی نگاہوں میں جہنم کی آگ سے بچنے والی قومیں وہی ہیں جو صاحب علم ہیں۔ باقی سب غافل ہیں اور سب جہنم میں جائیں گی۔ معلوم ہوتا ہے کہ "**غافل**" کی قرآنی اصطلاح **کافر' مشرک** اور **فاسق** کی قرآنی اصطلاحوں سے کہیں زیادہ لرزہ خیز ہے لیکن اس سلسلے میں دیکھو فرہنگ و متن حریم غیب صفحہ ۲۶۴ تا ۲۶۶ نیز **غافل** کی مزید تعریف کے لئے حسب ذیل آیت پر غور کرو:

(۲۶) (ب) من کفر باللّٰہ من بعد ایمانہ الامن اکرہ و قلبہ مطمئن بالایمان ولکن من شرح بالکفر صدرا فعلیہم غضب من اللّٰہ و لہم عذاب عظیم○ ذالک بانہم استحبوالحیوۃ الدنیا علی الاخرۃ وان اللّٰہ لایہدی القوم الکافرین○ اولئک الذین طبع اللّٰہ علی قلوبہم وسمعہم و ابصارہم واولئک ہم الغافلون○ لاجرم انہم فی الاخرۃ ہم الخاسرون○ ۱۶/۱۰۶۔۱۰۹

(۲۶) (ب) جس نے خدا (کے قانون) پر ایمان لا کر انکار کیا (اور اس قانون سے برگشتہ ہو گیا) الا وہ شخص جس کو مجبور کیا گیا اور دل سے وہ قانون خدا کے نفع مند ہونے پر یقین رکھتا ہے' لیکن وہ جس نے خدا کے قانون سے انکار کے متعلق سینے کھول دیئے تو یہ قومیں ہیں جن پر خدا کا غضب نازل ہوتا ہے اور انہی کو دردناک عذاب ہے اور یہ اس لئے ہے کہ ایسی قومیں انجام سے صرف نظر کر کے لذات دنیوی کو پسند کرتی ہیں اور منکرین قانون خدا کو تو خدا کبھی راہ راست نہیں دکھلاتا۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے ذہنوں اور کانوں اور آنکھوں پر خدا نے مہر لگا دی ہے اور یہی غافل ہیں۔ لامحالہ یہی وہ لوگ ہیں جو بالآخر گھاٹے میں رہیں گے۔

گویا یہاں بھی **غافل** وہ لوگ ہیں جو سمع و بصر اور ذہن کا صحیح استعمال نہیں کرتے اور قانون خدا کو بصیرت سے نہیں دیکھتے۔ ۲۶ (الف) میں ضمناً" **لهم قلوب لایفقهون بها** کے الفاظ سے واضح ہے کہ اہل عرب کے نزدیک قلب (یا **فواد**) (جس کو ہم لوگ "دل" کہتے ہیں) جو سینے میں ہوتا ہے وہ عضو ہے جس سے **تفقه** یعنی سمجھ آتی ہے گویا قلب' ذہن اور فواد ایک ہی شے ہیں (دیکھو حدیث القرآن کا ابتدائی صفحہ)۔

کیا ان تمام تصریحات کے بعد کوئی ایک مسلمان ہے جو ملاؤں' دین کے بڑے بڑے مفسروں' صوفیوں اور آج کل کے لغو گو شاعروں اور "دانایان راز" کے ان قوم کش اقوال کی طرف توجہ کرے گا جو اس فطرت کے علاوہ کسی "قلندری" کسی منصور کے نعرۂ اناالحق یا کسی رومی و رازی کے وہمی اقوال کی طرف توجہ دلا کر قوم کو ہلاکت کی طرف لے جا رہے ہیں اور قرآن کا ادنیٰ علم نہ رکھتے ہوئے امت کو زوال کی طرف گھسیٹ رہے ہیں۔ قرآن حکیم میں ہے: **ومن الناس من یشتری لهو الحدیث لیضل عن سبیل الله بغیر علم ویتخذها هزوا اولئک لهم عذاب مهین** ○ ۶/۳۱ (ترجمہ: اور لوگوں میں سے ایسے بھی ہیں جو بکواس اور لغویات کو اپنا لیتے ہیں کہ علم نہ رکھتے ہوئے خدا کے رستہ سے بھٹکا دیں اور اس خدا کے رستے کو مخول بنا

دیں' تو ایسے ہی لوگوں کے لئے رسوا کن عذاب ہے۔) تدبر۔

(۲) خدائے عزوجل کا صحیفہ فطرت پر فخر

خدائے عزوجل نے یہی نہیں کہ صحیفہ فطرت کو واحد حقیقت قرار دیا بلکہ فخریہ الفاظ میں کہا کہ اس سے بہتر شے کوئی دکھاؤ جو کسی اور نے بنائی ہو:

(۲۷) والسماء بنینها باید وانالموسعون○ والارض فرشنها فنعم الماهدون○ ۵۱/ ۴۷۔۴۸

(۲۷) اور اس آسمان کو ہم نے اپنے ہاتھ سے بنایا اور ہم ضرور بڑی طاقت رکھنے والے ہیں اور اس زمین کو ہم نے خود فرش کیا تو دیکھو ہم کیسے اچھے بچھانے والے ہیں۔

(۲۸) هذا خلق اللّٰه فارونی ماذا خلق الذین من دونه ط بل الظلمون فی ضلٰل مبین○ ۳۱/ ۱۱

(۲۸) یہ تو اللہ کی پیدائش ہے۔ تم مجھے دکھلاؤ کہ جو اس کے سوا ہیں انہوں نے کیا پیدا کیا ہے تو دیکھ لو کہ ظالم لوگ صریح گمراہی میں ہیں۔

(۲۹) قل ارئیتم شرکاء کم الذین تدعون من دون اللّٰه ط ارونی ماذا خلقوا من الارض ام لهم شرک فی السموات ام اتینا هم کتابا فهم علی بینت منه بل ان یعد الظالمون بعضهم بعضا الاغرورا○ ۳۵/ ۴۰

(۲۹) کہہ دو کیا تم نے اپنے ان شریکوں کو دیکھا ہے جنہیں اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہو' مجھے دکھاؤ کہ انہوں نے کون سی زمین پیدا کی ہے یا ان کا کوئی حصہ آسمانوں میں ہے' یا انہیں ہم نے کوئی تحریر دی ہے جو ان کے پاس بطور سند کے ہے۔ اصل یہ ہے کہ ظالم ایک دوسرے کو دھوکہ ہی دے رہے ہیں۔

(۳۰) قل ارئیتم ما تدعون من دون اللّٰه ارونی ماذا خلقوا من الارض ام لهم شرک فی السموات ایتونی بکتاب من قبل هذا

اواثرة من علم ان كنتم صادقین○

(۳۰) کہہ دو کیا تم نے اپنے شریکوں کو دیکھا' مجھے دکھاؤ انہوں نے کون سی زمین پیدا کی یا ان کی کوئی آسمانوں میں شرکت ہے۔ اس سے پہلے کی کوئی تحریر یا نشان علم میرے پاس لاؤ اگر سچے ہو۔ (یہاں صاف طور پر صحیفہ فطرت کو کتاب کہا ہے۔) فتدبر۔

(۳۱) انا جعلنا ما علی الارض زینة لها لنبلوهم ایهم احسن عملا ○ ۱۸/۷

(۳۱) ہم نے جو کچھ زمین پر ہے اس کے لئے زینت پیدا کیا ہے تاکہ ان کو آزمائیں کہ کون بہترین عمل کرتا ہے۔

(۳۲) ماتری فی خلق الرحمٰن من تفوت ؕفارجع البصر هل تری من فطور○ ثم ارجع البصر کرتین ینقلب الیک البصر خاسئا وهو حسیر○ ۶۷/۳-۴

(۳۲) تو خدا کی بنائی ہوئی پیدائش میں کوئی فرق نہیں دیکھے گا۔ تو اپنی آنکھ کو غور سے لے جا' کیا اس میں کوئی ادنیٰ رخنہ دیکھتا ہے' نہیں دوبارہ آنکھ کو پھر لگا کر دیکھ لے۔ آنکھ ذلیل اور حسرت زدہ ہو کر تیری طرف واپس آ جائے گی۔

(۳۳) افلم ینظروا الی السماء فوقهم کیف بنینها وزینها وما لها من فروج○ ۵۰/۶

(۳۳) کیا انہوں نے اپنے اوپر آسمان کو نہیں دیکھا کہ کیسا اچھا ہم نے بنایا اور اس کو آراستہ کر دیا اور اس میں کوئی درزیں نہیں۔

مٹ جانے والو! اٹھو! غفلت کو چھوڑو یکسر
گنہ بشر میں غفلت سب سے بڑی بدی ہے
(علامہ مشرقیؒ)

(۳) صحیفہ فطرت کے مطالعہ کے اندر ہی خدا کے احکام موجود ہیں

فطرت کی اس عظیم الشان حقیقت کو اس بے گمان طور پر تصدیق کرنے کے بعد' دنیا کا یہ سب سے زیادہ منطقی طور پر صحیح مذہب اور انسان کا سچا لائحہ عمل انسان کو اس دنیا میں مستقل کام دینے اور خدا کی صحیح معرفت کرانے کے لئے بیگماں الفاظ میں اسی صحیفہ فطرت میں سے خدائی احکام' الہٰی دستورالعمل اور قوموں کی زندگی کا سچا لائحہ عمل تلاش کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ ان ترغیبوں میں **ان** (فی الحقیقت) اور **ل** (ضرور) کی دو تاکیدیں ہر جگہ موجود ہیں اور صاف بتلایا ہے کہ صرف اس قوم کو جو عقل رکھتی ہے: (**لقوم یعقلونo**)' علم رکھتی ہے: (**لقوم یعلمونo**)' یقین رکھتی ہے: (**لقوم یوقنونo**)' فکر رکھتی ہے: (**لقوم یتفکرونo**)' سننے کی قابلیت رکھتی ہے: (**لقوم یسمعونo**)' نعمتوں کو صحیح استعمال کرنے کی اہلیت رکھتی ہے: (**لقوم یشکرونo**)' عبرت حاصل کرنے کی استعداد رکھتی ہے: **لقوم ینکرونo**)' ایمان رکھتی ہے: (**لقوم یومنونo**)' سعی و عمل رکھتی ہے: **لقوم یعملونo**)' مستقل مزاج اور محنتی اور قدر دان ہے: **لکل صبار شکورo**)' خدا کے قانون سے خوف زدہ ہے: (**لقوم یتقونo**) وغیرہ وغیرہ' ہاں صرف ان قوموں کے لئے صحیفہ فطرت کے فلاں فلاں مظاہر اور مناظر میں اپنی قسمت کو درست کرنے' صحیح راہ پر چلنے' فطرت کا علم حاصل کر کے ترقی کے اعلیٰ ترین مدارج پر پہنچنے کے لئے بے شمار احکام (**آیات**)' لاتعداد اشارے (**آیات**)' بیگماں معجزات (**آیات**) اور راہ عمل موجود ہے!

یہ آیات جو قرآن حکیم میں تیں بلکہ اس سے بھی زیادہ مختلف موقعوں پر ہیروں اور موتیوں کی طرح بکھری ہوئی ہیں' ان کے علاوہ ہیں جن میں قرآن نے غیر فانی الفاظ میں زمین کی مخلوق کو صحیفہ فطرت کا مستقل علم اپنی طرف سے دیا ہے جو اس

قدر حیران کن ہے کہ اس علم کا نام و نشان صفحہ زمین پر موجود نہ تھا جب کہ قرآن نازل ہوا۔ یہ بحث دراصل تذکرہ کی نویں جلد میں ہے۔ اور ''علم القرآن'' کے عنوان سے ہے۔ اس کی ایک مختصر سی جھلک تذکرہ کی پہلی جلد میں مسئلہ ارتقاء کی بحث کے ضمن میں موجود ہے اور حدیث القرآن میں بھی اس کی ایک جھلک دکھلانے کی سعی کی جائے گی۔ لیکن قطع نظر قرآن حکیم کے اس حصے سے جو علم قرآن ہے' قرآن حکیم کی ایک حیرت انگیز خصوصیت یہ حصہ ہے جس میں انسان کو فطرت کے مناظر کی طرف متوجہ کرنے اور ان سے احکام (آیات) حاصل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ ان آیات میں جو شے قابل توجہ ہے یہ ہے کہ (۱) خطاب عام ہے اور ہر قوم کی طرف ہے اور دعویٰ ہے کہ جو قوم ان مناظر کی طرف توجہ کرے گی اس کو لامحالہ آیات ملیں گی۔ (۲) اس قوم کے ساتھ ایک مخصوص لقب (مثلاً عقل' علم' یقین' فکر' سمع' شکر' تذکیر' ایمان' عمل' تقویٰ وغیرہ وغیرہ) لگا دیا ہے جس کا ذکر اوپر ہوا۔ (۳) ہر آیت یا مجموعہ آیات میں مطالعہ فطرت کی کئی شقیں ایسی ہیں جن پر مستقل علوم مسلمانوں نے ایجاد کیئے یا ان کے بعد اب مغرب میں ایجاد ہوئے (مثلاً: اسٹرانومی یعنی علم النجوم' میٹرالوجی یعنی علم الریاح' بوٹنی یعنی علم النباتات وغیرہ وغیرہ)۔ لیکن کئی شقیں ایسی ہیں جن کی طرف انسان نے ابھی تک مطلق توجہ نہیں کی (مثلاً رات اور دن کا علم' آسمان سے برسے ہوئے پانی کا علم' شہد کا علم' اختلاف رنگ کا علم' موت پر روح کے قبض ہونے کا علم' بسط و قبض رزق کا علم' نیند کا علم وغیرہ وغیرہ)۔ (۴) چونکہ انسان کا مقام اس زمین پر بمنزلہ خلیفتہ اللہ یعنی خدا کا قائم مقام بننا ہے' نیز چونکہ انسان کے متعلق خدائے عزوجل کا اقرار ہے کہ اس میں میری روح بھر دی گئی ہے اس لئے لازم ہے کہ انسان سمیع اور بصیر ہونے کے علاوہ (جس کا ذکر اوپر آیات نمبر (۸) میں ہوا۔) باقی سب اوصاف خدا حاصل کرنے کی سعی کرے جن میں سے ایک بڑا وصف یقیناً خلاق ہونا (یعنی زندہ شے پیدا کرنے کا وصف رکھنا) ہے۔ اس نازک معاملہ پر بحث مفصلہ ذیل آیات کے نقل کرنے کے بعد آئے گی' لیکن میں یہاں پر اس واقعہ کی طرف اشارہ

پیش از وقت کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے ۱۹۱۸ء میں یعنی آج سے ۳۳ برس پہلے صوبہ سرحد کی ریاضی کی ایک علمی انجمن میں ایک معرکتہ الارا تقریر کی تھی اور دلائل سے ثابت کیا تھا کہ دنیا کی موجودہ علمی ترقیاں جو پچھلے کئی ہزار برس میں ہوئیں اور جن کا نتیجہ موجودہ علم حساب اور علم طبیعات وغیرہ ہیں' بے حد ناقص اور نارسا اس لئے ہیں کہ ان سب کی بنیاد یونان کی مائی تھالوجی (علم الاوہام) کے منتہا یعنی نقطہ اور خط مستقیم اور دائرہ پر ہیں۔ حالانکہ نقطہ اور خط مستقیم اور دائرہ اگرچہ بادی النظر میں نہایت خوبصورت اور نصب العینی (آڈیولوجیکل) وجود ہیں لیکن صحیفہ فطرت میں نہ نقطہ موجود ہے نہ دائرہ' نہ خط مستقیم' (جو دائرے کی ایک حالت ہے)۔ اسی مجلس میں جو حساب دانوں پر مشتمل تھی میں نے دعویٰ کیا تھا کہ چونکہ حساب کی بنیاد ان تین غیر فطری چیزوں پر ہوئی اور انہی تین چیزوں کو غلطی سے' اور یونانیوں کی خوشامد کر کے' نصب العین (یعنی آئیڈیل) تسلیم کر لیا گیا' نتیجہ یہ ہے کہ تمام علم حساب اور متعلقہ علوم انہی تین چیزوں کے گرداگرد گھومتے رہے اور ان تین چیزوں کے چکر سے نہ نکل سکے۔ ایسی غلطی کا المناک نتیجہ یہ ہے کہ ہم اقلیدس سے جیومیٹری اور جیومیٹری سے علم جر ثقیل (میکنکس) اور جر ثقیل سے مشینوں اور انجنوں کی خلاقی کی طرف چلے گئے کیونکہ تمام مشینوں اور انجنوں کی بنیاد نقطہ' دائرہ اور خط مستقیم ہیں۔ اب انسان نے اگرچہ تھوڑی بہت خلاقی ضرور کی ہے اور وہ بڑی عجیب و غریب مشینیں بنا سکتا ہے لیکن وہ مشینیں محض بے جان ہیں اور بیرونی طاقت کے ذریعے صرف گھومنا یا چلنا جانتی ہیں لیکن زندگی کا تمام راز بالکل نایافتہ پڑا ہے۔ بلکہ انسان نے اس مضمون کو قطعاً" ہاتھ نہیں لگایا۔ اس مجلس میں میرے اس حیرت انگیز انکشاف سے بڑی سنسنی پھیل گئی اور اس کی آواز یورپ اور امریکہ تک پہنچی۔ ۱۹۲۶ء میں جب کہ میں موتمر خلافت میں مدعو ہوا' ڈاکٹر ورونوف اور پروفیسر آئن شائن سے یورپ میں میری طویل ملاقاتیں اسی مسئلے پر ہوئیں اور انہوں نے میرے اس موقف کو بے حد سراہا اور کہا کہ "اگر آپ اس مسئلے کو سنجیدہ طور پر دنیا میں پیش کریں تو ایک انقلاب عظیم برپا ہو سکتا ہے" بلکہ

دنیا آپ کو ایک بڑا محسن ماننے کے لئے تیار ہو سکتی ہے۔" مجھے ان دو عظیم الشان پروفیسروں کی حوصلہ دہی سے بڑا اطمینان ہوا کیونکہ یہ خود اس مسئلے پر بڑے پریشان تھے کہ انسان باوجود اس کے کہ اس نے علم میں اس قدر ترقی کی ہے ابھی تک اس قابل نہیں ہو سکا کہ زندگی کے مسئلے کے متعلق معمولی معلومات بھی حاصل کر سکے۔ میں نے ان کو اصلی وجہ بتائی کہ دراصل ہم یونان کے پجاری ہیں' صحیفہ فطرت اور خدا کے پجاری نہیں۔ اگر ہم خدا کے پجاری ہوتے تو ضرور اس وقت تک ہم خالق بھی بن جاتے۔ چونکہ اس وقت تک تذکرہ لکھا جا چکا تھا میں نے ان کو قرآنی حقائق کئی نشستوں میں بیان کئے اور ان آیات کی طرف توجہ دلائی۔ ڈاکٹر ورونوف چونکہ وہ مشہور شخص تھے جو بندروں کے غدود انسانوں کے خصیوں میں لگا کر بوڑھوں کو جوان کرتا تھا' وہ قرآن حکیم کی ان آیتوں کو دیکھ کر انتہائی طور پر سرگرم ہو گیا۔ اسی کے ذریعے اور پروفیسر آئن شائن کے ذریعے سے مجھے کئی اعزازی سوسائٹیوں کا فیلو منتخب کیا گیا اور قریب تھا کہ میں بھی دنیا میں ایک 'علمی انقلاب برپا کروں' ۱۹۲۶ء کے بعد چونکہ مسلمانوں کے حالات ہندوستان میں بے حد خراب ہو گئے تھے اور کانگریس کے مقابلے میں کوئی جماعت مسلمانوں کی موجود نہ تھی اس لئے مجھے تذکرہ لکھنے کے بعد مسلمانوں کی قومی زندگی کی طرف رجوع کرنا پڑا اور یہ تمام انقلابی سلسلہ ۱۹۳۰ء میں میری ملازمت کے ختم ہونے کے بعد ختم ہو گیا۔ ۱۹۳۱ء میں انٹرنیشنل کانگریس آف اورینٹلسٹس نے مجھے تذکرہ کی تصریحات کرنے کے لئے مدعو کیا لیکن چونکہ خاکسار تحریک شروع ہو چکی تھی میں نے دو بیڑیوں میں ٹانگ اڑانا مناسب نہ خیال کر کے علمی تلاش و تجسس کو یک دم خیرباد کہہ دیا!

اس کہانی سے مقصد یہ ہے کہ ابھی انسان خلاقی کے ادنیٰ ترین مراحل بھی طے نہیں کر سکا۔ انسان کی تمام جستجو جو اس وقت تک صحیفہ فطرت کے سلسلے میں ہوئی ہے نہایت سطحی اور عارضی ہے۔ اس تمام تفتیش کی بنیاد علم حساب اور اس سے متعلقہ علوم پر ہے جن کی اساس یونانی نقطہ' یونانی دائرہ اور یونانی خط مستقیم پر ہے۔ علم طب کی

بنیاد بھی اسی لحاظ سے محض تجربہ پر ہے۔ اگر کوئی دوا بیمار کو دے کر فائدہ ہوتا ہے تو اس کو تسلیم کر لیا جاتا ہے۔ تشریح الابدان اور جراحی میں بھی صرف چیڑ پھاڑ اور تجربہ ہے حتیٰ کہ چیرنے پھاڑنے والے اوزار بھی وہ ہیں جو فطرت میں موجود نہیں۔ اس تمام فطرت سے ہٹنے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ہم فطرت میں زندگی کے راز کو ابھی تک دریافت نہیں کر سکے یا ہماری دریافت کی حد صرف اس تک ہے کہ زیادہ سے زیادہ ایک بے جان یعنی صرف ایک گھومنے والی مشین بنا سکیں' لیکن اڑنے والی مکھی سے ہم کلیتہ" بے خبر ہوں حتیٰ کہ ہم کو یہ بھی علم نہ ہو کہ انسان یا حیوان کی پیدائش کا عنصر اول یعنی پروٹاپلزم جو ایک خوردبینی غرفہ (یعنی سیل) میں رہتا ہے' کیا شے ہے' اس کے اندر زندگی کیوں ہے' یہ زندگی کیونکر پیدا ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ بحث ایک بہت طویل اور انتہائی طور پر علمی بحث ہے اور اس کے کرنے کا یہ مقام نہیں لیکن یہ چند سطریں اس لئے یہاں لکھ دی گئی ہیں کہ قرآن حکیم کی آیتوں پر جو اس بحث کے ضمن میں آ رہی ہیں' مسلمان انتہائی غور و فکر کریں اور ان کو مشعل راہ بنا کر نئے علوم مستنبط کریں اور یونانیوں کے پجاری بننے کی بجائے خدا کے پجاری بنیں تاکہ ان کو دنیا میں انتہائی سرفرازی حاصل ہو۔ اس سلسلے میں میں چاہتا ہوں کہ آنے والی مسلمان نسلوں کو حوصلہ دلانے کے لئے یہ اشارہ بھی دے جاؤں کہ خلاقی کے سلسلے میں بھی اور انسانی علوم کی طرح آنے والے مسلمان ہی پہل کریں گے کیونکہ قرآن حکیم میں ایک نہایت معنی خیز آیت خلاقی کے بارے میں موجود ہے۔ یہ وہ آیت ہے جو میں نے مذکورہ بالا دو پروفیسروں کو مسلمان بنانے کی ترغیب میں پیش کی تھی اور جس کو دیکھ کر وہ خوب سوچ میں پڑ گئے تھے: **یا ایھا الناس ضرب مثل فاستمعوالہ ط ان الذین تدعون من دون اللہ لن یخلقوا ذبابا ولواجتمعوالہ وان یسلبھم الذباب شیئا لایستنقذوہ منہ ضعف الطالب والمطلوب○ ماقدرو اللہ حق قدرہ ان اللہ لقوی عزیز○** ۲۲/۷۳-۷۴

(ترجمہ : اے لوگو! ایک مثال دی جاتی ہے غور سے سنو۔ تم جن انسانوں کو خدا سے

قطع نظر کر کے پکارتے ہو وہ ہرگز مکھی نہ پیدا کر سکیں گے خواہ سب کے سب اکٹھے بھی ہو جائیں اور اگر مکھی ان سے کوئی شے چھین لے تو اس سے لے نہیں سکیں گے۔ طالب اور مطلوب دونوں ہی کمزور ہیں۔ انہوں نے درحقیقت خدا کی عظمت کا اندازہ ہی نہیں لگایا۔ بے شک خدا بڑا ہی قوت والا اور عظمت والا ہے۔) ان آیات میں مجھے خدائے عظیم کی طرف سے اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان، بشرطیکہ اس نے خدا کی عظمت کا پورا اندازہ لگا لیا، ممکن ہے کہ خالق بھی بن سکے اور انشاء اللہ ضرور بن کر رہے گا۔

مجھے کچھ رنج نہیں کہ میں نے کیوں اپنی توجہ علمی مشاغل کی طرف سے ہٹا کر قوم کو دی اور زندگی کے بہترین حصے میں کیوں مسلمان کی طرف لگا رہا، یا کیوں تذکرہ لکھا جس کی قوم نے قدر نہ کی، بہرنوع میں کافی سے زیادہ مطمئن ہوں کہ میں نے اپنا فرض ادا کیا۔ اب اس وقت فرض جو ادا کر رہا ہوں وہ بھی میرے لئے مقدر ہے۔ میں اس میں دخل نہیں دے سکتا۔ آیات جو اس ضمن میں ہیں حسب ذیل ہیں:

(۳۴) ان فی السموات والارض لایات للمومنین○ وفی خلقکم وما یبث من دابة ایت لقوم یوقنون○ واختلاف الیل والنہار وما انزل اللّٰہ من السماء من رزق فاحیابہ الارض بعد موتھا و تصریف الریح ایت لقوم یعقلون○ ۴۵/۳-۵

(۳۴) آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں بے شک ایمان والوں کے لئے ضرور بہت سے اشارے اور احکام ہیں اور تمہاری اپنی پیدائش میں اور اس میں کہ جو کچھ خدا حیوانات میں سے زمین پر پھیلاتا ہے یقین کرنے والی قوم کے لئے بہت سے احکام ہیں اور دن اور رات کے اختلاف میں نیز جو رزق خدا نے آسمان سے اتارا اور پھر اس (پانی) سے مرنے کے بعد زمین کو زندہ کیا اور ہواؤں کے ہیر پھیر میں عقل مند قوم کے لئے بہت سے اشارات موجود ہیں۔

(۳۵) ان فی اختلاف الیل والنہار وما خلق اللّٰہ فی السموات

والارض لایات لقوم یتقون○ ۱۰/۶

(۳۵) بے شک رات اور دن کے اختلاف میں اور جو کچھ اللہ نے آسمانوں اور زمین میں پیدا کیا' بہت سے اشارے اور احکام اس قوم کے لئے موجود ہیں جو خدا کے قانون سے خوف زدہ ہیں۔

(۳۶) وفی الارض ایت للموقنین○ وفی انفسکم افلا تبصرون○ وفی السماء رزقکم وما توعدون○ فورب السماء والارض انه لحق مثل ما انکم تنطقون○ ۵۱/۲۰۔۲۳

(۳۶) اور زمین میں یقین کرنے والوں کے لئے کئی اشارے موجود ہیں بلکہ خود تمہارے اندر' کیا تم نہیں دیکھتے؟ اور آسمان میں تمہاری روزی ہے اور جس کا تمہیں وعدہ دیا جا رہا ہے تو زمین و آسمان کے پروردگار کی قسم یہ اتنا ہی سچ ہے جتنا کہ تم بالتحقیق بول رہے ہو۔

(۳۷) ان فی خلق السموات والارض و اختلاف الیل والنهار لایت لاولی الالباب○ الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبهم ویتفکرون فی خلق السموات والارض ربنا ماخلقت هذا باطلا ۳/۱۹۰۔۱۹۱۔

(۳۷) صاحب دانش لوگوں کے لئے آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور دن رات کے اختلاف میں بہت سے اشارے موجود ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے خدا کا کھٹکا لگائے رکھتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں سوچتے رہتے ہیں اور پکارتے ہیں کہ اے ہمارے رب تو نے ان کو جھوٹ پیدا نہیں کیا۔

(۳۸) ان فی خلق السموات والارض و اختلاف الیل والنهار والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع الناس وما انزل اللہ من السما من ماء فاحیابه الارض بعد موتها وبث فیها من کل دابة و تصریف الریاح والسحاب المسخرین السماء والارض

لایت لقوم یعقلون○ ۲/۱۶۴

(۳۸) بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور دن اور رات کے اختلاف میں اور ان کشتیوں میں جو سمندر میں چلتی ہیں اور جن سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں اور اس پانی سے جو اللہ نے آسمان سے اتارا اور پھر مردہ ہو جانے کے بعد زمین کو اس پانی سے (خدا نے) زندہ کیا اور حیوانوں کے اس پھیلاؤ سے جو (خدا نے) زمین پر کیا اور ہواؤں کے ہیر پھیر میں اور اس بادل میں جو زمین اور آسمان کے درمیان میں پکڑا ہوا ہے' عقل والی قوم کے لئے بہت سے اشارات ضرور موجود ہیں۔

(۳۹) ومن ایتہ خلق السموات والارض و اختلاف السنتکم والوانکم ان فی ذالک لایت للعالمین○ ۳۰/۲۲

(۳۹) اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش (بذات خود) خدائے عظیم کے اشاروں میں سے ایک اشارہ ہے اور تمہاری زبانوں کا آپس میں مختلف ہونا اور تمہارے (جسم کے) رنگوں کا مختلف ہونا بے شک ان واقعات میں ضرور صاحب علم لوگوں کے لئے کئی اشارات اور ہدایات موجود ہیں۔

قرآن حکیم میں یہ چھ موقعے ہیں جہاں **سموات** اور **ارض** کے الفاظ کہہ کر توجہ دلائی گئی ہے۔ (۳۴) میں صرف **فی السمٰوات والارض** ہے۔ (۳۵) میں **ماخلق اللہ فی السمٰوات والارض** ہے' (۳۶) میں صرف **فی الارض** ہے' (۳۷) اور (۳۸) میں **فی خلق السمٰوات والارض** ہے۔ (۳۹) میں **فی** کا لفظ موجود نہیں اور صرف خلق السمٰوات والارض ہے گویا اس پر بھی غور کرنا ہے کہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق بہ حیثیت مجموعی کیونکر ہوئی۔ (۳۴) میں **فی خلقکم** ہے (یعنی انسان کی اپنی پیدائش پر بھی غور کرنا ہے)' (۳۶) میں **فی انفسکم** ہے (یعنی انسان کے اپنے نفس پر غور کرنا ہے)۔ **اختلاف الیل والنہار** کی بناء پر ابھی تک کوئی علم پیدا نہیں ہوا اور نہ معلوم وہ کیا ہو کیونکہ چھ موقعوں میں سے چار پر اس پر زور دیا ہے اور تقویٰ' عقل اور الباب کو اس علم کی طرف منسوب کیا ہے۔ **بث دابۃ** یعنی علم

حیوانات ایک نہایت وسیع علم ہے اور اس کو عقل اور یقین کی طرف منسوب کیا ہے۔ **اولی الالباب** (یعنی صاحب دانش) کی تعریف یہ کی ہے کہ ان کو دن رات یہی دھن ہے کہ خدا کی پیدا کی ہوئی اشیاء کی حقیقت کیا ہے۔ وہ شاید کسی یونیورسٹی کے بڑے جلیل القدر پروفیسر ہوں گے جن کے کپڑے پھٹے ہوئے اور بال پریشان ہوتے ہیں۔ ضمناً ذکر خدا کے معنی بھی واضح ہو گئے کہ اس کا مطلب خدا کی پیدائش کی حقیقت کی ٹوہ لگانا ہے اور مولویانہ معنی تسبیح پھیرنا اور دن رات نماز پڑھتے رہنا لغو ہے لیکن مولوی اس کا کیا جواب دے گا کہ پہلو پر لیٹ کر تو نماز کبھی نہیں ہوتی۔ (۳۶) میں یہ دعویٰ کہ "آسمان میں تمہارا رزق ہے اور جس کا تم وعدہ (یا دھمکی بھی ہو سکتا ہے) دیئے جا رہے ہو" اور پھر رب زمین و آسمان کی قسم کھا کر یہ کہنا کہ "یہ سچ اسی طرح ہے جس طرح کہ تم بول رہے ہو" حیران کن ہے اور کیا عجب کہ اس کے متعلق تحقیق کرنے سے قرنوں کے بعد کیا انکشاف ہو۔ (۳۴) اور (۳۸) میں اس رزق کی تشریح بارش کے پانی سے کی ہے اور ہواؤں کے ہیر پھیر کو بھی ساتھ لگا دیا ہے مگر کیا عجب ہے کہ اس علم کی ترقی سے انسان بادلوں اور ہواؤں کو مسخر کر کے اپنے رزق کا سامان اپنے ہاتھ میں لے جیسا کہ آج کل امریکہ کر رہا ہے۔ اختلاف زبان ایک مستقل علم ہے اور اس کی وجہ سے انسان کی پہلی تاریخ بہت کچھ واضح ہوئی ہے۔ اختلاف الوان کا علم بھی ابھی تک پورے طور سے قابل توجہ نہیں ہوا۔ معلوم نہیں ان دونوں علموں کی تاکید کے متعلق کیا عظیم الشان راز چھپے ہیں۔ ان چھ موقعوں سے گزر کر باقی موقعے درجہ وار لکھے جاتے ہیں:

> **(۴۰) ھوالذی انزل من السما ماء فاخرجنا بہ نبات کل شی فاخرجنا منہ خضرا نخرج منہ حبا متراکبا ومن النخل من طلعھا قنوان دانیۃ وجنت من اعناب والزیتون والرمان مشتابھا و غیر متشابہ ط انظروا الی ثمرہ اذا اثمر وینعہ ط ان فی ذالکم لایات لقوم یومنون○ ۶/۹۹**

(۴۰) اور وہ خدا وہی ہے جس نے آسمان سے پانی اتارا' پھر ہم نے اس پانی کے ذریعے سے (ہی) ہر شے کی سوئی نکالی پھر ہم نے اس سوئی سے سبزی نکالی جس سے ہم سلسلہ وار اور پیوست شدہ دانے بیجوں کے نکالتے ہیں اور کھجور کے گابھے سے جھکے ہوئے گچھے اور انگوروں اور زیتون اور سیبوں کے سبز باغ جو کہ ایک دوسرے سے ملے جلے اور الگ الگ ہیں۔ غور سے اس کے پھل اور اس کے پکنے کی طرف دیکھو۔ بے شک ایمان والی قوم کے لئے اس تمام عمل نشوونما میں کئی اشارات اور ہدایات موجود ہیں۔

(۴۱) هوالذی انزل من السماء ماء لكم منه شراب ومنه شجر فيه تسيمونO ينبت لكم به الزرع والزيتون والنخيل والاعناب ومن كل الثمرات ط ان فی ذالک لايته لقوم يتفكرونO وسخر لكم اليل والنهار والشمس والقمر ط و النجوم مسخرات بامره ط انّ فی ذالک لايات لقوم يعقلونO وما ذرالكم فی الارض مختلفا الوانه ان فی ذالک لاية لقوم ينكرونO ۱۶/۱۰-۱۳

(۴۱) خدا وہ پاک ذات ہے جس نے تمہارے (فائدے کے) لئے آسمان سے پانی اتارا' پھر اس پانی کا کچھ حصہ تو پینے کے لئے ہے اور کچھ پودوں کے لئے جن میں (مویشی) چرتے ہیں۔ وہ خدا اس پانی کے ذریعے تمہارے لئے سبزی اگاتا ہے اور زیتون اور کھجور اور انگور اور باقی سب پھل۔ بے شک اس (تمام کارگزاری) میں سوچنے والی قوم کے لئے ضرور ایک (بڑا) اشارہ موجود ہے اور (اس شے میں کہ) خدا نے تمہارے (فائدے کے) لئے زمین میں کئی اشیاء مختلف رنگوں کی چھوڑ رکھی ہیں' بے شک اس قوم کے لئے جو عبرت پکڑے ایک (بڑا) اشارہ موجود ہے۔

(۴۲) واللّٰه انزل من السماء ماء فاحيابه الارض بعد موتها ان فی ذالک لاية لقوم يسمعونO وان لكم فی الانعام لعبرة

نسقیکم مما فی بطونه من بین فرث و دم لبنا خالصا سائغا للشاربین○ ومن ثمرات النخیل والا عناب تتخذون منه سکرا و رزقا حسناء ان فی ذالک لایة لقوم یعقلون○ ۱۶/۶۵۔۶۷

(۴۲) اور اللہ وہ ہے جس نے آسمان سے پانی اتارا پھر مردہ ہوئے پیچھے اس زمین کو زندہ کیا۔ بے شک اس (مظہر فطرت) میں اس قوم کے لئے جو کان رکھتی ہے ایک (بڑا) اشارہ موجود ہے۔ اور مویشیوں میں بھی ضرور تمہارے لئے عبرت ہے جن سے ہم ان کے پیٹوں میں گوبر اور خون کی درمیانی شے خالص دودھ غٹ غٹ پلاتے ہیں اور کھجور اور انگور کے پھلوں میں جن سے اپنا نشہ اور عمدہ رزق بناتے ہو۔ ان سب میں عقلمند قوم کے لئے (بڑا) اشارہ موجود ہے۔

(۴۳) الم تران اللہ انزل من السماء ماء فسلکه ینابیع فی الارض ثم یخرج به زرعا مختلفا الوانه ثم یهیج فتره مصفرا ثم یجعله حطاما ان فی ذالک لذکری لاولی الالباب○ ۲۱/۳۹

(۴۳) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا پھر زمین میں اس نے چشمے چلائے پھر اس پانی کے ذریعے وہ سبزی اگاتا ہے جو رنگ برنگ ہوتی ہے' پھر وہ جوش مارتی ہے۔ پھر تو دیکھتا ہے کہ زرد پڑ گئی ہے پھر اس کو ریزہ ریزہ کر دیتا ہے۔ اس (تمام منظر) میں صاحب عقل و فہم لوگوں کے لئے ایک (بڑی) عبرت ضرور بالضرور موجود ہے۔

(۴۴) وهوالذی مدالارض وجعل فیها رواسی وانهرا ط ومن کل الثمرات جعل فیها زوجین اثنین یغشی الیل النهار ط ان فی ذالک لایت لقوم یتفکرون○ وفی الارض قطع متجاورات وجنت من اعناب وزرع ونخیل صنوان و غیر صنوان یسقی بما واحد ونفضل بعضها علی بعض فی الاکل ان فی ذالک لایت لقوم یعقلون○ ۱۳/۳۔۴

(۴۴) اور وہی ذات ہے جس نے زمین کو بچھایا اور اس میں (پہاڑوں کی) چوٹیاں بنائیں اور دریا پیدا کئے اور تمام پھلوں میں سے ہر پھل کے جوڑے بنائے اور رات دن کو لپیٹ لیتی ہے۔ اس (تمام منظر) میں سوچنے والی قوم کے لئے بہت سے اشارات اور ہدایات موجود ہیں اور زمین میں پاس پاس کے ٹکڑے ہیں اور انگوروں اور کھیتوں اور کھجوروں کے باغ جو دو شاخے اور ایک شاخے ہیں جن کو ایک ہی پانی دیا جاتا ہے اور (پھر اس کے بعد) کھانے میں بعض پھلوں کو بعض پر فضیلت ہے۔ بے شک اس (تمام منظر) میں عقلمند قوم کے لئے بہت سے اشارات اور ہدایات موجود ہیں۔

(۴۵) الذی جعل لکم الارض مهدا وسلک لکم فیها سبلا وانزل من السما ماء فاخرجنا به زوجا من نبات شتی○ کلوا وارعوا انعامکم ان فی ذالک لایت لاولی النهی○ ۲۰/۵۳-۵۴

(۴۵) وہ (وہ پاک ذات) ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنا دیا اور اس میں رستے چلا دیئے اور آسمان سے پانی اتارا پھر اس پانی کے ذریعے سے ہی ہم نے مختلف سبزیوں کے دو جوڑے نکالے اور (انسان کو اختیار دے کر کہا) کھاؤ اور اپنے مویشیوں کو چارہ دو۔ بے شک اس (تمام منظر) میں صاحب عقل و دانش لوگوں کے لئے بہت سے اشارات اور ہدایات موجود ہیں۔

(۴۶) اولم یروا الی الارض کم انبتنا فیها من کل زوج کریم○ ان فی ذالک لایة وما کان اکثرهم مومنین○ ۲۶/۷-۸

(۴۶) کیا ان لوگوں نے زمین کی طرف نہیں دیکھا کہ ہم نے اس میں کتنے ہی نہایت باعزت جوڑے بنائے۔ بے شک اس (تمام منظر) میں ایک بڑا اشارہ اور بڑی ہدایت موجود ہے لیکن انسانوں میں سے اکثر (اس صداقت پر) ایمان نہیں رکھتے۔

یہ سات موقعے ہیں جہاں ذکر نباتات اور بادلوں کے پانیوں کا ہے۔ (۴۰) میں نباتات کے اگاؤ کے ہر مرحلے کا اس کے پکنے تک ذکر ہے اس لئے لفظ آیات لکھا ہے یعنی کئی طرح کے علوم ہیں اور کئی اشارات ملیں گے۔ (۴۱) میں غالباً نباتات کے اگاؤ

اور اختلاف الوان کا علم ہے اس لئے صرف **ایۃ** دونوں جگہ ہے۔ (۴۲) میں بھی پانی کے زمین پر گر کر اس کو زندہ کرنے کا علم لکھا ہے اور یہاں بھی **آیات** کی جگہ صرف **آیۃ** ہے لیکن حیرت انگیز لفظ **یسمعون** کا ہے جس سے خیال ہوتا ہے کہ زمین پر پانی کے گرنے سے خشک بیجوں میں زندگی کے آثار پیدا ہونے کا کوئی تعلق **سمع** یعنی کان سے ہے اور کیا عجب ہے کہ زندگی کے راز دریافت کرنے کا تعلق کان سے ہو۔ اسی قسم کی ایک سنسنی خیز علمی تفتیش کلکتہ کے ایک ہندو پروفیسر نے نباتات کے متعلق پینتیس برس ہوئے کی تھی جس میں ثابت کیا تھا کہ نباتات کی حیات میں بہت سی باتیں حیوانی حیات کے مشابہ ملتی ہیں اور یہ ذی حیات افراد بھی حیوانوں کی طرح بیرونی جذبات سے متاثر ہوتے ہیں۔ ان میں خوشی' غمی' تھکاوٹ' تر و تازگی وغیرہ سب خاصیتیں موجود ہیں چنانچہ کیا عجب ہے کہ زندگی کا راز اس ابتدائی قسم کی حیات کے مطالعے سے واضح ہو اور اس میں سمع یعنی سننے کو کافی دخل ہو۔ اس سلسلے میں ایک اور معنی خیز آیت یہاں درج کی جاتی ہے: **الم تران اللہ انزل من السماء ماء فتصبح الارض مخضرۃ ان اللہ لطیف خبیر○** ۲۲/۶۳ (ترجمہ: کیا تو نے اس کی طرف غور نہیں کیا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا اور پھر زمین سرسبز ہو جاتی ہے۔ بے شک خدا بڑا باریک بین اور بڑا باخبر ہے۔) باخبر کے لفظ سے بھی یقین ہوتا ہے کہ اس معاملے میں کان کو بڑا دخل ہے۔ (۴۳) میں محکمہ زراعت کے لئے کئی دلچسپ اشارے ہیں۔ (۴۴) میں علم نباتات کے ماہر کے لئے سوچ کا بڑا مواد ہے۔ نباتات کے مذکر و مونث اجزاء اور ایک ہی پانی سے مختلف قسموں کے پھلوں کے پیدا ہونے کے وجوہات نسلوں تک ماہرین علم کو مصروف رکھ سکتے ہیں اور قریباً یہی مضمون زوجیت کا (۴۵) اور (۴۶) میں ہے۔ (۴۶) میں بالخصوص اس نقطہ نظر سے کہ یہ تمام سورت نہایت واضح طور پر قوموں کی ہلاکت کے اسباب **ما کان اکثر ھم مومنین** کہہ کر تشریح کرتی ہے' ممکن ہے کہ یہ بھی اشارہ ہو کہ کسی قوم میں صحیفہ فطرت کے بغور مطالعہ نہ کرنے کی کمی ہی ایمان کی کمی اور قوم کی ہلاکت کا باعث ہوتی ہے۔ الغرض ان سات

موقعوں پر غائر نظر ڈالنے سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن حکیم نے ان آیات میں انسان کی انتہائی توجہ علم نباتات کے ہر شعبے کی طرف دلائی ہے۔ اسی سلسلے میں ایک اور آیت نہایت معنی خیز ہے جو ممکن ہے محکمہ زراعت کے لئے انتہائی طور پر نتیجہ خیز ثابت ہو بشرطیکہ دنیا کے ماہرین نباتات اس طرف لگ جائیں۔ وہ حسب ذیل ہے:

(۴۷) والبلد الطیبؕ یخرج نباته باذن ربهٖ والذی خبث لایخرج الانکدا کذالک نصرف الایات لقوم یشکرون ۷/۵۸

(۴۷) اور پاکیزہ شہر (یعنی عمدہ زمین) اپنی سبزی کو خدا کے حکم سے زمین سے نکال دیتی ہے اور جو زمین ناپاک (یعنی عمدہ نہ ہو) وہ سوائے ناقص شے کے نہیں نکالتی۔ ہم اس طرح ہیر پھیر کر کے اشارات اور ہدایات اس قوم کو دیتے ہیں جو (صحیفہ فطرت کی) ہر حقیقت کی قدر کرتی ہے۔

ان موقعوں کے بعد حسب ذیل موقعے ہیں جن میں لیل و نہار کے منظر کے مطالعے کی خاص طور پر ترغیب دی گئی ہے:

(۴۸) هوالذی جعل لکم الیل لتسکنوا فیه والنهار مبصرا ان فی ذالک لایت لقوم یسمعون ۱۰/۶۷

(۴۸) خدا وہ (پاک ذات) ہے جس نے تمہارے (فائدے کے لئے) رات بنائی تاکہ تم اس میں آرام لے سکو اور دن کو روشن کر دیا۔ بے شک اس (منظر) میں اس قوم کے لئے جو سنتی ہے ضرور (بہت سے) اشارات اور ہدایات موجود ہیں۔

(۴۹) الم یروا انا جعلنا الیل لیسکنوافیه و النهار مبصرا ان فی ذالک لایت لقوم یومنون ۲۷/۸۶

(۴۹) کیا ان لوگوں نے نہیں دیکھا کہ درحقیقت ہم نے رات کو اس لئے بنایا کہ یہ لوگ اس میں آرام لیں اور دن کو روشن کر دیا۔ بے شک اس (منظر) میں اس قوم کے لئے جو ایمان رکھتی ہے ضرور (بہت سے) اشارات اور ہدایات موجود ہیں۔

(۵۰) وسخر لکم الیل و النهار و الشمس و القمر ط و النجوم

مسخرات بامرہ ط ان فی ذالک لایت لقوم یعقلون○ ۱۲/۱۶

(۵۰) اور تمہارے (فائدے کے) لئے (خدا نے) دن اور رات کو پکڑ (یعنی تسخیر کر) رکھا ہے اور سورج اور چاند اور ستارے اس کے حکم سے پکڑے ہوئے ہیں۔ بے شک اس (تمام منظر) میں اس قوم کے لئے جو صاحب عقل ہے بہت سے اشارات اور ہدایات موجود ہیں۔

(۵۱) ومن ایاتہ منا مکم با لیل و النہار وابتغاء کم من فضلہ ط ان فی ذالک لایت لقوم یسمعون○ ۳۰/۲۳

(۵۱) اور اسی (خدا) کی (قابل توجہ) علامتوں میں سے تمہارا رات کو سونا ہے اور (دن کو) تمہارا خدا کے فضل (یعنی اپنی روزی) کو تلاش کرنا ہے۔ بے شک اس (تمام منظر) میں اس قوم کے لئے جو سنتی ہے (بہت سے) اشارات اور احکام موجود ہیں۔

(۵۲) یقلب اللہ الیل و النہار ط ان فی ذالک لعبرۃ لاولی الابصار○ ۲۴/۴۴

(۵۲) اللہ رات اور دن کو پلٹتا رہتا ہے۔ بے شک اس (منظر) میں آنکھوں والے لوگوں کے لئے ایک (بڑی) عبرت ہے۔

ابھی تک معلوم نہیں کہ لیل و نہار کے منظر کے متعلق کون سی عجیب و غریب ترقیات زمانہ چھپی ہیں جن کو زمانہ ابھی تک دریافت کرنے سے قاصر رہا ہے اور خدائے عزوجل کی طرف سے قرآن حکیم میں پانچ دفعہ اس منظر کا بار بار یاد دلانا خالی از علت نہیں۔ لیل و نہار کے منظر کی طرف توجہ (۳۴)، (۳۵)، (۳۷)، (۳۸) میں (بلکہ (۴۴) میں بھی) اختلاف کا لفظ ساتھ لگا کر دلائی گئی ہے اور جیسا کہ اوپر واضح کیا گیا ہے ابھی تک اس کے متعلق کوئی مستقل علم پیدا نہیں ہوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ لیل و نہار کا مسئلہ صرف زمین کے متعلق ہے اس لئے اس کو کوئی خاص اہمیت فطرت میں حاصل ہے جس کی طرف سے علمائے فطرت ابھی غافل ہیں۔ پچھلی آیتوں میں اس مسئلے کو تقویٰ، عقل اور الباب کی طرف منسوب کیا گیا تھا اور ان پانچ آیتوں میں سمع،

ایمان، عقل اور بصیرت کی طرف منسوب کیا ہے۔ بہر نوع قرآن حکیم کے صدہا علمی رازوں میں سے یہ ایک راز ہے جس کے حل کے لئے ابھی ایک مدت درکار ہے۔ (۵۰) سے مجھے کچھ شک پڑتا ہے کہ شمس اور قمر اور نجوم کی کچھ خاص طاقتیں ہیں جن کے جوہر کا اظہار دن اور رات پر ہوتا ہو گا اور خدائے عزوجل کا اشارہ ان طاقتوں کی تسخیر کی طرف ہے۔ چنانچہ ابھی ابھی امریکہ سے سورج کی طاقت کی تسخیر کے سلسلے میں بعض اہم خبریں نکلی ہیں۔ میں ایک مدت سے اس اضطراب میں ہوں کہ سورج کی بے پناہ طاقت (یعنی انرجی) کو انسان کیوں لگاتار ضائع کرتا جا رہا ہے اور چاند کے نور کی علیٰ ہذالقیاس طاقت کو، بلکہ چاند کی زمین سے نزدیک ترین ہونے کے باعث جسمانی جاذبی طاقت کو جس سے سمندروں میں مد و جزر ہوتا ہے، ابھی انسان نے کماحقہ استعمال نہیں کیا حالانکہ اس کی طاقت دریاؤں کی طاقت سے (جن سے اب بجلی میسر ہوتی ہے) ارب ہا گنا زیادہ ہے اور میں اس بارے میں اس قدر بے چین ہوں کہ بعض اوقات دل میں حسرت ہوتی ہے کہ آج سورج کی طاقت کا اتنا حصہ ناحق ضائع ہو گیا اور خدا انسان سے اس کے متعلق گرفت کرے گا۔!! (۵۰) میں **سخر لکم** کے الفاظ بھی نہایت معنی خیز ہیں، یعنی خدا نے دن اور رات کو تمہارے فائدے کے لئے مسخر کیا اور آگے چل کر نجوم اور شمس و قمر کا اس کے قانون سے مسخر ہونا بھی انتہائی طور پر معنی خیز ہے اور مقصد شاید یہ ہو کہ دیکھو تم ان کو لیل و نہار میں استعمال کر سکتے ہو۔ تسخیر کے مسئلے کے متعلق انکشافات آگے آئیں گے۔ ان حیرت انگیز انکشافات کے بعد ایک حصہ قرآنی آیات کا حیوانات کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ یہ آیات حسب ذیل ہیں:

(۵۴) **الم یروا الی الطیر مسخرات فی جو السماء ما یمسکھن الا اللہ ط ان فی ذالک لایت لقوم یومنون○** ۱۶/۷۹

(۵۴) کیا لوگوں نے پرندوں کی طرف نہیں دیکھا جو آسمان کے خلا میں پکڑے ہوئے ہیں ان کو سوائے اللہ کے کون پکڑے رکھتا ہے۔ بے شک اس (منظر) میں صاحب ایمان قوم کے لئے (بہت سے) اشارات اور احکام موجود ہیں۔

(۵۴) یخرج من بطونها اشراب مختلف الوانه فیه شفاء للناس ط

ان فی ذالک لایة لقوم یتفکرون○ ۱۶/۶۹

(۵۴) ان (شہد کی مکھیوں) کے پیٹوں سے ایک پینے کی چیز نکلتا ہے جو رنگ برنگ ہوتی ہے۔ اس میں عام مخلوق کے لئے شفا ہے۔ بے شک اس میں سوچ سمجھ والی قوم کے لئے ایک (بڑا) اشارہ موجود ہے۔

(۵۵) وان لکم فی الانعام لعبرۃ نسقیکم مما فی بطونہ من بین

فرث و دم لبنا خالصا سائغا للشاربین○ ۱۶/۶۶

(۵۵) "بے شک تمہارے لئے ان مویشیوں (کے حالات کی دریافت میں) ایک عبرت ہے۔ ہم تمہیں جو کچھ ان کے پیٹ میں فضلہ اور خون کے بین بین شے ہے' خالص دودھ بنا کر پینے والوں کو پلاتے ہیں۔

یہ تینوں آیتیں ایک ہی سورت (سورۂ نحل) میں واقع ہیں۔ (۵۳) کے متعلق تو اب دنیا اعتراف کرے گی کہ اس میں ہوائی جہازوں کی طرف اشارہ تھا۔ اور دنیا اس **الم یروا** کے خدائی حکم سے مستفید ہو رہی ہے۔ (۵۴) کے متعلق ابھی کافی طور سے تحقیقات نہیں ہوئی اگرچہ شہد کی بعض خصوصیات کے متعلق یونانی اور یورپ کے حکیم قائل ہوتے چلے جا رہے ہیں اور مجھے جو فائدہ عملی تجربہ سے قید خانہ کے اندر ہوا ہے حیران کن ہے کیونکہ جو گلے کی بیماری مجھے تذکرہ کے لکھنے کے بعد پچیس برس ہوئے لگی تھی اس سے حیرت انگیز افاقہ ہوا ہے حالانکہ میں اسی سلسلے میں دو دفعہ یورپ بھی علاج کے لئے گیا اور دنیا کا کوئی علاج نہ چھوڑا تھا۔ (۵۵) کے متعلق جو تلاش خدا مانگتا ہے وہ ممکن ہے ابھی تک کچھ بھی نہ ہوئی ہو کیونکہ اس میں عبرت کا لفظ ہے۔ ہم نے چار پاؤں کے دودھ سے ابھی تک کوئی عبرت حاصل نہیں کی کیونکہ ہم ابھی تک یہ جاننے سے بھی قاصر ہیں کہ خوراک کس عمل سے خون بنتی ہے اور پھر خون سے ایک حصہ الگ ہو کر کیونکر دودھ بن جاتا ہے لیکن یہ دریافت میں کمی اس تمام غلط رستے کی وجہ سے ہے جس کی طرف اشارہ اس عنوان میں کیا گیا تھا۔

ان موقعوں سے صرف نظر کر کے انسان کی اپنی خلقت کے اندر غور و خوض کے اشارے ہیں جو حیوانات کی پیدائش کے سلسلے میں بیان کئے جاتے ہیں تاکہ صحیفہ فطرت کی ذی حیات مخلوق کی طرف قرآن حکیم کی توجیہات یکجا ہو جائیں اور ہر شخص ان کی طرف زیادہ غور و خوض کرنے کے قابل ہو جائے:

(۵۶) ومن آیته ان خلقکم من تراب ثم اذا انتم بشر تنتشرون○ ومن ایته ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیها و جعل بینکم مودة ورحمه ؕ ان فی ذالک لایت لقوم یتفکرون ○ ۳۰/۲۰-۲۱

(۵۶) اور یہ خدا کے (عظیم الشان) اشاروں میں سے ایک (شاندار) اشارہ ہے کہ اس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا' پھر تم ناگہاں بشر بن گئے ہو جو زمین پر پھیل رہے ہو اور اس کی (حیرت انگیز) علامتوں سے ایک علامت ہے کہ اس نے تمہارے (آرام اور استعمال کے) لئے تم میں سے ہی جوڑے پیدا کئے تاکہ تم اپنی عورت سے تسکین قلب حاصل کرو اور تمہارے مابین محبت اور رحمت پیدا کر دی۔ بے شک اس (منظر) میں سوچنے والی قوم کے لئے یقیناً بہت سے اشارات اور ہدایات ہیں۔

(۵۷) اللہ یتوفی الانفس حین موتها والتی لم تمت فی منامها فیمسک التی قضی علیها الموت ویرسل الاخری الی اجل مسمی ؕ ان فی ذالک لایت لقوم یتفکرون○ ۳۹/۴۲

(۵۷) اللہ وہ ہے جو موت کے وقت (ذی حیات مخلوق کے) نفسوں کو پورا کر دیتا ہے اور اس نفس کو جو اپنی نیند میں ابھی مرا نہیں۔ پھر جس نفس کے متعلق موت کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ اس کو (اپنی طرف) کھینچ لیتا ہے اور دوسرے کو ایک وقت مقرر تک چھوڑ دیتا ہے۔ بے شک اس (منظر) میں اس قوم کے لئے جو سوچ بچار کرتی ہے ضرور بہت سے اشارات اور ہدایات موجود ہیں۔

(۵۶) میں انسان کو مٹی سے پیدا کرنے کا انکشاف ایک نہایت طویل اور علمی

انکشاف ہے جس کی تشریح جابجا قرآن حکیم میں نہایت وضاحت سے کی گئی ہے اور ایک مستقل بحث کی طالب ہے جو علم القرآن سے متعلق ہے۔ مرد اور عورت کے نسوانی تعلقات پر علمی بحث اس امر کی مقتضی تھی کہ کم از کم علمائے فطرت اس کے متعلق انتہائی معلومات حاصل کر کے فطرت کے اس عجیب و غریب منظر سے زندگی کا راز دریافت کرتے مگر وا حسرتا کہ علمائے فطرت کو بھی عورت اور مرد کے اعضائے مخصوصہ کے متعلق بحث کرنے میں شرم محسوس ہوتی ہے اور یہ تمام موضوع نایافتہ اسی طرح پڑا ہے جیسا کہ پہلے روز تھا۔ ضرورت اس کی ہے کہ علمائے فطرت شرم و حیا کے بے ہودہ تخیل سے بے نیاز ہو کر اس موضوع کا مطالعہ نہایت غور و خوض سے کریں اور کسی مستقل علم تک پہنچیں کیونکہ اسی کے اندر تخلیق انسان کا عظیم الشان مسئلہ حل ہوتا ہے۔ ضرورت ہے کہ مرد کے خصیوں اور عورت کے بیضہ رحم کے متعلق بے پناہ انکشافات ہوں کیونکہ انسان کی جوانی بلکہ زندگی کا دار و مدار ان دونوں اعضا کی صحت پر ہے۔ ڈاکٹر ورونوف نے جس کا ذکر اوپر ہوا مجھے بتلایا کہ مسلمانوں کے پاس ہسپانیہ' مصر اور ہندوستان میں پرانے زمانے میں مرد اور عورت کے اعضائے مخصوصہ کی صحت کے متعلق اس قدر معلومات اور ادویات تھیں کہ مجھے حسرت ہے کہ میرے پاس ہوتیں تو میں نہ جانے کیا کرتا۔ اس نے مجھے یہ بھی بتایا کہ انسان کے خصیوں میں بندروں کے غدوودں کے لگانے کا تخیل بھی اس نے مسلمانوں سے ہی لیا جب کہ وہ مصر میں کئی برس تک مقیم رہا اور سلطانی محل کے خواجہ سراؤں کے عادات و اخلاق کا (جن کے خصیے کٹے ہوئے تھے) مطالعہ کرتا رہا۔ نیز یہ کہ درختوں کو پیوند لگانے کا سلسلہ تو مسلمانوں کے علم زراعت میں بڑی مدت سے چلا آتا تھا اور اس نے اس کا گہرا مطالعہ کیا۔ ڈاکٹر ورونوف نے ان امور کا اعتراف اپنی کتابوں میں بھی کیا جن کی جلدیں اس نے مجھے تحفۃً دی تھیں۔ (۵۷) میں جو مضمون خدائے عزوجل نے چھیڑا ہے درحقیقت تمام علم فطرت کی جان ہے اور اگر انسان کو یہ علم حاصل ہو گیا تو نہ معلوم وہ خدائی اوصاف کے قریب کس قدر ہو سکے گا' لیکن اسی بنیادی کی کے

باعث جس کا ذکر میں نے اوپر کیا ہے انسان ابھی ان مسئلوں کو مافوق الجسمی (یعنی میٹافزیکل) مسئلے کہہ کر اپنی جان چھڑا لیتا ہے حالانکہ جن جسمی (یعنی فزیکل) مسئلوں میں وہ پڑا ہوا ہے وہ سراسر غیر فطری اور غیر جسمی مسئلے ہیں جن کی تہ میں یونانی علم وہم (مائی تھالوجی) کام کر رہا ہے۔

ان آیات کو پیش کرنے کے بعد روئے زمین پر آسودگی کا ایک مسئلہ جو آج کل خاص طور پر تمام اقوام عالم میں زیر بحث بنا ہوا ہے اور جس کی وجہ سے پے در پے عالمگیر جنگیں دنیا میں ہو رہی ہیں' رزق کے کم یا زیادہ ہونے کا مسئلہ ہے۔ تیرہ سو ستر برس پہلے اس مسئلے کا وہم و گمان بھی اس پیمانے پر نہ ہو سکتا تھا مگر قرآن حکیم چونکہ خالق زمین و آسمان کا کلام یقینی طور پر ہے اور کسی بڑے سے بڑے منکر کو بھی ان انکشافات کے بعد جو میں نے تذکرہ کی دس جلدوں میں اور یہاں پر کئے ہیں اس امر کی گنجائش نہیں رہتی کہ وہ قرآن سے منکر ہو' اس لئے اس مسئلے کا قرآن حکیم میں آنا لازمی امر تھا۔ یہ موضوع قرآن میں اور جگہ بھی ہے' لیکن چونکہ اس عنوان میں وہی آیات لکھی گئی ہیں جن میں **ان فی ذالک لایت** کے الفاظ ہیں اس لئے یہاں اسی قسم کی آیات دی جاتی ہیں:

(۵۸ (الف) **اولم یروا ان اللہ یبسط الرزق لمن یشاء ویقدر ط ان فی ذالک لایت لقوم یومنون○**

(۵۸) (الف) کیا ان لوگوں نے (اس امر پر) غور نہیں کیا کہ اللہ جس (قوم) کو مناسب سمجھتا ہے اس پر رزق کھلا چھوڑ دیتا ہے اور اس کی مقدار کا فیصلہ کرتا ہے۔ بے شک اس (منظر) میں اس قوم کے لئے جو ایمان رکھتی ہے ضرور بہت سی ہدایات اور اشارے موجود ہیں۔

(ب) **اولم یعلموا ان اللہ یبسط الرزق لمن یشاء ویقدر ط ان فی ذالک لایت لقوم یومنون○** ۳۰/۴

(ب) کیا ان لوگوں کو اس امر کا علم نہیں ہے کہ اللہ جس (قوم) کو مناسب سمجھتا ہے

اس پر رزق کھلا چھوڑ دیتا ہے اور اس کی مقدار کا فیصلہ کرتا ہے۔ بے شک اس (منظر) میں اس قوم کے لئے جو ایمان (کی خصوصیات) رکھتی ہے ضرور (بالضرور) بہت سی ہدایات اور اشارے موجود ہیں۔

(۵۹) ضرب لکم مثلا من انفسکم هل لکم من ما ملکت ایمانکم من شرکا فیما رزقنکم فانتم فیه سوا تخافونهم کخیفتکم انفسکم ط کذالک نفصل الایت لقوم یعقلون○

۲۸/۳۰

(۵۹) (لوگو!) تمہاری سوچ کے لئے تمہاری اپنی ہی مثال خدا دیتا ہے۔ (وہ یہ ہے کہ) کیا تم لوگوں کے پاس ان لوگوں میں سے جو تمہاری غلامی میں ہیں (اور تم ان سے اجرت پر کام لے رہے ہو (ایسے ساتھی بھی ہیں کہ تم ان کو اس آسودہ حالی میں جو ہم نے تمہیں دے رکھی ہے اسی طرح کا شریک کر لو کہ تم اور وہ برابر ہو جائیں۔ یا تم ان کی بھی اتنی ہی پروا اور فکر کرو جتنی تم اپنی کرتے ہو۔ عقلمند قوم کے لئے ہم اس طرح آیات الٰہی کھول کھول کر بیان کرتے ہیں۔

اس آیت (۵۹) میں کافی غور و فکر کے بعد مجھے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے کھلے الفاظ میں یہ تنبیہہ کر دی ہے کہ دیکھو غلام نہ بن جانا کیونکہ آقا قومیں غلام قوموں سے رزق چھین لیا کرتی ہیں اور پھر کبھی ان کو موقع ہی نہیں ملتا کہ وہ اتنی آسودہ حال ہو جائیں جس قدر کہ ان کے آقا ہیں۔ اس بناء پر جو قوم عقل مند ہے وہ غلام ہونے سے بچے گی۔ بہر نوع بسط و قبض رزق کے لئے خدائے عزوجل کا یہ حیرت انگیز انکشاف کہ صاحب ایمان قوم کے لئے خدائے عظیم کے اس مظہر فطرت میں صدہا اشارے ہیں' وہ انکشاف ہے جو تمام دنیا کے علمائے فطرت کو حیرت میں ڈال دے گا اور وہ سب سے زیادہ اس امر کی طرف متوجہ ہوں گے کہ قرآن میں ایمان کی تعریف کیا ہے۔ بہر نوع اگر ایمان کی ملائی تعریف بھی مذاق کے طور پر تسلیم کر لی جائے کہ ہم قرآن کو رسمی طور پر ماننے والے ہی ایماندار ہیں اور باقی سب قومیں کافر' تو

یورپ اور امریکہ کی بھوکی قوموں کو یہ امر شاق گزرے گا کہ دنیا میں اکثر ملک جہاں رزق (جس میں معدنیات اور تیل بھی شامل ہیں) بہتات سے ہے وہ ملک ہیں جو مسلمانوں کے پاس ہیں اور جن میں سب سے نیا ملک پاکستان اب شامل ہوا ہے۔ ان دو آیات (۵۸) کے مطالعے کے بعد کم از کم علمائے فطرت کے اندر ایک ہیجان مچ جانا چاہئے کہ قبض و بسط رزق کا مسئلہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس کی طرف انسان کی توجہ دلائی گئی ہے اور اشارہ کیا گیا ہے کہ اگر اس مسئلے کا مطالعہ غور سے کیا جائے تو انسان کو اس میں ہزارہا اشارات اور احکام مل سکتے ہیں۔

اسی سلسلے میں اوپر کی دو آیات (۵۸) اور (۵۹) سے بھی زیادہ تعجب انگیز دو اور آیات الہٰی ہیں جن سے بسط و قبض رزق کے متعلق خدائے عزوجل کی حکمت عملی کا کچھ پتہ لگتا ہے اور یہ آیات اس لئے بھی زیادہ تحیر انگیز ہیں کہ آیت (۵۹) میں **اولم یعلموا** کے الفاظ کہہ کر اس امر کی طرف واضح اشارہ کیا گیا ہے کہ بسط و قبض رزق کا مسئلہ ایک علمی (اور سائنٹفک) مسئلہ ہے اور اس مسئلے کے متعلق مفید نتائج پر پہنچنے کے لئے علمی تحقیق و تدقیق کی ضرورت ہے۔ یہ آیات حسب ذیل ہیں:

(۶۰) (الف) **ان ربک یبسط الرزق لمن یشاء و یقدر ط انه کان بعباده خبیرا بصیرا** ○ ۳۰/۱۷

(۶۰) (الف) بے شک تیرا پروردگار جس (قوم) کو مناسب سمجھتا ہے اس پر رزق کھلا چھوڑ دیتا ہے اور اس کی مقدار کا فیصلہ کرتا ہے۔ بے شک وہ اپنے بندوں (کے طرز عمل اور ان کے کرتوتوں) سے بڑا باخبر اور (ان کے اعمال و افعال کو) بڑا پرکھنے والا ہے۔

(۶۰) (ب) **ولو بسط اللہ الرزق لعباده لبغوا فی الارض ولکن ینزل بقدر ما یشاء انه خبیر بصیر** ○ ۴۲/۲۷

(۶۰) (ب) اور اگر اللہ اپنے بندوں پر رزق کھلا چھوڑ دیتا تو ضرور وہ اس زمین میں بغاوت کر دیتے لیکن وہ جس قدر مناسب سمجھتا ہے اسی اندازے سے رزق اتارتا ہے۔

بے شک وہ اپنے بندوں (کے طرز عمل اور کرتوتوں سے) بڑا باخبر اور ان (کے اعمال و افعال) کو بڑے غور سے پرکھنے والا ہے۔

(۶۰) (ج) اللہ لطیف بعبادہ یرزق من یشاء وھو القوی العزیز○

۱۹/۴۲

(۶۰) (ج) خدا اپنے بندوں کے متعلق نہایت باریک بین ہے۔ وہ جس قوم کو مناسب سمجھتا ہے رزق دیتا ہے اور وہ بڑی قوت والا اور غلبے والا ہے۔ (کوئی دھکے سے رزق نہیں لے سکتا)

ان تینوں آیتوں سے واضح ہے کہ رزق کی مقدار کا تعین انتہائی سوچ بچار کے بعد ہوتا ہے۔ گویا انسان پر لازم ہے کہ اس سوچ بچار کے متعلق توجیہوں کا علم حاصل کر کے اپنے آپ کو ان چیزوں سے باز رکھے جو قبض رزق کا باعث ہیں۔ کیا عجب ہے کہ یورپ کی بعض بھوکی قوموں (مثلاً انگلستان جرمنی وغیرہ) میں رزق کی کمی کا باعث یہی ہو کہ وہ دنیا میں جا کر رزق کی تلاش کریں اور پھر اسی تلاش میں ان کی جنگی یا سیاسی صلاحیتیں بلکہ دماغی قابلیتیں واضح ہوں۔ بہر نوع یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ قوموں میں رزق کی کشائش اکثر اوقات نعمت ہونے کی بجائے نقصان دہ ثابت ہوئی ہے اور اس قوم میں غفلت اور جمود نے گھر کر کے اس کی صلاحیتوں کو تباہ کر دیا ہے۔ انگلستان اور جاپان ایک طرف اور دوسری طرف ہندوستان اور چین اس کی زندہ مثالیں ہیں۔ قبض و بسط رزق کے مسئلے کے متعلق علمی تحقیقات بہرحال ایک نیا باب ہے جو انسان کو بے انتہا مفید معلومات پہنچا سکتا ہے۔

ان مسئلوں سے ہٹ کر قرآن حکیم میں ایک اور طریقے پر فطرت کا مطالعہ ہے جو انسان کو ہلاک شدہ بستیوں کے کھنڈروں اور خرابوں سے ملتا ہے اور جس کی طرف یورپ نے بھی ضرور توجہ کی ہے۔ یہ مسئلہ قرآن میں اس تاکید سے ہے کہ آگے چل کر "سیر فی الارض" کے مضمون کے تحت میں کئی اور آیتیں آئیں گی لیکن ذیل کی آیتوں کی اہمیت اس لئے ہے کہ ان میں صاف طور پر ہلاکت شدہ قوموں کے

باقیات کے مطالعے کو مستقل علم قرار دیا گیا ہے:

(٦١) افلم یهد لهم کم اهلکنا قبلهم من القرون یمشون فی مسکنهم ط ان فی ذالک لایت لاولی النهی ○ ١٢٨/٢٠

(٦١) کیا ان کی توجہ اس طرف نہیں ہوئی کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی قوموں کو ہلاک کر دیا جن کے گھروں میں وہ اب بس رہے ہیں بے شک اس (عبرت ناک منظر) میں ان لوگوں کے لئے جو عقل سلیم رکھتے ہیں ضرور بہت سی ہدایات اور اشارات موجود ہیں۔

(٦٢) اولم یهد لهم کم اهلکنا من قبلهم من القرون یمشون فی مسکنهم ط ان فی ذالک لایت افلا یسمعون ○ ٢٦/٣٢

(٦٢) کیا ان کو خدا نے یہ راہ نہیں دکھائی کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی قوموں کو ہلاک کر دیا جن کے گھروں میں وہ اب چل پھر رہے ہیں۔ بے شک اس (منظر) میں بہت سے اشارات موجود ہیں تو کیا پھر وہ (ان اشارات اور ہدایات کو) نہ سنیں گے؟

(٦٣) فتلک بیوتهم خاویة بما ظلموا ان فی ذالک لایة لقوم یعلمون ○ ٥٢/٢٧

(٦٣) پس یہ ہیں ان کے گھر جو برباد اور ویران اس لئے پڑے ہیں کہ انہوں نے (قانون فطرت کی سرکشی کر کے اپنی جانوں پر) ظلم کیا تھا۔ صاحب علم قوم کے لئے اس (منظر) میں ایک (اہم) اشارہ موجود ہے۔

آخر میں ان آیات الٰہی کو نقل کرتا ہوں جن کے متعلق ابھی ہمارا علم بہت ناقص ہے اور انسان کی توجہ ان کی طرف بے حد ہونی لازم ہے:

(٦٤) اللّٰه الذی رفع السموت بغیر عمد ترونها ثم استوی علی العرش و سخر الشمس و القمر ط کل یجری لاجل مسمی ط یدبر الامر یفصل الایات لعلکم بلقا ربکم توقنون ○ ٢/١٣

(٦٤) خدا وہ ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ستون کے کھڑا کیا (یعنی تمام سلسلہ کائنات جو

ہمارے سروں کے اوپر ہے بغیر کسی سہارے کے چل رہا ہے) تم اس سلسلہ کو دیکھ رہے ہو' پھر اس کے بعد وہ اپنے تخت حکومت پر جم کر بیٹھا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو (اپنے مقرر کردہ قانون کا) پابند کر رکھا ہے۔ یہ سب ایک وقت مقرر تک چل رہے ہیں۔ وہ قانون فطرت کی تجویز و تدبیر کر رہا ہے۔ ان آیات الٰہی کو کھول کھول کر بیان کر رہا ہے تاکہ تم کو اس امر کا یقین آ جائے (کہ ایک نہ ایک دن جبکہ تم اپنی ترقی کے اس آخری مرحلے پر پہنچو گے) تمہاری اپنے پروردگار سے ملاقات (کا ہونا لازمی) ہے۔

(۶۵) ومن ایتہ ان تقوم السماء والارض بامرہ ثم اذا دعاکم دعوۃ من الارض اذا انتم تخرجون○ ۳۰/۲۵

(۶۵) اور یہ خدا (کی حیرت انگیز حکمت) کی نشانیوں میں سے ایک ہے کہ آسمان اور زمین اس کے حکم (قانون) سے تھمے ہوئے ہیں' پھر جب ان کی تخلیق کے بعد اس نے تمہیں زمین سے نکلنے کے لئے پکارا تو تم ناگہاں اس سے نکل پڑے۔

(۶۶) الم تر ان الفلک تجری فی البحر بنعمت اللہ لیریکم من ایتہ ان فی ذالک لایت لکل صبار شکور○ ۳۱/۳۱

(۶۶) کیا تو نے اس امر کی طرف غور نہیں کیا کہ کشتیاں سمندر میں خدا کے احسان کی وجہ سے چل رہی ہیں تاکہ خدا تم کو اپنی (حیرت انگیز حکمت کی) نشانیوں میں سے کچھ نشانیاں دکھلائے۔ بے شک اس منظر میں اس قوم کے لئے جو صاحب استقلال اور خدا کی نعمتوں کی صحیح قدر کرنے والی ہے کئی ہدایات اور اشارات موجود ہیں۔

(۶۷) ومن ایتہ الجوار فی البحر کا لاعلام○ ان یشاء یسکن الریح فیظللن روا کد علی ظھرہ ط ان فی ذالک لایت لکل صبار شکور○ اویوبقھن بما کسبوا ویعف عن کثیر○ ۴۲/ ۳۲-۳۴

(۶۷) اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ جہاز سمندر میں پہاڑوں کی طرح (سر اٹھائے

ہوئے) ہیں۔ وہ جب مناسب سمجھے ہوا کو ساکن کر دے' پھر یہ جہاز سمندر کی پیٹھ پر کھڑے کے کھڑے رہ جائیں۔ انسان کی اس درماندگی اور بے بسی میں ہر مستقل مزاج اور صحیفہ فطرت کی قدردان قوم کے لئے صدہا اشارات ہیں (جن کی وجہ سے وہ اس مشکل سے نکل کر بہتر جہاز پیدا کر سکتا ہے) یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خدا سمندر پر ہی انہیں ان کی بداعمالی کی پاداش میں ہلاک کر دے اور یہ بھی ہے کہ وہ بہتوں سے درگزر کر جاتا ہے۔

(٦٨) وھوالذی جعل لکم النجوم لتھتدوا بھافی ظلمت البر والبحر قد فصلنا الایت لقوم یعلمون○ ٩٨/٦

(٦٨) اور وہی ذات پاک ہے جس نے تمہارے فائدے کے لئے ستارے بنائے تاکہ تم ان کے ذریعے سے سمندر اور خشکی کی (حیران کن) تاریکیوں میں رستہ پا سکو۔ صاحب علم قوم کے لئے ہم نے اشارات اور ہدایات کو بالیقین کھول کھول کر بیان کر دیا ہے۔

(٦٩) ومن ایتہ یریکم البرق خوفا وطمعا وینزل من السماء ماء فیحیی بہ الارض بعد موتھا ان فی ذالک لایت لقوم یعقلون○

٢٤/٣٠

(٦٩) اور خدا کی (حکمت بالغہ کی) نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے کہ وہ تم کو بجلی کے خوف اور طمع کے دونوں منظر دکھلا رہا ہے اور آسمان سے پانی اتار کر زمین کے مردہ ہو جانے کے بعد اس کو اس پانی کے ذریعے سے زندہ کر دیتا ہے۔ بے شک اس (تمام منظر) میں عقلمند قوم کے لئے بہت سے اشارات اور ہدایات موجود ہیں۔

آیت (٦٤) شاید ان سب آیتوں میں سے زیادہ تعجب خیز ہے کیوں کہ اس میں ملاقات رب پر یقین رکھنے کا ذکر ہے جو بظاہر ان تمام موضوعوں سے جو اس آیت میں بیان کئے گئے ہیں غیر مربوط معلوم ہوتا ہے۔ اسی سلسلے میں دیکھو (٢٢) جہاں پھر صحیفہ فطرت کی طرف توجہ دلا کر لقائے رب سے منکر نہ ہونے کی ترغیب دی گئی ہے' لیکن آیت (٦٤) اور آیت (٢٢) دونوں میں (جن میں سے پہلی تیرھویں میں اور دوسری

تیسویں سورت میں ہے) لقائے رب کے علاوہ حیران کن الفاظ **لاجل مسمی** (۲/۱۳) اور **اجل مسمی** (۸/۳۰) کے ہیں جن سے انسان کو غالباً یہ تنبیہہ دینا ہے کہ یہ تمام "کارخانہ دنیا" بہ شمولیت "شمس و قمر" و "عرش" ایک مقررہ مدت تک ہیں اور اسی "تھوڑی سی مہلت" میں انسان کو لقائے رب کے سامان پیدا کرنے ہیں۔ آیت (۶۴) بظاہر چھوٹی سی آیت ہے لیکن اس میں **یفصل الایات** کے الفاظ ہیں جن سے مقصود یہ ہے کہ خدا نے اس آیت کے اندر صحیفہ فطرت کی "آیات" کی بہت سی تفصیل دے دی ہے اور وجہ یہ بیان کی ہے کہ شاید اس کے بعد انسان کو خدا سے ملاقات کرنے کے بارے میں پورا یقین پیدا ہو جائے۔" آیت (۶۴) میں **یدبرالامر** کے الفاظ ہیں یعنی خدا اس دنیا کو چلانے کے لئے "قانون کی تشکیل" کر رہا ہے گویا اسی قانون کی دریافت سے لقائے رب کی صورت پیدا ہو گی۔ سورۂ سجدہ ۳۲ میں اس **یدبرالامر** کی کافی تشریح دے دی ہے کہ یہ تدبیر امر ہزاروں سالوں میں جا کر تکمیل کو پہنچتا ہے۔ (دیکھو تذکرہ اصل کتاب صفحہ ۱۹۹ تا ۱۷۱ **تحت المتن**)۔ آیت (۶۵) میں یہ اشارہ بھی صاف ہے کہ آسمان اور زمین کی تخلیق کے بعد انسان اسی زمین میں سے نکلا۔ آیت (۶۶) کی رو سے ابھی انسان کو بہت سی "آیات" کشتیوں کے سمندروں میں تیرنے کے متعلق ملیں گی بشرطیکہ انسان مستقل مزاج رہا۔ آیت (۶۷) میں پھر اسی مستقل مزاجی کی طرف اشارہ ہے کہ تم ان جہازوں سے جو ہوا کے زور سے چلتے یا ٹھہر جاتے ہیں شاید گزر کر اپنی ہلاکتوں سے بچ جاؤ لیکن ابھی تک پورا بچ بچاؤ نہیں ہوا۔ آیت (۶۸) میں نہ معلوم بر و بحر کے "اندھیروں" میں کیا ہدایات انسان کو نجوم سے ملنی باقی ہیں جن سے وہ بالکل بے خبر ہیں۔ آیت (۶۹) سے ابھی تک اتنا ہی معلوم ہوا ہے کہ بجلی کی نفع مند صورتیں ہیں جن سے دنیا مالا مال ہو رہی ہے، لیکن "خوف" کی صورتیں کافی طور پر پیدا نہیں ہوئیں۔ دیکھئے آگے چل کر کیا ہوتا ہے۔ الغرض یہ تمام آیات: (۶۴) تا (۶۹) اس قطع کی ہیں کہ انسان کا علم ان کے بارے میں ازبس ناقص ہے۔

۴۔ صحیفہ فطرت میں جو شے ہے وہ انسان کی تسخیر کے لئے ہے

صحیفہ فطرت کی طرف اس گہری نظر سے توجہ دلانے کے بعد قرآن حکیم نے حیرت انگیز وضاحت کے ساتھ آج سے تیرہ سو ستر برس پہلے جب کہ دنیا انتہائی قسم کے **ظنون** واہیہ اور سحر سیاہ (کالے جادو) میں گرفتار تھی اور جب کہ دنیا کی بڑی بڑی ہوشمند قومیں مثلاً یونانی اور یورپ' عراق' مصر اور ہندوستان کی نسبتاً تہذیب یافتہ قومیں پتھر کے بتوں' آگ' دریا' سورج' درخت' گائے' بندر' فرضی جانور' ستاروں' حتیٰ کہ اعضائے تناسل کی پرستش میں مبتلا تھیں' اعلان کر دیا کہ تمام کارخانہ فطرت کی ہر شے انسان کی تسخیر اور استعمال کے لئے ہے اور کوئی شے ماسوا خدا کے خواہ وہ بڑی سے بڑی ہو اور مرعوب کرنے والی ہو لائق سجدہ نہیں اگر سجدہ ہے تو صرف خدا کی واحد ذات کو ہے۔ یہ وہ سنسنی خیز اعلان تھا جس نے تمام دنیا کے تخیل کا رخ بالکل دوسری طرف کر دیا اور انسان فطرت سے مرعوب ہونے کی بجائے فطرت کا علم حاصل کرنے کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اس سلسلے میں صرف تسخیر فطرت کے متعلق جو آیات قرآن حکیم میں ہیں یہاں پر جمع کر دی جاتی ہیں تاکہ معلوم ہو کہ قرآن کا افق نظر اور مذہبی کتابوں کے بالمقابل کس قدر بلند' فیصلہ کن اور واضح ہے:

جو شے انتہائی طور پر قابل غور ہے کہ ان تمام آیات میں سوائے ایک کے **سخر لکم** کے الفاظ ہیں یعنی یہ کہ یہ تمام اشیاء تمہارے لئے مسخر کی گئی ہیں' تمہیں پورا اختیار ہے کہ ان سے فائدہ اٹھاؤ:

(۷۰) اللہ الذی خلق السموت والارض وانزل من السماء ماء فاخرج بہ من الثمرات رزقا لکم و سخر لکم الفلک لتجری فی البحر بامرہ وسخر لکم الانھر○ وسخر لکم الشمس و

القمر دائبین و سخر لکم اللیل و النهار○ ۱۴/۳۲-۳۳

(۷۰) خدا وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور آسمان سے پانی اتارا' پھر اس پانی کے ذریعے سے پھلوں سے تمہارے لئے رزق نکالا اور تمہارے لئے ان کشتیوں کو مسخر کیا جو خدا کے قانون سے سمندروں میں چلتی ہیں اور تمہارے لئے دریا مسخر کئے اور تمہارے لئے سورج اور چاند کو مسخر کیا جو چل رہے ہیں اور تمہارے لئے رات اور دن کو مسخر کیا۔

(۷۱) الم تران اللہ سخر لکم مافی الارض و الفلک تجری فی البحر بامرہ ویمسک السماء ان تقع علی الارض الا باذنہ ط ان اللہ بالناس لرءوف رحیم○ ۲۲/۶۵

(۷۱) کیا تو نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ اللہ نے تمہارے لئے جو کچھ زمین میں ہے مسخر کیا اور کشتیاں مسخر کیں جو سمندر میں اس کے حکم سے چلتی ہیں اور آسمان کو پکڑے رکھتا ہے کہ وہ زمین پر نہ گر جائے (یعنی آسمان کے ستارے زمین سے ٹکرا نہ جائیں) مگر اس وقت کہ اس کے حکم سے (ایسا ہو سکتا ہے)۔ بے شک اللہ انسانوں پر بالضرور نہایت ہی رحمت اور رافت کرنے والا ہے (کہ ایسے واقعے کو ہونے نہیں دیتا۔)

(۷۲) الم تروا ان اللہ سخر لکم مافی السموات وما فی الارض واسبغ علیکم نعمہ ظاھرۃ وباطنۃ ط ومن الناس من یجادل فی اللہ بغیر علم ولا ھدی ولا کتب منیر○ ۳۱/۲۰

(۷۲) کیا تم لوگوں نے اس بات کی طرف نہیں دیکھا کہ بالتحقیق خدا نے تمہارے لئے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے مسخر کر رکھا ہے اور تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں مکمل کر دی ہیں (پھر بھی) لوگوں میں سے ایسے ہیں جو خدا کے بارے میں (یعنی اس کی کنہ و ماہیت دریافت کرنے کے متعلق) (اس کی فطرت کا) علم حاصل کئے بغیر' یا فطرت کی روشن کتاب کا مطالعہ کئے بغیر جھگڑتے رہتے ہیں۔

(۷۳) الم تران اللہ یولج الیل فی النہار و یولج النہار فی الیل و

سخر الشمس و القمر کل یجری الی اجل مسمی وان اللہ بما تعملون خبیر○ ۲۹/۳۱

(۷۳) کیا تو نے اس بات کو نہیں دیکھا کہ خدا رات اور دن پر اور دن کو رات پر لپیٹ دیتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو مسخر کر رکھا ہے۔ یہ سب ایک وقت مقرر تک چل رہے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ اللہ جو کچھ (ان کی دریافت کے متعلق) عمل کر رہے ہو' اس سے بڑا باخبر ہے۔

(۷۴) **وسخر لکم مافی السموت وما فی الارض جمیعا منہ ط ان فی ذالک لایت لقوم یتفکرون○ ۴۵/۱۳**

(۷۴) اور جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب تمہارے فائدے کے لئے مسخر کر رکھا ہے۔ بے شک اس (اعلان میں جو ہم نے کیا ہے) سوچ بچار کرنے والی قوم کے لئے بہت سے اشارات اور ہدایات موجود ہیں۔

(۷۵) (الف) **ھوالذی خلق لکم مافی الارض جمیعا ثم استوی الی السماء فسوھن سبع سموت وھو بکل شئی علیم○ ۲/۲۹**

(۷۵) (الف) وہ وہ پاک ذات ہے جس نے اس زمین میں جو کچھ ہے سب کا سب تمہارے لئے پیدا کیا' پھر اس کے بعد وہ جم کر آسمان کی طرف متوجہ ہوا پھر ان کو سات آسمان بنا کر برابر کر دیئے اور وہ ہر شے کے متعلق بڑا علم رکھنے والا ہے۔

(۷۵) (ب) **وللہ مافی السموت وما فی الارض لیجزی الذین اساء وابما عملوا ویجزی الذین احسنوا بالحسنی○ ۵۳/۳۱**

(۷۵) (ب) اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ اللہ ہی کا اس لئے ہے کہ وہ برے انسانوں کو (انہی چیزوں کے ذریعے سے) ان کی کاہلی اور غفلت کی سزا دے اور حسن عمل کرنے والوں کو یہی چیزیں بطور انعام دے۔

اللہ اللہ! اس آخری آیت سے بالکل واضح ہو گیا کہ نہ صرف روئے زمین کی ہر نعمت بلکہ آسمان کی تمام چیزیں یعنی کروڑ ہا ستارے بھی خدا نے بنا بنا کر اپنے پاس

اس لئے رکھے ہیں کہ وہ سب کے سب انسان کو بطور انعام دے دے۔

۳۔ مقام خدا

مقام بشر اور مقام فطرت کی وضاحت کے بعد قرآن حکیم نے خالق زمین و آسمان کا مقام واضح کیا کہ تمام فطرت اسی خلاق عظیم کو سجدہ کر رہی ہے۔ یہ سجدہ واضح طور پر اس کے بنائے ہوئے قانون کی متابعت ہے اور فطرت کے ہر فعل سے واضح ہو رہا ہے۔

(۷۶) (الف) ولله یسجد من فی السموات و الارض طوعا و کرھا وظللھم بالغدو و الاصال○ ۱۳/۱۵

(۷۶) (الف) اور جو کوئی بھی آسمان اور زمین میں ہے چار و ناچار خدا کو سجدہ کر رہا ہے اور یہ قانون خدا کی متابعت اس شدت سے ہے کہ وہ خود تو خیر ان کے سائے بھی صبح و شام سجدے میں ہیں۔

(ب) ولله یسجد مافی السموت والارض من دابة والملائکة وھم لایستکبرون○ یخافون ربھم من فوقھم ویفعلون ما یومرون○ ۱۶/۴۹۔۵۰

(ب) اور جو کچھ بھی آسمانوں اور زمین میں چار پایوں اور ملائکہ میں سے ہے وہ خدا کے آگے سجدہ کر رہا ہے اور وہ اکڑ (کر کے خدا کے احکام سے روگردانی) نہیں کرتے۔ وہ اپنے پروردگار سے جو ان کے اوپر ہے ڈرتے رہتے ہیں اور جو کچھ ان کو حکم دیا جاتا ہے کرتے ہیں۔

(ج) لایعصون الله ما امرھم ویفعلون ما یومرون○ ۶۶/۶

(ج) وہ خدا کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو کچھ کہا جاتا ہے کرتے ہیں۔

(۷۷) الم تران الله یسجد له من فی السموات ومن فی الارض و

الشمس و القمر و النجوم و الجبال و الشجر والدوآب وكثير من الناس وكثير حق عليه العذاب ومن يهن اللہ فما له من مكرم ان اللہ يفعل مايشاء○ ۱۸/۲۲

(۷۷) کیا تو نے اس پر غور نہیں کیا کہ درحقیقت خدا کے سامنے جو کوئی بھی آسمانوں اور زمین میں ہے اور سورج اور چاند اور پہاڑ اور درخت اور چار پائے اور انسانوں کی ایک بڑی تعداد سجدہ کر رہی ہے اور (انسانوں میں سے) ایک کثیر تعداد وہ ہے جس پر عذاب واجب ہو چکا ہے اور جس کو خدا ذلیل کرے تو اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں۔ بے شک خدا وہی کرتا ہے جو مناسب سمجھتا ہے۔

(۷۸) الشمس و القمر بحسبان○ و النجم و والشجر يسجدان○ ۵۵/۵-۶

(۷۸) سورج اور چاند ہیں کہ ایک اندازے کے مطابق (چل رہے) ہیں اور ستارے اور درخت سجدہ کرر ہے ہیں۔

(۷۹) هوالذى يريكم البرق خوفا وطمعا و ينشى السحاب الثقال○ ويسبح الرعد بحمده والملئكة من خيفته ويرسل الصواعق فيصيب بها من يشاء وهم يجادلون فى اللہ وهو شديد المحال○ ۱۳/۱۲-۱۳

(۷۹) وہ (پاک ذات) ہے کہ تمہیں بجلی کے دونوں منظر یعنی اس کے ڈرنے کے اور اس سے فائدہ اٹھانے کے پیش کرتا ہے اور بڑے بڑے گھنے بادلوں کو پیدا کرتا ہے۔ کڑک اسی کی تعریف میں تسبیح خواں ہے اور ملائکہ اس سے ڈر کر حمد خواں ہیں۔ وہ بجلی کی رو کو رواں کر دیتا ہے پھر جس پر مناسب سمجھتا ہے جا گرتی ہے اور وہ اس حالت میں ہوتے ہیں کہ خدا (کی ماہیت) کے بارے میں لڑتے رہتے ہیں۔

(۸۰) الم تران اللہ يسبح له من فى السموات والارض والطير صفت كل قد علم صلاته وتسبيحه واللہ عليم بما يفعلون○

۴۱/۲۴

(۸۰) کیا تو نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ بے شک خدا کی (حمد میں) جو کوئی بھی آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے تسبیح کر رہا ہے اور پر پھیلائے ہوئے پرندوں سب کے سب نے اس کی نماز اور اس کی تسبیح کا علم حاصل کر لیا ہے اور اللہ اس کا بھی علم رکھتا ہے جو تم کر رہے ہو۔

(۸۱) تسبح لہ السموت السبع والارض و من فیھن وان من شئی الا یسبح بحمدہ ولکن لاتفقھون تسبیحھم انہ کان حلیما غفوراO ۱۷/۴۴

(۸۱) سات آسمان اور زمین اور جو کوئی ان میں ہے، اسی کی تسبیح کر رہا ہے اور کوئی شے ایسی نہیں جو اس کی حمد میں تسبیح خواں نہ ہو۔ لیکن تم اس تسبیح کو سمجھ نہیں سکتے۔ بے شک وہ بڑا ہی صاحب علم اور بڑا ہی پردہ پوش ہے۔

(۸۲) سبح للہ مافی السموات وما فی الارض وھوالعزیز الحکیمO ۵۹/۱

(۸۲) جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے خدا کی تسبیح کر رہا ہے اور وہ بڑا صاحب عزت اور صاحب حکمت ہے۔

(۸۳) سبح للہ مافی السموات وما فی الارض وھوالعزیز الحکیمO ۶۱/۱

(۸۳) جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے خدا کی تسبیح کر رہا ہے اور وہ بڑا ہی صاحب عزت اور صاحب حکمت ہے۔

(۸۴) یسبح للہ مافی السموات وما فی الارض الملک القدوس العزیز الحکیمO ۶۲/۱

(۸۴) جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے اس خدا کی تسبیح کر رہا ہے جو بادشاہ صاحب تقدیس، صاحب عزت اور صاحب حکمت ہے۔

(۸۵) یسبح للہ مافی السموات وما فی الارض لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیئی قدیر○ ۶۴/۱

(۸۵) جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے خدا کی تسبیح کر رہا ہے' اسی کو سلطنت (سجتی) ہے اور اسی کو حمد (سزاوار) ہے اور وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔

ان آیات کے مطالعے سے یہ بات اخذ ہوتی ہے کہ قرآن حکیم میں "سجدہ" کا لفظ' مولوی والا (زمین پر رسمی طور پر ماتھا رگڑ کر پھر گناہوں میں مصروف ہو جانے والا) سجدہ نہیں۔ آیات (۷۶) تا (۸۵) میں بتلایا گیا ہے کہ جو کوئی بھی آسمانوں اور زمینوں میں ہے "سجدہ" کر رہا ہے۔ (۷۶) (الف) میں کہا کہ سب چوپائے اور فرشتے سجدہ کر رہے ہیں اور خوف زدہ ہیں' پھر سجدہ کا مفہوم بتایا کہ جو حکم دیا جاتا ہے کرتے ہیں: (۷۶) (ب))' دوسری جگہ کہا کہ نافرمانی نہیں کرتے اور جو کہا جاتا ہے کرتے ہیں: ((۷۶) (ج))' پھر تفصیل دے کر کہا کہ سورج' چاند' ستارے' پہاڑ' درخت' چوپائے بلکہ انسانوں میں سے اکثر سجدہ کر رہے ہیں' حالانکہ مسلمانوں کا تخیل یہ ہے کہ صرف مسلمان ہی سجدہ کرتے ہیں: ((۷۷))' ادھر ((۷۸)) میں سجدہ کی وضاحت کی کہ سورج اور چاند ایک حسابی اندازے میں جکڑے ہوئے ہیں گویا مقرر کردہ اندازے کے مطابق چلے چلنا اور ایک لحہ نہ ٹھہرنا ان کا سجدہ ہے! اس کے بعد کہا کہ بجلی کی کڑک "تسبیح" کر رہی ہے اور فرشتے تسبیح کر رہے ہیں گویا بجلی کا کڑکنا اور جہاں خدا چاہتا ہے اس کا گرنا ہی اس کی تسبیح ہے۔ **رعد** کے ساتھ ہی **ملئکۃ** کا ذکر کر کے اشارہ کر دیا کہ یہی خدائی طاقتیں (مثلاً بجلی' آندھی' کڑک' موت' رزق' بادل وغیرہ وغیرہ) اس کے "فرشتے" ہیں: (۷۹)' پھر کہا زمین و آسمان میں جو کوئی ہے "تسبیح" کر رہا ہے اور پر پھیلائے ہوئے پرندے بھی خدا کی تسبیح کر رہے ہیں اور ان سب کو خدا نے ان کی "نماز" اور "تسبیح" سکھلا دی ہے: (۸۰)' پھر کہا کہ ساتوں آسمان اور جو کوئی ان میں ہے "تسبیح" کر رہا ہے لیکن انسان ان کی تسبیح نہیں سمجھتا۔ باقی چار آیتوں (۸۱) تا (۸۵) میں یکساں مضمون تسبیح کا ہے۔ ان سب آیات سے ظاہر ہے کہ نماز' سجدہ' تسبیح

سب سے مراد مشین کی طرح خدا کے قانون کی پیروی ہے۔ الغرض خدا کا مقام واضح ہے کہ وہ حاکم اعلیٰ ہے۔ اس کی نماز اور تسبیح فطرت کے ہر قانون کی ہر حالت میں پیروی اسی طرح ہے جس طرح پر کہ فطرت کی باقی اشیاء کر رہی ہیں۔ سوچو کہ مسلمان کو آج کل کیوں کچھ نہیں ملتا اور باقی قومیں سب کچھ لے رہی ہیں۔

۴۔ تمکن فی الارض اور معاد بشر

ا۔ انسان کا لائحہ عمل اور ارتقاء

اس امر کو واضح کرنے کے بعد کہ خدا کی بنائی ہوئی جو کچھ شے بھی زمین میں بلکہ آسمانوں میں ہے وہ انسان کے تصرف' تسخیر اور استعمال کے لئے ہے: (۷۰) تا (۷۵)' نیز یہ کہ انہی اشیاء کے بغور مطالعے اور استعمال سے انسان کو اس دنیا میں صحیح طور پر چلنے کے لئے واضح احکام اور صحیح راہ عمل ملتے ہیں: (۳۴) تا ۶۹)' بلکہ انہی کے مطالعے سے اس امر کی وضاحت ہوتی ہے کہ خدا کیا ہے' اس کو کس طرح پہچانا جا سکتا ہے' اس کی عادات' خاصیات اور اوصاف کا صحیح اندازہ بھی اس کی مخلوق کے مطالعے میں ہے' خدائے عزوجل نے واضح کر دیا کہ فطرت کی ہر شے اسی کو سجدہ کر رہی ہے: (۷۶) تا ۸۵)' اسی کے قانون کی تابع ہے: (۸۶)' اس سے خوفزدہ ہے: (۷۶) (ب) اور (۷۹)' اس کے حکم کی پوری پابند ہے: (۷۶) (ب)' (۸۷)' اس کے مقرر کئے ہوئے راستے سے اگر ادھر ادھر ہٹے گی تو فنا ہو جائے گی: (۸۸)' اس نے جو اندازہ ایک دفعہ مقرر کر دیا ہے اس سے ادھر ادھر ہٹنے کی گنجائش نہیں: (۸۹) وغیرہ وغیرہ۔ اس بناء پر انسان کو بھی یہی سجنا ہے کہ وہ بھی چونکہ اس کی مخلوق ہے اس لئے اس کے بنائے ہوئے قانون سے ادھر ادھر نہ ہٹے: (۹۰)' اس کی مقرر کردہ حدود کے اندر رہے: (۹۱)' اس کو اپنی فطرت کے اندر سے اور حیوانوں یا نباتات یا جمادات کی غیر مانند کوئی ہدایت نہیں ملی: (۱۱۲) اور ۱۲۵)' وہ اپنے ہدایت نامہ سے کہ دنیا میں کیا کرے قطعاً" بے علم

اور نابلد ہے' اس لئے اس کو چاہئے کہ انبیاء سے ہدایت لے جو خدا نے ہر امت' ہر قریہ' ہر بلدہ' میں انسان کی ہدایت کے لئے بھیجے: (۹۲) اور ان کے ساتھ ایک کتاب اتاری: (۹۳) جو سب کو ایک ہی ہدایت دیتی تھی اور سب انسان کو ایک امت قرار دیتی تھی: (۶۴) لیکن باوجود اس کے کہ سب انبیاء ایک خدا کی طرف سے ایک ہی ہدایت اور ایک ہی علم لائے تھے' انسان نے بغاوت اور ضد سے انبیاء کے درمیان تفرقہ ڈال کر' کلام خدا کو محرف کر کے' اس کی اپنے حسب مطلب تاویلیں کر کے بلکہ اس کے پیغام کے مقصد کو بدل کر آپ مختلف فرقے بنا دیئے: (۹۴) اور بر و بحر میں فساد پڑ گیا: (۹۵)۔ اب بہر نوع چونکہ یہ فساد رفع نہیں ہو سکتا اور اس کا فیصلہ روز قیامت کو ہو گا کہ کون قوم درستی پر تھی' کس نے فساد ڈالا' کون مجرم تھی: (۹۶)' اس لئے اب انسان کا مسلک یہ ہے کہ خدا کے آخری قانون یعنی قرآن عظیم کی طرف رجوع کرے جو کم از کم لفظی طور پر غیر تحریف شدہ ہے: (۹۷)' اور اس کا ایک لفظ ادھر ادھر نہیں ہوا۔ اس قرآن سے پہلے کی انبیاء کی طرف بھیجی ہوئی کتابیں لفظی طور پر بھی بدل چکی ہیں: (۹۸)' ان کے اصلی لفظ نہیں رہے' ان کے ترجموں میں ادل بدل ہوا ہے' ان کا مفہوم اور منشا بدل چکا ہے' وغیرہ وغیرہ۔ قرآن کے مطالب میں اگرچہ لوگوں نے بے حد تحریف کر دی ہے اور انہی آیات کو اپنے طور پر کر کے کئی فرقوں میں بٹ چکے ہیں مگر قرآن کے الفاظ میں ہرگز کوئی کمی یا بیشی اب تک نہیں ہوئی۔

اس لئے خدا چاہتا ہے کہ انسان کی توجہ اس آخری کتاب کی طرف ہو۔ اس میں بعض احکام تو صرف وہ ہیں جن کا تعلق جماعت سے ہے اور ان کا مقصد آپس میں معاملات کا کھرا ہونا ہے' بعض ایسے ہیں جن کا مقصد اپنے نفس کی اصلاح ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ وہ احکام ہیں جو سب مذاہب میں کم و بیش موجود ہیں لیکن بہت سے احکام قرآن حکیم میں ایسے ہیں جن کا تعلق سعی و عمل سے ہے اور جو صرف مشاہدۂ فطرت سے حاصل ہو سکتے ہیں: (۳۴) تا ۶۹)۔ انسان کا فرض ہے کہ پے در پے سعی و عمل سے ان احکام کو حاصل کرے اور اپنی جماعت کو انتہائی طور پر باقوت کر کے باقی قوموں

کو جو اس کے خلاف صف آراء ہیں دنیا کی اس جہادگاہ میں پچھاڑے اور بالاخر سب پر غلبہ حاصل کرے: (۱۰۰)

قرآن صرف مسلمانوں کے لئے نہیں بلکہ تمام دنیا کے انسانوں کے لئے ہے: (۱۰۱)' خدا صرف مسلمانوں کا نہیں بلکہ تمام انسانوں کا خدا ہے۔ (۱۰۲)' خاتم النبی محمدؐ مصطفیٰ صرف عرب یا مسلمانوں کا نہیں بلکہ تمام دنیا کے انسانوں کا رسول ہے: (۱۰۳)' اس لئے قرآن کی تخصیص کسی ایک جماعت یا مذہب سے نہیں بلکہ تمام عالم انسانی سے ہے۔ اسی لحاظ سے یہ قرآن جس وقت خدا دیکھے گا کہ ایک قوم اس کو کماحقہ قبول نہیں کرتی اور اس پر عمل کرنے سے منکر ہے' تو وہ اس قرآن کو کسی دوسری قوم کے سپرد کر دے گا جو اس پر زیادہ عمدہ عمل کرے گی: (۱۰۴)' یہ قرآن کوئی خفیہ یا مخصوص کتاب نہیں جو صرف مسلمانوں کے پاس ہی ہو سکتی ہے' بلکہ یہ وہی پیغام ہے جو بار بار سب نبیوں' ہادیوں' بشیروں اور نذیروں کو دیا گیا: (۱۰۵)' اس لئے یہ سب دنیا کی مشترک جائیداد ہے' اس کا قانون واضح ہے' اس کا مطلب آسان ہے: (۱۰۶)' اس لئے ہر قوم اس کے فرمودہ پر عمل کر کے راہ نجات یعنی باقی سب قوموں پر غلبہ حاصل کر سکتی ہے۔

مقام خدا یہ ہے کہ اس کے قانون کی جو قرآن میں لکھا ہے یا فطرت سے حاصل ہوا ہے یا اس کے علاوہ کوئی مستقل حقیقت ہے پوری متابعت ہو' یہی متابعت کرنا اس کو خدا تسلیم کرنا ہے: (۱۰۷)' قرآن حکیم کے علاوہ صحیفہ فطرت سے قانون اخذ کر کے اس کی بنائی ہوئی ہر شے مسخر کرنا' اس کو اپنے فائدے کے لئے استعمال کرنا' اس سے قوت حاصل کرنا منشائے خدا ہے۔ منشائے خدا یہ ہے کہ انسان اپنے اوصاف میں' اپنی مادی قوت میں' اپنی سمع کی طاقت میں' اپنے بصر کی طاقت میں روز بروز ترقی کرے حتیٰ کہ وہ روح جو خدا نے اس کے اندر پھونکی ہے اپنی پوری قوت سے ظاہر ہوتی جائے اور وہ خدا کا مماثل بنتا جائے: (۱۰۸)

جوں جوں انسانی جماعت قوت پکڑتی جائے گی اس کے انسانوں کے دماغ خدا

کے اوصاف کے حامل ہوتے جائیں گے اور کیا عجب ہے کہ اس مرحلہ پر جب کہ انسان نے نہ صرف زمین کی ہر شے کی تسخیر کرلی ہو گی بلکہ اس کی پرواز آسمان کے ستاروں تک بھی ہو گی: (۱۰۹) اور وہاں کی اشیاء کو بھی مسخر کرے گا تو ایسی حالت میں اس کی یہ تمام ہیئت شخصی بھی بدلتی جائے اور اس کے اعضاء کے اندر ایک ایسا ارتقاء شروع ہو جائے جو اس کو اس سے بھی بہتر مخلوق بنا دے: (۱۱۰)۔ ایسی حالت میں لامحالہ انسان کا رتبہ اس قدر بلند ہو گا کہ خدا جو اس زمین و آسمان کا خالق ہے ایسے سمیع و بصیر انسان سے (دیکھو (۸)) ملاقات گوارا کرے گا: (۱۱۱) اور کیا عجب ہے کہ اس مرحلے کے پہنچنے تک انسان کے اپنے اعضا بھی ربانی اعضا بن جائیں مثلاً موجودہ آنکھیں چونکہ خدا کو نہیں دیکھ سکتیں: (۱۱۲)' کیا عجب ہے کہ اس مرحلہ پر آنکھوں میں اور کانوں میں اور دماغ میں ایسی تبدیلی واقع ہو کہ وہ آنکھیں' وہ کان اور وہ ذہن خدا کو دیکھ سکے' سن سکے اور سمجھ سکے۔ پس ملاقات رب کا یہ مرحلہ انسان کی آخری فتح ہے' یہی نجات ہے۔ یہی منتہائے تخلیق ہے: (۱۱۳)' یہی منشائے رب ہے! منشائے رب یہ ہے کہ وہ اپنے ہاتھ سے پیدا کی ہوئی چیز کو: (۱۱۴) جس کو پیدا کر کے ملٰئکۃ سے سجدہ کرایا تھا: ((۱) تا (۱۲)) اور تمام فطرت اس کے دست تصرف میں دے دی تھی اور سمع و بصر اور فواد اس کو ارزانی کر دیا تھا: (۱۱۵)' ہاں یہی منشائے رب ہے کہ وہ ایسی پیدائش سے ملاقات کرے' اس کو اس کے سعی و عمل پر شاباش کہے اور منشائے تخلیق بھی پورا ہو: (۱۱۶) انسان کی تخلیق کے اس عظیم الشان منشا (یعنی اپنے رب سے ملاقات) کا آخری اور قطعی ثبوت آگے چل کر قرآن حکیم کی ایک پوری سورت (سورۂ جاثیہ) کا مربوط ترجمہ کر کے دوں گا جس سے کسی متنفس کو انکار نہ ہو سکے گا۔

الغرض انسان کی انفرادی نجات کا یہ آخری مرحلہ ہے جس کا ذکر اوپر ہوا۔ اسی کا حساب روز قیامت کو ہونا ہے: (۱۱۷)' اس دن انسان کی سعی و عمل کو دیکھا جائے گا: (۱۱۸)' جن کے عمل کا پلڑا بھاری ہو گا وہ لقائے رب سے مشرف ہوں گے: (۱۱۹)۔ روز قیامت کو انسان کا خدا سے واسطہ فردا" فردا" ہے لیکن یہاں اس دنیا میں اجتماعی طور پر ہے: (۱۱۷)۔

انسانی سعی و عمل کی اجتماعی جزا و سزا اس دنیا میں یہ ہو گی کہ وہ قوم اس دنیا میں غالب ہو: (۱۲۰)۔ اس کو جنات زمین اس دنیا میں ملیں گے: (۱۲۱)' تمام دنیا کی نعمتیں اس قوم کے لئے ارزانی ہوں گی: (۱۲۲)۔ اس قوم کے لئے جب تک وہ سعی و عمل میں لگی رہے گی خلد یعنی ہیشگی ہو گی: (۱۲۳)۔ وراثت زمین صرف صالح قوم کے لئے ہے: (۱۲۴)' وہی اس کی مستحق ہے جو خدا کے حکموں کو مان کر اس کی ملازمت (عبادت) میں لگی ہے: (۱۲۵)' غیر صالح قوم کی سزا ہلاکت ہے: (۱۲۶)' اس کے اکثر لوگ مومن نہیں ہوتے اور وہ صفحہ زمین سے نیست و نابود کر دی جاتی ہے: (۱۲۷)۔

الغرض یہ ایک نہایت مختصر سا خاکہ خدا اور بشر کے تعلقات کا ہے جو یہاں پر بطور ایک ابتدائی خاکے کے لکھ دیا ہے۔ اس موضوع میں جس قدر نکات واضح کئے ہیں ان کی دلیل پچھلی آیتوں اور مفصلہ ذیل آیتوں پر نمبر لگا کر واضح کر دی گئی ہے۔ آئندہ موضوعات میں ان نکات کی مزید توضیح بھی ہوتی جائے گی۔

(۸۶) قال ربنا الذی اعطی کل شی خلقه ثم هدی○ ۲۰/۵۰

(۸۶) (حضرت موسیٰ علیہ السلام نے) جواب دیا کہ میرا رب وہ ہے جس نے ہر شے کو اس کی پیدائش (یعنی فطرت) عطا کی پھر اس شے کو سیدھے رستے پر لگا دیا۔

(۸۷) لا یسبقونه بالقول وهم بامره یعملون○ ۲۱/۲۷

(۸۷) وہ قول میں اس کی سبقت نہیں کرتے (یعنی حکم سے پہلے کوئی شے نہیں کرتے اور وہ اس کے حکم کے مطابق عمل کرتے ہیں۔

(۸۸) ومن یحلل علیه غضبی فقد هوی○ ۲۰/۸۱

(۸۸) اور جس قوم پر میرا غضب نازل ہوا وہ ہلاک ہو گئی۔

(۸۹) **لا الشمس ینبغی لھا ان تدرک القمر ولا الیل سابق النھار وکل فی فلک یسبحون○ ۳۶/۴۰**

(۸۹) نہ سورج کو یہ طاقت ہے (شایاں ہے) کہ وہ چاند کو پکڑ لے اور نہ رات دن سے پہلے ہو سکتی ہے اور سب ایک آسمان میں چل رہے ہیں۔

(۹۰) **والسماء رفعھا ووضع المیزان○ الا تطغوا فی المیزان○ ۵۵/۷۔۸**

(۹۰) اور آسمان کو بلند کر دیا اور (اس میں) ایک تول رکھ دیا۔ یہ اس لئے کہ تم لوگ اس تول (یعنی میزان) میں سرکشی نہ کرو۔

(۹۱) **تلک حدوداللّٰہ فلا تعتدوھا و من یتعد حدود اللّٰہ فاولئک ھم الظالمون○ ۲/۲۲۹**

(۹۱) یہ اللہ کے حدود ہیں پس ان سے تجاوز نہ کرو اور جس نے اللہ کے حدود میں تجاوز کیا تو یہی لوگ ہیں جو ظالم ہیں۔

(۹۲) (الف) **ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولا○ ۱۶/۳۶**

(۹۲) (الف) اور بے شک اور بالضرور ہم نے سب امتوں میں ایک رسول بھیجا۔

(ب) **انا ارسلنک بالحق بشیرا و نذیرا وان من امۃ الا خلافیھا نذیر○ وان یکذبوک فقد کذب الذین من قبلھم جاء تھم رسلھم بالبینت وبالزبر وبالکتاب المنیر○ ثم اخذت الذین کفروا فکیف کان نکیر○ ۳۵/۲۴۔۲۶**

(ب) ہم نے بے شک تم کو سچائی کے ساتھ (غلبہ اور سلامتی کی) خوشخبری دینے والا بنا کر بھیجا اور کوئی امت ایسی نہیں جس میں کوئی نہ کوئی ڈرانے والا نہ گذرا ہو اور اگر وہ تمہیں جھٹلا رہے ہیں (تو پرواہ نہیں کیونکہ) درحقیقت ان سے پہلوں نے بھی جھٹلایا۔ ان کے پاس ان کے پیغامبر روشن احکام اور زبور اور روشن کتاب لے کر آئے

پھر میں نے منکروں کو پکڑا تو (دیکھو) انکا انکار کیسا رہا۔

(ج) ولکل امة رسول فاذا جاء رسولهم قضی بینهم بالقسط وهم لا یظلمون○ ۱۰/۴۷

(ج) اور ہر امت کے لئے ایک پیغامبر ہے پھر جب وہ رسول ان کے پاس آ جاتا ہے تو وہ ان کے مابین عدل و انصاف سے فیصلہ کر دیتا ہے اور وہ ظلم نہیں کئے جاتے۔

(د) وما اهلکنا من قریة الا لها منذرون○ ذکری وما کنا ظلمین○ ۲۶/۲۰۸-۲۰۹

(د) اور ہم نے کسی بستی کو ہلاک ہی نہیں کیا مگر یہ کہ اس بستی کے ڈرانے والے (آ چکے) تھے۔ یہ ایک (لائق) عبرت (پیغام) ہے اور ہم ظالم ہرگز نہیں۔

(ہ) ولو شئنا لبعثنا فی کل قریة نذیرا○ ۲۵/۵۱

(ہ) اور اگر ہم مناسب سمجھتے تو ضرور ہر بستی میں ایک ڈرانے والا بھیج دیتے۔

(و) ولکل قوم هاد○ ۱۳/۷

(و) اور ہر قوم کے لئے ایک ہادی ہے۔

(۹۳) لقد ارسلنا رسلنا بالبینت وانزلنا معهم الکتب والمیزان لیقوم الناس بالقسط○ ۵۷/۲۵

(۹۳) اور بے شک اور بالضرور ہم نے اپنے پیغامبروں کو روشن احکام دے کر بھیجا اور ان کے ساتھ ایک الکتاب اور میزان بھیجی تاکہ لوگ میانہ روی پر قائم رہیں۔

(۹۴)(الف) وما اختلف الذین اوتوا الکتب الا من بعد ما جاءهم العلم بغیا بینهم ط ومن یکفر بایت الله فان الله سریع الحساب○ ۳/۱۹

(۹۴) (الف) اور جن لوگوں کو الکتب دی گئی تھی انہوں نے (صرف) آپس میں بغاوت کر کے علم (اور یقینی بات) آئے پیچھے (خواہ مخواہ) اختلاف پیدا کیا اور جو (قوم) خدا کے (روشن) احکام سے (جن میں اختلاف پیدا ہو ہی نہیں سکتا) انکار کرتی ہے تو خدا بڑا

جلد حساب کرنے والا ہے (اور ان کو یقیناً جلد سزا دے گا۔)

(ب) كان الناس امة واحدة فبعث اللّٰه النبين مبشرين ومنذرين وانزل معهم الكتب بالحق ليحكم بين الناس فيما اختلفوا فيه وما اختلف فيه الا الذين اوتوه من بعد ما جاء تهم البينت بغيا بينهم فهدى اللّٰه الذين امنوا لما اختلفوا فيه من الحق باذنه ط واللّٰه يهدى من يشاء الى صراط مستقيم○ ۲/۲۱۳

(ب) انسان (اصل میں) ایک ہی امت ہیں تو (اس وحدت بنی نوع انسان کو پیش نظر رکھ کر) خدا نے نبی اور بشارت دینے والے اور ڈرانے والے بھیجے اور ان کے ساتھ ایک قانون (الکتٰب) مبنی برحق بھیجا تاکہ لوگوں کے درمیان ان امور کا فیصلہ کرے جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں لیکن اس قانون میں روشن حقیقت آئے پیچھے (صرف) ان لوگوں نے اختلاف پیدا کیا جو آپس میں بغاوت کرتے تھے۔ پھر خدا نے ایمان والوں کو اس اختلاف کے متعلق جو وہ آپس میں کر رہے تھے سیدھی راہ دکھلا دی اور اللہ جس کو مناسب سمجھتا ہے سیدھی راہ پر لے جاتا ہے۔

(ج) وما تفرقوآ الامن بعد ماجاء هم العلم بغيا بينهم ط ولولا كلمة سبقت من ربك الٰى اجل مسمى لقضى بينهم ط وان الذين اورثوا الكتب من بعد هم لفى شك منه مريب○ ۴۲/ ۱۴

(ج) اور انہوں نے نہیں تفرقہ پیدا کیا مگر علم آئے پیچھے آپس میں بغاوت کر کے اور اگر تیرے پروردگار کی طرف سے وقت مقرر تک (کے لئے) ایک قول پہلے نہ آگیا ہوتا تو (اس اختلاف کے متعلق) ان کے درمیان (سزا کا) فیصلہ ہو گیا ہوتا اور بے شک وہ لوگ جنہوں نے ان کے بعد اس الکتٰب کی وراثت سنبھالی ہے اس کتاب کے متعلق (سخت ترین) شک میں ہیں (کہ اگر یہ کتاب فی الحقیقت روشن کتاب ہے تو اس کے متعلق اختلاف کیوں پیدا ہوا۔)

(د) وما كان الناس الا امة واحدة فاختلفوا ط ولولا كلمة سبقت من ربک لقضی بینهم فیما فیه یختلفون○ ۱۰/۱۹

(د) اور انسان نہیں ہیں مگر ایک امت مگر (افسوس ہے کہ) وہ مختلف ہو گئے ہیں اور اگر اس سے پہلے قول خدا (ایک مقرر وقت فیصلہ کے متعلق) نہ آ گیا ہوتا تو اس اختلاف کے متعلق (اختلاف کرنے والوں کو سزا دے کر اب تک) فیصلہ ہو گیا ہوتا۔

(ہ) وما تفرق الذین اوتوالکتاب الامن بعد ماجاء تھم البینة○ ۹۸/۴

(ہ) اور اہل کتاب نے آپس میں تفرقہ پیدا نہیں کیا مگر بعد اس کے کہ ان کے پاس ایک روشن حقیقت آ چکی تھی۔

(۹۵) ظهر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس○ ۳۰/۴۱

(۹۵) بروبحر میں فساد ظاہر ہو چکا ہے بوجہ اس کے کہ جو کچھ لوگوں کے ہاتھوں نے کیا ہے۔

(۹۶) وقالت الیهود لیست النصارٰی علی شی وقالت النصرٰی لیست الیهود علی شی وهم یتلون الکتاب ط کذالک قال الذین لا یعلمون مثل قولهم فاللّٰه یحکم بین هم یوم القیمة فیما کانوا فیه یختلفون○ ۲/۱۱۳

(۹۶) یہود کہتے ہیں کہ نصاریٰ کسی (پکی) بات پر نہیں اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہود کسی (پکی) بات پر نہیں حالانکہ دونوں اسی ایک الکتب کو (جو خواہ مختلف زبانوں میں ہو اور مختلف پیغمبروں کی وساطت سے پہنچی ہو) پڑھتے ہیں۔ یہی بات اور انہی کی باتوں کی طرح باتیں ان لوگوں نے (بھی) کیں جو علم نہیں رکھتے تھے (کیونکہ اگر وہ الکتاب کا علم رکھتے تو اس پر متفق ہو جاتے) تو ایسی حالت میں روز قیامت ہی کو خدا ان لوگوں کے درمیان اس شے کے متعلق جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں فیصلہ کرے گا۔

(۹۷) (الف)انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون○ ۹/۱۵

(۹۷) (الف) درحقیقت ہم نے بھی بذات خود اس نصیحت (یعنی قرآن) کو نازل کیا ہے اور درحقیقت اور بالضرور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

(ب) ان علینا جمعہ وقرانہ○ فاذا قرانا فاتبع قرانہ○ ثم ان علینا بیانہ○ ۷۵/۱۷آ۔۱۸

(ب) ہم پر درحقیقت اس (قرآن) کا جمع کرنا اور اس کا (پیغمبر صلعم کو) پڑھا دینا فرض ہے پھر جب ہم نے اس کو پڑھ دیا تو اس پڑھی ہوئی شے کی متابعت کر' پھر اس کو واضح کر دینا ہمارا فرض ہے۔

(۹۸) (الف) فبمانقضھم میثاقھم لعنھم وجعلنا قلوبھم قاسیۃ یحرفون الکلم عن مواضعہ ونسوا حظا مما ذکروا بہ ○ ۵/۱۳

(۹۸) (الف) پھر ان کے اپنے عہد کو توڑ دینے کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت بھیجی اور ان کے دلوں کو ہم نے (پتھر کی طرح) سخت کر دیا۔ وہ (اس کتاب میں لکھے ہوئے احکام و فرائض سے بچنے کی خاطر اس کے) کلموں کو اپنی جگہ (یعنی صحیح مفہوم) سے بدل دیتے تھے (اور اس مفہوم کو کچھ کا کچھ کر دیتے تھے) (بلکہ) جو کچھ ان کو (کبھی اچھی طرح) یاد دلایا گیا اس کا بھی (بڑا) حصہ بھول گئے (تاکہ اس پر عمل نہ کرنا پڑے)۔

(ب) من الذین ھادوا یحرفون الکلم عن مواضعہ○ ۴/۴۶

(ب) یہود میں سے ایسے ہیں جو کلموں (یعنی وحی کے الفاظ کو یا ان کے مطالب) کو اپنی جگہ سے بدل دیتے ہیں۔

(۹۹) (الف) یحرفون الکلم من بعد مواضعہ یقولون ان اوتیتم ھذا فخذوہ وان لم توتوہ فاحذروا○ ۵/۴۱

(۹۹) (الف) یہ یہودی لوگ احکام وحی کو اپنی جگہ سے بدل دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر یہ حکم دیا جائے تو لے لو' ورنہ اس سے بچو۔

(ب) افتطمعون ان یومنوالکم وقدکان فریق منھم یسمعون کلام اللہ ثم یحرفونہ من بعد ماعقلوہ وھم یعلمون○ ۷۵/۲

(ب) کیا تم اس کی حرص رکھتے ہو کہ یہ ایمان لائیں حالانکہ ان میں ہی کا ایک گروہ کلام خدا کو سنتا ہے پھر جان بوجھ کر اس کو کچھ کا کچھ بنا دیتا ہے (تاکہ کسی نہ کسی طرح احکام خدا سے نجات ہو)۔

(۱۰۰) (الف) ھوالذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولوکرہ المشرکون○ ۹/۶۱

(۱۰۰) (الف) اس نے اپنے رسول کو ہدیٰ اور دین الحق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس دین کو باقی تمام ادیان پر غالب کرے خواہ مشرکوں کو برا ہی کیوں نہ لگے۔

(ب) ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولوکرہ المشرکون○ ۹/ ۳۳

(ب) وہ وہ (پاک ذات) ہے جس نے اپنے رسول کو ہدیٰ اور دین الحق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس کو باقی تمام ادیان پر غالب کر دے خواہ مشرکوں کو برا ہی کیوں نہ لگے۔

(ج) ھوالذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ وکفی باللہ شھیدا○ ۴۸/ ۲۸

(ج) خدا وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدیٰ اور دین الحق کے ساتھ بھیجا اور اللہ بطور گواہ (یعنی محافظ اور نگران) کے کافی ہے (کہ وہ اس دین کو باقی تمام ادیان پر غالب کرے)۔

(۱۰۱) (الف) ان ھوالا ذکر للعلمین○ ۸۱/ ۲۷، ۳۸/ ۸۷، ۱۲/ ۱۰۴

(۱۰۱) (الف) یہ (قرآن) نہیں مگر تمام عالموں کے لئے نصیحت یعنی دنیا

(ب) وما ھوالا ذکر للعالمین○ ۶۸/ ۵۲

(ب) اور یہ (قرآن) نہیں مگر تمام عالموں کے لئے نصیحت یعنی دنیا

(ج) ان ھوالا ذکری للعالمین○ ۶/ ۹۱

(ج) نہیں ہے یہ (قرآن) مگر تمام عالموں کے لئے عبرت یعنی دنیا

(د) وما ارسلناک الا کافة للناس بشیرا و نذیرا ولکن اکثرالناس لا یعلمون○ ۲۸/۳۴

(د) اور ہم نے تم کو تمام عالم کے لئے (غلبہ اور فتح کی) خوشخبری دینے والا اور (ہلاکت کے عذاب سے) ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے لیکن اکثر لوگ اس کا علم نہیں رکھتے۔

(۱۰۲) (الف) الحمدللہ رب العالمین○ ۱/۱

(۱۰۲) (الف) حمد واسطے اللہ کے ہے جو تمام عالموں کا پروردگار ہے

(ب) یوم یقوم الناس لرب العالمین○ ۸۳/۶

(ب) جس دن کہ لوگ تمام عالموں کے پروردگار کے سامنے کھڑے ہوں گے۔

(۱۰۳) (الف) قل یاایھاالناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا الذی لہ ملک السموات و الارض لا الہ الا ھو یحی ویمیت فامنوا باللہ ورسولہ النبی الامی الذی یومن باللہ و کلمتہ واتبعوہ لعلکم تھتدون○ ۷/۱۵۸

(۱۰۳) (الف) (اے پیغمبر!) تو کہہ دے اے انسانو! میں درحقیقت اللہ کا بھیجا ہوا پیغمبر تم سب کی طرف ہوں۔ وہ خدا جس کے پاس آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے اس کے سوا کوئی حاکم اعلیٰ نہیں' وہی زندہ کرتا' وہی مارتا ہے تو ایمان لے آؤ اس اللہ پر اور اس کے امی (ان پڑھ) رسول پر جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور اس کے بھیجے ہوئے قول پر اور اس کے احکام کی اطاعت کرو شائد کہ تم راہ راست پر آ جاؤ۔

(ب) یاایھاالذین امنوا ادخلوا فی السلم کافة○ ۲/۲۰۸

(ب) اے وہ لوگو جو ایمان لے آئے ہو سب کے سب اسلام میں داخل ہو جاؤ۔

(ج) وما ارسلنک الا رحمة للعالمین○ ۲۱/۱۰۷

(ج) (اے پیغمبر!) ہم نے تم کو نہیں بھیجا مگر تمام عالموں کے لئے رحمت۔

(۱۰۴) (الف) ولئن شئنا لنذھبن بالذی اوحینا الیک ثم لا تجد

لک به علینا وکیلاo ۸۶/۱۷

(۱۰۴) (الف) اور اگر ہم مناسب سمجھیں گے تو ضرور اس شے کو جو تم پر وحی کی ہے لے جائیں گے۔ پھر (اس صورت میں) تو اپنے لئے اس (وحی کے چلے جانے) کے متعلق کوئی وکیل ہمارے پاس (حمایت کرنے کے لئے) نہیں پائے گا۔

(ب) **فان یکفر بها هولاء فقد وکلنا بها قوما لیسوبها بکافرینo** ۹۰/۶

(ب) پھر اگر یہ (لوگ) اس سے منکر ہو جائیں گے تو ہم ضرور اس کو کسی ایسی قوم کے سپرد کردیں گے جو اس کے منکر نہیں ہوں گے۔

(۱۰۵) (الف) **وانه لتنزیل رب العالمینo نزل به الروح الامینo علی قلبک لتکون من المنذرینo بلسان عربی مبینo وانه لفی زبرالاولینo اولم یکن لهم ایة ان یعلمه علموا بنی اسرائیلo** ۲۶/۱۹۲۔۱۹۷

(۱۰۵) (الف) اور بے شک بالضرور یہ پروردگار عالمین کی طرف سے اتارا ہوا (قرآن) ہے۔ اس کو روح امین (حضرت جبرئیل) نے تیرے قلب (یعنی ذہن) پر واضح عربی زبان میں اتارا تاکہ تو (لوگوں کو) عذاب الٰہی سے ڈرانے والا بن جائے اور بے شک یہ قرآن پہلے لوگوں کے (خدا کی طرف سے بھیجے ہوئے) صحیفوں میں موجود تھا (اگرچہ وہ عربی زبان میں نہ تھے) کیا یہ ان کو ایک معنی خیز اشارہ (اس قرآن کو ماننے کے لئے) نہیں کہ بنی اسرائیل کے علماء اس کا علم رکھتے ہیں۔ وہ تصدیق کر سکتے ہیں کہ یہ وہی احکام ہیں جو ان کی کتابوں میں کسی زمانے میں تھے۔)

(ب) **مایقال لک الا ما قدقیل للرسل من قبلکo** ۴۱/۴۳

(ب) (اے پیغمبر!) تم کو کچھ نہیں کہا گیا (یعنی کوئی حکم نہیں دیا گیا) مگر وہ جو ضرور بالضرور تجھ سے پہلے کے پیغمبروں کو کہا گیا۔

(ج) **ان هذا لفی الصحف الاولٰیo صحف ابراہیم وموسٰیo** ۸۷/۱۸۔۱۹

(ج) بے شک یہ (قرآن) یقیناً پہلے صحیفوں میں ہے (یعنی) ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کے صحیفوں میں۔

(د) **اولم تاتھم بینۃ مافی الصحف الاولیٰ○** ۲۰/۱۳۳

(د) اور کیا ان کے پاس روشن طور پر نہیں پہنچا جو کچھ پہلے صحیفوں میں تھا۔

(ہ) **تنزیل من رب العالمین○** ۶۹/۴۳، ۵۶/۸۰

(ہ) یہ پروردگار عالمین کی طرف سے اتارا ہوا (قرآن) ہے۔

(و) **تنزیل الکتاب لاریب فیہ من رب العالمین○** ۳۲/۲

(و) یہ (قرآن) اس ناقابل شک الکتاب کو اتارنا ہے جو پروردگار عالمین کی طرف سے ہے۔

(۱۰۶) (الف) **فانما یسرناہ بلسانک لتبشربہ المتقین وتنذ ربہ قوما لدا○** ۱۹/۹۷

(۱۰۶) (الف) تو ہم نے اس (قرآن) کو تمہاری زبان میں صرف اس لئے آسان کر دیا ہے کہ تو اس کے ذریعے سے خدا کے قانون سے خوف کھانے والے لوگوں کو (خوشحالی اور امن کی) خوشخبری دے اور جھگڑا کرنے والی قوم کو اس سے ڈرائے۔

(ب) **ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر○** ۵۴/۲۲، ۴۰

(ب) ہم نے اس قرآن کو عبرت حاصل کرنے کے لئے آسان کر دیا تو کوئی ہے جو اس سے عبرت پکڑے۔

(۱۰۷) **کفرعنھم سیاتھم واصلح بالھم○ ذالک بان الذین کفروا اتبعوالباطل وان الذین امنوا اتبعوالحق من ربھم○** ۴۷/۲۔۳

(۱۰۷) کیوں محمدؐ کے پیروؤں کی بدحالیاں دور ہو جائیں گی اور ان کی دنیاوی حالت درست ہو جائے گی؟ اس لئے کہ کافر جھوٹ کی متابعت کرتے ہیں اور ایماندار سچائی کے پیچھے ہیں۔ (دیکھو آیہ (۱۲۰))

(۱۰۸) (الف) الم تروا ان اللّٰه سخرلكم ما فى السموات وما فى الارض واسبغ عليكم نعمه ظاهرة و باطنته ومن الناس من يجادل فى اللّٰه بغير علم ولاهدى ولا كتب منير○ ۳۱/۲۰

(۱۰۸) (الف) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ درحقیقت خدا نے تمہارے لئے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے مسخر کیا ہے اور اپنی تمام ظاہری اور باطنی نعمتیں ختم کر دی ہیں۔ (ان حالات کے باوجود) ایسے لوگ ہیں جو خدا (کی ماہیت) کے بارے میں بغیر علم (فطرت حاصل کئے) جھگڑتے رہتے ہیں۔ نہ وہ اس ہدیٰ سے (جو خدا نے پیغمبروں کی وساطت سے بھیجی) کوئی یقینی بات حاصل کرتے ہیں اور نہ (فطرت کی) روشن کتاب سے کسی حقیقت تک پہنچتے ہیں۔

(ب) وسخرلكم ما فى السموات وما فى الارض جميعا منه ان فى ذالك لايت لقوم يتفكرون○ ۴۵/۱۳

(ب) اور جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب تمہارے (استعمال کے لئے) خدا نے مسخر کر رکھا ہے۔ بے شک اس (اعلان) میں سوچنے والی قوم کے لئے (بے حد) اشارات اور ہدایات موجود ہیں۔

(۱۰۹) (الف) وللّٰه ما فى السموات وما فى الارض ليجزى الذين اساؤا بما عملوا ويجزى الذين احسنوا بالحسنى○ ۵۳/۳۱

(۱۰۹) (الف) اور جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے خدا کا ہے اور غرض یہ ہے کہ جن لوگوں نے برا کیا ان کو ان کی (بد) اعمالی کی سزا دے اور جنھوں نے اچھا کیا (یعنی اس فطرت کی اشیا کا کماحقہ استعمال کیا) ان کو عمدہ طریقے سے جزا دے۔

(ب) انا جعلنا ما على الارض زينة لها لنبلوهم ايهم احسن عملا ○ ۱۸/۷

(ب) بے شک ہم نے جو کچھ اس زمین پر ہے اس زمین کی زینت اور زیور کے طور پر بنایا اور اس کو زینت اور زیور بنانے کی غرض یہ ہے کہ ہم ان انسانوں کی آزمائش

کریں کہ ان میں سے کون سی قوم عمدہ عمل کر رہی ہے۔

(۱۱۰) (الف) ولقد خلقنا الانسان من سللة من طین○ ثم جعلنه نطفة فی قرار مکین○ ثم خلقنا النطفة علقة فخلقنا العلقة مضغة فخلقنا المضغة عظاما فکسونا العظام لحما ثم انشاء نه خلقا اخر فتبارک اللہ احسن الخالقین○ ثم انکم بعد ذالک لمیتون○ ثم انکم یوم القیامة تبعثون○ ۲۳/۱۲-۱۶

(۱۱۰) (الف) بے شک اور بالضرور ہم نے انسان کو مٹی کے ایک خلاصہ سے پیدا کیا پھر اس کو ایک مقررہ جگہ میں قطرہ آب (منی) بنایا' پھر اس نطفہ منی کو لوتھڑا بنایا پھر اس کو مضغہ بنایا پھر اس مضغہ سے ہڈیاں پیدا کیں پھر ان ہڈیوں پر گوشت چڑھایا' پھر اس کو کسی دوسری پیدائش کا شروع کر دیں گے۔ پس بہترین پیدائش کرنے والا بڑا صاحب برکت ہے پھر تم اس کے بعد یقیناً مرجاؤ گے' پھر قیامت کے روز اٹھائے جاؤ گے۔

(ب) مالکم لاترجون للہ وقارا○ وقد خلقکم اطوارا○ ۷۱/ ۱۳-۱۴

(ب) تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ سے اپنے درجوں کی بلندی کی امید نہیں رکھتے حالانکہ اس نے تم کو ایک پیدائش سے بلند کرنے کے بعد دوسری پیدائش میں بدل کر کئی طریقوں سے پیدا کیا۔

(ج) ان یشاء یذھبکم ایھاالناس ویات باخرین○ ۴/۱۳۳۔ نیز دیکھو ۶/۱۳۴

(ج) اے لوگو! اگر خدا مناسب سمجھے گا تو تمہاری نوع کو (زمین پر سے) اٹھا لے گا اور دوسروں کو (یعنی نئی مخلوق) لے آئے گا۔

(د) ان یشا یذھبکم ویات بخلق جدید○ ۱۴/۱۹' ۳۵/۱۶

(د) اگر وہ مناسب سمجھے گا تو تم کو اس صفحہ زمین سے اچک لے جائے گا اور نئی پیداوار (نئی مخلوق) لے آئے گا۔

(ہ) نحن خلقناھم وشددنا اسر ھم واذا شئنا بدلنا امثالھم تبدیلا ○ ۷۶/۲۸

(ہ) ہم ہی نے ان کو پیدا کیا اور ان کے جوڑ باندھے اور جس وقت ہم مناسب سمجھیں گے ہم ان جیسے اور بدل دیں گے۔

(و) لترکبن طبق عن طبق ○ ۸۴/۱۹

(و) (اور پورے چاند کی قسم) تم ضرور ایک درجے سے دوسرے درجے تک چڑھتے جاؤ گے۔

(III) (الف) من کان یرجوالقاء اللہ فان اجل اللہ لات وھو السمیع العلیم ○ ومن جاھد فانما یجاھد لنفسہ ان اللہ لغنی عن العالمین ○ ۲۹/۵-۶

(III) (الف) جو شخص خدا سے ملاقات کرنے کی امید رکھتا ہے تو (وہ ضرور رکھے کیونکہ) خدا کی (مقرر کی ہوئی) مدت تو ضرور اور بالیقین آنے والی ہے اور وہ بڑا صاحب سمع و علم ہے (اور اسی لئے اپنے برابر کے صاحبان سمع و بصر ہی سے ملاقات کرے گا) اور جس شخص نے (صاحب سمع اور صاحب علم ہونے میں انتہائی) کوشش کی تو وہ صرف اپنے نفس کے لئے ہی کوشش کر رہا ہے (کیونکہ خدا کی ملاقات تو صرف افراد ہی سے ہو گی اور وہ بھی وہ افراد جو علم کے بلند ترین مرتبوں تک پہنچ چکے ہوں گے)۔ بے شک اور بالتحقیق خدا تمام دنیا (کے باقی انسانوں) سے (جو سعی و عمل کر کے اس بلند درجے تک نہ پہنچے ہوں گے) بے نیاز ہے (اور ان سے ملاقات کرنا ہرگز گوارا نہ کرے گا)۔(اس تشریح کی تائید "لقائے رب" کے عنوان میں ہو گی)۔

(ب) قدخسرالذین کذبوا بلقاء اللہ حتی اذا جاء تھم الساعۃ بغتۃ قالوا یحسرتنا علی مافرطنا فیھا وھم یحملون اوزارھم علی ظھورھم ط الاساء مایزرون ○ وما الحیوۃ الا لعب ولھو وللدارالاخرۃ خیر للذین یتقون ط افلا تعقلون ○ ۶/۳۱-۳۲

(ب) وہ لوگ یقیناً" گھاٹے میں رہیں گے جنھوں نے خدا کی ملاقات کو جھوٹ سمجھا (اور اس کے ہونے کی شرائط پر عمل نہ کیا) یہاں تک کہ وہ وقت ملاقات ان پر اچانک آ جائے گا تو وہ کہیں گے کہ واحسرتا ہم نے جس شے میں کمی کی تھی (یعنی سعی و عمل) اس پر افسوس کر رہے ہیں اور وہ ان گراں ذمہ داریوں کو اپنی پیٹھوں پر لادے ہوں گے۔ خبردار رہو کہ اس وقت جو بوجھ ان پر ہو گا نہایت ہی برا ہو گا (اور یاد رکھو کہ دنیاوی لذات میں پھنس کر سعی و عمل نہ کرنا اور غافل رہنا بڑا ہی برا ہے کیونکہ) حیات دنیا تو ایک کھیل کود ہے اور آخرت کا گھر (جہاں سعی و عمل کا نتیجہ ملے گا) ہی بہترین ہے ان لوگوں کے لئے جو خدا (کے قانون) سے خوف زدہ رہے۔ تو کیا اس بات کا تعقل نہیں رکھتے۔

(ج) ان الذین لا یرجون لقاء نا ورضوا بالحیوۃ الدنیا واطمانوابھا والذین ھم عن ایاتنا غفلون○ اولئک ماوھم النار بما کانوا یکسبون ○ ۱۰/۷-۸

(ج) بے شک وہ لوگ جو ہم سے ملاقات کی امید نہیں رکھتے اور دنیاوی (کھیل کود کی) زندگی سے راضی ہو گئے اور اس کی وجہ سے بے فکر ہو گئے اور وہ لوگ جو ہماری ان آیات سے غافل ہو گئے (جس کا ان کو صحیفہ فطرت کے بغور مطالعہ کے بعد ملنے کا اعلان اس قرآن میں کیا گیا ہے) تو یہی وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے اور یہ ان کی بداعمالی کے بدلے میں ہو گا۔

(د) وقال الذین لایرجون لقاء نا لولا انزل علینا الملائکۃ اونری ربنا لقد استکبروا فی انفسھم وعتو عتوا کبیرا ○ یوم یرون الملائکۃ لا بشری یومئذ للمجرمین ویقولون حجرا محجورا ○ وقد منا الی ما عملوا من عمل فجعلناہ ھباء منثورا○ ۲۵/ ۲۱-۲۳

(د) اور وہ لوگ جو ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے کہتے ہیں کہ کیوں اس شخص پر

فرشتے نہیں اترے یا کیا خاص ضرورت ہے کہ ہم اپنے رب سے ملاقات کریں۔ بے شک اور بالضرور ان لوگوں نے اپنے نفسوں میں اکڑ اختیار کی ہے اور انتہائی بڑی سرکشی کے مجرم ہیں۔ جس دن وہ فرشتوں کو (سامنے کھڑا) دیکھیں گے تو ان مجرموں کو ہرگز کوئی خوشخبری اس دن نہ ملے گی اور صاف پکار اٹھیں گے کہ خدا ہم سے یہ مصیبت ٹال دے (تو ہم خوش ہوں گے) اور جب ہم ان کے کسی عمل پر توجہ کریں گے تو اس کو خاک کر کے اڑا دیں گے۔

(ہ) ولو یعجل اللّٰہ للناس الشر استعجالهم بالخیر لقضی الیهم اجلهم ط فنذرالذین لا یرجون لقاء نا فی طغیانهم یعمهون○ ۱۰/۱۱

(ہ) اور اگر خدا انسانوں کے لئے برائی کو اس بدلے میں کہ وہ خدا سے نیکی مانگنے کی جلدی کر رہے ہیں جلدی کرتا تو (آج تک) ان کی مدت (مہلت) ختم ہو گئی ہوتی تو ہم ان لوگوں کو جو ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے اپنی سرکشی میں ٹامک ٹوئے مارتے ہوئے چھوڑ دیتے ہیں۔

(و) سنریهم ایتنا فی الافاق و فی انفسهم حتی یتبین لهم انه الحق ط اولم یکف بربک انه علی کل شی شهید○ الا انهم فی مریة من لقاء ربهم ط الا انه بکل شی محیط○ ۴۱/۵۳۔۵۴

(و) ہم ان لوگوں کو اپنی نشانیاں دنیا میں دکھا دیں گے اور جو کچھ ان کے نفسوں کے اندر ہیں یہاں تک کہ ان کو روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گا کہ یہ سچ ہے۔ کیا یہ خدا کے متعلق کافی نہیں ہے کہ وہ ہر شے کا نگران ہے۔ یاد رکھو کہ یہ لوگ اپنے رب سے ملاقات کے بارے میں شک میں ہیں اور یاد رکھو کہ وہ ہر شے پر حاوی ہے۔

(ز) والذین کفروا بایات اللّٰہ ولقائه اولئک ینسوامن رحمتی واولئک لهم عذاب الیم○ ۲۹/۲۳

(ز) اور جو لوگ خدا کی آیات سے (جو صحیفہ فطرت کی تلاش کے متعلق ہیں) منکر ہو

گئے اور خدا کی ملاقات سے بھی منکر ہیں وہ لوگ ہیں جو خدا کی رحمت (اور انعامات سے جو صحیفہ فطرت کی تلاش کے بعد ان کو ملنے والے تھے) مایوس ہو گئے ہیں اور انہی کو دردناک عذاب ملے گا۔

(ج) واما الذین کفروا وکذبوا بایتنا ولقائی الاخرة فاولئک فی العذاب محضرون ○ ۳۰/۱۶

(ج) اور وہ لوگ جو منکر (فطرت) ہو گئے اور انہوں نے ہمارے احکام کو (جو صحیفہ فطرت سے متعلق ہیں) جھوٹ سمجھا اور آخرت میں ہماری ملاقات کو (ناممکن) سمجھا تو یہی لوگ ہیں جو عذاب کے لئے ہماری پیشی میں ہوں گے۔

(۱۱۲) لا تدرکه الابصار وھو یدرک الابصار وھواللطیف الخبیر ○ ۶/۱۰۴

(۱۱۲) خدا کو یہ (موجودہ) آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں اور وہ آنکھوں کو پالیتا ہے اور وہ انتہائی طور پر باریک بین اور بڑا باخبر ہے۔

(۱۱۳) افحسبتم انما خلقنا کم عبثا و انکم الینا لاترجعون ○ ۲۳/۱۱۵-۱۱۶

(۱۱۳) کیا تم نے سمجھ لیا ہے کہ ہم نے تم کو بے فائدہ پیدا کیا اور تم ہماری طرف واپس نہیں آؤ گے (اور پھر ہماری ملاقات نہیں کرو گے)

(۱۱۴) قال یا ابلیس ما منعک ان تسجد لما خلقت بیدی استکبرت ام کنت من العالین ○ ۳۸/۷۵

(۱۱۴) رب نے کہا کہ اے ابلیس کس شے نے تمہیں اس بات سے منع کیا ہے کہ تو اس شے (یعنی انسان) کے آگے سجدہ نہ کرے جس کو میں نے اپنے ہاتھ سے بنایا۔ کیا تو اکڑتا ہے یا ویسے ہی بلند ہے۔

(۱۱۵) واللہ اخرجکم من بطون امھاتکم لا تعلمون شیئا وجعل لکم السمع والابصار والافئدہ لعلکم تشکرون ○ ۱۶/۷۸

(۱۱۵) اللہ نے تم کو اپنی ماؤں کے پیٹ سے اس حالت میں نکالا کہ تم کسی شے کا علم نہ رکھتے تھے پھر تمہارے واسطے کان اور آنکھیں اور ذہن مقرر کر دیئے تاکہ تم (ان کا صحیح استعمال کر کے) ان کی قدر کرو۔

(۱۱۶) (الف) سلام علیکم طبتم فادخلوها خلدین○ ۳۹/۷۳

(۱۱۶) (الف) تم پر سلام ہو تم نے بہت اچھا کیا پس اس جنت میں داخل ہو کر ہمیشہ رہو۔

(ب) فنعم اجر العاملین○ ۳۹/۷۴

(ب) پس کیا ہی اچھا اجر عمل کرنے والوں کا ہے۔

(۱۱۷) (الف) ولقد جئتمونا فرادا کما خلقنکم اول مرة ۶/۹۵

(۱۱۷) (الف) اور تم ہمارے پاس اکیلے آئے جیسے کہ ہم نے تم کو پہلی دفعہ پیدا کیا تھا۔

(ب) وکلهم اتیه یوم القیامة فردا○ ۱۹/۹۵

(ب) اور سب روز قیامت کو رب کے پاس ایک ایک کر کے آئیں گے۔

(ج) وعرضوا علی ربک صفا ط لقد جئتمونا کما خلقنکم اول مرة○ ۱۸/۴۸

(ج) اور اپنے رب کے سامنے صف وار اکیلے پیش کئے جائیں گے (اور ہم کہیں گے کہ) تم تو اسی طرح اکیلے آئے جیسے کہ ہم نے تم کو پہلی دفعہ پیدا کیا تھا۔

(۱۱۸) (الف) الا تزر وازرة وزر اخری○ وان لیس للانسان الا (ما) سعی○ وان سعیه سوف یری○ ۵۳/۳۸ تا ۴۰ نیز دیکھو ۶/۱۶۵، ۱۷/۱۵، ۳۵/۱۸، ۳۹/۶، ۲۱\۱۶

(۱۱۸) (الف) یہ کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے شخص کا بوجھ نہ اٹھائے گا اور یہ (کہ) انسان کے لئے کوئی شے نہیں مگر اس کے مطابق جس قدر اس نے کوشش کی اور یہ کہ بالتحقیق ان کی کوشش (ہی) کو دیکھا جائے گا۔

(ب) فاذا جاءت الطامة الکبری○ یوم یتذکر الانسان ما سعی)

○۷۹/۳۴-۳۵

(ب) پس جب وہ قیامت کبریٰ آ جائے گی تو وہ دن ہو گا کہ انسان کو اس کی وہ سعی یاد دلائی جائے گی جو اس نے کی۔

(۱۱۹) (الف) **والوزن یومئذن الحق فمن ثقلت موازینه فاولئک هم المفلحون○ ومن خفت موازینه فاولئک خسروا انفسهم بما کانوا بایتنا یظلمون ○۷/۸-۹**

(۱۱۹) (الف) اور اس دن تول (بالکل) سچا ہو گا۔ پھر جن کے تول بھاری ہوئے وہی نجات پانے والے ہوں گے اور جن کے تول ہلکے ہوئے وہی ہوں گے جنھوں نے اپنے آپ کو گھاٹے میں اس وجہ سے رکھا کہ وہ ہمارے احکام کے ساتھ (جو ہم نے دیئے تھے) ظلم کرتے رہتے تھے۔

(ب) **فمن ثقلت موازینه فاولئک هم المفلحون ومن خفت موازینه فاولئک الذین خسروا انفسهم فی جهنم خلدون○**

۲۳/۱۰۲-۱۰۳

(ب) پس جن کے تول بھاری ہوئے تو وہی نجات پانے والے ہوں گے اور جن کے تول ہلکے ہوئے تو وہی ہوں گے جنھوں نے اپنے آپ کو گھاٹے میں رکھا (اور) جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔

(ج) **یبنی انها ان تک مثقال حبة من خردل فتکن فی صخرة اوفی السموات او فی الارض یات به اللّٰه ان اللّٰه لطیف خبیر○**

۳۱/۱۶

(ج) (حضرت لقمان نے کہا) اے میرے بیٹے! اگر رائی کے دانے کے برابر بھی بوجھ ہو اور وہ کسی پتھر کے اندر ہو یا آسمانوں میں یا زمین میں ہو تو وہ خدا (تولنے کے لئے) سامنے لے آئے گا۔ بے شک اللہ بڑا باریک بین اور بڑا باخبر ہے۔

(د) **ونضع الموازین باالقسط یوم القیمة ولا یظلم نفس شیئا وان**

كان مثقال حبة من خردل اتينا بها وكفٰى بنا حسيبن○ ۴۷/۴۷

(د) اور ہم روز قیامت کو ترازو نہایت ٹھیک تولنے والے لگا دیں گے اور کسی متنفس پر ادنیٰ ظلم نہ ہو گا اور اگر رائی کے دانے کے برابر بھی وزن (کہیں) ہو گا تو ہم اس کو لے آئیں گے' اور حساب کرنے کے لئے ہم (بالکل) کافی ہیں۔

(۱۲۰) **والذین امنوا وعملوالصالحت وامنوا بما نزل علی محمد وھوالحق من ربھم کفر عنھم سیاتھم واصلح بالھم○ ۴۷/۲**

(۱۲۰) اور جو لوگ ایمان لے آئے اور انہوں نے صالح (مناسب) عمل کئے اور اس پر ایمان لے آئے جو محمدؐ پر اتارا گیا اور وہ ان کے پروردگار کی طرف سے برحق ہے' تو ایسے شخصوں کی بدحالیاں انؐ سے دور ہو جائیں گی اور ان کے دنیاوی حالات درست ہو جائیں گے۔ نیز دیکھو آیہ (۱۰۷)

(۱۲۱) **ان اللہ یدخل الذین امنوا وعملوا الصالحت جنت تجری من تحت ھا الانھر والذین کفرو ایتمتعون ویاکلون کما تاکل الانعام والنار مثوی لھم○ ۴۷/۱۲**

(۱۲۱) بے شک خدا اس (قوم) کو جو ایمان لے آئی اور انہوں نے مناسب اعمال بھی کئے ان باغوں (کی بادشاہت) میں داخل کر دیتا ہے جن کے نیچے دریا بہ رہے ہوں اور جو (قوم) منکر ہو گئی وہ فائدہ اٹھاتے ہیں اور زندگی گذارتے ہیں جیسا کہ مویشی اپنا چارہ کھاتے ہیں اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔

(۱۲۲) **یعباد لاخوف علیکم الیوم ولا انتم تحزنون○ الذین امنوا بایتنا وکانوا مسلمین○ ادخلوالجنته انتم وازواجکم تحبرون ○ یطاف علیھم بصحاف من ذھب واکواب وفیھا ماتشتھیه الانفس وتلذ الاعین وانتم فیھا خلدون○ ۴۳/۶۸-۷۱**

(۱۲۲) اے (وہ) بندو (جو خدا کے ملازم رہے ہو) آج سے تمہیں کوئی خوف نہیں' نہ

حزن۔ یہ وہ لوگ تھے جو (ہماری صحیفہ فطرت کی) آیتوں پر ایمان لے آئے تھے اور ان کو تسلیم کرتے تھے۔ تم اور تمہاری بیبیاں باعزت اس جنت میں داخل ہو جاؤ۔ ان پر سونے کی رکابیوں اور پیالوں کے دور چلیں گے اور جو کچھ نفس چاہیں گے اور آنکھوں کو سرور دے گا ملے گا اور تم اس میں ہمیشہ رہو گے (نفس کا سرور، آنکھوں کی لذت سونے کی رکابیوں وغیرہ سے صاف ظاہر ہے کہ یہ دنیا کا بہشت ہے)۔

(۱۲۳) (الف) **وادخل الذین اٰمنوا وعملوا الصلحٰت جنٰت تجری من تحتها الانهٰر خٰلدین فیها باذن ربهم تحیتهم فیها سلام** ○ ۱۴/ ۲۳

(۱۲۳) (الف) اور ایمان رکھ کر مناسب عمل کرنے والے لوگ باغوں میں داخل کر دیئے گئے جن کے نیچے نہریں چل رہی ہیں۔ خدا کے حکم سے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور اس میں ان کو ہر طرف سے سلام و دعا ہو گی۔

(ب) **خٰلدین فیها مادامت السمٰوٰت والارض** ۱۱/ ۱۰۷

(ب) وہ لوگ اس عذاب میں ہمیشہ رہیں گے جب تک زمین اور آسمان قائم ہیں۔ (گویا یہ بھی دنیاوی واقع ہے۔)

(۱۲۴) **ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثها عبادی الصٰلحون** ○ **ان فی هٰذا لبلٰغا لقوم عٰبدین** ○ **وما ارسلنٰک الا رحمة للعٰلمین** ○ ۲۱/ ۱۰۵۔۱۰۷

(۱۲۴) اور درحقیقت اور بالضرور ہم نے عبرت دلانے کے بعد زبور میں لکھ دیا (یعنی فیصلہ کر دیا) ہے کہ بالتحقیق اس زمین کے وارث میرے صالح بندے (ہی ہوتے ہیں) درحقیقت اس (عظیم الشان اعلان) میں خدا کی ملازمت اختیار کرنے والی قوم کے لئے ایک (بڑا اہم) پیغام ہے اور (اے پیغمبر!) ہم نے نہیں بھیجا تم کو مگر یہ کہ تم (یعنی تمہارا پیغام) تمام کائنات کے لئے باعث رحمت ہے۔

(۱۲۵) (الف) **ولو شئنا لاٰتینا کل نفس هدٰها** ۳۲/ ۱۳

(۱۲۵) (الف) اور اگر ہم مناسب سمجھتے تو ضرور ہر متنفس کو اس کی ہدایت دے دیتے۔

(ب) خلقه فقدره○ ثم السبیل یسره○ ۸۰/۱۹-۲۰

(ب) اس کو پیدا کیا پھر اندازے کے مطابق کیا پھر رستہ آسان کر دیا۔

(ج) انا هدینه السبیل اماشاکرا واما کفورا ○ ۷۶/۳

(ج) ہم نے اس کو (سمیع اور بصیر بنا کر) رستہ دکھلا دیا ہے اب وہ اس کی قدر کرے یا اس نعمت کا کفران کرے۔

(۱۲۶) (الف) بلغ فهل یهلک الا القوم الفسقون ○ ۴۶/۳۵

(۱۲۶) (الف) لوگو یہ بڑا پیغام ہے تو کیا سوائے فاسق قوم کے کوئی ہلاک ہو سکتی ہے۔

(ب) هل یهلک الا القوم الظلمون○ ۶/۴۷

(ب) کیا سوائے ظالم قوم کے کوئی قوم ہلاک ہو سکتی ہے۔

(ج) وما کنا مهلکی القری الاوا هلها ظلمون○ ۲۸/۵۹

(ج) اور ہم بستیوں کو ہلاک ہی نہیں کرتے مگر یہ کہ ان کے لوگ ظالم ہوں۔

(د) فمن امن و اصلح فلاخوف علیهم ولاهم یحزنون○ ۶/۴۸

(د) جو قوم ایمان لے آئی اور اصلاح پا گئی وہ بے خوف و خطر ہے۔

(ه) فمن اتقی و اصلح فلاخوف علیهم ولاهم یحزنون○ ۷/۳۵

(ہ) جو قوم ڈر گئی اور اصلاح پا گئی وہ بے خوف و خطر ہے۔

(۱۲۷) (الف) فکذبوه فاهلکنهم ان فی ذالک لایته وما کان اکثر هم مومنین○ ۲۶/۱۳۹

(۱۲۷) (الف) پھر انہوں نے اس کو جھٹلایا تو ہم نے اس قوم کو ہلاک کر دیا۔ اس میں ایک اشارہ ہے اور ان لوگوں میں اکثر تو ایمان والے تھے ہی نہیں۔

(ب) فاخذهم العذاب ان فی ذالک لایة وما کان اکثر هم مومنین○ ۲۶/۱۵۸

(ب) پھر ان کو عذاب نے پکڑا۔ اس عذاب میں ایک (بڑا) اشارہ ہے اور یہ لوگ اکثر

تو ایمان والے تھے ہی نہیں۔

(ج) **وامطر نا علیھم مطرا فساء مطر المنذرین○ ان فی ذالک لایة وما کان اکثرھم مومنین○** ۲۶/۱۷۳۔۱۷۴

(ج) پھر ہم نے ان پر ایک (عذاب کی) بارش برسائی' تو کیا ہی بری بارش ان پر تھی جن کو ڈرایا گیا تھا۔ اس عذاب میں ایک اشارہ ہے لیکن یہ لوگ اکثر تو ایمان والے تھے ہی نہیں۔

(د) **ثم اغرقنا الاخرین○ ان فی ذالک لایة و ماکان اکثرھم مومنین○** ۲۶/۶۶۔۶۷

(د) پھر ہم نے باقیوں کو غرق کر دیا۔ اس حادثے میں ایک (بڑا) اشارہ ہے اور ان لوگوں میں سے اکثر تو ایمان والے تھے ہی نہیں۔

(ہ) **ثم اغرقنا بعد الباقین○ ان فی ذالک لایة وما کان اکثرھم مومنین○** ۲۶/۱۲۰۔۱۲۱

(ہ) پھر اس کے بعد ہم نے باقیوں کو غرق کر دیا۔ اس عذاب میں ایک (بڑا) اشارہ ہے اور ان میں سے اکثر تو صاحب ایمان تھے ہی نہیں۔

ختم نبوتؐ

میرے نزدیک ختم نبوتؐ پر سچے اور مکمل یقین کے بغیر کوئی مسلمان مسلمان نہیں رہ سکتا۔ میں بارہا اعلان کر چکا ہوں کہ قرآن حکیم کے بعد کسی کتاب، کسی قانون، کسی رسولؑ کسی نبی کی دنیا میں ضرورت نہیں رہی۔ جو نبوت کا دعویٰ کرے بے غل و غش جھوٹا ہے۔ رسولؐ خدا کے بعد کسی نبوت کے متعلق بحث کرنا نبوت کی توہین ہے۔

(**علامہ مشرقی**ؒ)

۲۔ علم، حکم اور نبوۃ کے مدارج

بنی نوع انسان پر منشائے خدا اس طرح پر واضح کرنے کے بعد قرآن حکیم اس امر کے درپے ہے کہ یہ زمین انسان کے سمع و بصر اور ذہن کے استعمال سے انتہائی ترقیات کا مصدر بن جائے' انسان کو یہ ترغیب دے کر کہا کہ اس کا اس زمین کے طول و عرض کو صحیفہ فطرت کی بے پناہ اور بیکراں طاقتوں سے مزین کر دینا ہی اس کا حسن عمل ہے۔ (۱۲۸)' اس کی توجہ اس طرف منعطف عمداً" کی کہ نہ صرف زمین بلکہ آسمان کے ستاروں میں بھی جو کچھ ہے وہ سب کا سب اس کے اس حسن عمل کا انعام ہے: (۱۲۹) اور وہ گویا اس ترکیب سے تمام کائنات کے گوشے گوشے پر حاوی ہونے کی سعی کرے۔ اسی نقطہ نظر سے قرآن نے اعلان کر دیا کہ اس دنیا میں عمل کی جزائیں اس قدر آنکھوں کو ٹھنڈک دینے والی ہیں کہ انسان ان کو اپنے تصور میں بھی نہیں لا سکتا: (۱۳۰)۔ بیگماں طور پر واضح کر دیا کہ سب سے زیادہ گھاٹے میں رہنے والی قومیں (**الا خسرین اعمالا**) وہی ہیں جن کا سعی و عمل اس دنیا میں بے نتیجہ رہا اور وہ لذات دنیوی میں پڑ کر قانون خدا سے غافل ہو گئیں: (۱۳۱)۔ قرآن نے ہلاکت اقوام کے ہر نئے عنوان میں بار بار صحیفہ فطرت کے ہر مشاہدے کے اندر خدا کی صدہا "آیات" کے ملنے کی ترغیب دے کر: ((۳۴) تا (۶۹) تا (۷۵)) اس امر کا احساس دلایا کہ جو لوگ ان آیات خدا کے منکر ہیں وہ خدا کے منکر اور کافر ہیں: ((۱۳۲) (الف))' وہ **مفسد فی الارض** (زمین میں فساد مچانے والے) اور اشد فاجر ہیں: ((۱۳۲)۔ ب)' وہ ماسوا کے پرستار ہیں' ان کو لذات دنیوی نے غافل کر رکھا ہے: (۱۳۱)' وہ **تتجا فی جنوبهم عن المضاجع** کی اس محنت سے جو آیات خدا کے خوف و طمع سے تلاش کرنے میں صرف ہوتی ہے گریز کرتے ہیں: (۱۳۰) اور حیات دنیا میں مستغرق ہیں' ان کو خدا سے ملاقات کرنے کی کوئی دھن نہیں: (۱۳۱)' وہ خدا کی آیات کو مخول سمجھتے ہیں' اس کے بھیجے ہوئے رسولوں کو جو ان کی توجہ ان آیات کی طرف دلاتے ہیں مخول

سمجھتے ہیں: (۱۳۱)۔ یہ آیات اور یہ کلمات رب اس قدر لا متناہی ہیں کہ اگر سمندروں کے پانی سیاہی بن جائیں تو یہ پانی ختم ہو جائیں گے لیکن خدا کے کلمات کبھی ختم نہ ہوں گے: (۱۳۱)۔ گویا یہ صحیفہ فطرت ایک بیکراں جولانگہ سعی و تلاش ہے جس کے انعامات قطعاً" ختم ہونے والے نہیں اور انسان کو چاہئے کہ اس کی تفتیش و تجسس میں لگا رہے: (۱۳۱)۔ خدا سے ملاقات کرنے کی شرط عمل صالح ہے: (۱۳۱) اور یہ صلاح عمل یا حسن عمل: (۱۲۸) انہی لوگوں کے لئے مخصوص ہے جو اس کارخانہ زمین و آسمان کو باطل نہیں سمجھتے: (۱۳۲) (ا' ب) جو اٹھتے بیٹھتے بلکہ لیٹے لیٹے بھی اس دھن میں ہیں کہ آسمانوں اور زمین کی مخلوق کے اسرار دریافت کریں: ((۱۳۲)۔ج) یہی وہ لوگ ہیں جو گھاٹے میں نہیں رہیں گے: (۱۳۲)۔ب)' اور **الاخسرین اعمالا** کے مصداق نہ ہوں گے!

ان امور سے صرف نظر کر کے قرآن حکیم نے خاص الخاص طور پر انبیاء کے اعمال کو جو صحیفہ فطرت کی تفتیش و تلاش سے متعلق تھے' یادگار لفظوں میں سراہا۔ سورہ ص۔ ۳۸ میں حضرت داؤدؑ کو اپنا بندہ (عبد) اور **اواب** (یعنی خدا کی طرف بڑا رجوع کرنے والا) کہہ کر **ذالاید** (یعنی ہاتھوں والا) کا عظیم الشان خطاب دیا: (۱۳۳)۔ کہا کہ اس کے دست قدرت میں پہاڑ تھے' پرندے تھے: (۱۳۳)' اس کی سلطنت اسی علم کے زور سے مضبوط ہو گئی تھی: (۱۳۳)' اس کو خدا کی طرف سے حکمت ارزانی تھی: (۱۳۳)' اس کو خدا سے تقرب حاصل ہے: (۱۳۴)۔۳) حضرت ابراہیمؑ حضرت اسحٰقؑ اور حضرت یعقوبؑ تینوں کو **اولی الایدی والابصار** (ہاتھوں اور آنکھوں والے) (۱۳۵)' بلکہ پسند کئے ہوئے بہترین لوگوں میں سے (**من المصطفین الاخیار**○) (۱۳۵) کہا' حضرات اسمٰعیلؑ' الیسعؑ اور ذوالکفلؑ کو بھی اسی موخرالذکر خطاب سے نوازا: (۱۳۶)۔ ا' حضرت سلیمانؑ کے متعلق شاندار الفاظ میں فخراً" کہا کہ اس نے ہوا کو مسخر کیا ہوا تھا جو اس کے حکم سے چلا کرتی تھی' بڑے بڑے گرانڈیل صناع اس کے دست قدرت میں تھے: (۱۳۷)' اس کو خدا کی قربت حاصل ہے: ((۱۳۴)۔۳)۔ کہا کہ سلیمانؑ

کی تمام علمی ترقیوں کا جو انہوں نے اس زمین پر کیں، ہم پورا علم رکھتے تھے: (۱۳۷) حضرت داؤدؑ کے متعلق (جنگی) لباسوں کے تیار کرنے کی صنعت کے سلسلے میں فخریہ کہا کہ کیا تم ان صنعتوں کی قدر نہ کرو گے: (۱۳۸) وغیرہ وغیرہ۔ الغرض جو کچھ زمین کی ترقی کے ان ابتدائی زمانوں میں انسان سے ہو سکا تھا اس کو قرآن حکیم نے ان یادگار الفاظ میں سراہا کہ ہر صاحب نظر اس قدردانی پر دنگ ہے۔ قرآن انبیاء کی صحیفہ فطرت کی قدردانی کو فضل خدا کے نام سے پکار کر: (۱۳۹) حضرت داؤدؑ کی فضیلت اس میں دیکھتا ہے کہ پہاڑ اور پرندے اس کے ہاتھ میں مسخر تھے اور لوہے کی صنعت کو اس نے اس قدر فروغ دیا تھا کہ وہ گویا اس کے ہاتھ میں موم کی طرح نرم ہو گیا تھا: ((۱۳۹)۔۱) قرآن حکیم نے اس سے بھی آگے بڑھ کر ان تمام اعمال کو اعمال صالحہ کہا! دیکھو (۱۳۹)۔۱) انہی اقسام کی صنعتوں کو حضرت سلیمانؑ سے منسوب کیا اور آل داؤد کو خطاب کر کے واضح الفاظ میں پکارا کہ صحیفہ فطرت کی صحیح قدردانی یہی ہے کہ انہی خطوط پر عمل کرتے جاؤ: ((۱۳۹)۔۱) ساتھ ہی کہا کہ خدا کے بندوں میں سے بہت کم ہیں جو صحیفہ فطرت کے صحیح قدردان ہیں: ((۱۳۹)۔۲) وغیرہ وغیرہ۔

زمین کی علمی ترقی کے ان ابتدائی مراحل میں بھی قرآن حکیم نے بار بار مختلف اقوام کی سیاسی اور تمدنی طاقت کا ذکر کیا۔ ملکہ سبا کے کارناموں تک کا ذکر قرآن میں کر کے مختلف عنوانوں سے دنیاوی ترقی کو مرحبا کہا: (۱۴۰)، اقوام فرعون، ابراہیمؑ، نوحؑ، عاد، ثمود، لوطؑ اور اصحاب الایکہ کے کارناموں اور نافرمانیوں کا ذکر کر کے تنبیہہ کی کہ یہ قومیں اس لئے خدا کے غیظ و غضب کا شکار ہوئیں کہ بالآخر ان میں ایمان کی قوتیں مسلوب ہو گئی تھیں: (سورہ شعرا ۲۶)، اور جب تک کسی قوم کی اکثریت میں ایمان کے لازمات باقی نہ رہیں وہ قوم دوام اور خلود حاصل نہیں کر سکتی۔ نہیں بلکہ صاف اور واشگاف الفاظ میں اسی سورہ شعرا کے شروع میں اسی صحیفہ فطرت کی طرف غور و خوض کو لازمہ ایمان قرار دے کر جتلا دیا کہ یہی غور و خوض انسان کے لئے ایک آیت الٰہی ہے اور اکثر لوگ اسی لئے صاحب ایمان نہیں!: (۱۴۱)۔ امارت اقوام کے بارے میں

طالوت کا حوالہ دے کر یہ کلیہ قائم کیا کہ کسی قوم کے امیر کے لئے لازم ہے کہ وہ علمی اور جسمانی قوتوں کے لحاظ سے افضل ہو اور قوم کو قوت کے اعلیٰ ترین مدارج پر پہنچانے کے قابل ہو: (۱۴۲)۔ نری دولت کا ہونا اہلیت نہیں: (۱۴۲)۔

اسی سلسلے میں بنی نوع انسان کے سامنے مستقل نصب العین رکھنے کے لئے قرآن حکیم نے حکم (یعنی حکومت) کو علم بلکہ **نبوۃ** کے ساتھ پیوست کیا۔ حضرت سلیمانؑ کے بارے میں **اتینا حکما و علما:** (۱۳۸)' حضرت لوطؑ کے بارے میں بھی یہی **اتینه حکما** اور **علما** کے الفاظ: (۱۴۳)' حضرت یوسفؑ کے بارے میں **اتینه حکما و علما و کذالک نجزی المحسنین○:** (۱۴۴) کے الفاظ کہہ کر واضح طور پر اعلان کر دیا کہ حکومت کی پیوستگی علم فطرت سے ہے اور یہی صاحب القرآن تعالیٰ کا سلام بھیج کر پھر وہی **کذالک نجزی المحسنین○** کے الفاظ دہرائے۔ نہیں' انبیاء علیہم السلام اور ان کی ہم عصر امتوں کی ہلاکت کی داستانیں سنانے کے بعد تنبیہہ کی کہ اب ان کے بعد تمہیں حکومت اس لئے دی گئی ہے کہ ہم دیکھیں کہ تم کیا عمل کرتے ہو: (۱۴۵)' صاف الفاظ میں قرآن حکیم میں سلامتی امم کے مشکل اور محنت طلب لائحہ عمل کو واضح کر کے اور اس لائحہ عمل کی تکمیل کے بعد لقائے رب (یعنی خدا سے دو بدو ملاقات) کو انسان کا آخری مقصد جتلا کر اشارہ کیا کہ جو قومیں کاہل ہیں اور لقائے رب کے ولولے کو قائم نہیں رکھ سکتیں وہ تو اس قرآن سے بیزار ہو کر فرمائش کرتی ہیں کہ اس قرآن کو بدل دو اور اس کی جگہ کوئی اور آسان دستور العمل لا کر دو: (۱۴۵)۔ پھر کہا کہ اس قرآن کا دستور العمل کچھ ایسا نہیں کہ اس کو انسان اپنے پاس سے گھڑ کر پیش کر دے بلکہ اس کا ایک ایک لفظ اس شے کی تصدیق کر رہا ہے جو اس کے سامنے اس زمین پر عملاً ہو رہی ہے اور جو دراصل صحیفہ فطرت کی تصدیق ہے اور یہ تو درحقیقت اس کتاب فطرت کی تفصیل ہی ہے جو جہانوں کے پروردگار اور رب العالمین کے ہاں سے تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے: (۱۴۶)۔ الغرض اگر غور سے دیکھا جائے تو قران کے طول و عرض میں **علم' حکم اور نبوۃ**

کی پیوستگی قوموں کے لئے ایک فطری پیوستگی ہے جس میں انسان کی آئندہ دائمی ترقی کا راز مضمر ہے۔ یہاں پر جن آیات قرآنی کا اشارہ اس عنوان کے تحت میں کیا گیا ہے سلسلہ وار دی جاتی ہیں تاکہ ہر صاحب نظر ان دعاوی کی جو کئے گئے ہیں تصدیق کر سکے:

(۱۲۸) ان جعلنا ما علی الارض زینة لها لنبلوهم ایهم احسن عملاO وانا لجاعلون ما علیها صعید اجرزاO: ۱۸/۷-۸

(۱۲۸) بے شک ہم نے جو کچھ زمین پر ہے اس کے لئے زیور بنا دیا ہے تاکہ ہم انسانوں کو آزمائیں کہ ان میں سے کون حسن عمل (کر کے اس زمین کو آراستگی سے مالا مال کر دینے) والا ہے اور ہم بے شک جو کچھ اس زمین پر اونچا ہے نیچے کرنے والے ہیں (یعنی انسان کی تفتیش و تلاش کے باعث اس کی ایک ایک شے تہ و بالا ہو کر رہے گی)۔

(۱۲۹) وللّٰه ما فی السموت وما فی الارض لیجزی الذین اساٰء وابما عملوا ویجزی الذین احسنوا بالحسنیO: ۵۳/۳۱

(۱۲۹) اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے خدا کا ہے تاکہ وہ (انہی چیزوں کے ذریعے سے) ان لوگوں کو جنھوں نے برا کیا (اور غافل رہے) ان کے برے عمل کی جزا دے اور انہی چیزوں کو انعام بنا کر ان لوگوں کو جنھوں نے عمدہ عمل کئے بطور جزا کے دے۔

(۱۳۰) انما یومن بایتنا الذین اذا ذکروا بها خرواسجدا و سبحوابحمد ربهم وهم لا یستکبرونO تتجا فی جنوبهم عن المضاجع یدعون ربهم خوفا و طمعا و مما رزقنهم ینفقونO فلا تعلم نفس ما اخفی لهم من قرة اعین جزاء بما کانوا یعملونO: ۳۲/۱۵-۱۷

(۱۳۰) ہماری آیات (یعنی صحیفہ فطرت سے اخذ ہوئے ہوئے احکام یا وحی کے احکام) پر

صرف وہی لوگ ایمان لاتے ہیں جن کے سامنے جب یہ آیات منکشف ہو جاتی ہیں تو لڑ کھڑا کر (اور عالم تحیر میں) سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور اپنے پروردگار کی تعریف میں (ان کے دلوں سے) حمد کے نعرے اٹھتے ہیں اور وہ (ان آیات کو ناقابل توجہ یا بے نتیجہ سمجھ کر) اکڑتے نہیں۔ وہ (تلاش آیات میں اس قدر محو ہوتے ہیں کہ ان کے پہلو بستروں سے نا آشنا ہوتے ہیں)' وہ اپنے پروردگار کو سزا کے خوف سے یا (صحیفہ فطرت سے فائدے حاصل کرنے کی) طمع سے (اس کی فطرت کو تلاش کرتے کرتے ملاقات کی) دعوت دیتے رہتے ہیں اور جو انعامات ان کو صحیفہ فطرت کی تلاش سے حاصل ہوتے رہتے ہیں ان میں سے (بہت کچھ بہبودی خلق پر) صرف کرتے رہتے ہیں۔ تو (لوگو!) کوئی متنفس نہیں جانتا کہ (خالق زمین و آسمان کی اس عظیم الشان فطرت کی تلاش میں) کیا آنکھوں کو ٹھنڈک دینے والے انعام ان کے واسطے ان کے عمدہ عمل کی پاداش میں چھپائے گئے ہیں۔

(۱۳۱) قل هل ننبئكم بالاخسرين اعمالا○ الذين ضل سعيهم فى الحيوة الدنيا وهم يحسبون انهم يحسنون صنعا○ اولئك الذين كفروا بايات ربهم ولقائه فحبطت اعمالهم فلا نقيم لهم يوم القيامة وزنا○ ذالك جزائهم جهنم بما كفروا واتخذوا ايتى ورسلى هزوا○ ان الذين امنوا وعملوالصالحات كانت لهم جنت الفردوس نزلا○ خالدين فيها لا يبغون عنها حولا○ قل لو كان البحر مدادالكلمت ربى لنفدالبحر قبل ان تنفد كلمت ربى ولو جئنا بمثله مددا○ قل انما انا بشر مثلكم يوحى الى انما الهكم اله واحد فمن كان يرجوالقاء ربه فليعمل عملا صالحا ولا يشرك بعبادة ربه احدا○: ۱۸/۱۰۳۔۱۱۰

(۱۳۱) اے پیغمبر! (ان کو) کہہ دو کہ کیا ہم تمہیں بتلائیں کہ از روئے عمل سب سے گھاٹا کھانے والے لوگ کون ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی کوشش اس دنیا کی زندگی میں

ناکامیاب رہی اور وہ یہی سمجھتے رہے کہ وہ عمدہ کام کر رہے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے خدا کی (صحیفہ فطرت سے یا وحی سے بھیجی ہوئی) آیات (کے نفع مند ہونے) کا عملاً انکار کیا اور (اس طرح پر) خدا سے بالآخر دو بدو ملاقات (کرنے کے واقع) سے بھی انکار کیا (اور اسی وجہ سے ان کی کوشش بھی غفلت یا بد دلی کی وجہ سے ناکام ہوئی) (تو ان کے (رہے سہے) عمل (بھی) سب ضائع ہو گئے اور اسی وجہ سے روز حساب کو ہم ان کو کوئی اہمیت نہ دیں گے۔ (اس دن ہم کہیں گے کہ) یہ لو تمہاری جزا جہنم ہے اس لئے کہ انہوں نے کفر کیا تھا اور ہماری (صحیفہ فطرت کی) آیات اور بھیجے ہوئے پیغامبروں کو مخول سمجھا تھا۔ بے شک وہ لوگ جو (صحیفہ فطرت اور وحی پر) ایمان لے آئے اور انہوں نے مناسب عمل کئے تو ان کے لئے بہشت نما باغات (یعنی بادشاہت کی تمام شان و شوکت) بطور مہمانی کے نازل ہو گی۔ وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور ان سے روگردانی نہ ہو گی۔ اے پیغمبر! کہہ دے کہ اگر میرے پروردگار کے کلمات کو لکھنے کے لئے (یعنی صحیفہ فطرت میں سے جو جو کچھ آگے چل کر اخذ ہو کر باعث زینت دنیا بننا ہے یا کتاب وحی کے علم کو پا کر انسان نے جس بام ترقی پر چڑھنا ہے اس کے لئے) سمندر سیاہی بن جائیں تو سمندر ختم ہو جائے گا پیشتر اس کے کہ کلمات رب ختم ہو جائیں۔ گو کہ ایک سمندر اور بھی اسی طرح مدد کو آئے۔ اے پیغمبر! بتلا دو کہ میں تو صرف تمہاری طرح کا ایک انسان ہوں (فرق صرف یہ ہے کہ مجھ پر) وحی یہ کی گئی ہے کہ تمہارا پروردگار صرف ایک ہے) تو جو کوئی ملاقات رب کا خواہاں ہے تو اس کو چاہئے کہ (انتہائی درجہ کے) مناسب اعمال کرے اور اللہ کے قانون کی تابعداری میں کسی دوسرے شخص کو شریک نہ کرے۔

(۱۳۲) (الف) وما خلقنا السماء والارض وما بینهما باطلا ذالک ظن الذین کفروا فویل للذین کفروا من النار○ ام نجعل الذین امنوا وعملوالصالحات کالمفسدین فی الارض ام نجعل المتقین کالفجار○ کتب انزلنه الیک مبرک لیدبروا

ایتہ و لیتذکر اولوالالباب○ ۳۸/۲۷-۲۹

(۱۳۲) (الف) اور ہم نے اس آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے باطل، جھوٹ اور بے حقیقت (یعنی بے معنی اور بے مطلب) نہیں بنایا۔ (ان کے بنانے کا ایک مستقل مقصد ہمارے ذہن میں ہے)۔ یہ ان لوگوں کا گمان ہے جو کافر ہیں (اور اس تمام کارخانہ قدرت کو لاشے سمجھ کر غافل ہیں یا لذات دنیوی میں ڈوبے ہوئے ہیں)۔ تو (جہنم کی) آگ کے متعلق (جو ان کو) آگے چل کر ملنے والی ہے) ان کافروں پر کیا ہی افسوس ہے۔ تو کیا ہم ایمان لانے والے اور مستعد ہو کر برجستہ عمل کرنے والوں کو ان لوگوں کے برابر کر دیں جو اس زمین میں (غافل اور بے عمل ہو کر یا بد عمل ہو کر) فساد مچانے والے ہیں اور کیا ہم قانون خدا سے ڈرنے والوں کو لچوں لفنگوں کے برابر کر دیں (جو اس زمین کو بدکاری کی تماشہ گاہ سمجھے ہوئے ہیں۔ (یاد رکھو) یہ قرآن ایک کتاب ہے جو ہم نے تجھ پر برکت دینے والی بنا کر اتارا تاکہ تم اس کی آیات پر انتہائی غور و خوض کرو اور تاکہ عقلمند لوگ اس سے سبق حاصل کر سکیں۔

(ب) والذین امنوا بالباطل وکفروا باللہ اولئک ہم الخسرون ○: ۲۹/۵۲

(ب) اور وہ لوگ جو "باطل" پر ایمان لے آئے اور انہوں نے اللہ سے کفر کیا تو یہی ہیں جو گھاٹے میں رہیں گے۔ (مقابلہ کرو اس آیت کے لفظ **خسرون** کا آیت: (۱۳۱) کے **الاخسرین** سے، اور اس آیت کے **باطل** کا آیہ: (۱۳۲) (الف۔ کے باطل سے)

(ج) ان فی خلق السموت والارض واختلاف الیل والنہار لایت لاولی الالباب○ الذین یذکرون اللہ قیاما و قعودا وعلٰی جنوبہم ویتفکرون فی خلق السموات والارض ربنا ما خلقت ہذا باطلا سبحنک فقنا عذاب النار○ ربنا انک من تدخل النار فقد اخزیتہ و ماللظالمین من انصار○: ۳/۱۹۰-۱۹۲

(ج) آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں رات اور دن کے اختلاف میں علم و دانش والے

لوگوں کے لئے ضرور بالضرور کئی اشارے (آیات) ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو اٹھتے بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر لیٹے لیٹے خدا کا مطالعہ کرتے رہتے ہیں (اور بالآخر جب روئے زمین کی کسی مخلوق کی تلاش و تفتیش کے کسی مرحلے پر پہنچ جاتے ہیں تو حیرت سے پکار اٹھتے ہیں کہ) اے ہمارے پروردگار تو نے ہرگز اس کارخانے کو باطل اور جھوٹ نہیں بنایا۔ (اس کا ضرور کوئی مدعا ہے)۔ تو (بے شک) پاک اور اعلیٰ ہستی ہے۔ تو ہم کو آگ کے اس عذاب سے (جو تو نے غافلوں کے لئے تیار کر رکھی ہے (دیکھو آیہ ۲۶ (الف) صفحہ ۸۵)) بچا۔ اے ہمارے پروردگار بے شک جن کو تو جہنم میں پھینکے گا وہ تو ضرور ذلیل ہوا اور ظلم کار لوگوں کا تو کوئی مددگار ہی نہیں۔

(۱۳۳) واذکر عبدنا داؤد ذالاید انه اواب○ انا سخرنا الجبال معه یسبحن بالعشی والاشراق والطیر محشوره کل له اواب○ وشددنا ملکه واتینه الحکمة وفصل الخطاب○ ۳۸/۱۷-۲۰

(۱۳۳) اور (اے محمدؐ! اپنے آدمیوں کو) ہمارے بندے داؤدؑ کا جو "ہاتھوں والا" (یعنی بڑا صاحب دست و قدرت) تھا' قصہ سناؤ۔ بے شک وہ بڑا ہی خدا (کی کائنات) کی طرف رجوع کرنے والا تھا۔ (اس کی اس جستجو فطرت کا جو اس نے اپنے عہد میں کی یا کروائی یہ نتیجہ ہوا کہ) ہم نے پہاڑوں کو (اس کے فائدے کے لئے) مسخر کر دیا جو اس کے ساتھ ساتھ (خدا کی) تسبیح میں صبح و شام مصروف رہتے تھے اور پرندوں کو مسخر کر دیا جو سب کے سب (اس کے علم فطرت کے باعث) اس کی طرف رجوع کرتے تھے اور (اسی علم فطرت کے کمال کے باعث اور ان ترقیوں کے باعث جو اس نے اپنے عہد میں کیں) ہم نے اس کی سلطنت کو مضبوط کر دیا اور ہم نے اس کو (اسی علم کے باعث اس دنیا میں ترقی کرنے کی) حکمت عطا کی اور (اپنی رعیت کو) معلومات کے متعلق فیصلہ کن اطلاعات بذریعہ خطاب دینے کی اہلیت بھی دی۔

(۱۳۴) ا ووھبنا لداؤد سلیمان نعم العبد انه اواب○: ۳۸/۳۰

(۱۳۴) ا۔ اور داؤدؑ کو ہم نے سلیمان (جیسا باہوش شخص) عطا کیا (جس نے اس کی

سلطنت اور مضبوط کر دی) وہ بڑا ہی عمدہ (خدا کے قانون پر چلنے والا) بندہ تھا اور بے شک وہ بار بار خدا کے قانون کی طرف رجوع کرنے والا تھا۔

۲۔ ولقد فتنا سلیمن والقینا علی کرسیہ جسدا ثم اناب○ قال رب اغفرلی وھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی انک انت الوھاب○: ۳۸/۳۴۔۳۵

۲۔ اور بے شک ہم نے سلیمانؑ کی آزمائش کی اور اس کے تخت حکومت پر (اس آزمائش کے سلسلے میں ایک بے جان جسم (یعنی ایک لاینحل مشکل میں ڈال دیا (جو اس کی حکومت کو خطرے میں ڈالتی تھی)۔ پھر سلیمانؑ نے (اس مشکل کے پیش نظر جب وہ اس کو حل کر چکا خدا سے) التجا کی کہ اے میرے پروردگار میری کوتاہیوں پر پردہ ڈال اور مجھے ایسی (مضبوط) سلطنت عطا کر جو میرے بعد کسی کے شایان شاں نہ ہو (کیونکہ) بے شک تو ہی بڑا عطا کرنے والا ہے (جو لوگوں کو مشکلات حل کرنے کی ہوش دیتا ہے)۔

۳۔ فسخرنا لہ الریح تجری بامرہ رخاء حیث اصاب○ والشیطین کل بناء وغواص○ واخرین مقرنین فی الاصفاد○ ھذا عطاؤنا فامنن او امسک بغیر حساب○ وان لہ عندنا لزلفی وحسن ماب○: ۳۸/۳۶۔۴۰

۳۔ پھر ہم نے اس کے (یعنی حضرت سلیمانؑ کے) لئے ہوا کو مسخر کیا جو اس کے حکم سے جہاں وہ پہنچاتا تھا نرم نرم چلتی تھی اور دیو صورت مزدور جو سب کے سب بڑے کاریگر معمار اور ڈبکیاں لگانے والے تھے اور دوسرے اور جو زنجیروں میں جکڑے رہتے تھے۔ یہ ہماری بخشش (سلیمان پر) تھی۔ تو اب (صحیفہ فطرت کی تلاش کا) یہ (علم جو تمہارے پاس ہے)، ہماری بخشش (تم پر) ہے اس علم کو دوسروں پر احسان کریا اپنے پاس جس قدر چاہے رکھ۔ اور بے شک سلیمانؑ کو ہمارے ہاں بڑا تقرب حاصل ہے اور اس کی بازگشت عمدہ ہے۔ (معلوم ہوتا ہے کہ یہ آزمائش وہی آیہ **زینۃ** (۱۲۸) والا

ابتلا تھا)

۴۔ **وظن داؤد انما فتنہ فاستغفر ربہ و خرارا کعا واناب○ فغفرنا لہ ذالک وان لہ عندنا لزلفی وحسن ماب○ یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض فاحکم بین الناس بالحق ولا تتبع الھوی فیضلک عن سبیل اللہ ط ان الذین یضلون عن سبیل اللہ لھم عذاب شدید بما نسوا یوم الحساب○ وما خلقنا السماء والارض وما بین ھما باطلا ط ذالک ظن الذین کفروا فویل للذین کفروا من النار○ ۳۸/۲۴-۲۷**

۴۔ اور داؤد نے گمان کیا کہ ہم نے اس کو آزمائش میں ڈالا تو اس نے اپنے رب سے اپنی واماندگیوں پر پردہ پوشی کی دعا کی اور لڑکھڑا کر جھک گیا (معلوم ہوتا ہے کہ یہ آزمائش تھی) اور (اپنی آنے والی ممکن انسانی غلطیوں کے باعث) خدا کی طرف رجوع ہوا۔ پھر ہم نے بھی (اس کو ہر ممکن غلطی سے بچا کر) اس کی پردہ پوشی کی اور بے شک داؤدؑ کو ہمارے ہاں بڑا تقرب کا درجہ حاصل ہے اور اس کا ہماری طرف لوٹ کر آنا بھی عمدہ طریقے سے ہو گا۔ (بالآخر ہم نے داؤد کو یہ بھی جتلا دیا کہ) اے داؤد ہم نے بے شک تم کو اس زمین پر بطور اپنے قائم مقام کے بنایا ہے تو (خدا کی قائم مقامی کا تقاضا یہ ہے کہ) تو اپنی رعیت کے مابین حق و عدل سے حکومت کرے اور خواہشات نفسانی کی پیروی نہ کرنا کہ کہیں یہ پیروی تمہیں خدا کے رستے سے نہ بھٹکا دے کیونکہ جو لوگ خدا کی راہ سے بھٹک جاتے ہیں' ان کو اس لئے شدید عذاب ہے کہ وہ یوم حساب کو بھول جاتے ہیں اور (یاد رکھو کہ) ہم نے اس آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے جھوٹ اور بے حقیقت پیدا نہیں کیا (کہ تم میرے بنائے ہوئے صحیفہ فطرت کی تلاش کر کے اپنی راہ نجات اس زمین پر نہ ڈھونڈو اور دنیاوی ترقی کے فلک الافلاک تک نہ پہنچو)۔ یہ ان لوگوں کا گمان ہے جو کافر ہیں۔ تو کافروں کا جہنم کے بارے میں (جو ان کو غفلت کی پاداش میں ملے گا) کیا ہی افسوس ناک (انجام) ہے۔

(۱۳۵) واذكر عبادنا ابراهيم واسحٰق ويعقوب اولى الايدى والابصار ○ انا اخلصناهم بخالصته ذكرى الدار ○ وان هم عندنا لمن المصطفين الاخيار ○ ۳۸/۴۵-۴۷

(۱۳۵) اور (اے محمدؐ اپنی امت سے) ہمارے بندوں ابراہیمؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ کا ذکر کرو جو بڑے "ہاتھوں والے" اور بڑے "آنکھوں والے" تھے (اور انہوں نے اپنے عہد میں وہ طاقت ور کام اور صحیفہ فطرت کی تلاش کے متعلق وہ کامل بصیرت دکھلائی کہ ایک دنیا ان کے علم کے باعث صحیح راہ پر لگ گئی) ہم نے فی الحقیقت ان کو اسی (دنیا کے) گھر (یعنی صحیفہ فطرت) سے نصیحت اور درس (لیکر اس کو مخلوق خدا کی مدنی ترقی اور دنیاوی جلال حاصل کرنے) کے لئے خاص طور پر منتخب کر لیا تھا اور درحقیقت وہ ہمارے ہاں عمدہ عمل کرنے والے بندوں میں سے دو چنے ہوئے شخص تھے۔

(۱۳۶) (ا) واذ كر اسماعيل واليسع وذاالكفل وكل من الاخيار ○ هذا ذكرٌ وان للمتقين لحسن ماب ○ ۳۸/۴۸-۴۹

(۱۳۶) ا۔ اور (اے پیغمبرؐ اپنی امت سے) اسمٰعیلؑ اور الیسعؑ اور ذوالکفل کا قصہ بیان کرو کہ یہ سب لوگ عمدہ عمل کرنے والے تھے۔ یہ قرآن تو ایک نصیحت ہے اور (خدا کے قانون سے) ڈرنے والوں کے لئے ضرور عمدہ بازگشت ہے۔

(۲) واسماعيل وادريس وذاالكفل كل من الصابرين وادخلنهم فى رحمتنا انهم من الصالحين ○ ۲۱/۸۵-۸۶

(۲) اور اسماعیلؑ اور ادریسؑ اور ذوالکفلؑ سب کے سب (نہایت استقلال والے بندوں میں سے تھے (کیونکہ صحیفہ فطرت سے آیات الٰہی تلاش کرنے کی دھن میں تمام عمر لگے رہے)۔ اور ہم نے ان کو (اس کا بے تحاشا انعام دے دیکر) اپنی رحمت میں داخل کر لیا تھا اور بے شک وہ صالح العمل بندوں میں سے تھے۔

(۱۳۷) ولسليمن الريح عاصفته تجرى بامره الى الارض التى بركنا فيها و كنا بكل شىء علمين ○ ومن الشيطين من

يغوصون له ويعملون عملًا دون ذالك وكنا لهم حفظين ○

۸۲-۸۱/۲۱

(۱۳۷) اور سلیمانؑ کو (ممتاز کرنے والی شے) تند ہوا تھی جو اس کے حکم سے اس سر زمین میں چلتی تھی جس کو ہم نے (صحیفہ) فطرت سے اخذ کی ہوئی ترقیوں کے باعث مال و دولت کی) برکت دے دی تھی اور ہم (اس بارے میں پوری حقیقت) کا علم رکھتے تھے (کہ سلیمانؑ کو کیونکر یہ طاقت حاصل ہوئی) اور پھر ان دیو صورت مزدوروں کے متعلق جو اس کے لئے ڈبکیاں لگاتے (اور صحیفہ فطرت سے قوت اور ترقی کا مواد حاصل کرتے تھے) اور اس کے سوا دوسرا عمل کرتے تھے (یہ بھی سلیمان کے نمایاں کار ناموں میں داخل ہیں) اور ہم خود ان لوگوں کی نگہبانی کرتے تھے (تاکہ سلیمان کی سلطنت مضبوط ترین ہو جائے)۔

(۱۳۸) وداؤد و سليمان اذ يحكمن فى الحرث اذ نفشت فيه غنم القوم وكنا لحكم هم شهدين ○ ففهمنها سليمن وكلًا اتينا حكمًا و علمًا و سخرنا مع داؤد الجبال يسبحن و الطير وكنا فاعلين ○ وعلمنه صنعته لبوس لكم لتحصنكم من باسكم فهل انتم شاكرون ○ ۸۰-۷۸/۲۱

(۱۳۸) اور داؤدؑ اور سلیمانؑ (کا قصہ یاد دلاؤ) جب کہ وہ کسی کھیتی کے بارے میں جب کہ اس کو کسی گروہ کی بکریاں چر گئیں' فیصلہ کر رہے تھے اور ہم خود اس امر کے گواہ تھے (کہ جو فیصلہ انہوں نے کیا وہ عدل و انصاف پر مبنی تھا)۔ کسی سلطنت کے اندر یہی عدل و انصاف اس کی استحکام کا باعث ہوتا ہے اور یہی وہ شے ہے جس کے ہم انسان سے متوقع ہیں)۔ تو اس (سیاست) کے متعلق ہم نے سلیمانؑ کو (کافی طور پر) سمجھا دیا تھا اور ان سب کو ہم نے حکومت اور (حکومت کو مضبوط کرنے کا) علم عطا کر دیا تھا اور داؤدؑ کے ساتھ ہو کر ہم نے پہاڑوں کو مسخر کیا تھا جو خدا کی حمد کا ترانہ گاتے تھے اور پرندوں کو مسخر کیا گیا (گویا یہ سب ترقیاں قانون فطرت کی متابعت کے ماتحت

ہوئیں اور ان میں کچھ خرق عادت کے طور پر نہ تھا) اور ہم ایسے باصبر اور با استقلال بندوں کے لئے یہ بات (ضرور) کرنے والے تھے۔ اور ہم نے سلیمان کو (جنگی) لباس کا بنانا سکھلایا تا کہ تم کو لڑائی کے ضرر سے بچائے تو کیا تم اس علم کی قدر نہیں کرتے۔

(۱۳۹) ولقد اتینا داؤد منا فضلاً یجبال اوبی معه والطیر والنا له الحدید ○ ان اعمل سبغت و قدر فی السرد واعملوا صالحًا انی بما تعملون بصیر ○ ولسلیمن الریح غدوها شهر ورواحها شهر واسلنا له عین القطر ومن الجن من یعمل بین یدیه باذن ربه ومن یزغ منهم عن امرنا نذقه من عذاب السعیر ○ یعملون له ما یشاء من محاریب وتماثیل و جفان کالجواب قدور رسیٰت اعملوا ال داؤد شکرا وقلیل من عبادی الشکور ○ ۳۴/۱۰۔۱۳

(۱۳۹) اور ہم نے بے شک داؤدؑ کو (یعنی اس کی قوم اور اس کی حکومت کو) اپنے ہاں سے فضیلت اور برتری عطا کی۔ (صحیفہ فطرت کے مطالعے سے اس کی قوم کو وہ علم حاصل ہوا کہ ہم نے بالاخر پہاڑوں اور پرندوں کو کہہ دیا کہ) اسے پہاڑو اور پرندو! تم اس کے ساتھ ساتھ ہی (خدا کی طرف) رجوع کرو اور ہم نے (اس کو لوہے کی باریک تاریں بنانے کا وہ علم عطا کیا کہ) لوہا اس کے واسطے نرم کر دیا' پھر داؤدؑ کو کہا کہ کشادہ (زرہیں) بنائے اور ان کی کڑیوں کو جوڑنے میں پوری کاریگری کرے (کیونکہ دنیا کے اس کارگاہ سعی و عمل میں یہی مناسب ہے کہ ایسے صالح عمل کرتے جاؤ۔ میں بے شک جو کچھ تم کر رہے ہو نہایت باریک بینی سے دیکھ رہا ہوں۔ اور سلیمان کے ذمے (ہواؤں کے علم کی تحقیق و تلاش تھی جس کی رو سے) ہوا صبح کے وقت ایک ماہ اور شام کے وقت ایک ماہ چلتی تھی اور اس کے عہد کی صنعتیں لوہے کی بجائے تابنے کی اس قدر باریک اور اعلیٰ پایہ کی تھیں کہ) ہم نے اس کے لئے تابنے کے چشمے بہا دیئے اور پھر اس کے قوی ہیکل اور دیو صورت مزدور جو خدا کے حکم سے اس کی نگرانی میں کام کرتے تھے اور جو ان میں سے اپنے عمل میں ہمارے احکام کے بجا لانے میں کوتاہی

کرتے تھے تو ان کو ہم بھڑکتی آگ کا عذاب (یعنی بدنی سزائیں) دیتے تھے۔ وہ مزدور سلیمان کے لئے محرابیں اور مورتیں اور حوضوں جتنے بڑے لگن اور جمی رہنے والی دیگیں تیار کرتے تھے۔ (اور ہم سلیمانؑ کی ان مادی ترقیات کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے اور کہتے کہ) اے آل داؤدؑ خدا کی نعمتوں کی قدر کرتے کرتے عمل کرتے جاؤ کیونکہ میرے بندوں میں سے بہت ہی کم ہیں جو میرے (صحیفہ فطرت کے) قدردان ہیں۔

(۱۴۰) لقد کان لسبا فی مسکنھم ایتہ جنتن عن یمین وشمال کلوا من رزق ربکم واشکروا لہ بلدۃ طیبتہ ورب غفور ○ ۱۵/۳۴

(۱۴۰) بے شک قوم سبا کے لئے ان کے (عظیم الشان) شہر ہیں (جنہیں انہوں نے علم فطرت کے زور پر آباد اور پر رونق کیا تھا' خدا کی طرف سے ایک عظیم الشان اشارہ (اس امر کا) تھا (کہ دیکھو صحیفہ فطرت کے علم سے کیا کیا ترقیاں دنیا میں ہو سکتی ہیں)۔ وہ دو (عظیم الشان) باغ تھے دائیں اور بائیں (جن میں یہ ترقیاں کی تھیں) تو یہ دیکھ کر ہم نے شاباش دی اور کہا) اپنے پروردگار کا دیا ہوا رزق (خوب) کھاؤ اور اس کی (فطرت کی) قدردانی کرتے جاؤ (کیونکہ تمہارے عمل کا نتیجہ) ایک نہایت (عظیم الشان اور) پاکیزہ شہر ہے اور (تمہارا) پروردگار (بھی تمہیں ایسا ملا ہے جو) تمہاری واماندگیوں پر پردہ ڈالنے والا ہے۔

(۱۴۱) اولم یروالی الارض کم انبتنا فیھا من کل زوج کریم ○ ان فی ذالک لایتہ وما کان اکثرھم مومنین ○ وان ربک لھو العزیز الرحیم ○ ۲۶/۷-۹ نز

(ان آیات کے الفاظ اور ان کی منطق انتہائی طور پر غور طلب ہیں اور واضح کرتے ہیں کہ دین اسلام کا "ایمان" کیا ہے!)

(۱۴۱) کیا ان لوگوں نے زمین کی طرف نہیں دیکھا کہ ہم نے اس میں کتنے ہی معزز جوڑے اگائے۔ بے شک (فطرت کے) اس منظر میں ایک عظیم الشان اشارہ ہے لیکن

اکثر لوگ اس حقیقت کبریٰ پر ایمان نہیں رکھتے اور (یہ سمجھ لو کہ) تمہارا پروردگار نہایت ہی صاحب عزت اور نہایت ہی صاحب رحم ہے۔

(۱۴۲) **وقال لهم نبيهم ان الله قد بعث لكم طالوت ملكا ط قالوانى يكون له الملك علينا ونحن احق بالملك منه ولم يوت سعته من المال قال ان الله اصطفه عليكم و زاده بسطته فى العلم والجسم والله يؤتى ملكه من يشاء والله واسع عليم ○ ۲/۲۴۷**

(۱۴۲) اور ان لوگوں کو ان کے نبی نے کہا کہ بے شک اللہ نے تمہارے واسطے طالوت کو بطور بادشاہ کھڑا کیا ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ کس طرح اس کو ہم پر حکومت مل سکتی ہے حالانکہ ہم (میں سے کئی اس سے بہتر ہستیاں) حاکم بننے کی زیادہ حق دار ہیں کیونکہ اس کو مال و دولت کی فراخی نہیں دی گئی۔ نبی نے کہا کہ خدا نے طالوت کو تم پر منتخب کیا ہے اور (ساتھ ہی) اس کو علم فطرت اور تندرستی بدن میں فراخی عطا کی ہے اور اللہ حکومت اس کو دیتا ہے جس کو مناسب سمجھتا ہے اور اللہ بڑا وسیع نظر اور صاحب علم ہے۔

(۱۴۳) **ولوطا اتيناه حكما وعلما و نجيناه من قريته التى كانت تعمل الخبث انهم كانوا قوم سوء فسقين واد خلنه فى رحمتنا انه من الصالحين ○ ○ ۲۱/۷۴-۷۵**

(۱۴۳) اور لوطؑ کو ہم نے حکومت اور علم عطا کیا اور ہم نے اس کو اس بستی سے نجات دی جو نہایت خبیث باتیں کیا کرتی تھی۔ بے شک یہ لوگ (نہایت ہی) برے اور (پرلے درجے کے) بدکار تھے اور ہم نے اس کو اپنی رحمت میں داخل کر دیا اور بے شک وہ ہمارے صالح بندوں میں سے تھا۔

(۱۴۴) (ا) **ولما بلغ اشده اتينه حكما و علما وكذالك نجزى المحسنين ○ ۱۲/۲۲**

(۱۴۴) (ا) اور یوسفؑ جب اپنے سن بلوغ کو پہنچا تو ہم نے اس کو حکومت اور علم عطا کیا اور حسن عمل کرنے والوں کو ہم ایسی ہی جزا دیا کرتے ہیں۔

۲۔ سلام علی ابراھیم کذالک نجزی المحسنین ○ ۳۷/ ۱۰۹۔۱۱۰

۲۔ ابراہیمؑ پر ہمارا سلام ہو۔ ہم حسن عمل کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیا کرتے ہیں۔

۳۔ سلام علی موسی و ھارون ○ انا کذالک نجزی المحسنین ○ ۳۷/۱۲۰۔۱۲۱

۳۔ موسیٰؑ اور ہارونؑ پر ہمارا سلام ہو۔ بے شک ہم حسن عمل کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیا کرتے کرتے ہیں۔

۴۔ سلام علی الیاسین ○ انا کذالک نجزی المحسنین ○ ۳۷/۱۳۰۔۱۳۱

۴۔ الیاسؑ پر ہمارا سلام ہو۔ بے شک ہم حسن عمل کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیا کرتے ہیں۔

۵۔ سلام علی نوح فی العلمین ○ انا کذالک نجزی المحسنین ○ ۳۷/۷۹۔۸۰

۵۔ تمام دنیاؤں میں نوحؑ پر ہمارا سلام ہو۔ بے شک حسن عمل کرنے والوں کو ہم ایسی ہی جزا دیا کرتے ہیں۔

(۱۴۵) ولقد اھلکنا القرون من قبلکم لما ظلموا وجاء ت ھم رسلھم بالبینت و ما کانوا لیومنوا کذالک نجزی القوم المجرمین ○ ثم جعلنکم خلئف فی الارض من بعد ھم لننظر کیف تعملون ○ واذا تتلی علیھم ایتنا بینت قال الذین لا یرجون لقاء نا ائت بقرا ن غیر ھذا او بدلہ قل ما یکون لی ان ابدلہ من تلقای نفسی ان اتبع الا ما یوحی الی انی اخاف ان

عصیت ربی عذاب یوم عظیم ○ ۱۰/ ۱۳-۱۵

(۱۴۵) اور بے شک ہم نے تم سے پہلے بستیوں کو ہلاک کر دیا جب وہ (قانون خدا کی حدود سے تجاوز کر کے) ظالم بن گئیں ورآنحالیکہ ان کے پاس ان کے رسول روشن احکام لے کر آ چکے تھے لیکن وہ قریب ہی نہ تھے کہ ایمان لائیں۔ تو ہم مجرم قوم کو اس طرح کی جزا دیا کرتے ہیں۔ پھر ان کے بعد ہم نے تم کو زمین میں خلیفے بنایا تاکہ ہم دیکھیں کہ تم کیا عمل کرتے ہو۔ اور جب ان لوگوں پر ہماری روشن آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ لوگ جو ہم سے ملاقات کرنے کی امید نہیں رکھتے' وہ تو (اس ملاقات رب کے جھگڑے کو ایک عظیم الشان مصیبت سمجھ کر اور خدا کے احکام اور صحیفہ فطرت میں آیات رب کے ٹٹولنے کے احکام کی لازوال تکلیف کو دیکھ کر) پکار اٹھتے ہیں کہ اس (مصیبت میں ڈالنے والے) قرآن کے سوا کوئی اور (آسان سا) قرآن لے آؤ۔ (اے محمدؐ!) انہیں کہہ دو کہ یہ میرے شایان شاں ہی نہیں کہ میں اس قرآن کو اپنی طرف سے بدل دوں۔ میں تو اسی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر وحی کیا گیا ہے۔ میں تو اگر میں نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی' اس بھاری دن کے عذاب سے ڈر رہا ہوں۔

(۱۴۶) ما کان ھذا القران ان یفتری من دون اللہ ولکن تصدیق الذی بین یدیہ و تفصیل الکتب لاریب فیہ من رب العلمین ○ ۱۰/ ۳۷

(۱۴۶) اور یہ تو ہو ہی نہ سکتا تھا کہ اس قرآن کو خدا سے علیحدہ ہو کر گھڑ لیا جاتا۔ یہ تو (دیکھ لو کہ حرف بحرف) اس شے (یعنی صحیفہ فطرت) کی تصدیق کرتا ہے جو اس کے سامنے ہے اور اس الکتٰب (یعنی صحیفہ فطرت) کی تفصیل و تشریح ہے جو پروردگار عالمیان کی طرف سے ہے اور جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔

آیات (۱۲۸) تا (۱۴۶) میں حسب ذیل الفاظ انتہائی طور پر قابل غور ہیں اور چونکہ صدیوں اور پشتوں کی غلط بینی قرآن نے ان الفاظ پر اصطلاحی پردے ڈال دیئے ہیں' آج ان الفاظ کے الٰہی معنوں کا اعتراف سرسری نگاہوں میں مشکل ہو گیا ہے۔ (۱۲۸) میں

صاف ہے کہ زمین کی آرائش کرنا ہی "**احسن عملاً**" ہے اور اس حسن عمل کا امتحان خدا قوموں سے لے رہا ہے۔ آج مولوی صرف نماز روزہ وغیرہ کو حسن عمل سمجھے بیٹھے ہیں۔ (۱۲۹) میں صاف آسمان اور زمین کی ہر مادی شے کو بطور جزا و سزا کہا گیا ہے اور یہاں "**احسن عملاً**" کی جگہ **احسنوا** کا لفظ ہے۔(۱۳۰) میں نماز والا سجدہ یا یہودیوں والی تسبیح کرنا مراد نہیں جیسا کہ سطح بین مولوی سمجھتے ہیں' نہ تہجد کی نمازیں ادا کرنا مقصد ہے جو بستروں سے اٹھ کر کی جاتی ہیں' نہ **آیاتنا** سے مراد قرآن حکیم کی آیتوں کی تلاوت ہے نہ **ذکر وابہا** سے مراد یہ ہے کہ کوئی ان کو قرآن کی آئتیں یاد دلائے تو سجدے میں گر گر کر روئیں بلکہ ایاتنا سے مراد وہ آیات ہیں جو صحیفہ فطرت سے ملتی ہیں (دیکھو ۳۴ تا ۶۹) اور سجدہ اور تسبیح سے مراد ان کی حقانیت کو تسلیم کر کے ان کی تلاش اس اضطراب سے کرنا ہے کہ نیندیں حرام ہو جائیں (**تتجافی جنوبہم عن المضاجع**) اور جو تلاش کی جائے اس خوف سے کی جائے کہ اگر نہ کی گئی تو عذاب خدا قوم پر "غافل" ہونے کی وجہ سے نازل ہو گا دیکھو (۲۶)(الف ب) یا اس طمع سے کی جائے کہ اس کی ایجاد سے انعامات خدا ملیں گے۔ اسی تقریب سے خدا نے کہا کہ اگر ان آیات خدا کی پیروی کرتے رہو گے تو نہ جانے کیا کیا آنکھوں کی ٹھنڈکیں "**قرۃ اعین** یعنی انعامات) تم کو خدا کے ہاں سے ملیں گی۔ اور یہ جزا تمہاری محنت اور عمل کی ہو گی (**جزاء بما کانوا یعملون**)۔

(۱۳۱) میں اسی طرح **الذین ضل سعیہم فی الحیوۃ الدنیا** سے صاف مقصودہ قومیں ہیں جن کا سعی و عمل اس دنیا میں بے نتیجہ رہا۔ انہی کے متعلق کہا کہ وہ آیات رب کی منکر ہیں۔ گویا صحیفہ فطرت کو باطل و بیکار سمجھتی رہیں (دیکھو (۱۳۲) اور اسی لئے کافر ہیں' اسی غافل ہونے کی وجہ سے ان کو جہنم ہے (دیکھو ۲۶ (الف)) **امنوا وعملو الصلحٰت** کی اصطلاح کی تشریح جو اس آیت (۱۳۱) میں ہے آگے چل کر (۱۳۲) ۔ ا) میں آ رہی ہے جہاں صاف طور پر زمین و آسمان کو باطل سمجھنے والوں کو کافر اور جہنمی بلکہ مفسد فی الارض (یعنی زمین میں فساد مچانے والے) اور فاجر اور صحیفہ

فطرت کو برحق سمجھنے والوں کو **امنوا وعملو الصلحت** کا مصداق بلکہ متقی کہا گیاہے۔ اس خدائی تشریح کو سامنے رکھ کر آیت (۱۳۱) میں **امنوا وعملو الصحلت** کا مطلب عیاں ہے اور جنت کے معانی چونکہ زمینی انعام اور بادشاہت زمین ہے اور آخروی انعاموں کے لئے **الجنتہ** کا لفظ مخصوص ہے اس لئے واضح ہے کہ جن قوموں نے صحیفہ فطرت کو برحق سمجھ کر اپنی سعی کو اس دنیا میں کامیاب کیا وہی جنت کے اہل ہیں' ان کی حکومت بہت دیر تک برقرار رہے گی اور یہی خلد کے معانی ہیں۔ یہی بات **نزلًا** کے لفظ سے ثابت ہے جس سے مقصد یہ ہے کہ یہ انعام خدا کی طرف سے ان پر نازل ہوا۔ اس تمام تشریح کی تائید **کلمت ربی** کے لامتناہی ہونے سے ہوتی ہے اور مقصد یہ ہے کہ صحیفہ فطرت کی تلاش و تفتیش سے جو خدائی ہدایتیں حاصل ہوتی ہیں ان کی تعداد اتنی ہے کہ سمندروں کی سیاہیاں سوکھ جائیں گی لیکن وہ ختم نہ ہوں گی۔ آگے چل کر خدا کو ایک کہا ہے گویا اگر خدا کے بندے بنتے ہو تو اسی خدا کی دی ہوئی ہدایتیں حاصل کرو اور اگر خدا سے آگے چل کر ملاقات کی امید ہے تو عمل صالح کرو۔ جس کی تشریح (۱۳۹) وغیرہ میں آ رہی ہے۔

(۱۳۲) (ا) کی تشریح اوپر کر دی ہے (۱۳۲) ب کے **الخسرین** اور(۱۳۱) کے **الاخسرین** میں تعلق صاف ظاہر ہے۔ (۱۳۲۔ج) سے بیگماں طور پر فیصلہ ہو جاتا ہے کہ صحیفہ فطرت میں غور و فکر کرنے والے ہی خدا کی نگاہوں میں صاحب دانش (**اولو الباب**) ہیں' فیصلہ ہو جاتا ہے کہ **قیامًا و قعودًا** سے مراد ہرگز نماز کا قیام و قعود نہیں اور یہ اصطلاحیں بعد میں وضع ہوئیں' بلکہ مقصد یہ ہے کہ صحیفہ فطرت کے اسرار کو دریافت کرنے کی دھن اٹھتے بیٹھتے اور لیٹے ہوئے ہو۔ نماز کبھی لیٹے ہوئے نہیں ہوتی۔ اسی آیت (۱۳۲) ۔ ج) میں پھر جہنم کی سزا ان کے لئے ہے جو صحیفہ فطرت پر غور نہیں کرتے۔

(۱۳۳) میں حضرت داؤدؑ کو **ذالاید** کہ کر صنعت و حرفت اور پہاڑوں اور پرندوں پر قابو پانے کے علم کو سلطنت کی مضبوطی کا باعث کہا' حضرت کے ان افعال کو عبادت

اور ایابت الی اللہ کہا۔ (۱۳۴) ۔ ۱) میں یہی بات حضرت سلیمانؑ کے متعلق کہی۔ یہاں پھر سلیمانؑ کی دلی خواہش کو ظاہر کیا کہ وہ بے مثال سلطنت کا مالک بنے! ((۱۳۴) ۔ ۲) ۔ ((۱۳۴) ۔ ۳) میں صاف بتلا دیا کہ حضرت کی ملکی ترقیاں تقرب خدا کا باعث تھیں اور آخرت میں ان کا انجام نیک ہے:(**حسن ماب**)۔ (۱۳۷) اور (۱۳۸) میں اور یہی صاف طور پر تمام علمی ترقیوں کے متعلق **کنا بکل شئی عالمین** اور **کنا لحکمھم شاھدین** کے الفاظ کہہ کر (یعنی ہم ان کی تمام ایجادوں کا علم رکھتے تھے اور ہم اس کی حکومت کے گواہ تھے)' صاف جتلا دیا کہ خدا کا مقصد یہی ہے کہ انسان انتہائی مادی ترقی کرے۔ (۱۳۹) میں ان تمام باتوں کو اعمال صالحہ (**اعملوا صالحًا**) دندنا کر کہا۔ یہی بات (۱۴۰) سے اور بھی ظاہر ہے۔ (۱۴۱) میں صحیفہ فطرت میں غور و خوض کو پھر نہایت حیرت انگیز الفاظ میں ایمان کہا اور شکایت کی کہ اکثر لوگ مومن نہیں ہوتے۔

(۱۴۲) میں پھر ملک اور سلطنت کا بار بار ذکر کر کے اس کی اہمیت واضح کی اور امیر قوم میں علم اور جسم کی خوبیوں کو لازم قرار دیا۔ بلکہ صاف اشارہ کر دیا کہ نری دولت کا ہونا قوم کے امیر کے لئے کوئی قابلیت نہیں۔

(۱۴۳) میں حکومت اور علم کو تَوْاَم قرار دے کر دنیاوی ترقیوں کو رحمت خدائے عظیم اور صالحیت قرار دیا' جو ان سے غافل تھے ان کو خبیث اور فاسق کہا۔

(۱۴۴) میں پھر **محسنین** سے دنیاوی حسن عمل مقصد تھا۔ وغیرہ وغیرہ

(۱۴۶) میں صاف جتلا دیا کہ قرآن حکیم کا تمام لائحہ عمل ان تمام واقعات کی تصدیق ہے جو اس زمین پر روز مرہ ہو رہے ہیں۔ **الذی بین یدیه** سے مراد تورات اور انجیل وغیرہ کے پہلے صحیفے لے لینا مولویانہ جہالت کی وجہ سے ہے۔ **بین یدیه** کے معنی ''سامنے'' کے ہیں' ''پہلے'' کے ہرگز نہیں ہو سکتے۔

الغرض اگر غور سے دیکھا جائے تو ان تمام آیتوں (۱۲۸) تا (۱۴۶) میں حیرت انگیز وحدت مطالب ہے اور ان کی تمام اصطلاحات حیرت انگیز طور پر دین اسلام کے مقصد

کو دنیاوی ترقی ظاہر کرتی ہیں۔

انبیاء کے متعلق ان تمام آیات قرآنی کی تصریح کے بعد جو امر لائق بیان رہ جاتا ہے یہ ہے کہ انسانی مادی ترقی کے ان انتہائی طور پر ابتدائی مراحل میں جب کہ انسان کو صرف چند اشیائے فطرت کا علم حاصل ہوا تھا' انبیاء کو **اولو الایدی والابصار** (یعنی ہاتھوں اور آنکھوں والے) کہہ کر ان کے سعی و عمل کو سراہنا (۱۳۵) ان کے متعلق **اخلصنھم بخالصتہ ذکری الدار** (یعنی وہ صحیفہ کائنات سے نصیحت لیتے تھے) کے الفاظ استعمال کر کے (۱۳۵) اشارہ کرنا کہ یہی وہ لوگ تھے جنھوں نے صحیح معنوں میں اس دنیا سے عبرت اور نصیحت پکڑلی تھی' ان کو **لمن المصطفین الاخیار** کے الفاظ سے یاد کر کے یہ کہنا کہ یہی چنے ہوئے بہترین لوگ تھے' ان کو متقی کہہ کر (۱۳۶) ۔ ۱) اشارہ کرنا یہی وہ لوگ تھے جنھوں نے اس آسمان و زمین کو باطل نہ سمجھا تھا:(۱۳۲۔ ۱) اور صحیح معنوں میں خدا سے ڈرنے والے تھے (دیکھو آیہ (۱۳۶) میں اور (۱۳۲) ۔ ۱) میں دونوں جگہ **متقین** کے الفاظ ہیں)' یہ سب' حیرت انگیز زور بیان اور اصطلاحیں جو تیرہ سو ستر برس کی مدت کے بعد اب بے معنی و مقصد ہو گئی ہیں اور ان کا مفہوم قطعاً بدل کر مولویانہ اور صوفیانہ رہ گیا ہے' اس لئے استعمال کی گئی تھیں کہ انبیاء کے متعلق قطعی طور پر واضح ہو جائے کہ ان کی حکومت علم فطرت پر مبنی تھی' ان کا ملک (یعنی سلطنت) اسی علم کے زور پر مضبوط ہوا تھا (شددنا **ملکہ** ' (۱۳۳)' اسی لئے خدا نے **کنابکل شئی عالمین** (۱۳۷) کے الفاظ کہے' یعنی ہم ان کے تمام کارناموں کا علم ذاتی طور پر رکھتے تھے' اسی لئے **کنا لحکمھم شاھدین** (۱۳۸) کے الفاظ کہے' یعنی ہم خود ان کی حکومت کے درست ہونے کے گواہ تھے' اسی لئے ان کے متعلق **اتینہ حکمًا و علمًا** کہا یعنی ہم نے ان کو حکومت دی جس کی بنا علم پر تھی' اسی تقریب سے اس الکتٰب کو جو ان کو دی گئی تھی اور جن سے وہ اپنی ہدایت اخذ کرتے تھے' بار بار قرآن میں علم کہا گیا (دیکھو (۹۴) ۔ ا' ب' ج' ہ نیز (۱۳۷) ۳' ۵)۔ اسی تقریب سے کہ ان انبیاء کی قوموں کے پاس الکتٰب یعنی قانون خدا کا ضابطہ اور نبوۃ یعنی

خدا کے قانون کے متعلق صحیح خبر اور مکمل معلومات تھیں' خدائے عزوجل نے ان کی سلطنت کے متعلق کہا کہ اس میں دنیا کی بہترین نعمتیں ان کو ارزانی تھیں اور ان کی قوم کو دنیا کی تمام اقوام پر برتری دے دی گئی تھی۔

(۱۴۷) ولقد اتینا بنی اسرائیل الکتب و الحکم والنبوۃ ورزقنھم من الطیبت وفضلنا ھم علی العلمین ○ ۱۶/۴۵

(۱۴۷) اور بے شک ہم نے بنی اسرائیل کو الکتٰب (یعنی صحیفہ فطرت کا ملخص) دیا' حکومت دی اور (صحیفہ فطرت کو سمجھنے کا علم) یعنی نبوۃ عطا کی اور (انہی عطیہ جات کے صحیح استعمال کی وجہ) ہم نے ان کو دنیا کی بہترین پاکیزہ اشیاء ارزانی کر دیں اور تمام دنیا جہاں کی قوموں پر سرفراز کر دیا۔

اسی تناسب سے کہ خدا ہر حکم یعنی سلطنت کو علم فطرت سے' بلکہ ہر حکومت کو اس علم فطرت کی انتہا یعنی نبوۃ سے پیوست کرنا چاہتا ہے' قران حکیم نے حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ کی امتوں کی بد اعمالی کے متعلق کہا کہ اگرچہ **نبوۃ** ان کے خاندان میں پے درپے بھی رہی مگر ان میں سے بہت تھوڑوں نے ہدایت حاصل کی اور اکثر ان میں سے فاسق ہی رہے۔ (یہ لوگ غالباً مسلمانوں کی موجودہ امت کی طرح تھے جو الکتٰب کے علم کو بھول گئے تھے اور اس کی مولویانہ تفسیریں کر لی تھی!)

(۱۴۸) ولقد ارسلنا نوحًا وابراھیم وجعلنا فی ذریتھما النبوۃ والکتب فمنھم مھتد وکثیر منھم فاسقون ○ ۲۶/۵۷

(۱۴۸) اور بے شک ہم نے نوحؑ اور ابراہیمؑ کو ایلچی بنا کر بھیجا۔ (انہوں نے اپنی قوموں میں علم و عمل کے وہ عظیم الشان کارنامے سر انجام دیئے کہ تمام کی تمام قوم علم و عمل کا مجسمہ بن گئی اور مادی ترقیاں ملک کے طول و عرض میں نمایاں ہو گئیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ) ہم نے دونوں انبیاء کی اولاد کو بھی **نبوۃ** اور **الکتٰب** عطا کیں۔ پھر (رفتہ رفتہ مرور مدت سے یہ حالت ہو گئی کہ) ان میں سے کچھ ہدایت پر رہے اور ان میں سے اکثر بد عمل ہو چکے تھے۔

اسی تقریب سے کہ خدائے عالمیاں ہر حکومت اور ہر حکم کو علم فطرت سے پیوست کر کے اس ملک کو مضبوط کرنا چاہتا ہے' حضرت داؤدؑ کے متعلق ان تمام کارناموں کا ذکر کر کے جن کی وجہ سے اس کو خدا کے ہاں سے **فالاید**' **اواب** اور **ان لہ عندنا لزلفی وحسن ماب** کے خطابات ملے (دیکھو ۱۴۳)'(۱۴۴ - ۴)' قرآن حکیم حضرت داؤدؑ کی حکومت کو حسب ذیل انتہائی طور پر معنی خیز اور فیصلہ کن الفاظ میں خطاب کرتا ہے۔

(۱۴۹) **یداؤد انا جعلناکخلیفتہ فی الارض فاحکم بین الناس بالحق ولا تتبع الھوی فیضلک عن سبیل اللہ ان الذین یضلون عن سبیل اللہ لھم عذاب شدید بما نسوا یوم الحساب** ○ ۲۶/۳۸

(۱۴۹) اے داؤد! بے شک ہم نے تم کو اس زمین میں (اپنا) قائم مقام بنایا' تو (اب خدا کی قائم مقامی کا تقاضا یہ ہے کہ) مخلوق خدا کے درمیان حقیقت سے حکومت کر اور خواہشات نفسانی کی پیروی نہ کرنا کہ وہ تجھے خدا کے رستے سے بھٹکا دیں۔ بے شک وہ لوگ جو اللہ کی راہ سے بھٹک جاتے ہیں ان کو اس کی پاداش میں کہ وہ یوم حساب کو بھول گئے سخت ترین عذاب ہے۔

گویا حضرت داؤدؑ کو کہا کہ اپنی حکومت کو صحیفہ فطرت کی حقیقت (بالحق) سے مضبوط کر' کیونکہ انہی فطرت کی حقیقتوں کے اندر جفاکشی اور سعی و عمل مضمر ہے' انہی حقیقتوں کی پیروی سے قومیں صاحب دست و قدرت بنتی ہیں' اسی جدوجہد اور صحیفہ فطرت کی حقیقتوں سے عبرت پکڑ کر قوموں کو خدا کا رستہ نظر آتا ہے' نفسانی خواہشوں اور لذتوں میں پڑی ہوئی قومیں خدا کے رستے سے بھٹک جاتی ہیں اور وہی قومیں خدا کی پکڑ کو جو حساب کے دن ہوا کرتی ہے بھول کر خدا کے سخت ترین عذاب میں پھنستی ہیں۔ یہ تشریح جو میں نے کی ہے قطعی اور آخری اس لئے ہے کہ اس آیت کے عین بعد حسب ذیل عظیم الشان آیت ہے جس میں **فاحکم بین الناس بالحق** کے حق کے مقابلے میں **ما خلقنا السماء والارض وما بینھا باطلًا** کا باطل آیا ہے

(دیکھو (۱۳۴) ۔۴) جو صاف ثابت کرتا ہے کہ حضرت داؤدؑ کو کہا گیا تھا کہ تمہیں درحقیقت میں نے دنیا میں اپنا قائم مقام بنا کر بھیجا ہے تو اس قائم مقامی کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ تو اپنی حکومت مخلوق کے درمیان صحیفہ فطرت کی بنیادوں پر قائم کر کیونکہ میں نے اس کارخانہ زمین و آسمان کو باطل و بیکار نہیں بنایا۔ کیا کسی مولوی یا مفسر کی مجال ہے کہ اس تشریح کے بعد جو میں نے کی ہے اپنی لغواور لچر تشریح پیش کر سکے کہ " حضرت داؤدؑ معاذ اللہ غلط فیصلے دیا کرتے تھے اور حضرت سلیمانؑ ان کو درست کیا کرتے تھے، اس لئے یہ تنبیہہ ان کو دی گئی۔" یہ آیت میں پھر پوری شان سے یہاں پر نقل کرتا ہوں:۔

(۱۵۰) وما خلقنا السماء والارض وما بینهما باطلاً ذالک ظن الذین کفروا فویل للذین کفروا من النار ○ ام نجعل الذین امنوا وعملوالصالحات کالمفسدین فی الارض ام نجعل المتقین کالفجار ○ ۳۸/۲۷-۲۸

(۱۵۰) اور ہم نے آسمان اورزمین کو جو کچھ ان کے درمیان ہے باطل اور بیکار پیدا نہیں کیا۔ یہ ان لوگوں کا گمان ہے جو (خدا کو بے معنی چیزوں کا پیدا کرنے والا سمجھ کر) خدا کے منکر ہیں۔ تو جہنم کی آگ کے بارے میں (جو کافروں کو مل کر رہے گی) کافروں کے واسطے کیا ہی افسوسناک منظر ہے۔ تو کیاہم ایمان والی اور (صحیفہ فطرت کی تلاش و تجسس میں) مناسب تگ ودو (اور حتی الوسع سعی و عمل) کرنے والی قوم کو اس قوم کے برابر کر دیں جو زمین میں (کاہل اور غافل رہ کر فساد مچاتے ہیں اور کیا ہم عذاب خدا سے ڈرنے والوں کو (جو اس کائنات کے مقصد سے کما حقہ واقف ہیں) ان لوگوں کے برابر کر دیں جو بد عمل اور بدکار ہیں۔

اور آگے چل کر اس آیت کے ساتھ ہی کہہ دیا کہ یہ قرآن عظیم وہ برکت دینے والی کتاب ہے جو اے محمدؐ! ہم نے تم پر اتاری تاکہ تم اس کی آیتوں پر پورا غور و خوض کرو اور نیز اس لئے کہ اس سے اولو الالباب عبرت پکڑیں۔ ادھر اسی اولو الالباب

کی تشریح (۱۳۲ ج) میں کر دی کہ اولو الالباب وہ لوگ ہیں جو صحیفہ فطرت کی تلاش میں دن رات اس یقین سے لگے ہیں کہ یہی فطرت واحد حقیقت ہے جو اس کائنات کے اندر ہے اور جو اس پر نہ چلیں گے وہ جہنمی ہیں:۔

(۱۵۱) **کتب انزلنہ الیک مبرک لیدبروا ایتہ ولیتذ کر اولو الالباب ○ ۲۹/۳۸**

(۱۵۱) یہ (قرآن ایک (انتہائی طور پر) برکت پیدا کرنے والی (اور قوم کو ترقی اور عزت کے فلک الافلاک پر پہنچانے والی) کتاب ہے جس کو تم پر اسی لئے اتارا کہ تم اس کی آیات پر نہایت سنجیدگی سے غور و خوض کرو اور اس لئے کہ صاحب علم و دانش لوگ اس سے سبق لے کر (ترقی کے منازل پر گامزن ہوں)۔

الغرض (۱۴۹)' (۱۵۰)' (۱۵۱)' اور ان سے پہلے حضرت داؤدؑ' حضرت سلیمانؑ اور باقی انبیاءؑ کے دنیاوی کارناموں والی آیات بلکہ (۱۲۸) تا (۱۵۱) کو یکجا پڑھنے سے یہ حقیقت قطعی طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ حکم یعنی حکومت یا سلطنت' بلکہ خدا کی اس دنیا پر قائم مقامی یعنی خلافت کو چلانے کے لئے علم بلکہ کمال علم یعنی نبوت کی قطعی ضرورت ہے اور اسی علم کا ایک معتدبہ اورانتہائی طور پر قابل قدر حصہ الکتٰب یعنی قرآن عظیم اور دیگر آسمانی صحیفے ہیں جن میں صحیفہ فطرت کے متعلق علم حاصل کرنے کی راہ نمائی کی گئی ہے۔ نہیں بلکہ (۱۴۷) سے معلوم ہوتا ہے کہ الکتٰب (یعنی علم) اور حکم اور نبوۃ کی تینوں نعمتیں' افراد سے زیادہ قوموں کو عطا ہوا کرتی ہیں اور انہی نعمتوں کی قدردانی کی وجہ سے بعض قومیں دنیا پر برتری حاصل کر لیتی ہیں جیسا کہ بنی اسرائیل نے کی تھی (دیکھو (۱۴۷) اور بعض قومیں ان نعمائے الٰہی کی بے قدری کر کے فاسق بن جاتی ہیں جیسا کہ حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ کی قومیں بن گئیں تھیں دیکھو (۱۴۸)۔ اسی نقطہ نظر سے خدائے عزوجل نے قوموں کے زوال کی کہانی حسب ذیل الفاظ میں کھینچی اور بتلا دیا کہ **حکم** (یعنی روئے زمین پر سلطنت) علم اور نبوۃ کے بغیر قائم نہیں رہ سکتا اور جب امتیں خدا کا سکھایا ہوا سبق بھول جاتی ہیں تو خدا کے دردناک

عذاب سے دو چار ہوتی ہیں بلکہ ان کے جاہ و شوکت کے تمام حلیے بگاڑ کر ان کو انسان نما بندر بنا دیا جاتا ہے جیسا کہ آجکل کی محمدیؐ امت ہر صاحب نظر کہے گا کہ عملاً بن چکی ہے!

(۱۵۲) فلما نسوا ما ذکروا به انجینا الذین ینهون عن السوء واخذنا الذین ظلموا بعذاب بئیس بما کانوا یفسقون ○ فلما عتوا عن ما نهوا عنه قلنا لهم کونوا قردة خاسئین ○ ۷/۱۶۵-۱۶۶

(۱۵۲) تو جب یہ لوگ اس شے کو بھول گئے جو ان کو (کسی زمانہ میں خوب) یاد دلائی گئی تھی، ہم نے ان لوگوں کو جو برے عملوں سے بچتے رہے نجات دے دی اور خدا کی حدود سے گذرنے والے ظالموں کو دردناک عذاب میں ان کی بدکاری کے عوض میں پکڑا۔ پھر جب انہوں نے ان باتوں کے متعلق جن سے منع کیا گیا تھا سرکشی کا رنگ اختیار کیا (تو رفتہ رفتہ ان کی دنیاوی حالت، اخلاق، معاملات، جسمانی قوتیں، خودداری، سعی و عمل، حوصلے، بود و باش، آپس میں میل جول، الغرض ان کا سب تمدن بگڑتا گیا حتیٰ کہ ان کی ظاہری شکلیں بھی بگڑ گئیں پھر وہ اس منزل پر پہنچ گئے کہ عام انسانیت بھی ان میں رہی نہ تھی) تو پھر ہم نے ان کو کہہ دیا کہ ذلیل بندر بن جاؤ۔ (دو آیتوں کے بعد حسب ذیل آیت ہے)

(۲) فخلف من بعدهم خلف ورثوا الکتب یاخذون عرض هذا الادنی ویقولون سیغفرلنا وان یاتهم عرض مثله یاخذوه الم یوخذ علیهم میثاق الکتب ان لا یقولوا علی الله الا الحق، ودرسوا ما فیه والدار الاخرة خیر للذین یتقون افلا تعقلون ○ ۷/۱۶۹

(۲) پھر ان کے بعد دوسرے لوگ جانشین ہوئے جو اسی الکتب (یعنی صحیفہ فطرت کے قانون کے وارث ہوئے تھے۔ وہ اس دنیا کے مال و متاع کو خوب (دل لگی سے) پکڑے ہوئے تھے (لیکن ان چیزوں کو اپنے پاس رکھنے کی کوشش انہوں نے نہ کی اور اس امید

میں) کہتے رہتے کہ عنقریب خدا (سعی و عمل کے بارے میں) ہم سے درگذر کریگا (اور بغیر کسی جدوجہد کے ہم کو یہ چیزیں بدستور دیتا رہے گا۔) اور اگر ان لوگوں کو اتنا ہی مال ومتاع اور دے دیا جاتا تو وہ اس کو لے لیتے۔ (اور اپنی زندگیاں خوب عیش و عشرت میں گذارتے)۔ تو (یہ بتاؤ کہ) کیا ان لوگوں سے (ان کو وارث بناتے وقت) الکتاب کا معاہدہ (گویا) نہیں لیا تھا (کہ دیکھنا) خدا پر کوئی ایسی بات نہ تھوپ دینا مگر وہ جو سچی اور سچائی پر مبنی ہے۔ اور (حیرت یہ ہے کہ) انہوں نے جو کچھ اس کتاب میں تھا خوب پڑھ لیا تھا۔ تو (سمجھ لو کہ) آخرت کا گھر (یعنی عظیم الشان انجام) تو انہی لوگوں کا ہے جو قانون خدا سے خوفزدہ ہیں۔ کیا تم (اتنی چھوٹی سی اور صریح بات) نہیں سمجھتے۔

علم، حکم اور نبوۃ کے اس مقام سے اور آگے بڑھ کر خدائے عظیم نے قرآن حکیم میں صاف طور پر واضح کر دیا کہ مختلف پیغمبروںؑ کی امتوں کو (جن میں سے اٹھارہ کے نام پے در پے دیئے گئے ہیں) یہ تینوں چیزیں عطا کی گئی تھیں، وہ ان انبیاء کی حین حیات میں صراط مستقیم پر رہیں لیکن جب ان امتوں نے ان نعمتوں کا کفران کیا تو ہم نے ان کو لا محالہ ان قوموں کے سپرد کر دیا جو ان کی قدردان ثابت ہوئیں۔

(۱۵۳) اولئک الذین اتینھم الکتب و الحکم والنبوۃ فان یکفر بھا ھولاء فقد وکلنا بھا قومًا لیسوابھابکفرین۶/۹۰

(۱۵۳) تو یہی وہ قومیں تھیں جن کو ہم نے الکتاب اور حکومت اور نبوۃ عطا کی، پھر اگر (خدا کی) ان (عظیم الشان نعمتوں) سے یہ قوم کفران نعمت کرتی ہے تو لامحالہ ہم ان چیزوں کو کسی ایسی قوم کے سپرد کر دیں گے جو ان کی منکر نہیں ہو گی۔

ان تمام روشن شہادتوں سے ظاہر ہے کہ انبیاء کے دور کے بعد بھی حکومت، علم اور (صحیفہ کائنات سے انتہائی باخبری یعنی) نبوت کا اقوام عالم کو سپرد کیا جانا اٹل ہے اور وہ وہی قومیں ہیں جو خدا کے قانون سے اور فاطر زمین و آسمان کی معرفت سے پورے طور پر باخبر ہونے کی سعی کر رہی ہیں۔ یہی وہ قومیں ہیں جو دنیا میں اس وقت زمین کے بڑے سے بڑے ٹکڑوں پر حکومت کر رہی ہیں، انہی کو ملکوت آسمان و زمین کی خبر آ

دن مل رہی ہے اور انہی قوموں کا علم نبوت (یعنی انتہائی خبر) کے مدارج تک پہنچ رہا ہے۔ یہی وہ صالح، اعمال حسنہ کی علمبردار، خدا کے قانون سے ڈرنے والی **(متقین)** امتیں ہیں جو خدا کے پیدا کئے ہوئے صحیفہ فطرت پر ایمان لانے والی، اعمال صالحہ کرنے والی اور **امنو وعملو الصالحت** کی مصداق ہو سکتی ہیں، جو اپنے دن رات کے سعی و عمل سے **الکتب**، **الحکم** اور **النبوة** کی الٰہی نعمتوں کی مصداق بن رہی ہیں اور وہی قوم بالآخر اس دنیا میں سب سے زیادہ حکم اور علم و نبوۃ کی اہل ہو گی جو ان سب کو پچھاڑ کر رہے گی۔ آیہ (۱۵۳) سے قطعی طور پر واضح ہے کہ خدا کو اپنی وحی بلکہ حکم بلکہ نبوۃ بھی کسی قوم کے سپرد کرنے میں ادنیٰ قسم کا دریغ نہیں اور انہی معنوں میں تمام قرآن، تمام دنیا کی حکومت اور تمام نبوت آج مغرب کی قوموں میں منتقل ہو چکی ہیں۔ فتدبر

۳۔ لقائے رب کی آخری منزل

اس تمام شرح و تصریح کے بعد جو قرآن حکیم میں حیرت انگیز وثوق، استقلال اور تطابق کے ساتھ بیان کی گئی ہے یہ امر واضح ہے کہ قوموں کا معراج علم اور حکم کے بعد نبوۃ کے مقام کا حاصل کرنا ہے اور اس کا واحد وسیلہ صحیفہ فطرت کے علم کے ذریعے سے سب سے پہلے معرفت خدا اور پھر معرفت خدا کے انتہائی مقام کو حاصل کر کے حضرت انسان اور خلیفہ خدا کی فاطر زمین و آسمان سے دو بدو ملاقات ہے۔ یہ نکتہ قرآن حکیم میں اس قدر روشن ہے کہ اس کے لئے اب کسی مزید استدلال کی ضرورت نہیں رہی۔ سورۂ الروم میں ہے:۔

(۱۵۴) **اولم یتفکروا فی انفسھم ما خلق اللّٰہ السموات والارض وما بینھما الا بالحق واجل مسمی وان کثیر من الناس بلقاء ربھم لکافرون** ○ ۸/۳۰

(۱۵۴) کیا ان لوگوں نے اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر نہیں سوچا کہ خدا نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے نہیں پیدا کیا مگر یہ کہ ان کا وجود حقیقت پر

مبنی ہے (اور انہی چیزوں کی دریافت اور تلاش سے منشائے خدا معلوم ہو سکتا ہے' یہی چیزیں ہم کو ترقی اور تمدن کے فلک الافلاک تک پہنچا سکتی ہیں' ان کو پیدا کرنے کی غرض ہی یہی ہے کہ انسان ان سے فائدہ اٹھا کر علم کے بلند منازل طے کرے اور روز بروز صاحب نباء اور باخبر بنتا جائے' روز بروز نبوۃ کے درجے اس کو ملتے جائیں بلکہ) ان چیزوں کو ایک مقررہ مدت تک پیدا کیا (تا کہ اس مقررہ مدت کے اندر اندر انسان علم حکم اور نبوۃ کے منازل طے کر کے خدا سے ملاقات کرنے کا اہل بن سکے)۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ انسانوں کی ایک کثیر تعداد خدا سے ملاقات کرنے (کے نصب العین کے منکر ہیں۔

انسانوں کے ایک کثیر حصے کو ملاقات رب کا منکر کہنا اور جیسا کہ (۲۶-ا) میں واضح کر دیا گیا ہے اس کثیر حصے کے متعلق خدائے عزوجل کا کہنا کہ وہ جہنم کے سپرد کر دے جائیں گے اور اس کی وجہ یہ بیان کرنا کہ یہ کثیر حصہ سمع و بصر اور ذہن کو استعمال نہیں کرتا' اس امر کی تصدیق ہے کہ وہاں یعنی (۲۶) میں بھی اشارہ صحیفہ فطرت کا علم حاصل کرنے کے متعلق ہے' کسی اور شے کے متعلق نہیں۔ اسی سلسلے میں حسب ذیل آیت اس مسئلے کو اور صاف کر دیتی ہے۔

(۱۵۵) اللہ الذی رفع السموات بغیر عمد ترونھا ثم استوی علی العرش وسخر الشمس والقمر کل یجری لاجل مسمی یدبر الامر یفصل الایات لعلکم بلقاء ربکم توقنون ○ ۱۳/۲

(۱۵۵) خدا وہ ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ستون بلند کیا جن کو تم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو' پھر اس کے بعد وہ تخت سلطنت پر جم کر بیٹھ گیا اور سورج اور چاند (تمہارے فائدے کے لئے) مسخر کیا۔ یہ سب چیزیں ایک وقت مقررہ تک چل رہی ہیں (تا کہ اس وقت مقررہ کے اندر اندر اس قابل ہو جاؤ کہ فطرت کی ماہیت دریافت کر کے صاحب علم و خبر بن جاؤ اور اس مرحلے تک پہنچو کہ خدا تم کو اپنی ملاقات کا اہل سمجھے)۔ (یاد رکھو کہ) خدا قانون (فطرت) کی تدبیر کرتا ہے (اور یہ تدبیر امر لاکھوں

برس میں جا کر تکمیل کو پہنچتا ہے)۔ وہ تم کو آیات کھول کھول کر اس لئے بیان کرتا ہے کہ شاید تم کو بالاخر اپنے پروردگار سے ملاقات ہونے کا یقین آ جائے۔

(۱۵۴) اور (۱۵۵) میں دونوں جگہ ایک مقررہ مدت (اجل مسمی) تک اس کارخانہ فطرت کے برقرار رکھنے کا ذکر معنی خیز ہے اور دونوں جگہ صحیفہ فطرت کے مطالعے کی ترغیب ملاقات رب کی الجھن کو اور صاف کر دیتی ہے۔ صحیفہ فطرت کی دریافت کی طرف اس سے بھی واضح اشارہ سورہ یونس میں موجود ہے جہاں (۲۶) اکی خطرناک اصطلاح یعنی غافل کا پھر ذکر' جہنم کی دوبارہ یاد اور بالخصوص اس امر کی تاکید کہ ایسی غافل قومیں لذات دینوی میں مستغرق ہو کر مطمئن ہو گئی ہیں اور محنت' سعی و عمل اور جدوجہد سے بیزار ہیں' اس امر کا ثبوت ہے کہ ملاقات رب کی منزل انتہائی علم و عمل کی منزل ہے اور اس علم و عمل کا تمام تر تعلق صحیفہ فطرت کی دریافت سے ہے' کسی صوفیانہ یا ملایانہ تسبیح و نماز یا لفظی ذکر رب سے ہرگز ہرگز نہیں' مسلمانوں کے لئے عبرت کا مقام ہے کہ وہ اب بھی سوچ لیں کہ انہوں نے قرآن حکیم کے اس انتہائی طور پر عملی صحیفے کو کیا مخول بنا لیا ہے۔

(۱۵۶) ان ربکم اللہ الذی خلق السموات والارض فی ستتہ ایام ثم استوی علی العرش یدبر الامر ما من شفیع الامن بعد اذنہ ذالکم اللہ ربکم فاعبدوہ افلا تذکرون ○ الیہ مرجعکم جمعیًا وعد اللہ حقًا انہ یبدؤالخلق ثم یعیدہ لیجزی الذین امنواوعملوالصحلت بالقسط والذین کفروالھم شراب من حمیم وعذاب الیم بما کانوا یکفرون ○ ھو الذین جعل الشمس ضیاء والقمر نورا وقدرہ منازل لتعلموا عدد السنین والحساب ما خلق اللہ ذالک الا بالحق یفصل الایات لقوم یعلمون ○ ان فی اختلاف الیل والنہار وما خلق اللہ فی السموات والارض لایت لقوم یتقون ○ ان الذین لایرجون لقاء نا

ورضو بالحیوۃ الدنیا واطما نوا بھا والذین ھم عن اٰیتنا غافلون

○ اولئک ماولھم النار بما کانو یکسبون ○ ۱۰/۳۔۸

(۱۵۶) (لوگو! یاد رکھو کہ) بے شک تمہارا پروردگار وہی اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ (بڑے بڑے لاکھوں کروڑوں برسوں کے) دنوں میں پیدا کیا' پھر وہ تخت حکومت پر جم کر بیٹھ گیا (اور اس سلطنت کو چلا رہا ہے۔ یہ بھی یاد رکھو کہ) وہ قانون فطرت) کی تدبیر کرتا ہے (جس کی تکمیل ہزاروں اور لاکھوں برس میں جا کر ہوتی ہے) (سمجھ لو کہ اس قانون فطرت سے گریز کرنے کے بعد) تمہارا کوئی سفارشی نہیں ہو سکتا مگر یہ کہ خدا (غفور و درگذر کر دینے کی صورت میں کسی رعایت کا) حکم دے۔ یہ ہے اللہ تمہارا پروردگار تو بس اسی کی۔(روز و شب) ملازمت میں ٹکے رہو (اور اس کے بنائے ہوئے قانون فطرت پر مہم عمل کرتے رہو) تو کیا تم (عظیم الشان کارخانے سے جو تمہاری آنکھوں کے سامنے رہے کوئی (عبرت نہیں پکڑتے؟ تم سب لوگوں کا (بالاخر اسی کی طرف (اپنے اعمال کا حساب دینے کے لئے) رجوع ہو گا۔ یہ خدا کا پختہ وعدہ ہے اس میں شک وشبہ نہیں کہ وہ فطرت کی پیدائش کو شروع کرتا اور پھر اس کو بار بار دہراتا اس لئے ہے کہ صاحب ایمان قوم کو جو (صحیفہ فطرت کے راز ہائے سربستہ کو معلوم کرنے کے لئے دن رات جدوجہد اور) مناسب اعمال میں لگی ہے عدل و انصاف کے ساتھ ان کے سعی و عمل کی جزا دیتا جائے اور وہ لوگ جو (اس صحیفہ فطرت کے برحق ہونے کے) منکر ہیں ان کو (بطور جزا) جلتا ہوا پانی اور دردناک عذاب ان کے کفر کی پاداش میں دے۔ وہی (پاک) ذات ہے جس نے سورج کو شعلہ اور قمر کو روشنی بنا دیا اور پھر چاند کی منزلیں مقرر کر دیں تاکہ سنوں کی گنتی کا علم اور (مدتوں کا) حساب حاصل کر سکو۔ (یاد رکھو کہ) ان چیزوں کو خدا نے پیدا نہیں کیا مگر یہ۔کہہ کر وہ برحق ہیں۔ اور اسی حقیقت ہونے کی وجہ سے انتہائی طور پر قابل توجہ)۔ (اسی لئے) وہ' صاحب علم قوم کے لئے آیات (قدرت) کھول کھول کر بیان کرتا ہے۔ (یاد رکھو) دن اور رات کے اختلاف میں اور جو کچھ اللہ نے آسمانوں اور زمین میں پیدد کیا' ان میں

لامحالہ اس قوم کے لئے جو قانون خدا سے خوفزدہ ہے (بے شمار) اشارے موجود ہیں (جو ان کو قوت اور امن کی منزلوں تک لے جا سکتے ہیں)۔ بے شک وہ لوگ جو خدا سے (بالآخر) ملاقات کرنے کی امید نہیں رکھتے اور اسی دنیاوی زندگی (کے عیش و طرب) سے راضی ہو گئے ہیں اور (صرف کھانے پینے اور عیش اڑانے اور کچھ نہ کرنے کی بے معنی) دنیاوی زندگی سے مطمئن ہو گئے ہیں' نیز وہ لوگ جو ہماری (صحیفہ فطرت کی) آیات سے غافل ہو گئے ہیں (جن کا اشارہ ہم نے ابھی اوپر کیا)' تو یہی وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ دوزخ ان کے اپنے اعمال کی پاداش میں ہے۔

ان آیات سے فیصلہ ہو گیا کہ آسمان و زمین کی تمام مخلوق کا بار بار پیدا کئے جانا اور آسمان اور زمین میں پیدا کی ہوئی ہر شے کا وجود صرف اس لئے ہے کہ خدا کی خدائی پر صدق دل سے ایمان رکھ کر اس صحیفہ فطرت کی کنہ و ماہیت کو دریافت کرنے والی ہر صالح العمل قوم کو انصاف و عدل سے اسی صحیفہ فطرت کے بہترین انعامات بطور جزا دیئے جائیں اور ان صاحب علم قوموں کو جو خدا کی بنائی ہوئی فطرت کا بغور مشاہدہ کر کے اس کی دریافت میں لگے ہیں اور صحیح معنوں میں خدا سے ڈرنے والی قومیں ہیں' جنت الارض کا انعام دے کر آسودگی قوت اور غلبے کے اعلیٰ ترین مدارج پر پہنچائے۔ انہی آیات میں صاف طور پر واضح کر دیا ہے کہ جن قوموں کو خدا سے ملاقات کی امید باقی نہیں رہی وہ وہی کاہل العمل اور غافل قومیں ہیں جن کو اس صحیفہ فطرت کے اندر کوئی آیات خدا نہیں ملتیں' وہ سعی و عمل سے اس لئے بے بہرہ ہیں اور کسی طرح کی کوشش کرنے سے ان کی جان جاتی ہے' وہ خدا کے حکموں کا پابند ہونا اپنے لئے عذاب سمجھتی ہیں اور اسی لئے وہ کسی معنوں میں خدا کی عابد نہیں۔ ایسی قوموں کا ٹھکانہ جہنم ہے کیونکہ اس دنیا میں تو وہی قوم عمدہ اجر لے گی جو عمدہ سے عمدہ عمل کرے گی۔ یہ دنیا صرف دارالعمل ہے اس میں کاہل اور غافل قوم کا ہرگز گذارہ نہیں۔

اسی لقائے رب کی آخری منزل کو قرآن حکیم نے ایک اور جگہ نہایت مختصر الفاظ میں یوں بیان کیا ہے:۔

(۱۵۷) **من کان یرجو لقاء اللہ فان اجل اللہ لات وھو السمیع العلیم ۝ ومن جاھد فانما یجاھد لنفسه ان اللہ لغنی عن العالمین ۝** ۲۹/۵-۶

(۱۵۷) جو شخص خدا سے ملاقات کرنے کی امید رکھتا ہے تو (سمجھ لو کہ) اللہ کی مقرر کی ہوئی مدت تو (ایک نہ ایک دن ختم ہو کر) آنے والی ہے اور وہ خدا انتہائی طور پر صورت حال کو سمجھنے والا اور بڑا صاحب علم ہے۔ تو (اس ملاقات کو ممکن کرنے اور اس مدت کو قریب لانے کے لئے جو ہرگز ہرگز اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک کہ انسان کو اس تمام کائنات کا مکمل علم نہ حاصل ہو جائے اور وہ ترقی کے فلک الافلاک تک نہ پہنچے)۔ جس (قوم یا) متنفس نے سعی و عمل کیا تو وہ صرف اپنے نفس (کی بہتری) کے لئے کرتا ہے۔ ورنہ اس میں تو شک ہرگز نہیں کہ خدا تمام کائنات سے بے نیاز ہے (اور اس ملاقات میں جو ہونے والی ہے اس کو کوئی اپنا فائدہ مد نظر نہیں)۔

الغرض حضرت انسان کی رب زمین و آسمان سے ایک نہ ایک دن ملاقات اس کائنات فطرت میں ایک طے شدہ امر ہے اور اس کا واحد وسیلہ وہ زہرہ گداز سعی و عمل ہے جس کے باعث صدہا امتیں صدہا سال سے صحیفہ فطرت کی ماہیت کی دریافت میں لگی ہیں۔ چونکہ فاطر زمین و آسمان خود صاحب سمع و علم ہے وہ انسان سے متوقع ہے کہ سمیع و علیم بن کر خدا کی تلاش کرے' یہ جدوجہد خود انسان کی اپنی بہتری کے لئے ہے کیونکہ وہ اس صورت میں کہ مساویانہ درجے پر خدا سے ملاقات کرنے کا اہل ثابت ہو جائے' خود خدا کا ایک جز بن سکے گا' اس میں ربانی طاقتیں موجود ہوں گی' وہ اوصاف خدا کا ایک مظہر ہو گا' وہ **نفخت فیه من روحی** کا مصداق ہو گا' وہ **انی جاعل فی الارض خلیفه** کی صحیح تصویر ہو گا اور اس صورت میں کہ وہ جدوجہد نہ کر کے اور غافل رہ کر اس بلند مقام تک نہ پہنچا اس کا ٹھکانہ جہنم ہو گا: (۲۶) ا۔ خدا کے قہر و غضب کی آگ اس کو بھسم کر دے گی اور ابد الاباد تک اس کا نام و نشان مٹا کر رہے گی: (۱۵۶)۔ خدائے عظیم ایک ایک قوم اور ایک ایک متنفس کے اعمال کو بغور دیکھ رہا

ہے: (۱۵۷)۔ روز بروز صحیفہ فطرت کی آیتیں معجزے بن بن کر دنیا کو حیران کر رہی ہیں (۱۵۸)۔ روز بروز فطرت کی نئی سچائیاں ظاہر ہو رہی ہیں۔ **علم** کی طرف ہر نیا قدم اقطار عالم میں باآواز بلند پکار پکار کر نئی سچائی کا اعلان کر رہا ہے' اعلان کر رہا ہے کہ صحیفہ فطرت ہی اس کائنات میں واحد حقیقت ہے: (۱۵۸)' نیز عنوان ۲ مقام فطرت: ۱۲ تا ۴۲' اعلان کر رہا ہے کہ فاطر زمین و آسمان ہی برحق ہے' اعلان کر رہا ہے کہ خدا کی آخری بھیجی ہوئی کتاب ہی برحق ہے' اعلان کر رہا ہے کہ جن امتوں نے حقیقت کو پکڑا ہے وہی اس دنیا میں ابھر رہی ہیں' انہی کے پاس حکم ہے' علم ہے' نبوت ہے' وہی امتیں خدا کی برگزیدہ امتیں ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ مسلمان لاکھ بار اپنے آپ کو برگزیدہ اور خیر امت کہتا پھرے' مگر حقیقت بہر حال حقیقت ہے' وہ سورج کی طرح روشن ہے' اس کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے' وہ خود اپنی سچائی کی دلیل ہے' مسلمان کی خوش فہمی اس کی حالت کو اس وقت تک درست نہیں کر سکتی جب تک کہ وہ قرآن عظیم کو پھر مضبوطی سے نہ پکڑے اور **خذ الکتب بقوۃ** ۱۹/۱۲' ۷/۱۴۴' ۲/۹۳' ۷/۱۷۱' ۲/۶۳ کا مصداق پھر نہ بن جائے۔ سورہ **حم السجدہ** میں ہے:۔

(۱۵۸) سنریھم ایتنا فی الافاق و فی انفسھم حتی یتبین لھم انہ الحق اولم یکف بربک انہ علی کل شی شھید ○ الا انھم فی مریتہ من لقاء ربھم الا انہ بکل شیئی محیط ○ ۴۱/۵۳-۵۴

(۱۵۸) وہ زمانہ عنقریب آنے والا ہے کہ ہم ان لوگوں کو (جو صحیفہ فطرت کو باطل سمجھ کر غافل اور ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے ہیں) اپنی آیات (کی کرامتیں اور تہذیب و تمدن کی جو عظیم الشان ترقیاں ان کے باعث ہوں گی) دنیا کے چار اقطار میں دکھلا دیں اور (نہ صرف آفاق میں ہی دکھلائیں بلکہ) ان کے وجودوں کے اندر' یہاں تک کہ ان کو روز روشن کی طرح نظر آ جائے کہ یہ (کائنات فطرت) برحق ہے۔ کیا یہ تیرے پروردگار کے ساتھ کافی نہیں کہ وہ انسان کی) ہر (ترقی اور سعی و عمل کی ہر چھوٹی سے چھوٹی) شے کو بہ غور دیکھ رہا ہے۔ خبردار ہو جاؤ کہ یہ کافر لوگ (جو اس کارخانہ جہاں کو

باطل اور بیکار سمجھے بیٹھے ہیں) خدا سے اپنی ملاقات کے بارے میں (سخت) شک میں ہیں اور خبردار ہو جاؤ کہ خدائے عظیم بلا شک و شبہ ہر شے پر حاوی ہے۔

اس حیرت انگیز حوصلہ افزائی کے بعد قرآن حکیم میں لقائے رب کے متعلق دوسرے مقاموں پر مزید معنی خیز اشارے حسب ذیل الفاظ میں ہیں :۔

(۱۵۹) ولقد اتینا موسی الکتب فلا تکن فی مریته من لقائه و جعلناه هدی لبنی اسرائیل و جعلنا منهم ائمته یهدون بامرنا لما صبروا وکانوا بایتنا یوقنون ○ ۲۳/۳۲-۲۴

(۱۵۹) اور بے شک ہم نے موسیٰؑ کو الکتب (یعنی صحیفہ فطرت کا ملخص دیا) تو دیکھنا خدا سے ملاقات کے بارے میں ہرگز شک و شبہ میں نہ پڑنا۔ اور ہم نے اس الکتٰب کو بنی اسرائیل کے واسطے ہدایت (کی ایک پر نور شمع) بنا دیا تھا اور وہ (اس عمل کی برکت سے ترقی کے اس فلک افلاک تک پہنچے کہ) ہم نے ان میں سے (صحیفہ فطرت کے علم کے) بڑے بڑے امام اور لیڈر پیدا کئے جو ہمارے قانون سے (امتوں کو) راہ راست پر چلاتے رہے جب تک وہ اپنی جدوجہد میں مستقل مزاج رہے' اور یہ لوگ ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے تھے۔

(۱۶۰) فمن کان یرجوا لقاء ربه فلیعمل عملاً صالحًا ولا یشرک بعبادة ربه احدًا○ ۱۸/۱۱۰

(۱۶۰) تو جو شخص ملاقات رب کی امید رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ (صحیفہ فطرت کے قانون کی تلاش میں) مناسب (اور بے پناہ) عمل کرتا جائے اور اپنے پروردگار کے ملازم ہونے کی حیثیت میں وہ کسی دوسرے کے قانون کو شریک نہ کرے۔

(۱۶۱) والذین کفروا بایت اللّٰه ولقائه اولئک یئسوا من رحمتی و اولئک لهم عذاب الیم ○ ۲۹/۲۳

(۱۶۱) اور وہ لوگ جو خدا کی (صحیفہ فطرت سے اخذ کی ہوئی) آیات سے منکر ہو کر خدا سے ملاقات کرنے کے منکر ہو گئے تو یہی وہ لوگ ہیں جو میری (بیکراں) بخششوں اور

انعاموں سے مایوس ہو گئے اور یہی وہ لوگ ہیں جن کو دردناک عذاب ہو گا۔

(۶۲) واما الذین کفروا و کذبوا بایتنا و لقای الاخرۃ فاولئک فی العذاب محضرون ○ ۳۰/۱۶

(۶۲) لیکن وہ لوگ جنہوں نے ہماری (صحیفہ فطرت سے اخذ ہوئی ہوئی) آیتوں کو جھوٹ سمجھ کر ان پر عمل نہ کیا اور (بطور نتیجہ کے) آخرت کی (خدا سے) ملاقات کو جھوٹ سمجھا (یعنی اس بات کو ناقابل توجہ سمجھا کہ انسان کی دنیا میں مسلسل تگ ودو کا انجام ملاقات خدا ہو گا) تو یہی وہ لوگ ہیں جو عذاب الٰہی سے دو چار ہوں گے۔

(۶۳) ا۔ ساصرف عن ایتی الذین یتکبرون فی الارض بغیر الحق وان یرواکل ایته لا یومنوا بها وان یرواسبیل الرشد لا یتخذوہ سبیلًا وان یرواسبیل الغی یتخذوہ سبیلًا ذالک بانهم کذبوا بایتنا وکانوا عنها غافلین ○ ۷/۱۴۶

(۶۳) ا۔ (یہ بھی یاد رکھو کہ) میں عنقریب ان لوگوں کو جو اس زمین میں ناحق اکڑ بازی دکھلا کر (میری صحیفہ فطرت کی آیات کو ناقابل توجہ سمجھتے ہیں اور (بھرے پھرتے ہیں' اپنی آیات سے (خود) پھیر دونگا اور ان کی حالت یہاں تک ہو جائے گی کہ اگر وہ (صحیفہ فطرت کی) ان آیات کی حقیقت بھی پوری طرح سمجھ لیں گے تو ہرگز ان پر ایمان نہیں لائیں گے اور اگر رشد و ترقی کی کوئی سبیل بھی دیکھ لیں گے تو ہرگز اس پر نہ چلیں گے بلکہ اگر (آنکھیں ہو ہوا کر) ان کو گمراہی کا کوئی رستہ نظر بھی آ جائے گا تو (جھٹ) اس کو اختیار کر لیں گے۔ یہ اس لئے کہ در حقیقت انہوں نے ہماری آیات کو جھٹلا دیا۔ اور انہوں نے ان سے غافل ہو کر رہنے کا (خطرناک) مقام حاصل کر لیا۔

(۶۳) (ب) والذین کذبوا بایتنا و لقاء الاخرۃ حبطت اعمالهم هل یجزون الا ما کانوا یعملون ○ ۷/۱۴۷

(۶۳) (ب) اور وہ لوگ جنہوں نے ہماری (صحیفہ فطرت کی) آیتوں کو اور بالآخر ہم سے ملاقات کو جھوٹ سمجھا تو ان کے سب اعمال ضائع ہو گئے۔ (تو دیکھو) کیا ان کو

سوائے اس کے جو وہ عمل کر رہے تھے کسی اور شے کی جزا دی جا رہی ہے۔

(۱۶۴) فنذر الذین لا یرجون لقاء نا فی طغیانھم یعمھون ۱۰/۱۱

(۱۶۴) تو ہم ان لوگوں کو جو ہم سے ملاقات کی امید نہیں رکھتے' اپنی گمراہی میں ہی چھوڑ دیں گے کہ پڑے بھٹکتے رہیں۔

آج ایک ایک قوم جو مسلمانوں کی طرح خدا سے ملاقات کے متعلق شک میں پڑی ہوئی ہے صحیفہ فطرت کو بیکار اور باطل سمجھ رہی ہے' ان آیات کو جو صحیفہ فطرت سے زندہ قوموں کو مل رہی ہیں ناقابل توجہ یا کم از کم انہی کا فرض سمجھ کر جھٹلا رہی ہے: (۱۶۳)' وہ قوم خدا کی رحمتوں سے قطعاً بے پرواہ یا مایوس ہے: (۱۶۱)' محکومیت اور افلاس کے عذاب میں پڑی چیخ رہی ہے: (۱۶۱)' لذات دنیوی میں مستغرق ہے' خدا کو چھوڑ کر کمتر درجے کے نفسانی خدا پکڑے ہوئے ہے: (۱۵۶)' اس کے تمام اعمال ناکارہ اور ضائع ہو چکے ہیں: (۱۶۳)' وہ اپنی سرکشی اور غفلت میں پڑی ٹامک ٹوئے مار رہی ہے: (۱۶۴)' ایسی قومیں گھاٹے میں ہیں اور جب ہلاکت کا فرمان خسروی اچانک آ پہنچا تو پچھتائیں گی کہ انہوں نے اس دنیا میں کیا کمی کی تھی اور کس بات میں قاصر رہ گئے تھے' واماندگیوں اور گناہوں کے بوجھ ان کی کمروں پر لدے ہوئے ہوں گے اور ان کی پتلی حالت عبرتناک ہو گی:۔

(۱۶۵) (ا) قد خسر الذین کذبوا بلقاء اللّٰہ حتّٰی اذا جاءتھم الساعتہ بغتتہ قالوا یحسرتنا علی ما فرطنا فیھا وھم یحملون اوزارھم علی ظھورھم الا ساء ما یزرون ○ ۶/۳۱

(۱۶۵) (ا) بیشک وہ قومیں گھاٹے میں ہیں جنہوں نے (انسان کی) خدا سے (بالآخر) ملاقات کو جھوٹ سمجھا (یہ مہلت تو ان کو خاص وقت تک ہی ہے کہ اکڑے پھریں) حتیٰ کہ جب ان پر ان کی صحیفہ فطرت سے غفلت کے حساب لینے کا وقت ناگہاں آ پہنچے گا تو وہ واویلا کریں گے کہ ہائے ہم نے دنیا میں کیا کوتاہی کی اور وہ اپنی کمروں پر (خطرناک) بوجھ لادے ہوئے ہوں گے۔ تو دیکھو کیا ہی برا بوجھ ہے جو وہ اٹھائے ہوئے

ہیں!

(۴۵) (ب) ویوم یحشر ھم کان لم یلبثوا الا ساعته من النھار یتعارفون بینھم قد خسرالذین کذبوا بلقاء اللہ وما کانوا مھتدین ○ ۱۰/۴۵

(۴۵) (ب) اور جس دن ہم (ان کو اپنی غفلتوں کا حساب دینے کیلئے) اکٹھا کریں گے (اور یہ مہلت جس میں اکڑے بیٹھے ہیں جلد اس طرح کٹ جائے گی کہ) گویا وہ دن کا ایک گھنٹہ بھی چھوٹے نہ رہے' (ادھر) ایک دوسرے کو پہچانتے ہوں گے (کہ ہاں ہم سب ایک ڈگر کے تھے' تو یقین ہو جائے گا کہ) بیشک وہی قوم گھاٹے میں رہی جس نے اللہ کی ملاقات کو جھوٹا سمجھا تھا اور وہ راہ راست پر ہی نہ آنے والے تھے۔

قرآن حکیم نے یہاں تک کہہ دیا کہ جن قوموں کو ملاقات رب کی دھن نہیں اور کاہلی میں پڑی اپنے دن گذار رہی ہیں وہ تو یہ کٹ حجتی کرتی ہیں کہ اگر خدا سے ملاقات ایسی ہی ضروری شے تھی کہ اس کے بغیر اس کائنات کا مقصد پورا نہ ہوتا تھا تو کیوں ہم پر بجائے انسانی پیغمبروں کے نازل ہونے کے (جو عام انسانوں کی طرح بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں اور انسانوں کی طرح کھانا کھاتے ہیں : **وقالوا مال ھذا الرسول یا کل الطعام ویمشی فی الاسواق لولا انزل الیه ملک فیکون معه نذیراً○ اویلقی الیه کنز او تکون له جنته یا کل منھا و قال الظالمون ان تتبعون الا رجلاً مسحوراً ○ ۸/۲۵** م

کیوں ہم پر فرشتے نازل نہیں ہوئے تاکہ ہم اس قطع کے پیغام کی اہمیت کو فوراً تسلیم کر لیتے یا اگر یہ نہیں ہوتا تھا تو کم از کم ہم اپنے پروردگار کو دور سے ہی ان آنکھوں سے دیکھ لیتے تاکہ اس کے جاہ و جلال کو دیکھ کر ہم میں اشتیاق ملاقات پیدا ہوتا۔ قرآن حکیم اس قطع کی کام چوری کا جواب یہ دیتا ہے کہ غافل اور کاہل قوموں کو جو ایسے لنگ عذر تراشتی رہتی ہیں اپنی اہمیت کا بے انتہا غرور ہوتا ہے' وہ سعی و عمل سے کتراتی ہیں اور سمجھتی ہیں کہ وہ اس قدر بڑی ہیں کہ ان کے سامنے پکا پکایا

حلوہ آنا چاہیے۔ ان کو معلوم ہی نہیں کہ خدا سے ملاقات کن جانکاہ مراحل سے گذر کر اور کس زہرہ گداز سعی و عمل کے بعد واقع ہو سکتی ہے اور اسی بنا پر ایسی قوموں میں انتہائی طور پر سرکشی ہوا کرتی ہے جو ان کو عمل سے بے پروا کر دیتی ہے!

(۱۶۶) **وقال الذین لا یرجون لقاء نا لولا انزل علینا الملائکتہ او نری ربنا لقد استکبروا فی انفسہم و عتو عتواً کبیراً ○ ۲۵**

۲۱/

(۱۶۶) اور وہ لوگ جو ہم سے ملاقات کی دھن نہیں رکھتے' (اپنی کٹ حجتی میں) دلیل پیش کرتے ہیں کہ (اگر ملاقات رب ایسا ہی ضروری اور اہم شے تھی تو) کیوں ہم پر فرشتے نہیں اتارے گئے (تاکہ ہم اس کی اہمیت کو سمجھتے)' یا (کم از کم) ہم اپنے رب کو (دور سے ہی) دیکھ لیتے۔ بے شک ان لوگوں نے اپنی حیثیت کے بارے میں بہت ہی تکبر ظاہر کیا اور بہت ہی بڑی سرکشی کی ہے۔

قرآن حکیم لقائے رب کی اس حیرت انگیز ترغیب و تحریص سے بھی دس قدم آگے بڑھ کر اور **لا تدرکہ الابصار** ۱۰۴/۶ (یعنی موجودہ انسانی آنکھیں خدا کی درک نہیں لگا سکتیں اور خدا کو پانے کے لئے کسی نئی آنکھوں کی ضرورت ہو گی) کا خدائی محاکمہ انسان کے سامنے رکھ کر' بلکہ انسان کی پیدائش کے تمام ابتدائی مراحل سلسلہ وار (یعنی مٹی کے قوام سے لے کر انسانی سمع و بصر اور ذہن کی تکمیل تک کے) گن کر ایک نہایت باریک اشارہ احسن الخلق انسان کی اس پیدائش کے بعد بھی کسی دوسری خلق جدید کے واقع ہونے کے متعلق کرتا ہے جس سے مجھے غالب شک پڑتا ہے کہ سمع و بصر اور ذہن کے صحیح استعمال اور صحیفہ فطرت کی تفتیش و تلاش کے سلسلے میں ہی انسان کی موجودہ تقویم میں ایک اور انقلاب آ کر رہے گا جس انقلاب میں موجودہ **سمع و بصر اور افئدہ** اپنی پیدائش کا ایک اور چولا بدلیں گے اور وہ چولا اس قطع کا ہو گا کہ خدا سے دو بدو ملاقات کا مسئلہ اس خلق جدید کے واقع ہونے کے بعد ممکن ہو سکے گا۔ میں اس تمام سورت کو یہاں پر نقل کر کے اس کا ایک مربوط ترجمہ دیتا ہوں۔ مجھے

یقین ہے کہ ہر صاحب نظر میری اس تشریح سے اتفاق کرے گا۔ سورہ سجدہ حسب ذیل ہے اور اس کو سات حصوں میں میں نے تقسیم کیا ہے تاکہ ربط واضح ہو سکے :۔

سورہ سجدہ کا ناقابل رد مفہوم

(۱۶۷)۔۱ الم ○ تنزیل الکتب لا ریب فیه من رب العالمین ○ ام یقولون افتراہ بل هو الحق من ربک لتنذر قومًا ما اتهم من نذیر من قبلک لعلهم یهتدون ○ الله الذی خلق السموات والارض وما بینهما فی ستته ایام ثم استوی علی العرش ما لکم من دونه من ولی ولا شفیع افلا تتذکرون ○ یدبر الامر من السماء الی الارض ثم یعرج الیه فی یوم کان مقدره الف سنته مما تعدون ○ ذالک عالم الغیب و الشهادة العزیز الرحیم ○ الذی احسن کل شی خلقه وبد اخلق الانسان من طین ○ ثم جعل نسله من سللته من ماء مهین ○ ثم سواہ و نفخ فیه من روحه و جعل لکم السمع و الابصار والافئدة قلیلًا ما تشکرون ○ و قالو اء اذا ضللنا فی الارض ء انا لفی خلق جدید بل هم بلقائی ربهم کفرون ○ قل یتوفکم ملک الموت الذی و کل بکم ثم الی ربکم ترجعون ○ ۳۲/۱۔۱۱

(۱۶۷) ۱۔ (یہ قرآن) جہانوں کے پروردگار (اور تمام دنیا کے سب عالموں کی ہر شے کو نشوونما دینے والے) کی طرف سے اس الکتٰب (یعنی صحیفہ فطرت کے علم) کی (انسان پر) اتاری ہوئی صورت ہے جس میں کوئی شک و شبہ نہیں (اور جو ایک مستقل حقیقت ہے)۔ اے پیغمبرؐ کیا یہ لوگ (مجھے اس کے مشکل ترین دستور العمل کو دیکھ کر) یہ کہتے ہیں کہ اس نے اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے؟ ان کو کہہ دو کہ یہ تیرے پروردگار کی طرف سے ایک حقیقت ہے تاکہ تو اس قوم کو (ہلاکت کے عذاب سے) ڈرائے جس

کے پاس تجھ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تا کہ وہ راہ راست پر چلیں۔ (تو اس راہ راست کو سمجھنے کے لیئے اس امر کی طرف خیال کرو کہ) خدا وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ (بڑے بڑے لمبے) دنوں میں (جن کی مدت لاکھوں اور کروڑوں برس کی ہے) پیدا کیا پھر تخت (حکومت) پر جم کر بیٹھ گیا۔ تو جب حکومت اس کی ہے سوچو کہ) اس کے سوا تمہارا کوئی مددگار یا سفارشی نہیں (ہو سکتا) (۱)۔ پھر کیا اس سے نصیحت نہیں پکڑتے؟ وہ (حاکم اعلیٰ) آسمان سے لے کر زمین تک ایک قانون کی تدبیر کرتا ہے پھر وہ (قانون) اس خدا) کی طرف ایک ایسے یوم (یعنی مدت) میں (آہستہ آہستہ) ارتقا کرتا ہے (یعنی پایہ تکمیل کو پہنچتا ہے) جس کی مقدار تمہاری گنتی کے مطابق ایک ہزار برس کی ہوتی ہے۔ یہ ہے وہ آئندہ احوال کو جاننے والا اور موجودہ حالات کو پرکھنے والا خدا جو (قوموں کو) بڑا ہی عزت دینے والا اور (ان کی خوشحالی کے بارے میں ان پر) بڑی رحمتیں برسانے والا ہے (۲)۔ یہ وہی خدا ہے جس نے ہر شے کی خلقت کو بہتر سے بہتر کر دیا ہے اور جس نے انسانوں کی خلقت کو مٹی سے شروع کیا' پھر اس کی نسل کو گندے پانی کے ایک نچوڑ سے (قائم) کیا' پھر اس کے (اعضاء کو) درست کیا (۳)۔ اور اس میں اپنی (ربانی صفات والی) روح کا ایک حصہ پھونک دیا اور تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور ذہن ارزانی کر دیا۔ (لیکن افسوس ہے کہ) تم بہت ہی کم (ان اشیاء کی) قدر کرتے ہو۔ (☆[۱]) اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ کیا ہم جب اس زمین میں (اس طرح پر) گمراہ ہو گئے (جس طرح کہ یہ پیغمبر ہم کو گمراہ کرنا چاہتا ہے اور صحیفہ فطرت کی ہدایتوں پر عمل کر کے ترقی کے انتہائی مقامات پر چڑھتے گئے) تو کیا فی الواقع ہم (اس سے بھی بہتر) نئی پیدائش ہو جائیں گے (تا کہ خدا سے دو بدو ملاقات کرنے کے قابل ہو سکیں) (☆☆[۲]) (انہوں نے کیا کسی بہتر یا نئی پیدائش میں بدلنا ہے) بلکہ وہ تو (سرے سے) اپنے پروردگار کی ملاقات کے منکر ہیں۔ انہیں کہہ دو کہ تم کو تو وہی موت کا فرشتہ ختم کر دے گا جو تمہارے سپرد کیا گیا پھر تم اپنے پروردگار کی طرف لوٹا دیئے جاؤ گے (تا کہ اپنے کیئے کی سزائیں

پاؤ) (☆☆☆)

(۲) ولو تری اذا المجرمون نا کسوا روسهم عند ربهم ربنا ابصرنا و سمعنا فارجعنا نعمل صالحًا انا موقنون ○ ولو شئنا لاتینا کل نفس هدها ولکن حق القول منی لا ملئن جهنم من الجنته والناس اجمعین ○ فذوقوا بما نسیتم لقاء یومکم هذا انا نسینکم وذوقوا عذاب الخلد بما کنتم تعملون ○ ۳۲/۱۲۔۱۴

(۲) اور کاش کہ تو اس وقت ان مجرموں کو دیکھے کہ وہ سر لٹکائے ہوئے اپنے رب کے پاس (پکار رہے ہوں گے کہ) اے ہمارے پروردگار ہم نے (حقیقت کو) دیکھ لیا اور (اصلیت کو) سمجھ لیا۔ تو اب ہمیں (زمین کی طرف) واپس کر دے تاکہ (وہی) مناسب ترین اعمال کریں (جن کا تو نے حکم دیا تھا)۔ اب ہم کو درحقیقت یقین ہو چکا ہے۔ اور اگر ہم مناسب سمجھتے تو ضرور ہر متنفس کو اس کی راہ ہدایت دے دیتے لیکن میری طرف سے یہ قول پورا ہو کر رہے گا کہ میں ضرور جن و انس سب کو جہنم سے بھر کر رہوں گا۔ کیونکہ مجھے یقین ہے کہ انسان اپنی خود سری' خود رائی اور کبر کے باعث حقیقت حال اور اس کائنات جہاں کی پیدائش کے آخری منشا کو سمجھنے والا ہی نہیں) پھر (ہم ان لوگوں کو کہیں گے کہ اس عذاب جہنم کو) چکھو اس (گناہ) کی پاداش میں کہ تم آج اس دن کی ملاقات کو بھول گئے تھے۔ بیشک ہم نے تم کو بھلا دیا اور یہ ہمیشگی کا عذاب چکھو اس کی پاداش میں جو تم کرتے تھے۔

(۳) انما یومن بایتنا الذین اذا ذکروا بها خروا سجدا وسبحوا بحمد ربهم و هم لا یستکبرون ○ تتجافی جنوبهم عن المضاجع یدعون ربهم خوفًا وطمعًا ومما رزقنهم ینفقون ○ فلا تعلم نفس ما اخفی لهم من قرة اعین جزاء بما کانوا یعملون ○ افمن کان مومنا کمن کان فاسقًا لا یستوون○ اما الذین امنوا وعملوا الصالحت فلهم جنت الماوی نزلًا بما کانوا یعملون ○

واما الذین فسقوا فماوٰی ھم النار کلما ارا دو ان یخرجوا منھا اعیدوا فیھا و قیل لھم ذوقوا عذاب النار الذی کنتم بہ تکذبون
○ ۲۰-۱۵/۳۲

(۳) (یاد رکھو) صرف وہی لوگ ہماری (صحیفہ فطرت کی آیات کی) ہدایات کو (نفع مند) یقین کرتے ہیں جو جس وقت یہ آیات (ان کے سامنے حقیقت کے طور پر آ کر ان کو بیدار کر دیتی ہیں یعنی) متنبہ کر دیتی ہیں تو وہ لڑکھڑا کر سجدے میں گر پڑتے ہیں[۱] اور اپنے پروردگار کے (کمال قدرت کو دیکھ کر) ترانہ حمد گاتے ہیں اور وہ (صحیفہ فطرت کو محض لاشے یا ناقابل توجہ سمجھ کر) اکڑ نہیں کرتے (بلکہ) ان کے پہلو (اس اضطراب میں کہ وہ اس صحیفہ فطرت کی ماہیت کو سمجھ کر ترقی کے فلک الافلاک تک پہنچیں) بستروں سے آشنا نہیں ہوتے' وہ اپنے کو (سزا کے) خوف (سے) اور (دنیا میں بہترین چیزوں کے حاصل کرنے کی طمع سے (ملاقات کی) دعوت دیتے رہتے ہیں (۲) اور (پھر) جو کچھ انعامات (نئی نئی ایجادات کی صورت میں) ہم ان کو عطا کرتے رہتے ہیں ان میں سے (بہت سے) وہ خلق خدا کی بہبودی کے لئے) عوام الناس کو عطا کرتے رہتے ہیں (۳)۔ تو کوئی متنفس بھی نہیں جانتا کہ ایسے (صاحب علم و عمل) لوگوں کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈکیں (اور لازوال انعامات) چھپے پڑے رکھے ہیں جو ان کے عمل کے بدلے میں بطور جزا دیئے جائیں گے۔ تو کیا وہ قوم جو (صحیفہ فطرت پر) ایمان لے آئی اس کے برابر ہو سکتی ہے جو (منکر اور) بدکار ہو۔ ہرگز برابر نہیں ہو سکتے۔ تو وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے اعمال صالحہ کئے ان کے لئے (بادشاہت زمین کے) جنات بطور پناہ کے ہوں گے اور یہ ان کے اعمال کی جزا میں اللہ کی طرف سے اتاری ہوئی مہمانی ہو گی اور جو منکر اور بدکار ہو گئے تو ان کی جائے پناہ جہنم ہو گی' وہ اس (ذلت' غلامی دکھ اور تنگی کی) زندگی میں جب بھی ارادہ کریں گے کہ اس سے نجات پائیں تو بار بار اس میں دھکیل دیئے جائیں گے اور ان کو کہا جائے گا اس جہنم کا مزا چکھو جس کو تم (مخول سمجھ کر) جھٹلا رہے تھے۔(غور کرو کہ غلام قوموں کی حالت آج

بعینہ یہی ہے)۔

(۴) ولنذ یقنهم من العذاب الادنی دون العذاب الاکبر لعلهم یرجعون ○ ومن اظلم ممن ذکر بایت ربه ثم اعرض عنها انا من المجرمین منتقمون○ ۳۲/۲۱-۲۲

(۴) اور ضرور ہے کہ ہم ان قوموں کو چھوٹے چھوٹے وقتی عذاب' (☆)(۱) ہلاکت کے بڑے عذاب کو چھوڑ کر (جو کہ ہماری انتہائی اور ناقابل معافی سزا ہے)' دیتے رہیں تاکہ شاید وہ (غفلت اور کاہلی کے گناہوں سے) باز آ جائیں۔ اور کون (قوم) اس سے زیادہ ظالم ہے کہ اس کو اس کے پروردگار کی آیات کے متعلق تنبیہہ کر دی گئی ہو اور پھر وہ ان سے روگردان ہو جائے۔ ہم تو ضرور (ایسے) مجرموں سے انتقام لے کر رہیں گے۔

(۵) ولقد اتینا موسی الکتب فلا تکن فی مریته من لقائه وجعلنا هدی لبنی اسرائیل ○ و جعلنا منهم ائمته یهدون بامرنا لما صبروا وکانوا بایتنا یوقنون ○ ۳۲/۲۳-۲۴

(۵) اور بالتحقیق ہم نے موسیٰؑ کو (یہی قانون فطرت) الکتٰب (کی صورت میں) دے دیا تھا اور اس کی قوم اس کے ذریعے سے ترقی کے فلک الافلاک تک پہنچ گئی)۔ تو (اے پیغمبر!) تم بھی خدا سے ملاقات کے بارے میں شک میں نہ پڑنا اور ہم نے اس الکتٰب کو بنی اسرائیل کے لئے ایک (مجسمہ) ہدایت بنا دیا تھا۔ اور (وہ اس ہدایت کی طفیل تمدن اور عمران کی ان انتہائی منزلوں تک پہنچ گئے کہ) ہم نے انہیں میں سے (بڑے بڑے جید) رہنما اور امام پیدا کئے جو ہمارے قانون کو پیش نظر رکھ کر اس وقت رہنمائی کرتے رہے جب تک وہ (سعی و عمل میں) مستقبل مزاج رہے اور وہ ہماری (صحیفہ فطرت سے ملی ہوئی اور وحی کی) آیات پر (کامل) یقین رکھتے تھے۔

(۶) ان ربک هو یفصل بینهم یوم القیمته فیما کانوا فیه یختلفون ○ اولم یهدلهم کم اهدکنا من قبلهم من القرون یمشون فی مسکنهم ان فی ذالک لایت افلا یسمعون ○ ۳۲/

۲۵-۲۶

(۶) (پھر ان میں (الکتٰب کے علم کے متعلق، نیز وحی کی الکتٰب کی آیتوں کے متعلق اختلاف پیدا ہو گیا اور ان میں زوال شروع ہو گیا تو) بیشک تیرا پروردگار یوم حساب کو ان کے درمیان ان کے آپس کے اختلاف کے متعلق فیصلہ کرے گا (کہ زوال کا مجرم کون تھا)۔ کیا ان لوگوں کو یہ سوجھ نہیں آئی کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی قوموں کو (انہی جرموں کے باعث) ہلاک کر دیا تھا جن کے گھروں میں وہ اب چل پھر رہے ہیں۔ اس میں بے شک (ان کے لئے) ایک اشارہ ہے تو کیا وہ اس کو نہیں سنیں گے۔

(۷) **اولم یروا انا نسوق الماء الی الارض الجرز فنخرج به زرعا تاكل منه انعامهم وانفسهم افلا يبصرون ○ ويقولون متى هذا الفتح ان كنتم صادقين ○ قل يوم الفتح لا ينفع الذين كفروا ايمانهم ولا هم ينظرون ○ فاعرض عنهم وانتظر انهم منتظرون ○ ۳۲/۲۷-۳۰**

(۷) اور کیا انہوں نے اس حقیقت کی طرف نہیں دیکھا کہ ہم (اپنی رحمت کے) پانی کو (ہمیشہ) اسی زمین کی طرف لے جاتے ہیں جو ہموار اور نیچی ہو (اور جس میں اونچ نیچ کی کجی نہ ہو) (ا) اسی طرح جو قوم ہموار اور اطاعت گذار ہو اس پر ہماری رحمت کے پانی برسا کرتے ہیں) پھر اس پانی سے ہم کھیتیاں اور سرسبز درخت اگاتے ہیں جن سے ان کے مویشی اور وہ خود بہرہ مند ہوتے ہیں۔ (اور اسی طرح ایسی قوموں کو ہم نعمتوں سے مالا مال کر دیتے ہیں) تو کیا یہ لوگ اس حقیقت کو بصیرت کی نظر سے نہیں دیکھتے اور یہ لوگ تم سے پوچھتے ہیں کہ یہ دن کب ہو گا جب (کائنات کی پیدائش کا آخری راز اور خدا سے دو بدو ملاقات کا عظیم الشان واقع یعنی فتح (☆) نمودار ہو گی اگر تم کہہ رہے ہو فی الحقیقت سچ ہے۔ ان کو کہہ دو کہ اس فتح کے دن منکروں کو ان ایمان کوئی نفع نہ دے گا اور نہ ان کو کوئی مہلت دی جائے گی۔ پس ان سے علیحدہ جاؤ اور انتظار کرو (کیونکہ) وہ بھی (اپنی سزا ہی) کا انتظار کر رہے ہیں۔

کیا اس مربوط اور مدلل ترجمے کے بعد ممکن ہے کہ کوئی شخص لقائے رب کے منتہا کو صحیفہ فطرت کی کامل تفتیش و تلاش اور سمع و بصر اور ذہن کے صحیح استعمال کے بغیر حاصل کرنا' یا سمع و بصر اور ذہن کی نعمتہائے الٰہی کا منتہا لقائے رب کے سوا ہونا یقین کرے۔ قرآن حکیم ایک انتہائی طور پر پراز علم و خبر آسمانی صحیفہ ہے جس کا علم اس قدر اتھاہ ہے کہ سطح بین آنکھیں اس کی ظاہری بے ربطی کو دیکھ کر سٹ پٹا جاتی ہیں۔ لیکن اس کا استدلال اس قدر محکم اور ناقابل رد ہے کہ **عالم الغیب والشھادۃ** خدا کی دی ہوئی حکمت اور خبر کے سوا اس کی آیات کے مطالب تک پہنچنا اور ایک آیت کی دلیل کو اگلی آیت کے بیان سے مربوط کر دینا محال ہے۔ سورہ سجدہ کی اس تشریح کو آئندہ چل کر جاثیہ کی تشریح کے بالمقابل آیت وار پیش کیا جائے گا تاکہ دونوں سورتوں کو پاس پاس رکھ کر دونوں کے استدلال کا مقابلہ کیا جائے۔ اور قطعی نتیجے تک پہنچا جائے کہ کائنات کی پیدائش کا منتہا لقائے رب ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں۔

بلند نقطہ نظر سے اس کائنات فطرت کو دیکھنے والا انسان بھی انہی نتیجوں پر پہنچے گا۔ وہ سمجھتا ہے کہ صحیفہ فطرت ہی وہ واحد عظیم الشان حقیقت ہے جو انسان کو اس دنیا میں نظر آ رہی ہے۔ اور جس کی تمام پیدائش حیران کن ہے۔ انسان ہی وہ واحد وجود ہے جو اس صحیفہ فطرت کی کماحقہ قدر کر سکتا ہے۔ خالق کائنات کی توقع بھی اگر اپنی بیکراں حکمت کی قدر شناسی یا اپنی معرفت کے متعلق ہو سکتی ہے تو وہ صرف انسان سے ہے۔ نہیں بلکہ یہ ایک فطری امر ہے کہ خدا نے فطرت پیدا ہی اس لئے کی ہو کہ صاحب عقل و ادراک انسان لکھو کھہا سالوں کے سعی و عمل کے بعد قابلیت کا وہ بلند مرتبہ حاصل کرے کہ خدا اس کو اپنی ملاقات کا اہل سمجھے۔ خدا کی بنائی ہوئی فطرت سے ہٹ کر تسبیحوں اور نمازوں کے ذریعے سے "خدا تک پہنچنا" ہر ہوشمند شخص کی نگاہوں میں ایک مضحکہ خیز بات معلوم دیتی ہے۔ انسان نے جو کارنامے اس وقت تک صحیفہ فطرت کی دریافت کے بارے میں کئے ہیں اور جو انعامات خدا کی طرف سے

اس کو مل رہے ہیں' وہ خود اس امر کی دلیل ہیں کہ فطرت کو بیکار اور باطل سمجھنا پرلے درجے کی جہالت ہے۔ "خدا تک پہنچنا" دراصل خدا کی بنائی ہوئی فطرت کی حقیقت تک پہنچ کر خدا سے برابری کا "مصافحہ" کرنا ہے۔ خدا نے اپنی بنائی ہوئی فطرت کو ایک معمار اور چیستاں ہی اس لئے بنایا ہے کہ انسان اس کی پوری تلاش کر کے فطرت کے راز کو یکسر کھول دے یہی یوم فتح ہے اور یہی آفرینش کا آخری مدعا ہے۔

معرفت خدا کے تین اوزار (سمع و بصر و افئدۃ)

خدا اور بشر کا باہمی تعلق واضح کر دینے کے بعد جو سوال اٹھتا ہے یہ ہے کہ لقائے رب کے اس آخری مرحلے تک پہنچنے کے لئے وہ کیا اوزار ہیں جن سے انسان معرفت رب حاصل کرے اور تسخیر فطرت کی اس انتہائی منزل تک پہنچ سکے۔ قرآن حکیم کے اس نکتہ کا حل حدیث القرآن کی تمہیدؑ میں میں نے پیش کر دیا ہے۔ خدائے عظیم یہ چاہتا ہے کہ انسان اپنے اس زمین پر وجود کے کسی مرحلے میں ماسواء علم کے کسی ظن و گمان کی پیروی نہ کرے۔ اسی نقطہ نظر سے **ذالک مما اوحی الیک ربک من الحکمہ ○** ۳۶/۱۷ کے الفاظ کہہ کر اس نے یہ واضح کر دیا ہے کہ **ولا تقف ما لیس لک بہ علم ان السمع والبصر والفواد کل اولئک کان عنہ مسؤلا ○** ۳۶/۱۷ کا فرمان ایزدی ربانی حکمت ہے جس کی اہمیت انسان پر بدرجہ اولیٰ واضح ہونی چاہیے۔ **الم تروا** (کیا تم نے نہیں دیکھا) **اولم یروا** (کیا انہوں نے نہیں دیکھا) **الم تر** (کیا تو نے نہیں دیکھا) **اولم یھد لھم** (کیا ان کو یہ ہدایت نہیں ہوئی **اولم یعلموا** (کیا ان کو اس امر کا علم نہیں ہوا)' **اولم یتفکروا** (کیا انہوں نے نہیں سوچا) **اریتم** (کیا تم نے دیکھا) **افلم ینظروا** (کیا انہوں نے نہیں دیکھا)' کے الفاظ جو بار بار قرآن حکیم میں اس سلسلے میں آتے ہیں اور جو اب تک (۱۸)' (۲۲)' (۲۹)' (۳۰)' (۳۳)' (۴۳)' (۴۶)' (۴۹)' (۵۳)' (۵۸)' (۵۹)' (۶۱)' (۶۲)' (۶۶)' (۷۱)' (۷۲)' (۷۳)' (۷۸)' (۸۰) وغیرہ میں آ چکے ہیں اس بات پر صاف دلالت

کرتے ہیں کہ خدا کی کسی حقیقت کو دلنشین کرنے کی سفارش انسان کی آنکھ سے ہے۔ وہ کسی ایسی قطع کی حجت سامنے رکھ کر انسان کو قائل نہیں کرتا جس کا تعلق انسان کے براہ راست علم سے نہ ہو' اور ظن و وہم یا نظر سے غائب شے کو حجت قرار نہیں دیتا۔ اسی سلسلے میں ایک اور قرآنی آیت ہے جو بے حد توجہ کی محتاج ہے اور جس میں خدائے عظیم نے اس امر کا دعویٰ کیا ہے کہ یہ کتاب (یعنی قرآن) وہ کتاب ہے کہ اس کی ایک ایک آیت کو پہلے مضبوط کیا گیا ہے تاکہ اس کی حجت میں کسی قسم کی کمزوری باقی نہ رہے' پھر کائنات کی سب سے زیادہ پر حکمت اور سب سے زیادہ باخبر ہستی (یعنی خدا) کے ہاں اس آیت کی تفصیل و تشریح کرائی گئی ہے۔ **کتب احکمت ایته ثم فصلت من لدن حکیم خبیر** ○ ۱۱/۱۔ اس دعوے کو پیش نظر رکھ کر کوئی شخص قرآن حکیم کی کسی آیت کو لغو یا بے معنی یا فضول یا غیر اہم سمجھ کر نظر انداز نہیں کر سکتا۔ میں چاہتا ہوں کہ انسان اس وقت اس چھوٹی سی کتاب کو جسے قرآن کہتے ہیں اس نقطہ نظر سے دیکھنے کی سعی کرے اور اگر وہ کسی آیت یا سورۃ کو پڑھ کر بے معنی سمجھتا ہے' یا اس کے مقصد کو سمجھنے سے قاصر ہے' یا کسی مافوق الفطرۃ مضمون کو پڑھ کر قرآن سے بے زار ہوتا ہے تو وہ صبر اختیار کرے اور سب سے پہلے صرف اس حکمت کی طرف متوجہ ہو جو اس کی سمجھ میں آ سکتی ہے۔ مشکل اور پیچیدہ باتوں کے سمجھنے کے لئے اپنے دماغ کو ملتوی کر دے۔ صحیفہ فطرت کو سمجھنے میں بھی علمائے فطرت نے یہی طریقہ اختیار کیا ہے اور کوئی وجہ نہیں کہ یہی طریقہ خدا کے کلام کو سمجھنے میں نہ اختیار کیا جائے۔

انسان کو جو اوزار اس کائنات فطرت کو سمجھنے کے سلسلے میں ملے ہیں ان کے متعلق قرآنی آیات یہاں جمع کر دی جاتی ہیں :۔

(۴۸) **واللہ اخرجکم من بطون امھتکم لا تعلمون شیاء وجعل لکم السمع والابصار والافئدۃ لعلکم تشکرون** ○ ۱۶/ ۷۸

(۱۶۸) اور خدا نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹ سے ایسی حالت میں نکالا کہ تم کسی شے کا علم نہ رکھتے تھے اور تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور ذہن بنا دیئے تا کہ تم (ان نعمتوں کو صحیح طور پر استعمال کر کے خدا کی بنائی ہوئی فطرت کے سچے) قدر دان بن جاؤ۔

حیرت ہے کہ ماں کے پیٹ سے نکلنے کے بعد کسی چہرے کی خوبصورتی' یا بدن کے رنگ' یا جسم کے سڈول ہونے کا ذکر نہیں کیا' نقص یہ بتایا کہ وہ بچہ قطعاً کسی شے کا علم نہیں رکھتا اور **سمع ابصار** اور **افئدہ** کی نعمت اس کو ارزانی کر کے انسان پر افسوس ظاہر کیا کہ وہ اس گران بہا نعمت سے کما حقہ فائدہ نہیں اٹھاتا۔ یہ شکایت حسب ذیل آیت میں ہے:۔

(۱۶۹) (ا) قل هوالذی انشا کم وجعل لکم السمع والابصاروالافئدة قلیلاً ماتشکرون ○ ۶۷/۲۳

(۱۶۹) (ا) (اے پیغمبر!) کہہ دو کہ وہی (پاک ذات) ہے جس نے تمہیں نیست سے ہست کیا (اور سمجھ لو کہ اس تمہارے وجود کی ابتداء کرنا کتنا عظیم الشان کام تھا) اور (پھر اس عظیم الشان احسان کے ساتھ ساتھ) تمہارے (فائدے کے) لئے کان اور آنکھیں اور ذہن بنا دیئے (لیکن افسوس ہے۔ کہ تم ان کو استعمال کر کے میری) تھوڑی ہی چیزوں کے قدردان ہو۔

نہیں بلکہ **انشاکم وجعل لکم** کی جگہ ایک دوسری سورت میں **انشالکم السمع** کے نہایت معنی خیز الفاظ کہہ کر حیرت انگیز اشارہ کر دیا ہے کہ یہ **سمع** اور **بصر** اور **افئدة** ابھی بھی ابتدائی حالت میں ہیں اور ان کا ارتقاء ایک نہ ایک دن ضرور آگے چل کر ہو گا۔ کیا یورپ کے بڑے سے بڑے سائنس دان اس حیرت انگیز انکشاف کو دیکھ کر اپنا سر قرآن عظیم کے آگے نہ جھکا دیں گے اور آمنا نہ پکار اٹھیں گے؟۔

(۱۶۹) وھو الذی انشالکم السمع والابصار والافئدۃ قلیلا ماتشکرون ○ ۵/۲۳

(۱۲۹)(ب) اور وہ (پاک ذات خدا) وہ ہے جس نے تمہارے استعمال کے لئے کانوں اور آنکھوں اور ذہنوں کی (پیدائش کی) کی ابتدا کر دی۔(تو اس قابل رشک مرتبے کے باوجود)بہت ہی تھوڑی چیزیں ہیں جن کی قدر دانی تم (ان کے استعمال سے)کر رہے ہو۔

(۱۷۰)ولقد مکنھم فیما ان مکنکم فیہ و جعلنا لھم سمعا وابصارا وافئدۃ فما اغنی عنھم سمعھم ولا ابصارھم و لاافئدتھم من شئی اذ کانو یجحدون بایت اللہ وحاق بھم ما کانو بہ یستھزؤن ○ ۳/۴۶

(۱۷۰) اور بالتحقیق اور بالضرور ہم نے ان کو ایسی (عمدہ) جگہ دی کہ ہم نے تم کو بھی ایسی (عمدہ) جگہ نہ دی تھی اور ان کو کان اور آنکھیں اور ذہن (بھی) دیئے لیکن نہ ان کے کانوں نہ آنکھوں نہ ذہنوں نے ان کو فائدہ نہ دیا جبکہ وہ خدا کی دی ہوئی صحیفہ فطرت کی آیات کا انکار کرتے تھے اور جن (آیات) کو وہ ہنسی مخول سمجھتے تھے وہی ان کے لئے باعث عذاب بن گئیں (گویا قانون خدا نہ سمجھنا باعث ہلاکت ہوا)

(۱۷۱) (الف) الذی احسن کل شیئی خلقہ وبدا خلق الانسان من طین ○ ثم جعل نسلہ من سللتہ من ماء مھین ○ ثم سوبہ و نفخ فیہ من روحہ وجعل لکم السمع ولابصار والافئدۃ قلیلا ماتشکرون ○ ۱/۳۲

(۱۷۱) (الف) وہ وہ (پاک ذات) ہے جس نے ہرشے کی پیدائش کو بہتر سے بہتر بنایا اورانسان کی پیدائش کی ابتدا مٹی سے کی پھراس کی نسل کو گندے پانی کے خلاصے سے جاری کیا پھراس (کے اعضاء) کو درست کیا پھراس میں اپنی روح پھونکی اور (اب ان تمام تبدیلیوں کے بعد) تمہارے (استعمال کے) لئے کان اور آنکھیں اور ذہن بنائے

(لیکن افسوس ہے کہ) تم (ان نعمتوں کی) بہت ہی تھوڑی قدر کرتے ہو۔

دوسرے لفظوں میں یہ کہ انسان کی تخلیق کا کمال یہ ہے کہ اس کو **سمع بصراور فواد** دیئے اور اس عطیہ کے بعد اس کی خلقت بہترین کر دی کیونکہ یہ اعضا کمتر درجے کے حیوانات میں اس درجے تک مکمل نہیں جس درجے تک کہ انسان کے اندر ہیں۔

اس سلسلے میں ایک معمولی سا شبہ **افئدہ اور فواد** کے صحیح مفہوم کے متعلق ہے جس کا رفع کر دینا یہاں ضروری ہے فواد کا ترجمہ: قلب یعنی دل ہے ہم نے اس کا ترجمہ ذہن یعنی دماغ کیا ہے عرب کے نزدیک دل اور دماغ ایک ہی شے ہے اور ان میں کوئی نمایاں فرق نہیں کیونکہ جس شے کو دماغ تسلیم نہ کرے اس کو دل تسلیم نہیں کرتا چنانچہ قرآن حکیم میں خدا نے بھی قلوب کو تعقل کی جگہ قرار دیا ہے اور قلب یعنی ذہن کو سینے میں رکھا ہے:۔

(ب) افلم یسیروا فی الارض فتکون لھم قلوب یعقلون بھا او اذان یسمعون بھا فانھا لا تعمئ الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور○ ۲/۲۲

(۱۷۱) (ب) تو کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ ان کے "دل" ہوتے جن سے تعقل کرتے (یعنی سمجھتے) یا کان ہوتے جن سے سنتے کیونکہ درحقیقت آنکھیں اندھی ہوتیں بلکہ وہ "دل" اندھے ہو جایا کرتے ہیں جو سینوں میں ہوتے ہیں (حیرت انگیز بات یہ ہے کہ "سینوں" کا لفظ کہہ کر "دماغ" کا مقام بھی بتلا دیا کہ وہ "دل" ہے گویا "دل" نہیں مانتا تو "دماغ" کیا مانے۔

ان تینوں اعضائے انسانی کے عطیہ کے علاوہ قرآن حکیم میں کسی اور عضو کے عطیے کا کوئی خاص ذکر نہیں اور ظاہر ہے یہی وہ اعضائے شریفہ ہیں جن کے باعث انسان کو تمام اراضی مخلوق پر تفوق حاصل ہے اور جو تمام علم و خبر کے مصدر ہیں اندریں حالات لازماً" یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ تمام ظنون و اہمہ اور فرضی باتیں جو دین اسلام کے گرداگرد لوگوں کی مکاری خودرائی اور نفس پرستی کے باعث پیدا ہو گئی ہیں

محض پاکھنڈ ہیں اور انسان کے لائق نہیں کہ ان کی طرف توجہ دے۔

۲۔ مقام کتاب (الکتب)

مسئلہ اتحاد عالم

ان معاملات کے فیصلہ ہو جانے کے بعد جائے غور یہ ہے کہ پیغمبروں کی وساطت سے بھیجی ہوئی کتاب کیا تھی اور کیا ہے اس کتاب کی کیا خصوصیت تھی اس کا موضوع کیا تھا وغیرہ وغیرہ اگر سمع و بصر اور افئدہ انسان کے علم کے اوزار ہیں تو انسان کو مخصوص وحی کی کیا ضرورت تھی کتاب اگر خدا کا ایک پیغام مختلف انبیاء کی وساطت سے تھا تو وہ ایک پیغام کیوں انسان کو متحد نہیں کر سکا۔ کیوں نسل انسانی کے الگ الگ گروہ بن گئے جو اکثر مذہب کی بنا پر ہی آپس میں جنگ و جدال میں مصروف ہیں اور فرشتوں کا کہا پورا ہو کر رہا کہ یہ انسانی نسل زمین میں فساد اور خونریزی کرے گی اس مطلب کو حل کرنے کے لئے یہاں پر سلسلہ وار آیات جمع کر دی جاتی ہیں جن سے مذکورہ بالا معاملات کے متعلق قطعی فیصلہ پر پہنچنا آسان ہو جائے گا۔

(۱۷۲)۱۔ اللہ الذی انزل الکتب بالحق والمیزان○ ۴۲/۲

(۱۷۲) ۱۔ خدا وہ ہے جس نے الکتب کو برحق طور پر نازل کیا اور المیزان کو۔

۲۔ لقد ارسلنا رسلنا بالبینت وانزلنا معھم الکتب والمیزان لیقوم الناس بالقسط○ ۵۷/۳ ز

۲۔ بے شک اور بالضرور ہم نے اپنے ایلچی روشن احکام دے کر بھیجے اور ان کے ساتھ ایک الکتب اور المیزان اتاریں تاکہ لوگ درمیانی راستے (یعنی عدل و انصاف اور سیدھے راستے) پر قائم رہیں۔

۳۔ نزل علیک الکتب بالحق مصدقا لما بین یدیہ وانزل التورتہ والانجیل من قبل ھدی للناس وانزل الفرقان ○ ان الذین

كفرو بايت الله لهم عذاب شديد ○ ۱/۳

۳۔ (اے پیغمبرا) تجھ پر خدا نے الکتب برحق اتاری جو اس (فطرت) کی تصدیق کر رہی ہے جو اس کے سامنے ہے اور اس سے پہلے توراۃ اور انجیل اتاریں جو لوگوں کے لئے ہدایت تھیں اور الفرقان اتارا بے شک وہ لوگ جو خدا کے احکام کے منکر ہیں ان کو سخت ترین عذاب ہوگا۔

۴۔ **ولقد اتینا موسی الکتب لعلهم یهتدون** ○ ۳/۲۳

۴۔ اور بے شک اور بالضرور ہم نے موسیٰؑ کو الکتب دی کہ شائد لوگ راہ راست پر آجائیں۔

۵۔ **واذاتینا موسی الکتب والفرقان لعلکم تهتدون** ○ ۶/۲

۵۔ اور (وہ قیامت یاد کرو) جب ہم نے موسیٰؑ کو الکتب اور الفرقان دیئے تاکہ تم راہ راست پر آجاؤ

۶۔ **ولقد اتینا موسی الکتب وجعلنا معه اخاه هرون وزیرا** ○ ۴/۲۵

۶۔ اور بے شک اور بالضرور ہم نے موسیٰؑ کو الکتب دی اور ان کے ساتھ اس کے بھائی ہارون کو (اس کا) وزیر مقرر کیا۔

۷۔ **ولقد اتینا موسی الکتب وقفینا من بعده بالرسل واتینا عیسی ابن مریم البینات وایدنه بروح القدوس** ○ ۱۱/۲

۷۔ اور بے شک اور بالضرور ہم نے موسیٰؑ کو الکتب دی اور اس کے بعد پے در پے ہم نے (دوسرے) ایلچی بھیجے (تاکہ اس الکتب پر عمل مکمل ہوتا جائے) اور عیسیٰؑ بن مریم کو روشن احکام دیئے اور اس کی مدد روح القدس سے کی

۸۔ **ولقد ایتنا موسی الکتب من بعد ما اهلکنا القرون الاولی بصائر للناس وهدی ورحمته لعلهم یتذکرون** ○ ۵/۲۸

۸۔ اور بے شک اور بالضرور ہم نے موسیٰؑ کو پہلی امتوں کے ہلاک کردینے کے بعد

الکتب دی (تاکہ لوگوں کے لئے غور کی بات ہو اور ہدایت اور رحمت ہو اس غرض سے کہ شاید وہ اس سے نصیحت پکڑیں۔

۹۔ ولقد اتینا موسی الھدی واورثنا بنی اسرائیل الکتب ○ ھدی وذکری لاولی الالباب○ ۶/۴۰

۹۔ اور بے شک اور بالضرور ہم نے موسیٰؑ کو **الھدی** دی اور بنی اسرائیل کو الکتب کا وارث بنایا (جو کہ)دانشمند لوگوں کے لئے ہدایت اور عبرت تھی۔

۱۰۔ ووھبنا لہ اسحاق ویعقوب وجعلنا فی ذریتہ النبوۃ والکتب واتینہ اجرہ فی الدنیا وانہ فی الاخرۃ لمن الصالحین ○ ۳/۲۹

۱۰۔ اور ہم نے (حضرت ابراہیمؑ کو اسحٰقؑ اور یعقوبؑ عطا کئے اور اس کی نسل میں نبوت اور الکتب دونوں کر دیئے اور (ابراہیمؑ) کو اس (کے عمدہ کاموں کی)اجرت اس دنیا میں (ہی) دے دی اور بے شک وہ آخرت میں (بھی) صالحین میں سے ہوگا

۱۱۔ ولقد اتینا موسی الکتب فلا تکن فی مریتہ من لقائہ وجعلنا ھدی لبنی اسرائیل ○ وجعلنا منھم ائمۃ یھدون بامرنا لما صبر وکانو بایتنا یوقنون○ ۳/۳۲

۱۱۔ اور بے شک اور بالضرور ہم نے موسیٰؑ کو الکتب دی تو (اے پیغمبر!) تو خدا کی ملاقات کے متعلق شک میں نہ پڑ اورہم نے اس بنی اسرائیل کے لئے(صاحب) ہدایت بنا دیا اور ان میں سے ہی ہم نے امام پیدا کئے جو ہمارے قانون کے مطابق لوگوں کو راہ راست دکھاتے تھے جب تک صاحب استقلال بنے رہے اور وہ ہمارے احکام پر (کامل)یقین رکھتے تھے۔

۱۲۔ والذی اوحینا الیک من الکتب ھوالحق مصدقا لما بین یدیہ ان اللہ بعبادہ خبیر بصیر ○ ثم اورثنا الکتب الذین اصطفینا من عبادنا فمن ھم ظالمہ لنفسہ ومنھم مقتصد ومنھم

سابق بالخیرات باذن اللّٰہ ذالک ھوالفضل الکبیر ○ ۴/۳۵

۱۲۔ اور جو شے الکتب میں سے ہم نے تم پر وحی کی ہے وہ برحق ہے اور اس شے کی تصدیق کر رہی ہے جو اس کے سامنے ہے بے شک خدا اپنے بندوں (کے اعمال) کے متعلق پورے طور پر باخبراور ان کو نہایت غور سے دیکھ رہا ہے پھرہم نے اس الکتب کا وارث ان لوگوں کو بنایا،جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے چن لیا تھا تو ان میں سے وہ ہے جس نے اپنے نفس پر ظلم کیا اور وہ ہیں جو میانہ رو ہے اور وہ جو خدا کے حکم سے نیکیوں کی طرف لپک کر پہنچتے رہے اور یہ بڑا بھاری فضل خدا تھا۔

۱۳۔انا انزلنا علیک الکتب للناس بالحق فمن اھتدی فلنفسه فمن ضل فاما یضل علیھا وما انت علیھم بوکیل ○ ۴/۳۹

۱۳۔ درحقیقت ہم نے تم پر لوگوں (کی ہدایت) کے لئے برحق طور پر الکتب اتاری تو جو سیدھی راہ پر لگ گیا تو وہ اپنے نفس کے فائدے کے لئے لگا رہا اور جو گمراہ ہو گیا وہ خود ہی گمراہی کا ذمہ دار ہے اور تو ان پر کوئی وکیل تو مقرر نہیں۔

۱۴۔ومن قبله کتب موسی اماما و رحمته وھذا کتب مصدق

۲/۴۶

۱۴۔ اور اس سے پہلے موسیٰؑ کی کتاب بطور رہنما کے تھی اور رحمت تھی اور یہ کتاب (یعنی قرآن) (اس کی) تصدیق کر رہا ہے۔

۱۵۔وانزلنا الیک الکتب بالحق مصدقا لما بین یدیه من الکتب ومھیمنا علیه فاحکم بین ھم بما انزل اللّٰہ ○ ۵/۷

۱۵۔ اور ہم نے تیری طرف الکتب برحق طور پر اتاری جو اس کی تصدیق کر رہی ہے جو اس کے سامنے الکتب میں سے ہے (یعنی صحیفہ فطرت جس کو کئی بار الکتب کہا گیا ہے اور اس کی محافظ ہے پس تو ان کے درمیان اسی کتاب کے ذریعے سے حکومت کیا کر۔

۱۶۔ ولا تتخذوا ایت اللّٰہ ھزوا واذکروا نعمت اللّٰہ علیھم وما انزل علیکم من الکتب والحکمة یعظکم به واتقوا اللّٰہ ○

۲۹/۲

۱۶۔ اور اللہ کی آیات کو ہنسی مخول نہ سمجھا کرو اور اللہ کے احسانوں کو جو تم پر کیے یاد کرو اور جو کچھ تم پر الکتب میں سے اتارا اور حکمت سے وہ تم کو اسی سے پند لینے کی کہتا ہے اور اللہ سے ڈرو۔

۱۷۔ هوالذی انزل علیک الکتب منه ایت محکمت هن ام اللکتب واخر متشابهت ○ ۱/۳

۱۷۔ وہ ہے جس نے تم پر الکتب اتاری اس میں وہ ہیں جو بالکل پختہ اور اصولی ہیں یہ وہ ہیں جو الکتب کی بنیاد ہیں اور دوسرے (بھی) ہیں جو ملے جلے ہیں۔

۱۸۔ ذالک الکتب لاریب فیه ○ ۱/۲

۱۸۔ یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں۔

۱۹۔ ولقد انزلنا الیک ایت بینت وما یکفربها الاالفسقون ○ ۱۲/۲

۱۹۔ اور بے شک اور بالضرور ہم نے تم پر روشن آیات اتاریں اور سوائے فاسقوں کے کوئی ان کا انکار نہیں کرتا۔

۲۰۔ کما ارسلنا فیکم رسولو منکم یتلواعلیکم ایتنا ویزکیکم ویعلمکم الکتب و الحکمة ویعلمکم مالم تکونوا تعلمون ○ ۱۸/۲

۲۰۔ جس طرح کہ ہم نے تم میں سے ایک رسولؐ بھیجا جو ہماری آیتیں تم پر پڑھتا ہے اور تم کو پاکیزہ بنا رہا ہے اور تم الکتب اور الحکمتہ کا علم دے رہا ہے اور تم کو ان باتوں کا علم دے رہا ہے جو (اس سے پہلے) تم نہ جانتے تھے۔

(۲۱) وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومه لیبین لهم ○ ۴/۱۴

(۲۱) اور ہم نے کوئی رسول (آج تک نہیں بھیجا مگر یہ کہ وہ اس قوم کی زبان میں پیغام لے کر آیا) تاکہ قوم پر پوری طرح (ہمارے احکام) روشن کر دے۔

۱۷۳ (ا) **الذین اتینھم الکتب یتلونہ حق تلاوتہ اولئک یومنون بہ** ۱۲۱/۲

۱۷۳ (ا) جن لوگوں کو ہم نے الکتب دی وہ اس کو پڑھتے ہیں جیسا کہ اس کے پڑھنے کا حق ہے اور یہی وہ ہیں جو اس پر ایمان لاتے ہیں۔ (گویا اس نیت سے پڑھتے ہیں کہ ان احکام پر عمل کریں۔ بدنیت نہیں کہ احکام کے کچھ کے کچھ معنی بنالیں)۔

(ب) **وکذالک انزلنا الیک الکتب فالذین اتینھم الکتب یومنون بہ ومن ھؤلاء من یومن بہ وما یجحد بایتنا الا الکافرون** ○ ۴۷/۲۹

(ب) اور اسی طرح ہم نے تم پر الکتب اتاری (اگرچہ وہ دوسری زبان میں ہے) لیکن جن کو ہم نے (تم سے پہلے) الکتب دی وہ (چونکہ بدنیت نہیں اس کو بھی خدا کی کتاب تسلیم کرتے ہیں اور اس پر ایمان لاتے ہیں اور ان لوگوں میں سے بھی (جو اس وقت تمہارے سامنے ہیں کئی ایسے ہیں جو) ایمان لاتے ہیں اور ہماری آیتوں سے انکار کرنے والے تو کافر ہی ہیں (جن کی نیت ماننے کی ہے ہی نہیں)۔

(ج) **بل ھو ایت بینت فی صدور الذین اوتوا العلم وما یجحد بایتنا الا الظلمون** ○ ۴۹/۲۹

(ج) نہیں بلکہ یہ (قرآن) تو اہل علم لوگوں کے سینوں میں روشن آیات ہیں (وہ خواہ کسی زبان میں الکتب ہو تسلیم کر لیتے ہیں) اور ہماری آیات سے انکار تو وہی لوگ کرتے ہیں جو ظالم ہیں۔

۱۷۴ (ا) **الذین اتینھم الکتب یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم وان فریقا منھم لیکتمون الحق وھم یعلمون** ○ ۱۴۶/۲

۱۷۴ (ا) اور جن کو ہم نے الکتب دی تو وہ (خواہ کسی زبان میں ہو اور کسی نبی کی وساطت سے آئے) اس کو فوراً پہچان لیتے ہیں جیسے کہ اپنے بیٹوں کو (خواہ وہ کسی لباس میں آئیں) اور بیشک ان میں ایک گروہ ایسا ہے جو (اس تمہارے قرآن کو یہ سمجھ

کر کہ دوسری زبان میں اور دوسرے نبی کے ذریعے سے آیا ہے یہ کہتے ہیں کہ ہم نہیں پہچانتے کہ یہ کیا ہے اور) اس طرح حق کو چھپاتے ہیں۔ حالانکہ وہ (اندرونی طور پر جانتے ہیں کہ یہ وہی شے ہے جو پہلے نبیوں کو آئی تھی)۔ (اس سے ظاہر ہے کہ یہ شے قانون فطرت ہی تھا)۔

(۲) ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینت[ا] والھدی من بعد ما بینہ للناس فی الکتب اولئک یلعنھم اللہ ویلعنھم اللعنون ○ ۱۵۹/۲

(۲) بے شک وہ لوگ جو ان روشن احکام اور خالص ہدایت کو جو ہم نے (پیغمبروںؑ پر) اتاری اس فعل کے بعد کہ ہم نے اس (امر مہم) کو الکتب کے اندر (عام) لوگوں (کی رہنمائی) کے لئے بالکل واضح کر دیا' چھپاتے ہیں (یا توڑ مروڑ کر بیان کرتے ہیں تاکہ قانون خدا پر عمل کرنے میں آسانیاں ہوں) تو ایسے ہی لوگ (وہ نابکار) ہیں جن کو خدا لعنت بھیجتا ہے اور لعنت بھیجنے والے بھی ان پر لعنت بھیجتے ہیں۔ (گویا قانون خدا کو بدلنا سخت برا ہے)۔

(۳) ان الذین یکتمون ما انزل اللہ من الکتب ویشترون بہ ثمنا قلیلا اولئک ما یاکلون فی بطونھم الا النار ولا یکلمھم اللہ یوم القیمۃ ولا یزکیھم ولھم عذاب الیم ○ ۱۷۴/۲

(۳) بے شک وہ لوگ جو اس شے کو چھپاتے ہیں (اور واضح الفاظ میں تسلیم نہیں کرتے) جو خدا نے الکتب کے طور پر اتاری ہے اور اس انکار کے بدلے تھوڑا سا دنیاوی فائدہ (یعنی اپنے پیروؤں کی خوشنودی اور الکتب کے احکام پر عمل کرنے سے گریز کرنے کی صورت میں اپنے رہنماؤں سے محبت) حاصل کر لیتے ہیں تو یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے پیٹوں میں سوائے آگ کے کچھ نہیں بھرتے اور روز قیامت کو خدا ان سے کلام تک نہ کرے گا اور نہ ان کو پاکیزہ کرے گا اور ان کے واسطے دردناک عذاب ہے۔ (گویا خدا سے ملاقات اس کے قانون پر مکمل عمل سے ہی ہے)۔

(۴) الم ترالی الذین اوتو انصیبا من الکتب یدعون الی کتب اللہ لیحکم بینھم ثم یتولی فریق منھم وھم معرضون ○ ذلک بانھم قالوا لن تمسنا النار الا ایاما معدودت وغرھم فی دینھم ما کانوا یفترون ○ ۳/۲۳۔۲۴

(۴) کیا تو نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جن کو (خدا کی بھیجی ہوئی) الکتب کا ایک حصہ مل چکا ہے کہ وہ (خدا کی زیادہ مکمل اور نئے پیغمبر کی وساطت سے بھیجی ہوئی) کتاب کی طرف بلائے جا رہے ہیں تاکہ وہ ان کے درمیان بطور حکم کے کام کرے (لیکن) پھر لوگوں میں سے کا ایک گروہ منہ پھیرلیتا ہے اور (کتاب خدا سے) ہٹ جاتا ہے (کیونکہ ایسے لوگوں کو خدا کے نئے احکام پر عمل کرنا اور نئی تکلیف اٹھانا موت کی طرح مشکل نظر آتا ہے)۔ یہ اس لئے کہ (ان کے مذہب کے پرانے ہو جانے اور کتاب خدا کا غلط اور محرف شدہ مفہوم لینے کی وجہ سے) وہ (اس قطع کا عقیدہ رکھے ہوتے ہیں کہ) کہتے ہیں کہ ہم کو تو (جہنم کی) آگ صرف چند دن تک چھوئے گی (اور ہم صرف عقیدہ رکھنے کی وجہ سے بغیر کسی عمل کرنے کے سیدھے جنت میں جائیں گے) اور (شیطان نے) ان کو ان کے دین میں اس تہمت اور جھوٹ کے متعلق دھوکہ دیا ہوا ہے جس کو وہ من گھڑت طور پر بناتے ہیں۔

(۵) یا اھل الکتاب لم تلبسون الحق بالباطل و تکتمون الحق و انتم تعلمون ○ ۳/۷۱

(۵) اے الکتب کے وارثو! (خدا کے واسطے بتاؤ کہ) تم کیوں جھوٹ کو سچ پر لپیٹ رہے ہو اور حق کو اس صورت میں چھپاتے ہو کہ تم کو (اچھی طرح) علم ہے (کہ سچ یہی ہے جو اب خدا کی طرف سے اترا ہے)۔ (گویا انسان فطرتاً جانتا ہے کہ اس نے کیا جھوٹ بنایا ہے)

(۶) واذاخذ اللہ میثاق الذین اوتو الکتب لتبیننہ للناس ولا تکتمونہ فنبذوہ ورآء ظھورھم واشترو بہ ثمنا" قلیلا" فبئس

ما یشترون ○ ۱۸۷/۳

(۶) اور (وہ وقت یاد کرو) جب خدا نے ان لوگوں سے پکا وعدہ لیا جن کو الکتٰب دی گئی تھی کہ تم ضرور اس (کے احکام) کو اچھی طرح (اور بغیر لاگ لپیٹ) لوگوں پر روشن کر دینا (اور کوئی غلط فہمی کی گنجائش نہ چھوڑنا) اور ہرگز اس کو چھپانا نہیں' تو پھر (باوجود اتنی تاکید کے) ان لوگوں نے اس الکتب کو اپنی پیٹھوں کے پیچھے چھوڑ دیا (اور لوگوں کو اناپ شناپ اور آسان باتیں بنا کر الکتب سے غافل کر دیا) اور تھوڑے سے دنیاوی فائدے (یعنی اپنی ہر دل عزیزی یا ذاتی محبت) کے عوض میں الکتٰب کو بیچ دیا۔ تو (یاد رکھو کہ) یہ جو کچھ خریدتے ہیں وہ بہت ہی برا ہے (کیونکہ اس کے عوض میں قوم غافل ہو کر بربادی اور ہلاکت کے کنارے پر آ لگے گی)۔

(۷) الم ترالیّ الذین اوتوا نصیبا من الکتب یشترون الضللته ○ ۵۱/۴

(۷) کیا تو نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جن کو (خدا کی بھیجی ہوئی) الکتب کا ایک حصہ (اس سے پہلے) مل چکا ہے کہ وہ گمراہی کو خرید رہے ہیں۔

(۸) الم ترالی الذین اوتوا نصیبا من الکتب یومنون بالجبت والطاغوت ○ ۸/۴

(۸) کیا تو نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جن کو (خدا کی بھیجی ہوئی) الکتب کا ایک حصہ (اس سے پہلے) مل چکا ہے کہ وہ (آج توڑ مروڑ کر) بتوں اور شیطان پر ایمان لائے بیٹھے ہیں۔

(۹) ولما جاء ھم رسول من عنداللّٰہ مصدق لما معھم نبذ فریق من الذین اوتو الکتب و کتب اللّٰہ ورآء ظھورھم ○ ۱۰۱/۲

(۹) اور جب (جب) ان (پرانے پاپیوں) کے پاس اللہ کی طرف سے کوئی رسول آیا جو اس شے کی تصدیق کرتا تھا جو اس کے پاس تھی (اور کہتا تھا کہ دیکھو یہ پیغام جو میں لایا

ہوں ٹھیک وہی ہے جو تمہارے نبیوں کے پاس مدت ہوئی آیا تھا اس لئے آؤ اس پر عمل کریں) تو ان لوگوں میں سے جن کو الکتب (پہلے) دی گئی تھی ایک گروہ (فوراً) ہٹ گیا اور اللہ کی کتاب ان کے پیٹھ کے پیچھے تھی (کیونکہ مدت کی بے عملی نے ان کو کتاب سے بیزار کر دیا تھا)

۱۷۵ (ا) ولو ان اهل الکتب امنوا واتقوا لکفرنا عنهم سیات هم و لادخلنهم جنت النعیم ○ ولو انهم اقاموا التورته ولانجیل وما انزل الیهم من ربهم لا کلوا من فوقهم ومن تحت ارجلهم منهم امة مقتصدة و کثیر منهم ساء مایعملون ○ ۵/۶۵-۶۶

۱۷۵ (ا) اور اگر یہ الکتب کے (پرانے) وارث (اسی طرح) ایمان لے آتے (جس طرح کہ محمد صلعم کے نئے وارث قرآن پر عمل کر کے لے آئے ہیں) اور (اسی طرح) ڈرتے (جس طرح کہ رسول کے پیرو ڈرتے ہیں) تو ہم ضرور ان سے ان کی بدحالیاں دور کر دیتے اور ضرور ہم ان کو نعمت سے بھرے ہوئے باغوں میں داخل کر کے (بادشاہ بنا کر) رہتے اور اگر وہ (قرآن نہ سہی صرف) تورات اور انجیل پر (ہی) قائم رہتے (جیسا کہ قائم رہنے کا حق ہے) اور اس پر عمل کرتے جو اللہ نے ان کی طرف اتارا تھا تو یقینی طور پر اوپر سے اور اپنے پاؤں کے نیچے سے خدا کی نعمتوں سے مالا مال ہو جاتے۔ (یہ ضرور ہے کہ) ان میں سے ایک گروہ ہے جو میانہ روی کر رہا ہے (یعنی نہ بہت سرگرمی سے عمل کر رہا ہے نہ بالکل غافل ہے لیکن) بہت سے ان میں سے ایسے ہیں جو برا ہے جو عمل کر رہے ہیں۔

(۲) قل یااهل الکتب لستم علی شی حتی تقیموا التورة والانجیل وما انزل الیکم من ربکم ولیزیدن کثیرا منهم ماانزل الیک من ربک طغیانا و کفرا فلا تاس علی القوم الکفرین ○ ان الذین امنوا والذین هادواو الصابؤن والنصری من امن باللہ والیوم الاخر و عمل صالحا فلا خوف علیهم ولاهم

یحزنون ○ ۵/۶۸-۶۹

(۲) ان (پرانے) الکتٰب کے وارثوں کو (اے پیغمبرؐ) کہہ دو کہ تم ہرگز کسی (قابل توجہ) بات پر نہیں ہو جب تک کہ تورات اور انجیل پر اور جو تم پر تمہارے پروردگار کی طرف سے اتارا گیا تھا (صحیح معنوں میں) قائم نہ ہو جاؤ (جیسا کہ قائم ہو جانے کا حق ہے) اور ضرور ہے کہ ان میں سے بہت تمہاری طرف اترے ہوئے احکام سے زیادہ بغاوت اور سرکشی کریں گے (کیونکہ وہ زیادہ نئے اور تکلیف دہ ہیں۔ اسی لئے ہم ان کو تورات اور انجیل سے زیادہ ماننے کے لئے بھی نہیں کہتے۔ وہ اتنا بھی نہ مان سکیں گے اس لئے) تم ان لوگوں پر جو منکر ہیں (اور عمل کی نیت ہی نہیں رکھتے) افسوس نہ کرو۔ (ہمیں تمہیں مسلمانوں کی جماعت میں رسماً" داخل کرنا بھی ضروری نہیں بلکہ ہم تو یہاں تک ہیں کہ) بے شک وہ لوگ جو (رسمی طور پر بطور مسلمان) ایمان لائے یا جو "یہودی" بن گئے یا "صابئین" بن گئے یا "نصاریٰ" بن گئے' ان میں سے جو کوئی بھی (صحیح معنوں میں) اللہ اور یوم آخر پر ایمان لے آیا اور اس نے عمدہ عمل کئے تو (بلا لحاظ اس کے کہ وہ کس فرقے سے ہے) ان کو کوئی خوف نہیں ہو گا' نہ کوئی غم۔ (خدا تو تمام انسانوں کی ایک امت اور احکام پر دیانتدارانہ عمل چاہتا ہے اور بس)۔

(۱۷۶) یااھل الکتاب قد جاء کم رسولنا یبین لکم کثیرا مما کنتم تخفون من الکتب ویعفوا عن کثیر ○ ۵/۱۵

(۱۷۶) اے الکتٰب کے (پرانے) وارثو (اب تمہیں موت کیوں آ گئی کہ پیچھے ہٹے ہو۔ اب تو) ہمارا رسولؐ تمہارے پاس البتہ پہنچ چکا ہے اور وہ اس شے کا بہت سا الکتٰب کا حصہ کھول کھول کر تمہیں بیان کرتا ہے جس کو الکتٰب میں سے چھپایا کرتے تھے اور بہت سے حصے سے (جس کی اس وقت ضرورت نہیں رہی) درگذر کر رہا ہے۔

۱۷۷ (ا) یاایھا الذین امنوا امنوا باللہ ورسولہ والکتب الذی نزل علی رسولہ والکتب الذی انزل من قبل ۴/۱۳۶

۱۷۷ (ا) اے ایمان والو! ایمان لے آؤ اللہ پر (یعنی اس کے احکام عملاً مانو) اور اس

الکتٰب پر جو اس کے رسول (محمد ﷺ) پر اتری اور اس الکتب پر جو اس سے پہلے اتری (یعنی اس الکتب پر ایمان لانا بھی اس کے احکام پر عمل کرنا ہے اس کے سوا کچھ نہیں)۔

(۲) قل امنا باللّٰہ وما انزل علینا وما انزل علی ابراہیم و اسمعیل و اسحاق و یعقوب والاسباط وما اوتی موسٰی و عیسٰی و النبیون من ربھم لا نفرق بین احد منھم ونحن لہ مسلمون ○ ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الاخرۃ من الخسرین ○

۸۵-۸۴/۳

(۲) (اے پیغمبر!) کہہ دو کہ ہم ایمان اللہ پر لے آئے اور اس پر جو ہم پر اترا، اور جو ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ اور ان کی اولاد پر اترا اور جو لائے موسیٰؑ اور عیسیٰؑ اور (دیگر) انبیاءؑ اپنے رب سے (گویا تمام احکام جو ان پر اترے ان پر عمل کرنے کے ہم پابند ہیں)۔ ہم ان انبیاء کے مابین کوئی فرق نہیں کرتے (کیونکہ سب قاصد ایک ہی خدا کی طرف سے آئے تھے اور ایک ہی پیغام لا سکتے ہیں اور قاصد یا پیغمبر اصل مقصد نہیں تھے بلکہ اصل مقصد وہ پیغام تھا جو لائے تھے (اور ہم تو (درحقیقت) اس خدا کو ہی (اپنا سردار) تسلیم کر کے اس کے حکم ماننے والے ہیں اور جو (شخص یا قوم) اس اسلام کے سوا (جو سب انبیاء کی لائی ہوئی الکتب کے احکام کی تعمیل پر مشتمل ہے) کوئی اور اسلام بطور مذہب کے اختیار کرے گا تو وہ اسلام ہرگز قابل قبول نہ ہو گا اور وہ آخرت میں گھاٹے میں رہے گا۔☆

(۳) ان الدین عند اللّٰہ الاسلام وما اختلف الذین اوتوا الکتب الا من بعد ماجاء ھم العلم بغیا بینھم ومن یکفر بایت اللّٰہ فان اللّٰہ سریع الحساب ○ ۱۹/۳

(۳) خدا کے نزدیک (پسندیدہ) دین تو الاسلام☆☆ ہی ہے اور جن لوگوں کو (اس سے پہلے) الکتب دی گئی تھی وہ اس علم (اور حقیقت) کے آئے پیچھے آپس میں بغاوت کر

کے ایک دوسرے سے مختلف ہو گئے (اور اس بغاوت کا اصلی مقصد احکام خدا سے گریز کرنا اور افراتفری ڈال کر بے عمل ہونا تھا) تو جو (شخص یا قوم) اللہ کے احکام سے منکر ہوتا (گریز کرتا) ہے تو خدا بڑا جلد حساب کرنے والا ہے۔ (گویا اب سے وہی قومیں خوشحال رہا کریں گی جو قانون فطرت پر عمل کریں گی۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کا مقصد خدا کے پورے پیغام کو بہ حیثیت مجموعی لے کر تمام انسانی مذاہب کو متحد کرنا اور ایک امت قائم کرنا تھا۔ یعنی وہی الاسلام جس کا ذکر اوپر کی آیت ۹/۳ میں ہوا۔ فتدبر۔

(۴) ان الذین یکفرون باللّٰہ ورسلہ و یریدون ان یفرقوا بین اللّٰہ ورسلہ ویقولون نومن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذالک سبیلا ○ اولئک ھم الکفرون حقا واعتدنا للکافرین عذابا مھینا ○ ۴/۱۵۰-۱۵۱

(۴) بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولوں کے منکر ہیں (یعنی ان کے دیئے ہوئے احکام پر عمل نہیں کرتے) اور چاہتے ہیں کہ الگ الگ نبیوں کو علیحدہ علیحدہ مان کر یہ ثابت کر دیں کہ اللہ اور اس کے نبیوں کے درمیان دشمنی تھی (اسی لئے اس نے الگ الگ پیغام بھیجے اور یہ (بھی) کہتے ہیں کہ ہم بعض نبیوں کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے' گویا چاہتے ہیں کہ (اس بارے میں قطعی اور کلی رستہ نہیں بلکہ) ایک درمیانی رستہ پکڑ لیں (جو خدا کو نیم راضی کر دے) تو (جان لو) کہ یہی سچے کافر ہیں (اور ان سے بڑا کافر کوئی نہیں)۔ اور ہم نے کافروں کے لئے دردناک عذاب تیار کر لیا ہے۔

(۵) واتینھم بینت ☆ من الامر فما اختلفوا الا من بعد جاء ھم العلم بغیا بینھم ان ربک یقضی بینھم یوم القیمۃ فیما کانوا فیہ یختلفون○ ۴۵/۱۷

(۵) اور ہم نے ان کو قانون خدا کے روشن اور واضح احکام دے دیئے تو یہ لوگ علم

(اور حقیقت) آئے پیچھے آپس میں بغاوت کے باعث ایک دوسرے سے مختلف ہو گئے۔ بے شک تیرا پروردگار روز قیامت کو اس بارے میں جس کے باعث یہ لوگ الگ الگ گروہ (یعنی نصاریٰ' یہود مسلمان وغیرہ) بن گئے تھے فیصلہ کرے گا۔

(٦) ولقد اتینا موسیٰ الکتب فاختلف فیہ ولو لا کلمتہ سبقت من ربک لقضی بینھم وانھم لفی شک منہ مریب○

۴۵/۴۱

(٦) اور بے شک اور بالضرور ہم نے موسیٰؑ کو الکتب دی پھر اس میں (بھی) اختلاف پیدا کیا گیا اور اگر ایک کلمہ اس اختلاف کے بارے میں اس سے پہلے نہ آگیا ہوتا (وہ یہ کہ روز قیامت کو فیصلہ ہو گا) تو (آج تک) اس کا فیصلہ ہو گیا ہوتا اور بے شک وہ (اس سزا کے نہ آنے کے بارے میں) بڑے شک میں ہیں (کہ کیوں نہیں آئی)۔

(٧) وما تفرق الذین اوتو الکتب الامن بعد ما جائتھم البیّنة○ وما امروا الا لیعبدو اللہ مخلصین لہ الدین○ ۹۸/۴-۵

(٧) اور الکتب کے وارثوں نے الگ الگ گروہ نہیں بنائے مگر بعد اس کے کہ ان کو ایک روشن حقیقت اور علم آ چکا تھا (اور حیرت ہے کہ باوجود اس کے علم ہونے کے وہ آپس میں مختلف ہو گئے حالانکہ علم' پر ہمیشہ ساری دنیا متفق ہوا کرتی ہے اور (یہی نہیں بلکہ انہوں نے آپس میں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گویا اپنے اپنے خدا الگ کر لئے) حالانکہ ان کو حکم دیا گیا کہ کسی کی ملازمت سوائے خدا کے اختیار نہ کریں اور اپنا تمام عمل اس خدائے واحد کے لئے خالص کر دیں۔ (یہ ایک اور ثبوت ہے کہ خدا دنیا میں ایک امت چاہتا ہے)۔

١٧٨ (ا) ما کان لبشر ان یوتیہ اللہ الکتب والحکم والنبوة ثم یقول للناس کونوا عباد الی من دون اللہ○ ۳/۷۹

١٧٨ (ا) کسی بشر کو تو شایان نہیں کہ ہم اس کو الکتب اور حکم اور نبوت دیں اور پھر (باوجود اس بلند مقام کے حاصل کرنے کے) وہ کہتا پھرے کہ خدا کی ملازمت چھوڑ کر

میرے ملازم بن جاؤ (کیونکہ لوگوں کا آپس میں الگ الگ گروہ بن جانا یہی دلالت کرتا ہے کہ یہ لوگ خدا کے بندے نہیں تھے دراصل ان نبیوں کے بندے تھے)۔

(۲) قل یااھل الکتب تعالوا الی کلمتہ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللّٰہ ولا نشرک بہ شیاء ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللّٰہ فان تولوا فقولو اشھدوا بان مسلمون ○ ۶۴/۳

(۲) (اے پیغمبرؐ!) کہہ دو کہ اے الکتب کے (پرانے) وارثو! اس کلمہ کی طرف آ جاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے (یعنی جو تمہاری الکتب میں بھی موجود ہے اور ہماری الکتب میں بھی) اور وہ یہ ہے کہ ہم سوائے خدا کے اور کسی کی ملازمت نہیں کریں گے اور کسی شے کو (یعنی انبیاء وغیرہ کو) اس کے ساتھ شریک نہ کریں گے اور ہم میں سے کوئی کسی دوسرے بشر کو اللہ کے سوا اپنا رب (اور حاکم) نہ بنائے گا۔ پھر اگر یہ (تمہاری اس دعوت سے) روگردان ہو جائیں تو ان کو کہو کہ اب صاف گواہی دو کہ ہم ہی درحقیقت خدا کو (صحیح معنوں میں) خدا تسلیم کرنے والے ہیں (کیونکہ ہم سب نبیوں کے احکام مانتے ہیں اور کسی میں فرق نہیں کرتے)۔ (اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ خدا سب کو ایک امت بنانا چاہتا تھا)۔

(۱۷۹) وما انزلنا علیک الکتب الا تبین لھم الذی اختلفوا فیہ وھدی و رحمۃ لقوم یومنون ○ ۶۴/۱۶

(۱۷۹) اور ہم نے تم (یعنی محمدؐ) پر تو الکتب کسی اور غرض سے سوائے اس کے نہیں اتاری کہ تو ان پر واضح طور پر جس شے میں وہ اختلاف کرتے ہیں بیان کر دے اور ایمان والی قوم کے لئے ہدایت اور رحمت ہو۔

(۱۸۰) وکم اھلکنا من قریۃ بطرت معیشتھا فتلک مساکنھم لم تسکن من بعدھم الا قلیلا وکنا نحن الوارثین ○ وما کان ربک مھلک القری حتی یبعث فی امھا رسولا یتلوا علیھم ایتنا وما کنا مھلکی القری الا و اھلھا ظالمون ○ /۲۸

۵۸-۵۹

(۱۸۰) اور ہم نے کتنی بستیوں کو ہلاک کر مارا جو بڑی خوشحال تھیں تو اب یہ ان کے گھر ہیں جو ان کے بعد تھوڑی دیر تک ہی آباد رہے اور (بالآخر) ہم ہی ان کے وارث بنے اور (یاد رکھو کہ) خدا کا دستور نہیں کہ بستیوں کو ہلاک کرے جب تک کہ ان کے نمایاں اور قائم مقام شہر میں اپنا پیغامبر بھیج کر ان پر احکام خدا نہ پڑھا لے (تاکہ وہ ان سے پورے طور پر باخبر ہو جائیں) اور ہم بستیوں کو ہلاک ہی نہیں کرتے جب تک کہ وہ ان کے رہنے والے ظالم (یعنی حدود خدا سے تجاوز کرنے والے) نہ بن جائیں۔

(۱۸۱) **وما کان لرسول ان یاتی بایة الا باذن اللّٰہ لکل اجل کتاب ○ یمحوا اللّٰہ ما یشاء و یثبت وعندہ ام الکتب ○** ۳۸/۱۳-۳۹

(۱۸۱) اور کسی رسول کے شایان شان ہی نہیں کہ وہ کوئی آیت (یعنی حکم) خدا کی اجازت کے بغیر لے آئے۔ ہر زمانے کے لئے (اس کے مخصوص حال و احوال اور درجہ ترقی کے مطابق) ایک کتاب (مقرر) ہے۔ (اس کتاب میں سے) خدا جو مناسب سمجھتا ہے مٹا دیتا ہے یا قائم رکھتا ہے اور اس کے پاس ام الکتب (یعنی تمام کتابوں کی ماں) ہے۔

۱۸۲ (ا) **شرع لکم من الدین ماوصی بہ نوحا والذی اوحینا الیک وما وصینا بہ ابراہیم و موسٰی و عیسٰی ان اقیموالدین ولا تتفرقوا فیہ کبر علی المشرکین ماتدعوھم الیہ اللّٰہ یجتبی الیہ من یشاء و یھدی الیہ من ینیب ○** ۱۳/۴۲

۱۸۲ (ا) تمہارے لئے (بھی) وہی دین جاری کیا گیا ہے جس کی وصیت نوح کو کی گئی اور وہ تجھ (محمدؐ) پر وحی کیا گیا اور (وہی تھا) جس کی وصیت ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو کی گئی (اور وہ) یہ (تھا) کہ اس دین پر قائم رہو اور اس کے بارے میں الگ الگ گروہ)یعنی یہود نصاریٰ اور مسلمان وغیرہ) نہ بن جاؤ۔ (اب الگ الگ خداؤں کے ماننے والوں یعنی) مشرکوں پر (وہ اتحاد) گراں گزرتا ہے جس کی طرف تو ان کو بلا رہا ہے۔

اللہ پسند کر لیتا ہے (اس اتحاد کے لئے) جس کو مناسب سمجھتا ہے اور اس (دین) کی طرف راہنمائی کرتا ہے اس کو جو انابت (یعنی پشیمانی ظاہر) کرتا ہے۔

(۲) ماکان ابراہیم یہودیا ولا نصرانیا ولکن کان حنیفا مسلما ۳/۶۷:

(۲) ابراہیم یہودی (ہرگز) نہ تھا' نہ نصرانی تھا بلکہ وہ خالص خدا کی طرف جھکنے والا (یعنی اس کے حکم کا ماننے والا) تسلیم کرنے والا (بندہ) تھا۔ (گویا زمین پر تمام قسم کی فرقہ بندی غلط ہے)۔

(۳) فاقم وجھک للدین حنیفا فطرت اللہ التی فطر الناس علیھا لا تبدیل لخلق اللہ ذالک الدین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمون ○ ۳۰/۳۰

(۳) پس تو اپنی توجہ کو اس دین کی طرف خالصۃ جھک کر قائم کر (یہ دین) اللہ کی (بنائی ہوئی) وہ فطرت ہے جس پر اس نے تمام بنی نوع انسان کو پیدا کیا (اس لئے ایسا ہی دین بنی نوع انسان کے لئے مناسب ہو سکتا ہے)۔ (اور یہ بھی سمجھ رکھو کہ) اللہ کی پیدائش میں کوئی تبدیلی (ہرگز) نہیں (ہو سکتی) لیکن اکثر لوگ (اس حقیقت کے متعلق) علم نہیں رکھتے۔ (گویا دین صرف صحیفہ فطرت کا دین ہے)۔

(۴) وان ھذہ امتکم امۃ واحدۃ وانا ربکم فاتقون ○ فتقطعوا امرھم بینھم زبرا کل حزب بما لدیھم فرحون ○ ۲۳/۵۲-۵۳

(۴) (خبردار رہو کہ) بے شک یہ تمہاری (بنی نوع انسان کی) امت (ایک) واحد امت ہے اور میں تمہارا پروردگار (یعنی حاکم) ہوں تو مجھ ہی سے ڈرو (اور ایک امت بنے رہو)۔ لیکن (ان لوگوں نے اس تنبیہہ کی پروا نہ کی اور) انہوں نے آپس میں اپنا معاملہ ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ (اب) ہر گروہ جو کچھ ان کے پاس (اس کا اپنا محبوب نصب العین) ہے (اس پر) خوش ہے (اور الگ ہو کر مزے لے رہا ہے)۔

(۱۸۳) والکتب المبین ○ انا جعلنہ قرانا عربیا لعلکم تعقلون

○ وانه فی ام الکتب لدینا لعلی حکیم ○ ۴۳/۲-۴

(۱۸۳) (اے لوگو! یہ صحیفہ فطرت جو تمہارے سامنے ایک) روشن کتاب (کی طرح ہے اس امر کی) شہادت دے رہا ہے کہ درحقیقت ہم نے اس (روشن صحیفہ فطرت) کو ہی عربی زبان کا قرآن بنا دیا ہے (یعنی فطرت کی کہانی کو ہی عربی زبان میں بدل کر اس کا نام قرآن رکھ دیا ہے) تاکہ تم (اس قرآن کو پڑھ کر) تعقل کرنے لگو (اور قانون فطرت سے آگاہ ہو جاؤ) اور بے شک یہ قرآن ایک ام الکتب (کتابوں کی ماں) میں درج ہے جو ہمارے پاس رکھی پڑی ہے اور لامحالہ ایک بہت ہی بلند اور بہت ہی پراز حکمت کتاب ہے۔ (یہ ام الکتب گویا پورا صحیفہ فطرت ہے)

قرآن حکیم کی ان تمام آیات کو جو الکتب کے متعلق ہیں موضوعات کی مختلف شقوں میں علیحدہ علیحدہ کرنے کے بعد جو نتیجہ مستنبط ہوتا ہے حسب ذیل ہے: یہاں جو چیز توجہ کے لائق ہے یہ ہے کہ قرآن حکیم جس وقت نازل ہوا اس وقت اس کا پیغام نیا تھا اور اس سے پہلے کے خدائی پیغام انسان کی چیرہ دستی کے باعث بے معنی اور بے اثر ہو چکے تھے۔ آج مسلمانوں کا سلوک بھی قرآن سے وہی ہے جو اس زمانے میں خدا کی بھیجی ہوئی پہلی کتابوں سے تھا بلکہ بعض معاملات میں سے اس سے بدتر ہے۔ اس بنا پر الکتب کا مقصد سمجھنے کے لئے لازمی ہے کہ یہ نکتہ پیش نظر رکھا جائے اور جو تنبیہہ ان آیات میں اہل کتاب کو دی گئی ہے اس کے اہل اس وقت باقی سب سے زیادہ مسلمان ہیں کیونکہ وہی آج کل سب سے زیادہ زوال میں ہیں۔

الکتب خدا کا وہ تحریری قانون ہے جو ہر قوم کو اس کی اپنی زبان میں بھیجا گیا تاکہ وہ قانون اس قوم پر واضح ہو جائے۔ (۱۷۲-۱۱) اور اس کے بعد اس قوم کو کوئی گنجائش عذر کی باقی نہ رہے (۱۸۰)۱)۔ اس بنا پر اس کا کسی خاص زبان میں ہونا کوئی شے نہیں اور اصل مقصد اس قانون کی تعمیل ہے۔ اس کی زبان کی تقدیس یا کسی خاص نبی کی پیروی نہیں (۱۸۲)۱)۔ انبیا جو الکتب کو لائے کسی خاص مذہب (یہودی نصرانی یا محمدی) کے بنانے والے نہ تھے (۱۸۲)۲)۔ وہ صرف اسلام کو لائے جس کے خالص معنی خدا

کے قانون کی اطاعت ہے۔ (۱۸۲)۲)۔ وہی ایک قانون کم و بیش سب انبیاء لائے۔ انسان کو چاہئے کہ کسی ایک نبی اور دوسرے نبی کے درمیان اس کی شخصیت کی بنا پر فرق نہ کرے۔ (۱۷۷۔۲)۔ جو کرے گا وہ سچا کافر ہے (۱۷۷)۴)۔ اصل شے قانون خدا پر عمل ہے۔ انبیاء کے پیچھے لگ کر فرقہ بند ہونا یا الگ الگ مذہب بنانا نہیں اور جو شخص اس اسلام کے سوا کوئی دوسرا مذہب بنائے گا تو وہ ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا (۱۷۷۔۲)۔

خدا نے الکتب مختلف انبیاء کو اس لئے بھیجی تھی کہ لوگ قسط و عدل پر قائم رہیں (۱۷۲۔۲)۔ حضرت موسیٰؑ کو بھی اس لئے بھیجی کہ لوگ ہدایت پکڑیں۔ (۱۷۲)۔ ۴'۵'۶'۸'۹'۱۱)۔ حضرت عیسیٰؑ کو بھی اسی مقصد کے لئے بھیجی (۱۷۲)۔۳'۷)۔ آخری نبیؐ پر جو کتاب (یعنی قرآن) اتری وہ بھی کم و بیش وہی قانون ہدایت تھا جو پہلے نبیوں کو دیا تھا اور اس قانون کی تصدیق کرتا تھا۔ (۱۷۲)۔۱۵) اور اس کارخانہ فطرت کی بھی تصدیق کرتا تھا جو اس کے سامنے ہے۔ (۱۷۲)۔۳'۱۲)۔ یہ دین جو انبیاء کی وساطت سے بنی نوع انسان کو دیا گیا تھا اس لئے تھا کہ لوگ اس دین پر چل کر مضبوطی سے قائم ہو جائیں (۱۸۲)۔۱)۔ اس میں فرقہ بندی کر کے الگ الگ نہ ہو جائیں بلکہ ایک امت بنے رہیں (۱۸۲)۔۱) کیونکہ یہ قانون (دین) قانون فطرت ہے جس پر سب دنیا پیدا کی گئی ہے۔ (۱۸۲)۔۳) لیکن لوگ اس علم کے آنے کے بعد ضد اور بغاوت سے آپس میں ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور انہوں نے الگ الگ فرقے بنا لئے۔ (۱۷۷)۔۳'۴'۵)۔ ان لوگوں کو جو اس طرح فرقہ بند ہو کر مشرک ہو گئے ہیں پھر بلانا کہ آؤ ایک قانون پر متحد ہو جاؤ بار گراں گزرتا ہے (۱۸۲)۔۱)۔

اس گراں گذرنے کی وجوہات کئی ایک ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ جو قانون خدا کی طرف سے آیا اس کا بعض حصہ لوگ چھپاتے ہیں تاکہ اس پر عمل کرنا لازم نہ ہو جائے (۱۷۴)۔۱) ورنہ خدا کا قانون تو ایسا واضح ہے کہ لوگ اس کو اسی طرح پہچانتے ہیں جیسا کہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ (۱۷۴)۔ ایسے لوگ جو عمل کے ڈر سے خدا

کے قانون پر پردہ ڈالے ہوئے ہیں وہ بدکردار لوگ ہیں جن پر خدا کی لعنت ہے۔ (۱۷۴)۔۲)۔ تھوڑی سی قیمت کے عوض میں (یعنی اس لئے کہ لوگوں کو اپنے گرداگرد جمع کر کے ان سے ذاتی فائدہ اٹھائیں) یہ لوگ قانون خدا کو چھپاتے ہیں۔ (۱۷۴)۔۲'۳) اور اس میں تحریف پیدا کرتے ہیں تاکہ اس کے معنی اور مطلب بدل دیں اور دین خدا میں آسانیاں پیدا ہو جائیں (۱۷۴۔۱'۲'۳)۔ دوئم یہ کہ یہ لوگ اپنے لئے عذاب خدا سے بچنے کی سبیلیں نکالتے ہیں کہ ہم کو خدا ہر حالت میں جہنم کی آگ سے بچائے گا' ہم ہی خدا کے دوست اور برگزیدہ بندے ہیں (۱۷۴)۔۴)۔ یہ لوگ خدا کے احکام کو پس پشت ڈال کر اور نظرانداز کر کے خدا کی سزاؤں سے بچنے کا تخیل پیدا کرتے ہیں اور خدا کی ملازمت اختیار کرنا جو درحقیقت مقصد قانون خدا ہے اس سے عوام الناس کو ہٹا کر دین کو بیکار کرنا چاہتے ہیں اور علم ہوتے ہوئے کتمان حق اور تلبیس الحق بالباطل کرنے کے درپے ہیں۔ (۱۷۴)۔۵'۶'۹)۔ سوئم یہ کہ یہ لوگ خدا کی سرداری کو چھڑوا کر اپنے نئے احکام پیدا کرتے ہیں۔ (۱۷۸)۔۱) اور اپنے آپ کو بھی ارباب یعنی خدا کے سوا رب بنانا چاہتے ہیں تاکہ ان کا حکم مانا جائے اور خدا کے حکموں کو نظرانداز کر کے دین میں سہولت کی صورت پیدا کی جائے۔ اگر ان کو کہا جائے کہ آؤ الکتب میں تو صرف خدا کے قانون کی پابندی لکھی ہے' شیطان یا ارباب من دون اللہ کے حکم کی متابعت تو نہیں لکھی تو یہ لوگ اکٹھے ہونے سے کتراتے ہیں اور انسانون کے تفرقے کو مٹانے پر تیار نہیں۔ (۱۷۸)۔۲)

خدائے عظیم نے آخری نبیؐ پر الکتب اس لئے اتاری کہ وہ اختلاف جو قانون خدا اور ان لوگوں کے بنائے ہوئے دین میں پیدا ہو گیا ہے واضح ہو جائے۔ (۱۷۹) (۱)۔ دوسری غرض یہ ہے کہ الکتب میں پہلے لوگوں نے جو باتیں چھپا رکھی ہیں ان کو اکثر پھر علی الاعلان کہا جائے۔ (۱۳۶)۔ کسی بشر کی مجال نہیں کہ انسان کو یہ کہے کہ خدا کے قانون کو چھوڑ کر میرے حکموں کے تابع ہو جاؤ۔ (۱۷۸)۔۱)' اگر یہ اہل کتاب فی الحقیقت ان احکام پر جو تورات اور انجیل میں لکھے ہیں عمل کرتے تو خدائے عظیم ان کو

بے حد آسودہ حال کر دیتا۔ وہ انتہائی طور پر خدائی نعمتوں سے مالا مال ہوتے۔ (۱۷۵)۔ا) (اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کم از کم آج کل کے نصاریٰ جو تمام دنیا پر غالب ہیں خدا کے قانون پر ضرور عمل کر رہے ہیں)۔ ان اہل کتاب پر واضح ہونا چاہئے کہ وہ جو اس وقت آخری نبی کے عہد میں الکتب کی مخالفت کر رہے ہیں وہ کسی مضبوط بنیاد پر قائم نہیں ہو سکتے جب تک کہ توراۃ اور انجیل کے احکام پر کماحقہ عمل نہ کریں کیونکہ خدا کے نزدیک تو اصل شے عمل کرنا ہے اور یہودی نصرانی یا سائبین میں سے جس شخص یا قوم نے خدا کے قانون پر عمل کیا وہی بے خوف و خطر ہے اور اس کو پورا اجر رب کے ہاں سے ملے گا۔ (۱۷۵)۔۲)

الکتٰب صرف خدا کا واجب العمل قانون ہے۔ جن قوموں کو یہ قانون دیا گیا ہے وہ اس کا مطالعہ کرتے ہیں جیسا کہ مطالعہ کرنے کا حق ہے۔ (۱۷۳)۔ا)۔ جس قوم کی الکتب کے اندر وہ قانون موجود ہے وہ اس کو فوراً پہچان لیتے ہیں اور اس پر عمل کرتے رہتے ہیں ان کو عذر نہیں ہوتا بلکہ صاحب علم لوگوں کے سینوں میں تو وہ الکتب ایک روشن حقیقت نظر آتی ہے (۱۷۳۔ج)۔ یہ کتاب جو آخری نبیؐ پر اتاری گئی ہے حقیقت ہے اس کو جو چاہے لے لے (۱۷۲۔۱۳)۔ پیغمبر ان پر کوئی وکیل نہیں ہے۔ حقیقت کو اپنا لینا ہر صاحب علم قوم کا کام ہے۔ خدا کا منشا یہ نہیں کہ لوگ الگ الگ نبی کے پیچھے الگ الگ مذہب بنا کر فرقہ بند ہو جائیں بلکہ اس کے قانون پر عمل کریں۔ ہر قوم جو ہلاک ہو چکی ہے اس کے پاس اس کی الکتب تھی جس کو وہ جانتی تھی۔ (۱۸۰)۔۲) کوئی خدا کا بھیجا ہوا پیغمبر خدا کے حکم کے سوا کوئی حکم یا کتاب اپنے پاس سے نہیں لا سکتا۔ دنیا میں ہر زمانے کے لئے اس عہد کی انسانی ترقی کے مطابق ایک کتاب ہوتی ہے جو خدا بھیجتا ہے اس زمانے کی ترقی کے مطابق پھر جو شے اس کتاب میں غیر ضروری ہو جاتی ہے، کم کر دیتا ہے اور جو ضروری ہوتی ہے بڑھا دیتا ہے کیونکہ اس کے پاس اس زمین کی انتہائی ترقی تک کا پورا قانون موجود ہے۔ (۱۸۱)۔ یہ قرآن حکیم جو عربی زبان میں خدا نے بھیجا ہے درحقیقت اس صحیفہ فطرت کی روشن

کتاب کا ملخص ہے جو تمہارے سامنے نظر آ رہا ہے اور منشا یہ ہے کہ عرب قوم اس قانون پر عمل کر کے صاحب فراست بن جائے اور قرآن اسی مکمل قانون کا ایک اقتباس ہے جو ہمارے پاس موجود ہے۔ (۱۸۳)

الغرض اگر ان تمام آیتوں پر جو اس موضوع میں جمع کر دی گئی ہیں ایک غائر نظر دوڑائی جائے تو نتیجہ نکلتا ہے کہ اس الکتب کا موضوع اقوام زمین کو ان کی اپنی زبان میں ایک فوری دستور العمل اس زمانے کی انسانی ترقی کے مطابق دینا تھا۔ اس وقت تک انسانی سمع اور بصر اور افئدہ اس مرحلے تک نہ پہنچے تھے کہ اقوام عالم صرف مشاہدہ فطرت سے قوانین انسانی اخذ کر سکتیں۔ ہر قوم کو اس زمانے کی ترقی کے مطابق تحریری قانون پیغمبروںؑ کے ذریعے پہنچایا گیا۔ وہ لوگوں کو سمجھاتے رہے لیکن انسان چونکہ نافہم رہا وہ بجائے اس کے کہ قانون کی ماہیت کو دیکھتا اور اس علم کو دیکھتا جو اس کتاب میں تھا' وہ پیغمبروں کے پیچھے لگ کر فرقہ بند ہو گیا اور صرف اپنے پیغمبر کو سراہتا رہا اور اس نے اپنا الگ مذہب بنا لیا۔ یہ ستم ظریفی اس قطع کی ہے کہ خط جو بھیجا گیا ہو اس کی طرف کسی کا دھیان نہ بلکہ اصل دھیان اس قاصد کی طرف ہو جو خط لایا ہے! قرآن حکیم مختلف پیراؤں میں انسان کی اس بغاوت اور ضد کی توضیح کرتا ہے اور ان آیات کے مطالعے سے صاف واضح ہوتا ہے کہ رسول خدا صلعم کے وقت میں قرآن کی نیت کسی علیحدہ فرقہ بنانے کی نہیں تھی بلکہ جو جو نقص اہل کتاب نے توراۃ اور انجیل کی تعلیم میں ڈال دیئے تھے ان کی توضیح کر کے تمام نسل انسانی کو ایک کرنا تھا۔ قرآن حکیم میں **الکفرون حقا** (اصلی اور سچا کافر) کے الفاظ صرف ایک جگہ استعمال ہوئے ہیں وہ سورہ النساء کے اکیسویں رکوع میں ان لوگوں کے واسطے ہیں جو ایک نبی کی کتاب مان کر اور دوسرے کی کتاب کو رد کر کے گویا یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ مختلف انبیاء مختلف پیغام لائے تھے اور اس طرح پر خدا اور پیغمبروں کے درمیان "لڑائی کرانا" ☆ چاہتے ہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ قرآن حکیم کس قدر ایک مجتمع انسانی کا موید تھا اور اس کی نیت کس قدر نیک تھی۔ اس آیت کو یہاں مسلمانوں کے خاص غور کے

لئے نقل کیا جاتا ہے۔ اگرچہ ان تصانیف میں یہ آیت کئی جگہوں پر آ چکی ہے (دیکھو مثلاً فرہنگ حریم غیب ۲۵ (۵) صفحہ ۲۷۴ یا مثلاً" فرہنگ حریم غیب ۸۳ (ا) صفحہ ۲۸۸)۔ یہ آیت مفصل ترجمہ کے ساتھ (۴-۱۷۵) کے عنوان سے آ چکی ہے۔

ان الذین یکفرون باللّٰہ ورسلہ ویریدون ان یفرقوابین اللّٰہ ورسلہ ویقولون نومن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذالک سبیلا ○ اولئک ھم الکفرون حقا واعتدنا للکفرین عذابا مھینا ○ ۴/ ۱۵۰-۱۵۱

ترجمہ بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولؑ کے (منتہائے نظر کے) منکر ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے پیغمبروںؑ کے درمیان پھوٹ ڈال دیں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کے منکر ہیں اور چاہتے ہیں کہ کوئی بین بین راہ اختیار کریں وہی اصلی کافر ہیں اور ایسے کافروں کے لئے ہم نے رسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اب مسلمانوں کے ہاتھوں اتحاد عالم کا یہ سب سلسلہ ہی بدل چکا ہے۔ مسلمانوں نے دنیا میں تبلیغ چھوڑ دی اس لئے تمام دنیا کو اپنے دائرے تیں نہ لا سکے۔ پہلے پہل تبلیغ کی وجہ سے قوموں کی قومیں دائرہ اسلام میں اس لئے داخل ہو جاتی تھیں کہ مسلمانوں کے اپنے اعمال حیرت انگیز طور پر عمدہ اور کتاب خدا کے احکام کے مطابق تھے۔ لوگ جب ان کے کردار دیکھتے جھٹ اسلام کی جماعت میں داخل ہو جاتے۔ اب کردار بے انتہا خراب ہو گئے۔ ادھر مسلمان خود بیسیوں فرقوں میں بٹ گئے۔ وہ ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگاتے ہیں حتیٰ کہ اسی داخلی ہڑبونگ کی وجہ سے اب بعض قوتوں کو یہ جرات بھی ہو گئی ہے کہ وہ نبی آخرالزمان کے بعد بھی اور "انبیاء" کے آنے کو ممکن سمجھتے ہیں۔ اب جب تک اس تمام نظام کی تجدید از سرنو بنوک شمشیر نہ ہو موجودہ مسلمانوں سے یہ امید کہ وہ تمام دنیا کو ایک وحدت میں پرو دیں گے نہایت مشکل ہے۔ البتہ ایک صورت ممکنہ یہ ہے کہ اگر مسلمان مشاہدہ فطرت کو دینی ولولے

سے اپنا شعار بنا کر دنیا پر باقی قوموں پر گوئے سبقت لے جائیں تو اگلے سو دو سو سال میں امید ہو سکتی ہے کہ وہ تمام دنیا میں غالب آ کر ایک وحدت پھر پیدا کر سکیں۔ قرآنی نقطہ نظر سے معنی خیز بات اس وقت صرف یہ ہے کہ دنیا پر وحدت حکومت کا احساس پیدا ہو رہا ہے۔

ہلاکت اقوام اور سیر فی الارض

قانون خدا کی اس توضیح کے بعد طبعی سوال اٹھتا ہے کہ وہ الکتب کا قانون کیا تھا جو قرآن حکیم لایا۔ اس کی تشریح اس قدر طویل ہے کہ وہ الباب کا یہ چھوٹا سا ضمیمہ اس کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ اس قانون کو میں نے کچھ نہ کچھ تذکرہ کی پہلی جلد میں واضح کر دیا ہے اس کی باقی نو جلدیں جب وہ چھپیں گی اور واضح کر دیں گی۔ لیکن قرآن حکیم کے مطالعے سے جو حیرت انگیز بات دم بدم واضح ہوتی ہے وہ ہلاکت اقوام کا مسئلہ ہے۔ قرآن حکیم قوموں کے ہلاک ہونے کی ایک مختصر وجہ **ماکان اکثر ھم مومنین** (سورہ الشعراء) (یعنی ان میں سے اکثر مومن نہ تھے) بیان کرتا ہے' رسولوں کے آنے کی ایک مختصر غرض **انی لکم رسول امین** (سورہ الشعراء) (یعنی تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں کہ تم کو امن کی انتہائی منزل تک پہنچا دوں) قائم کرتا ہے' اور قوموں کو عروج کی منزل تک پہنچانے کا ایک مختصر دستور العمل **فاتقو اللہ واطیعون** (سورہ الشعراء) پیش کرتا ہے (یعنی ایک تو اللہ کے قانون کا ڈر اپنے دل میں ہمیشہ کے لئے رکھو اور میرے زبانی حکموں کی اطاعت کرو)۔ ان تین مختصر باتوں کی تشریح گویا قریباً" تمام قرآن ہے اور انہی پر اقوام کی ہلاکت کا پورا مسئلہ مشتمل ہے۔ قوموں کا دنیا میں ظہور اور پھر تھوڑی مدت کے اندر ان کا تختہ الٹ جانا اور کسی دوسری قوم کا ان کی جگہ لے لینا فی الحقیقت دنیا کا سب سے زیادہ حیران کن واقعہ ہے اور اس واقعہ کے پے در پے ہوتے رہنے میں زمانہ کے کسی مرحلے میں کمی نہیں ہوئی۔ مقام فطرت کے عنوان ۲ کے ماتحت مطالعہ صحیفہ فطرت کے ضمنی عنوان (۳) کی آیتوں میں قرآن حکیم نے

جس شد و مد سے قوموں کے کھنڈرات کا مطالعہ لازمی قرار دیا ہے وہ میں نے آیات (۶۱) تا ۶۹ میں واضح کر دیا ہے۔ یقین ہے کہ اگر قرآن حکیم کے اس اہم حصے کی طرف کماحقہ' توجہ کی گئی تو ہلاکت اقوام کے مسئلے میں علم کا اضافہ حیرت انگیز طور پر ہو سکتا ہے لیکن علم قرآن کے اس حصے کی اہمیت اور زیادہ واضح کرنے کے لئے ضروری ہے کہ یہاں پر اس موضوع کی باقی آیات بھی جمع کر دی جائیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ قرآن حکیم کو اس مسئلے کے کھوج لگانے پر کس قدر اصرار ہے۔

۱۸۴ (ا) **قل سیروا فی الارض ثم انظروا کیف کان عاقبة المکذبین ○** ۶/۱۱

۱۸۴ (ا) (اے پیغمبرؐ! ان کو) کہہ دو کہ زمین میں چلو پھرو اور پھر ملاحظہ کرو کہ خدا کے احکام کو مخول سمجھ کر ان پر عمل نہ کرنے والوں کا کیا انجام ہوا۔ (۱)

(۲) **فسیروا فی الارض فانظروا کیف کان عاقبة المکذبین ○** ۱۶/۳۶

(۲) پس زمین میں چلو پھرو اور پھر ملاحظہ کرو کہ جھٹلانے والوں (یعنی عمل نہ کرنے والوں) کا کیا انجام ہوا۔

(۳) **قل سیروا فی الارض فانظروا کیف کان عاقبة الذین من قبل کان اکثرھم مشرکین ○** ۳۰/۴۲

(۳) کہہ دو کہ زمین میں چلو پھرو پھر دیکھو کہ ان لوگوں کا جو پہلے تھے کیا انجام ہوا کیونکہ ان میں سے اکثر خدا (۲) کے ساتھ ساتھ کئی اور خدا شریک کر کے (الگ الگ ٹکڑوں میں بٹ جانے والے لوگ) تھے۔

(۴) **قد خلت من قبلکم سنن فسیروا فی الارض فانظروا کیف کان عاقبة المکذبین ○** ۳/۱۳۷

(۴) بے شک تم سے پہلے کئی (لوگوں کے بنائے ہوئے) طریقے ہو گزرے ہیں تو زمین میں چلو پھرو اور ملاحظہ کرو کہ خدا کے قانون کو جھٹلانے والوں کا کیا (برا) انجام ہوا۔

(۵) افلم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلھم دمر اللہ علیھم و للکفرین امثالھا ○ ۱۰/۴۷

(۵) کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں تاکہ (خود آنکھوں سے) دیکھ لیتے کہ ان لوگوں کا جو پہلے ہو گذرے ہیں کیا انجام ہوا۔ خدا نے ان کو ملیامیٹ کر دیا اور (خدا کے قانون کے منکروں یعنی) کافروں کے لئے اسی طرح کی مثالیں (سامنے موجود) ہیں۔

(٦) اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلھم کانوا اشد منھم قوۃ واثا روا الارض و عمروھا اکثر مما عمرو ھا وجائتھم رسلھم بالبینت فما کان اللہ لیظلمھم ولکن کانوا انفسھم یظلمون ○ ۹/۳۰

(٦) اور کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں تاکہ (خود اپنی آنکھوں سے) دیکھ لیتے کہ ان سے پہلوں کا کیا انجام ہوا حالانکہ وہ ان سے بہت زیادہ طاقتور تھے اور انہوں نے زمین پر (اپنی کوشش کے بہت سے) نشان چھوڑے اور اس کو ان لوگوں سے بہت زیادہ آباد (اور پر رونق) کیا تھا اور ان کے پاس ان کے پیغامبر بھی روشن احکام ساتھ لے کر آئے تھے تو خدا ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا لیکن وہ (احکام خدا و فطرت کی خلاف ورزی کر کے) اپنی جانوں پر ظلم کر رہے تھے (وہ تمدن اور عمران کے ایک مرحلے پر پہنچ کر غافل ہو گئے اور ان پر زوال آگیا)۔

(۷) اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلھم وکانوا اشد منھم قوۃ وما کان اللہ لیعجزہ من شئی فی السموت ولا فی الارض انہ کان علیما قدیرا ○ ۴۴/۳۵

(۷) اور کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں تاکہ (خود اپنی آنکھوں سے) دیکھ لیتے کہ ان سے پہلوں کا کیا انجام ہوا حالانکہ وہ ان سے بہت زیادہ طاقتور تھے اور خدا ایسا نہیں کہ زمین اور آسمانوں میں کوئی شے اس کو عاجز کر سکے (اور طاقتور قومیں اس کی سزا سے ہمیشہ کے لئے محفوظ رہ سکیں) کیونکہ بے شک وہ بہت ہی بڑا علم والا اور بڑی ہی قدرت والا ہے (وہ جانتا ہے کہ قوت اور طاقت کے زور میں بھی کس طرح قومیں

کمزور ہو جاتی ہیں اور کس بہانے سے ان کو خدا کی نافرمانی کی سزا دی جا سکتی ہے)۔

۸ اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبتہ الذین کانوا من قبلھم کانوا ھم اشد منھم قوۃ و اثارا فی الارض فاخذھم اللّٰہ بذنوبھم وما کان لھم من اللہ من واق ○ ۲۱/۴۰

۸۔ اور کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں تاکہ (خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے کہ (ان قوموں کا) کیا انجام ہوا جو ان سے پہلے تھیں۔ وہ ان سے بہت زیادہ قوی طاقت کے اعتبار سے اور (ان) نشانوں کے اعتبار سے تھیں (جو انہوں نے چھوڑے) تو خدا نے ان کو ان کے گناہوں (یعنی واماندگیوں) کے بدلے میں پکڑ لیا اور اللہ (کی پکڑ) سے کوئی شخص نہ تھا جو ان کو بچا لیتا۔

۹۔افلم یسیروا فی الارض فینظرواکیف کان عاقبتہ الذین من قبلھم کانوا اکثرمنھم و اشد قوۃ و اثارا" فی الارض فما اغنی عنھم ما کانوا یکسبون ○ ۸۲/۴۰

۹۔ تو کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ (اپنی آنکھوں سے) دیکھ لیتے کہ ان پہلوں کا کیا (برا) حال ہوا جو تعداد میں ان سے زیادہ' قوت میں ان سے بہت سخت اور نشانوں کے لحاظ سے (جو انہوں نے چھوڑے تھے) بہت زیادہ شاندار تھے۔ تو جو کچھ (برے عمل) وہ کر رہے تھے اس نے ان کو کوئی فائدہ نہ پہنچایا۔

۱۰۔ افلم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبتہ الذین من قبلھم ولدار الاخرہ خیر للذین اتقوا افلا تعقلون ○ ۱۰۹/۱۲

۱۰۔ تو کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں تاکہ (اپنی آنکھوں سے) دیکھ لیں کہ ان لوگوں کا کیا انجام ہوا جو ان سے پہلے تھے اور بے شک آخرت کا گھر انہی لوگوں کے واسطے اچھا ہے جو قانون خدا سے خوفزدہ (رہ کر اس پر مستقل طور پر عامل) ہیں۔ تو کیا (اس اعلان کے بعد) تم (خدا کی حکمت عملی کو) نہ سمجھو گے (کہ وہ ٹھیک چلنے والوں کو ہی ہمیشہ رکھتا ہے)۔

باقیات اقوام کو بچشم خود مشاہدہ کرنے کی یہ حیرت انگیز اور اس کثرت سے ترغیب کیا عجب ہے کہ مسئلہ ہلاکت اقوام کے بارے میں ایک مستقل اور عظیم الشان علم کی بنیاد آگے چل کر ہو جو دنیا کے لئے کشف حقیقت کا ایک نیا دروازہ کھول دے۔ بہر نوع ان تمام آیات میں **کیف کان عاقبہ** کے الفاظ نہایت قابل غور ہیں، جن سے مراد اس دنیا میں انجام ہے حالانکہ عام طور پر مسلمان عاقبت کا لفظ ''یوم قیامت'' کے انجام کے لئے غلط طور پر استعمال کرتے ہیں۔ ادھر آیہ (۱۸۴-۱۰) میں **والاخرہ** کے الفاظ جو **عاقبتہ** کے لفظ کے عین بعد استعمال ہوئے ہیں قطعی طور پر اس معاملہ کو صاف کر دیتے ہیں کہ کسی قوم کا اس دنیا میں ہلاک نہ ہونا ہی اس کی ''عاقبت بہ خیر'' ہے اور یہی اس کی ''آخرت بہ خیر'' ہے بلکہ یہی **دارلاخرہ** ہے۔ قوت خدا کے قانون پر چلنے سے پیدا ہوتی ہے اور جب قانون خدا کا ڈر باقی نہ رہے مٹ جاتی ہے۔ فتدبر۔

۸۔ انسان کی پیدائش کی آخری غرض ملاقات خدا ہے
مال انسان کا قطعی ثبوت۔ سورہ جاثیہ کا مربوط ترجمہ

قرآن حکیم میں اس حیرت انگیز علمی ترغیب کا انکشاف جو میں نے حدیث القرآن میں کیا ہے، ممکن ہے کہ کتاب خدا کو سطحی نظر سے دیکھنے والوں کے دلوں کو مطمئن اس لئے نہ کرے کہ آج کل کا عام طور پر یورپ زدہ اور اپنے زعم میں متنور مسلمان مشرق کی اکثر دریافتوں کو مغرب کے مقابلے میں ناقابل توجہ سمجھتا ہے۔ اور ممکن ہے کہ اپنے دل میں یہ اثر لے کہ یہ سب تلاش و تفتیش جو اس تصنیف میں کی گئی ہے قرآن کی برتری جتلانے کے لئے ایک **تکلف** اور آورد ہے ورنہ قرآن کو مسلسل طور پر پڑھنے سے یہ نتائج ایک عام شخص کو منکشف نہیں ہوتے اور وہ ان نتیجوں پر جو حدیث القرآن میں قرآن حکیم کے متعلق نکالے گئے ہیں مجبور نہیں ہوتا۔ ادھر مولویانہ تخیل والے مسلمان قرآن کو عالم آخرت کی ایک کتاب سمجھنے اور دنیا سے کچھ تعلق نہ

رکھنے میں اس قدر مشاق ہو چکے ہیں کہ قرآن حکیم کے اندر اپنی مادی دنیا کو سدھارنے کی کوئی بات ان کے عقیدے کو متزلزل کرنے والی بات معلوم دیتی ہے اور وہ قرآن کو کسی اور نقطہ نظر سے دیکھنے کے منکر ہیں۔ ان حالات میں چونکہ وہ تمام استدلال جو **تذکرہ** کی کئی جلدوں کے اندر ہے اس چھوٹی سی تصنیف کے چند صفحوں میں کوزہ بند نہیں ہوسکتا اور قرآن حکیم کو اول سے آخر تک منطقی طور پر مربوط کرکے ایک دفعہ پھر دنیا کے سامنے رکھ دینا بڑی تفصیل کا طالب ہے، میں نے تجویز کی ہے کہ مولوی اور مغرب زدہ مسلمان دونوں کو ہمیشہ کے لئے ساکت و صامت بلکہ حواس باختہ کرنے کے لئے قرآن حکیم کی صرف ایک سورہ یعنی سورہ جاثیہ کا مربوط ترجمہ یہاں پر کردوں تاکہ دنیا حیرت زدہ ہو جائے کہ کم از کم اس سورۃ کا ترجمہ نہ مولوی اور نہ مغرب زدہ مسلمان سوائے اس کے کچھ اور کر سکتا ہے۔ اور قرآن حکیم کا دنیا میں آنے کا منشا درحقیقت وہی ہے جو بیان کیا گیا۔

اس سورت میں ایک خاصیت ہے جو قرآن حکیم میں اور جگہ کم ملتی ہے وہ یہ کہ اس تمام سورۃ میں جس میں چار رکوع اور ستائیس آئتیں ہیں مظاہر فطرت کی طرف توجہ دلانے کے سوا کوئی اور موضوع ہی نہیں اور قرآن حکیم کی بلند نظری پر یقین رکھنے والے گروہ کو ان نتائج کے سوا کسی دوسرے نتیجے پر پہنچنا محال ہے جو حسب ذیل مربوط ترجمے میں پیش کردیئے گئے ہیں۔

(۱۸۵) حم ○ ۱/۴۵

(۱۸۶)(۱)۔ تنزیل الکتب من اللہ العزیز الحکیم○ ۲/۴۵

یہ الکتاب اسی خالق زمین و آسمان کی طرف سے انسان پر نازل ہوئی ہے جو انتہائی طور پر غالب اور بڑی حکمت کا مالک ہے۔

(۱۸۷)ان فی السموات و الارض لایات للمومنین ○ ۳/۴۵

(۱۸۷) یہ ایک طے شدہ حقیقت ہے کہ صاحب ایمان لوگوں کے لئے آسمانوں اور زمین میں(انسان کی ہدایت کے لئے) بالضرور کئی (ہزارہا) احکام موجود ہیں۔

(۱۸۸) وفی خلقکم ومایبث من دابۃ ایت لقوم یوقنون ○ ۴۵/۴

(۱۸۸) اور(اے لوگو!) تمہاری اپنی پیدائش میں اور جوکچھ خدائے عظیم حیوانات کو (زمین پر) پھیلاتا ہے کئی ہدایات (آیات) اس قوم کے لئے ہیں جو (صحیفہ فطرت کے برحق ہونے پر) یقین کرتی ہے۔(آیات کے لفظ پر غور کرو جو بار بار آرہا ہے)

(۱۸۹) واختلاف الیل والنھار وما انزل اللّٰہ من السماء من رزق فاحیابہ الارض بعد موتھا وتصریف الریاح ایت لقوم یعقلون ○ ۴۵/۵

(۱۸۹) اور (لوگو!) دن اور رات کے اختلاف میں اور جوکچھ اللہ نے آسمان سے رزق (یعنی پانی) اتارا اور پھراس پانی سے زمین کے مرجانے کے بعد اس کو زندہ کیا اور ہواؤں کے مختلف اطراف سے چلنے میں صدہا احکام و ہدایات اس قوم کے لئے ہیں جو صاحب عقل و دانش ہے۔

(۱۹۰)تلک ایت اللّٰہ نتلوھا علیک بالحق فبای حدیث بعداللّٰہ وایتہ یومنون ○ ۴۵/۶

(۱۹۰) (اے محمدؐ) یہ (اوپر کی آیات) وہ آیات ہیں جو ہم تم کو حقیقت کے طور پر پڑھ کر سنا رہے ہیں پھر (مجھے بتاؤ کہ خدا کی کہی ہوئی) بات اور اس کی(صحیفہ فطرت سے اخذ کی ہوئی) آیات کے بعد یہ لوگ کونسی زیادہ سچ بات پر ایمان رکھیں گے۔

(۱۹۱)ویل لکل افاک اثیم○ یسمع ایات اللّٰہ تتلی علیہ ثم یصر مستکبرا" کان لم یسمعھا فبشرہ بعذاب الیم ○ ۴۵/۷۔۸

(۱۹۱)اس جھوٹے اور گنہگار پر جو فطرت کی حقیقت نہ دیکھنے کا گناہ عظیم کر رہا ہے۔ اور اس کو لاشے سمجھ کر اس سے اکڑتا ہے' (ہزار) حیف ہے کہ وہ خدا کی آیات کو سن رہا ہے کہ اس کے سامنے پڑھی جارہی ہیں پھر وہ جہالت کے باعث اکڑتا ہے کہ گویا اس نے ان کو سنا ہی نہیں۔ تو (اے پیغمبرؐ!) ایسے (نامعقول) شخص کو درد ناک عذاب کی خوشخبری دو۔(ایسے شخص کی حقیقت سے نفرت اور اکڑہی قوم کو ہلاک کردے

گی)۔

(۱۹۲) واذا علم من ایتنا شیا" اتخذھاھزوا" اولئک لھم عذاب مھین ○ ۹/۴۵

(۱۹۲) اور (مزا یہ ہے) کہ جب وہ ہماری آیتوں میں سے کچھ کا علم حاصل کرلیتا ہے تو ان کو ٹھٹھا مخول سمجھ کر بے معنی ☆ سمجھتا ہے تو یہی وہ لوگ ہیں جن کو ذلیل کر دینے والا عذاب (اس دنیامیں) ملے گا۔

(۱۹۳) من وراء ھم جھنم ولایغنی عنھم ما کسبواشیا" ولا ما اتخذو امن دون اللہ اولیا ولھم عذاب عظیم ○ ۱۰/۴۵

(۱۹۳) اور (اس عذاب کے بعد ان کے پیچھے) جہنم ہوگا اور جو کچھ وہ کر رہے ہوں گے اس کا ان کو کچھ فائدہ نہ ہوگا اور نہ اس شے کا کہ انہوں نے خدا کو چھوڑ کر اپنے سردار دوسرے اشخاص پکڑلئے ہیں اور ان کو بڑا عذاب لاحق ہوگا۔

(۱۹۴) ھذا ھدی والذین کفروابایت ربھم لھم عذاب من رجزالیم ○ ۱۱/۴۵

(۱۹۴) (یاد رکھو کہ یہ جو کچھ ہم نے اوپر واضح کیا ہے) یہی ہدایت ہے اور جن لوگوں نے اپنے خدا کی (بھیجی ہوئی) آیتوں سے انکار کیا (اور ان کی ہدایت کے مطابق عمل کرنے سے گریز کیا) ان کو درد ناک مصیبت سے آلودہ عذاب ملے گا۔

(۱۹۵) اللہ الذی سخر لکم البحر لتجری الفلک فیہ بامرہ ولتبتغوا من فضلہ و لعلکم تشکرون ○ ۱۲/۴۵

(۱۹۵) (لوگو! یاد رکھو کہ) خدا وہ (قاہراور غالب) ذات ہے جس نے تمہارے (فائدے کے) لئے سمندر کو مسخر (یعنی اس امر کا پابند) کیا تاکہ اس میں خدا کے قانون (حکم) سے جہاز چلیں اور تاکہ تم انسان اپنی تجارت کرسکو اور تاکہ تم (اس کی بنائی ہوئی فطرت کی) صحیح قدر کرسکو۔

(۱۹۶) وسخر لکم ما فی السموات وما فی الارض جمیعا" منہ ان

فی ذالک لایت لقوم یتفکرون ○ ۱۳/۴۵

(۱۹۶) اور (لوگو! یہی نہیں بلکہ) اس نے تمہارے (استعمال کی خاطر) جو کچھ شے بھی آسمانوں میں ہے اور جو کچھ بھی زمین میں ہے سب کا سب مسخر کیا۔ بے شک اس (نئے انکشاف) میں (جو اب کیا گیا ہے) سوچ دوڑانے والی قوم کے لئے (ہزارہا) ہدایات موجود ہیں۔

(۱۹۷) **قل للذین امنوا یغفروا للذین لا یرجون ایام اللہ لیجزی قوما" بما کانوا یکسبون○ ۱۴/۴۵**

(۱۹۷) (اے پیغمبرؑ!) ان لوگوں کو جو (صحیفہ فطرت پر) ایمان لے آئے ہیں کہہ دو کہ ان لوگوں (کو نامعقول اور قابل رحم سمجھ کر ان) سے درگذر کریں جن کو امید نہیں کہ خدا کے دن بھی آئیں گے (گویا وہ دن جن میں خدا ان سے دو بدو ملاقات کریگا) تاکہ خدا ان کو ان کی بد اعمالی کی سزا دے۔

(۱۹۸) **من عمل صالحا" ☆ فلنفسہ ومن اساء فعلیھا ثم الی ربکم ترجعون ○ ۱۵/۴۵**

(۱۹۸) جس قوم نے (اس کائنات فطرت کے احکام کی تلاش کے بارے میں) مناسب اور عمدہ عمل کیا تو اس میں اس قوم کی اپنی ہی بہتری ہے اور جس نے برا کیا تو اپنے لئے (لیکن) پھر تم اپنے رب کی طرف ہی لوٹو گے (اور اس کے حضور میں پیش کئے جاؤ گے کہ اپنی غفلت کی جواب دہی کرو)۔

(۱۹۹) **ولقد اتینا بنی اسرائیل الکتب و الحکم والنبوۃ ورزقناھم من الطیبات و فضلنھم علی العالمین ○ ۱۶/۴۵**

(۱۹۹) اور ہم نے بنی اسرائیل کو صحیح معنوں میں اور باتحقیق الکتب، حکومت اور نبوت دی اور ہم نے ان کو نہایت پاکیزہ نعمتوں سے مالا مال کیا اور ان کو تمام دنیا پر (انسانی تقدم اور عمران کی ہر شق میں) فضلیت دی۔ (گویا بنی اسرائیل تسخیر فطرت کے عمل صالح سے ہی سرفراز ہوئے)۔

(۲۰۰) واتینهم بینات من الامر فما اختلفوا الا من بعد ما جاء هم العلم بغیا" بینهم ان ربک یقضی بینهم یوم القیامته فیما کانوا فیه یختلفون ○ ۱۷/۴۵

(۲۰۰) اور قانون (فطرت) کی روشن حقیقتیں بھی ان کو عطا کردیں لیکن وہ آپس میں ایک دوسرے سے باغی ہو کر علم اور حقیقت کے حاصل ہوئے پیچھے آپس میں پھٹ گئے (اور انہوں نے اپنی سلطنت کو کمزور کردیا ورنہ ان کی دنیا پر مادی فضیلت قطعی طور پر برقرار رہتی) لیکن اب بے شک تیرا پروردگار اس آپس کے (المناک) اختلاف کے متعلق فیصلہ کرے گا (کہ کون فریق مجرم تھا)۔

(۲۰۱) ثم جعلناک علی شریعته من الامر فاتبعها ولاتتبع اهوا الذین لایعلمون☆ ○ ۱۸/۴۵

(۲۰۱) اب (اس بنی اسرائیل کی سلطنت کے زوال کے بعد اے پیغمبرؐ) ہم نے تم کو قانون خدا کے ایک رستے(**شریعته من الامر**) (گویا قانون فطرت کی ایک شاخ) پر مقرر کردیا ہے۔ تاکہ تو اس راہ کی پیروی کرکے (اپنی قوم کو عروج اور فضیلت کی منزل تک پہنچا سکے اور بنی اسرائیل کی سزا یافتہ قوم کی طرح) بے علم لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرے۔ (بے علم لوگ جو صحیفہ فطرت سے کچھ ہدایات اور آیات اخذ نہیں کرتے اور آپس میں اختلاف پیدا کرکے اپنی قوم کو جہنم کے گڑھے پر لا رکھتے ہیں)۔

(۲۰۲) انهم لن یغنوا عنک من الله شیا" و ان الظالمین بعضهم اولیاء بعض والله ولی المتقین ○ ۱۹/۴۵

(۲۰۲) یہ کسی صورت میں بھی تجھے اللہ کے مقابلے میں فائدہ نہ دیں گے اور اس میں شک نہیں کہ (فطرت کی حدود سے) تجاوز کرنے والے آپس میں جو کچھ کرتے ہیں صلاح ومشورہ سے کرتے ہیں (کیونکہ ہر مجرم کا طبعی میلان مجرم کی طرف ہے) لیکن خالق زمین و آسمان (صرف) اس قوم کا دوست ہے جو قانون خدا سے (پورے طور پر) خائف ہے۔

(۲۰۳) هذا بصائر للناس و هدی و رحمتہ" لقوم یوقنون ○ ۲۰/۴۵[1]

(۲۰۳) یہ (تمام نکات جو اس سورت میں بیان ہوئے ذہن انسانی کے لئے) بصیرت کی باتیں اور مستقل ہدایت ہے۔ بلکہ (سربسر ایک سرچشمہ) رحمت اس قوم کے لئے جو ان کی صداقت پر یقین رکھتی ہو۔ (غور کرو کہ اب تک صرف فطرت پر غور کرنے کی بات ہوئی ہے)۔

(۲۰۴) ام حسب الذین اجترحوا السیات ان نجعلھم کالذین[2] **☆ امنوا وعملوالصلحت سوا" محیاھم و مماتھم ساء ما یحکمون ○ ۲۱/۴۵**

(۲۰۴) کیا ان (قوموں) نے جو (اس دنیا میں) اپنے برے عمل سے زوال کو پہنچیں یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم ان کو ان قوموں کے برابر کر دیں گے جنھوں نے ایمان (کے لازمات کو) حاصل کر کے بہترین اعمال کئے' کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی زندگیاں اور موتیں برابر کی ہوں گی (یاد رکھو کہ) ان کا یہ فیصلہ انتہائی طور پر غلط (اور بے معنی) ہے۔

(۲۰۵) وخلق اللہ السموات والارض بالحق[3] **☆☆ و لتجزی کل نفس بما کسبت و ھم لایظلمون ○ ۲۲/۴۵**

(۲۰۵) اور اب (ان امور کے واضح کر دینے کے بعد کہ آسمانوں اور زمین میں صدہا احکام الہٰی موجود ہیں نیز یہ کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ انسانوں کے استعمال کے لئے خدائے عظیم نے مسخر کر رکھا ہے جو سنسنی خیز انکشاف کیا جارہا ہے یہ ہے کہ خدا نے آسمانوں اورزمین کو پیدا ہی بطور ایک حقیقت کے کیا ہے اور اس پیدائش کا مقصد یہ ہے کہ ہر نفس کو (انفرادی طور پر) اس کے عمل (یعنی تلاش صحیفہ فطرت) کی جزا پورے طور پر دی جائے اور انسانی نسل پر ظلم نہ ہو۔

(۲۰۶) افریت من اتخذ الھہ ھواہ و اضلہ اللہ علی علم و ختم علی سمعہ و قلبہ و جعل علی بصرہ[1] **☆☆☆ غشوۃ فمن یھدیہ من بعد اللہ افلا تذکرون ○ ۲۳/۴۵**

(۲۰۶) کیا تو نے اس شخص کو دیکھا ہے کہ جس نے اپنی خواہش نفسانی کو ہی اپنا حاکم بنا لیا ہو اور باوجود جانتے ہوئے کہ اس دنیا کے اندر کوئی حاکم یا سردار بجز خدا کی ذات کے نہیں خدا نے اس کو گمراہ کردیا ہو اور اس کے علم کے تینوں مصدروں یعنی سمع وبصر پر مہر اور قلب پر پردہ ڈال دیا ہو۔ تو کیا ممکن ہے کہ) ایسے شخص کو کوئی ہستی خدا کے بعد راہ دکھائے۔ کیا تم اس سے عبرت نہیں پکڑتے۔

(۲۰۷) وقالوا ماھی الاحیاتنا الدنیا نموت و نحیا وما یھلکنا الا الدھر☆[۲] وما لھم بذالک من علم ان ھم الایظنون ○ ۲۴/۴۵

(۲۰۷) اور یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ بس یہی دنیاوی انفرادی زندگی ہی ہے (جو کسی مطلب کی ہے) اسی میں ہم زندہ رہتے ہیں اور پھر ہلاک ہو جاتے ہیں اور زمانہ ہی (خود بخود) ہم کو ہلاک کر دیتا ہے۔ (☆[۲]) (اس کے سوا کوئی اور محرک نہیں نہ اس ہلاکت میں کسی قانون کی نافرمانی یا آخرت کی پرسش یا خدائی گرفت کا سوال ہی پیدا ہوتا ہے)۔ ان لوگوں کو اس کا علم نہیں اور وہ محض اٹکل پچو باتیں کر رہے ہیں (کیونکہ بقائے اصلح کے قانون سے ناواقف ہیں)۔

(۲۰۸) واذاتتلی علیھم ایتنا بینت ما کان حجتھم الا ان قالوا ائتوابا بائنا ان کنتم صدقین ○ ۳۵/۴۵

(۲۰۸) اور جب ان پر ہماری روشن آیات پڑھی جاتی ہیں تو ان کی دلیل اس کے سوا کچھ نہیں ہوتی کہ (اگر فی الحقیقت خدا کے احکام قوموں کو ہمیشہ کی زندگی دینے والے احکام ہیں تو) ہمارے باپ داداؤں کو پھر زندہ کر دو اگر تم سچے ہو۔

(۲۰۹) قل اللہ یحیکم ثم یمیتکم ثم یجمعکم الی یوم القیامۃ لاریب فیہ ولکن اکثر الناس لا یعلمون ○ ۲۶/۴۵

(۲۰۹) ان کو کہو کہ خدا تمہیں زندہ کریگا پھر تمہیں مارے گا پھر تمہیں روز قیامت کو جمع کرکے (تم سے تمہارے اعمال کا حساب لے گا) لیکن اکثر لوگ اس کا علم نہیں رکھتے (کہ وہاں فردا" فردا" پوچھ ہوگی)۔

(۲۱۰) وللہ ملک السموت والارض و یوم تقوم الساعتہ یومئذ یخسر المبطلون ○ ۴۵/۲۷

(۲۱۰) اور تمام آسمانوں اور زمین کی حکومت اللہ ہی کی ہے اور جس دن وہ وقت آگیا سب (صحیفہ فطرت کو) جھٹلانے والے گھاٹے میں پڑ جائیں گے۔ **مبطلون** کے لفظ پر غور کرو دیکھو(۲۵) صفحہ ۸۵/پ نیز ۱۳۲ الف، ۱۳۲ ب ۱۵۱/۱۵۲

(۲۱۱) وتری کل امتہ جاثیۃ" کل امتہ تدعی الی کتبھا الیوم تجزون ☆ماکنتم تعملون ○ ۴۵/۲۸

(۲۱۱) اور تو دیکھے گا کہ سب امتیں گھٹنے ٹیکے ہوئے سب اپنی اپنی کتاب کی طرف (جو اس کے لئے بنائی گئی تھی بلائی جارہی ہیں (اور ان کو کہا جائے گا کہ) آج تم کو اس کی جزادی جائے گی جو کچھ تم عمل کررہے تھے۔

(۲۱۲) ھذا کتبنا ینطق علیکم بالحق انا کنا نستنسخ ما کنتم تعملون ○ ۴۵/۲۹

(۲۱۲) یہ ہماری وہ کتاب ہے جو بالکل سچ بولتی ہے اور ہم جو کچھ تم کر رہے تھے لکھواتے جاتے تھے۔

(۲۱۳) فاما الذین امنوا و عملو الصلحت فیدخل ھم ربھم فی رحمتہ ذالک ھو الفوز المبین ○ ۴۵/۳۰

(۲۱۳) پھر ایمان اور عمل صالح والی قوم کو خدا اپنی رحمت میں لے لیگا اور یہ بڑی روشن کامیابی ہے۔ (غور کرو آیات (۱۹۱) تا (۱۹۴) پر اور ان کے مضمون کو اس کے ساتھ ملا کر پڑھو)۔

(۲۱۴) واما الذین کفروا قف افلم تکن ایتی تتلی علیکم فاستکبرتم(۲) و کنتم قوما" مجرمین ○ ۴۵/۳۱

(۲۱۴) اور منکر جماعت کو کہا جائے گا (جیسا کہ اس سورۃ کے شروع میں کہا گیا ہے) کہ کیا ہماری آیات تم پر پڑھی نہ جاتی تھیں تو تم ان سے نفرت کے باعث اکڑا کرتے تھے

اور اس طرح تم مجرم قوم ہوگئے۔

(۲۱۵) واذ قیل ان وعد اللہ حق" ولساعۃ لا ریب فیھا قلتم ما تدری ماالساعۃ ان نظن الاظنا وما نحن بمستیقنین ○ ۳۲/۴۵

(۲۱۵) اور جب تم کو کہا گیا تھا کہ اللہ کا وعدہ اور ہلاکت کا وقت دونوں برحق ہیں اور ان کے واقع ہونے میں کوئی شک نہیں تو تم کہا کرتے تھے کہ ہم جانتے ہی نہیں وقت کیا شے ہے ہم سوائے اس کے کہ شک کریں اس پر یقین ہی نہیں کرسکتے۔

(۲۱۶) وبدالھم سیات ما عملوا وحاق بھم ما کانوا بہ یستھزون ○ ۳۳/۴۵

(۲۱۶) پس اس وقت ان پر اپنی بد اعمالی کے برے نتیجے واضح ہوں گے اور جس کو وہ ٹھٹھا مخول سمجھتے تھے وہی ان پر آپڑیگا۔

(۲۱۷) وقیل الیوم ننسکم کما نسیتم لقاء یومکم ھذا وماولکم النار وما لکم من نصرین ○ ۳۴/۴۵

(۲۱۷) پھر ان کو کہا جائے گا کہ آج ہم بھی تم کو بھول جاتے ہیں جس طرح کہ تم نے اس آج کے دن کی ہماری ملاقات کو بھلا دیا تھا اور تمہارا ٹھکانا جہنم ہے اور اب تمہارا کوئی مدد گار نہیں۔

(۲۱۸) ذالکم بانکم تخذتم ایت اللہ ھزوا" وغرتکم الحیوۃ الدنیا فالیوم لایخرجون منھاولاہم یستمتبون ○ ۳۵/۴۵

(۲۱۸) یہ اس لئے کہ تم نے آیات خدا کو مخول سمجھا اور دنیاوی تعیش اور غفلت نے تم کو دھوکہ میں ڈال دیا پس آج تم اس عذاب سے نکل سکوگے نہ تمہیں معاف کیا جائے گا۔

(۲۱۹) فللہ الحمد رب السموت ورب الارض رب العالمین ☆[ا] ○ ۳۶/۴۵

(۲۱۹) پس اس پروردگار عالم اور خالق زمین و آسمان کی ہی تعریف ہونی چاہیے۔

(۲۲۰) **ولہ الکبریافی السموت والارض وھو العزیز الحکیم**☆ (۱)

○ ۴۵/۳۷

(۲۲۰) کیونکہ اس آسمانوں اور زمین میں اسی کی کبریائی ہے اور وہی صحیح معنوں میں انتہائی طور پر غالب اور حکمت کا مالک ہے۔

اس سورۃ کے مطالب سمجھنے میں جو باتیں قابل غور ہیں حسب ذیل ہیں۔ سورۃ کے شروع میں **العزیز الحکیم** کے الفاظ ہیں۔ وہی الفاظ آیت (۲۲۰) میں ہیں۔ سورۃ کے شروع میں **السموٰت اور الارض** کی آیات کا ذکر ہے اور اس درد ناک عذاب کا جو ان قوموں کو ہوگا جو ان آیات الہٰی کو مخول ٹھٹھا سمجھتی ہیں۔ اسی عذاب کی تصویر کو سورت کے اخیر میں بھی کھینچا ہے۔ دوسرے رکوع میں پھر نیا انکشاف کیا ہے کہ آسمان وزمین کی ہر شے انسان کے لئے ہے اور بتایا ہے کہ انہی کی تسخیر اور صحیفہ فطرت کی تلاش و تفتیش سے ملاقات خالق زمین و آسمان ہوسکتی ہے اور یہی انتہائے منشاء ایزدی ہے ۔ پھر بتلایا ہے کہ کس طرح بنی اسرائیل والے آپس میں اس فطرت کے احکام کا غلط مطالعہ کرکے ہلاک ہو گئے اور اب یہ ذمہ داری محمدؐ عربی کی قوم پر ہے کہ وہ صحیفہ فطرت کی ان آیات کو اپنا دستور العمل بنا دے اور محمدؐ کی قوم بھی بے علم لوگوں کی خواہشات نفسانی میں پڑ کر ہلاک نہ ہو جائے۔ پھر تیسری منزل اسی علم کی تیسرے رکوع کے شروع میں آتی ہے کہ خدا نے صاف یہ انکشاف ہی کردیا کہ آسمانوں اور زمین کو ہی خدا نے برحق پیدا کیا اور پیدائش کا مقصد ہی صرف یہ ہے کہ ہر متنفس کو اس کے عمل کی جزا اور سزا دے اور وہ جو اس فطرت کو اپنا واحد رہنما نہیں سمجھتے اور عیش و عشرت کی غفلتوں میں پڑ کر مقصد حیات بھول جاتے ہیں اور صرف یہی سمجھتے ہیں کہ مرنا جینا ایک زمانہ کا معمول ہے اور اس کی کوئی خاص وجہ نہیں تو یہ وہ لوگ ہیں جن کو درد ناک سزا روز جزا کو ملے گی اور جو کتاب ان کو عمل کرنے کے لئے دی گئی تھی (دیکھو آئیہ ۲۱۱) ان کے سامنے لائی جائے گی اور ان سے پوچھا جائے گا کہ کیا تم ہی ٹھٹھا مخول کیا کرتے تھے۔ آؤ دیکھو آج تمہارا کیا حشر ہے آج ہم تم کو بھول

جاتے ہیں جیسا کہ تم نے ہمیں بھلا دیا تھا اور ان لوگوں سے ملاقات کرتے ہیں جنہوں نے ہماری فطرت پر یقین کیا تھا۔

الغرض اس تمام سورۃ کا ایک ایک لفظ اس تمام دعوے کی تائید کرتا ہے جو حدیث القرآن میں قرآن کے دستور العمل کے متعلق اور تذکرہ اور وہ الباب میں اسلام کے تمام مفہوم کے متعلق کیا گیا ہے اور ایام اللہ اور لقائے **یومکم ھذا** کے الفاظ نے تو حیرت انگیز طور پر میرے اوپر کے عنوان مقام خدا و بشر اور معاد بشر کی حرف بحرف تصدیق کر دی ہے کہ بالاخر خدا سے ملاقات ہی انسان کو پیدا کرنے کی آخری غرض ہے اور اس کا واحد وسیلہ تلاش صحیفہ فطرت ہے۔

مطالعہ صحیفہ فطرت کا سبق قرآن عظیم میں ہر جگہ نمایاں ہے

سورہ جاثیہ میں انسان کو اپنے لئے صحیفہ فطرت سے احکام اور ہدایات اخذ کرنے کی اپیل اور اس تلاش و تفتیش کو لازمہ ایمان قرار دے کر ایک رو سے تمام دین اسلام کی بنیاد انہی اعمال پر رکھنا' آج کل کے اسلام بھولے ہوئے مسلمان کے لئے ایک تعجب خیز شے معلوم ہوتی ہے لیکن اگر غور سے قرآن حکیم کا مطالعہ سیاق و سباق کلام کو پیش نظر رکھ کر کیا جائے اور کسی سورۃ کے مختلف رکوعوں کے مضامین کو ایک منطق کی لڑی میں پرو کر اس سورۃ کے تمام استدلال کو پرکھا جائے تو یقین ہو جائے گا کہ تمام قرآن میں ہر جگہ یہی سورہ جاثیہ والی اپیل نمایاں ہے اور رسولؐ عربی ﷺ کا لایا ہوا دین ماسوا اس کے کچھ نہ تھا کہ صحیفہ فطرت کا بدرجہ اتم مطالعہ کر کے خدا کے مکمل راہ عمل کو بطور خود دریافت کیا جائے تاکہ انسان ترقی اور تمدن کے فلک الافلاک تک جا کر آفرینش کے آخری مقصد تک پہنچے۔ انبیاء کی وساطت سے خدا کا بھیجا ہوا مختصر سا قانون ظاہر ہے کہ اس سے بہتر لائحہ عمل انسان کو نہیں دے سکتا۔ اسی راہ

کے دریافت کرتے جانے میں قوموں کا اس دنیا پر خلود (یعنی ہیشگی) ہے اور اسی سے ہٹ جانے میں ان کی ہلاکت ہے۔ سورہ جاثیہ میں **ایام اللہ** اور **لقایومکم ھذا** کے الفاظ ممکن ہے کم بین حضرات کو ان معنوں میں جو میں نے لئے ہیں دور از کار " تاویل " ہی نظر آئیں اور وہ سمجھیں کہ ان کے یہ معنی کھینچ تان کر بنائے گئے ہیں لیکن لقائے رب کے متعلق مستقل اور فیصلہ کن بحث اس سے پہلے حدیث القرآن میں صفحہ ۱۷۳ تا ۱۹۲ گذر چکی ہے اور وہاں بھی سورہ سجدہ کا بہ تمام و کمال مضمون وار ترجمہ کرکے (دیکھو صفحہ ۱۸۵ تا ۱۹۲) لقائے رب کے مقصد کو واضح کر دیا تھا لیکن مزید تشریح و توکید کے لئے اس جگہ پھر سورہ سجدہ (۳۲) کو بہ تمام و کمال نقل کرکے اس کا مدلل اور مربوط ترجمہ آیت وار کیا جاتا ہے تاکہ قرآن حکیم کے لائحہ عمل کے متعلق ادنیٰ شک باقی نہ رہے۔ اس سورت میں بھی **بلقائے ربھم** اور **لقاء یومکم ھذا** اور **ولاتکن فی مریتہ من لقائہ** کے الفاظ بلکہ فتح اور یوم الفتح کے الفاظ موجود ہیں۔

سورۂ سجدہ کا مربوط اور ناقابل رد ترجمہ

(۲۲۱) الم ○

(۲۲۱) الم

(۲۲۲) **تنزیل الکتب لاریب فیہ من رب العلمین** ○ ۳۲/۲

(۲۲۲) (یہ قرآن) جہانوں کے پروردگار (اور تمام دنیا کے سب عالموں کی ہر شے کو نشوونما دینے والے) کی طرف سے اس الکتب (یعنی صحیفہ فطرت کے علم) کی (انسان پر) اتاری ہوئی صورت ہے۔ جس میں کوئی شک و شبہ نہیں (اور جو ایک مستقل حقیقت ہے)۔

(۲۲۳)۔**ام یقولون افترئہ بل ھوالحق من ربک لتنذر قوما" ما**

اتھم من نذیر من قبلک لعلھم یھتدون○ ۳/۳۲

(۲۲۳) اے پیغمبرؐ کیا یہ لوگ (تجھے اس کے مشکل ترینؔ دستور العمل کو دیکھ کر) یہ کہتے ہیں کہ اس نے اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے؟ ان کو کہہ دو کہ یہ تیرے پروردگار کی طرف سے ایک حقیقت ہے تاکہ تو اس قوم کو ڈرائے جس کے پاس اس سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا شائد کہ وہ راہ راست پر چلیں۔

(۲۲۴)۔اللہ الذی خلق السموت والارض وما بینھما فی ستتہ ایام ثم استوی علی العرش ما لکم من دونہ من ولی ولا شفیع افلا تتذکرون○۴/۳۲

(۲۲۴) (تو اس راہ راست کو سمجھنے کے لئے اس امر کی طرف خیال کرو کہ) خدا وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ (بڑے بڑے لمبے) دنوں میں (جن کی مدت لاکھوں اور کروڑوں برس کی ہے) پیدا کیا پھر تخت (حکومت) پر جم کر بیٹھ گیا (تو جب حکومت اس کی ہے سوچو کہ) اس کے سوا تمہارا کوئی مددگار یا سفارشی نہیں (ہوسکتا) پھر کیا اس سے نصیحت نہیں پکڑتے۔

(۲۲۵) یدبر الامر من السماء الی الارض ثم یعرج الیہ فی یوم کان مقدارہ الف سنة مما تعدون○ ۵/۳۲

(۲۲۵) وہ (حاکم اعلیٰ) آسمانوں سے لے کر زمین تک ایک قانون کی تدبیر کرتا ہے پھر وہ (قانون) اس خدا کی طرف ایک ایسے یوم (یعنی مدت) میں (آہستہ آہستہ) ارتقا کرتا ہے۔ (یعنی پایہ تکمیل کو پہنچتا ہے) جس کی مقدار تمہاری گنتی کے مطابق ایک ہزار برس کی ہوتی ہے۔

(۲۲۶) ذالک عالم الغیب والشھادة العزیز الرحیم○ ۶/۳۲

(۲۲۶) یہ ہے وہ آئندہ احوال کو جاننے والا اور موجودہ حالات کو پرکھنے والا خدا جو (قوموں کو) بڑی ہی عزت دینے والا اور ان کی خوشحالی کے بارے میں ان پر) بڑی رحمتیں برسانے والا ہے۔

(۲۲۷) الذی احسن کل شی خلقه و بد اخلق الانسان من طین ○ ۳۲/۷

(۲۲۷) یہ وہی خدا ہے جس نے ہر شے کی خلقت کو بہتر سے بہتر کر دیا ہے۔ اور جس نے انسان کی خلقت کو مٹی سے شروع کیا۔

(۲۲۸) ثم جعل نسله من سللته من ماء مهین ○ ۳۲/۸

(۲۲۸) پھر اس کی نسل کو گندے پانی کے ایک نچوڑ سے (قائم کیا)۔

(۲۲۹) ثم سوّه و نفخ فیه من روحهه و جعللکم السمع و الابصار والافدة قلیلا" ماتشکرون ○ ۳۲/۹

(۲۲۹) پھر اس کے (اعضاء کو) درست کیا اور اس میں اپنی(ربانی صفات والی) روح کا ایک حصہ پھونک دیا اور تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور ذہن ارزانی کردیا(لیکن افسوس ہے کہ) تم بہت ہی کم (ان اشیا کی) قدر کرتے ہو۔ (گویا غور سے فطرت کا مطالعہ کرو)۔

(۲۳۰) وقالواء اذا ضللنا فی الارض ء انا لفی خلق جدید بل هم بلقاء ی ربهم کفرون ○ ۳۲/۱۰

(۲۳۰) اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ کیا ہم جب اس زمین میں (اس طرح پر) گمراہ ہوگئے (جس طرح کہ یہ پیغمبر ہم کو گمراہ کرنا چاہتا ہے۔ اور صحیفہ فطرت کی ہدایتوں پر عمل کرکے ترقی کے انتہائی مقامات پر چڑھتے گئے) تو کیا فی الواقع ہم(اس سے بھی بہتر) نئی پیدائش ہو جائینگے۔ (تاکہ خدا سے روبرو ملاقات کرنے کے قابل ہوسکیں) (انہوں نے کیا کسی بہتر یا نئی پیدائش میں بدلنا ہے) بلکہ وہ تو (سرے سے) اپنے پروردگار کی ملاقات کے منکر ہیں[1]۔

(۲۳۱) قل یتوفی کم ملک الموت الذی و کل بکم ثم الی ربکم ترجعون ○ ۳۲/۱۱

(۲۳۱) انہیں کہہ دو کہ تم کو تو وہی موت کا فرشتہ ختم کردیگا جو تمہارے سپرد کیا گیا پھر

تم اپنے پروردگار کی طرف لوٹا دیئے جاؤ گے(تاکہ اپنے کیے کی سزائیں پاؤ)۔

(۲۳۲) ولو تری اذالمجرمون ناکسوا روسھم عند ربھم ربنا ابصرنا وسمعنا فارجعنا نعمل صالحا" انا موقنون ○ ۱۲/۳۲

(۲۳۲) اور کاش کہ تو اس وقت ان مجرموں کو دیکھے کہ وہ سر لٹکائے ہوئے اپنے رب کے پاس (پکار رہے ہوں گے کہ) اے ہمارے پروردگار ہم نے (حقیقت کو) دیکھ لیا اور (اصلیت کو) سمجھ لیا۔ تو اب ہمیں (زمین کی طرف) واپس کر دے تاکہ ہم (وہی) مناسب ترین اعمال کریں(جن کا تو نے حکم دیا تھا)۔ اب ہم کو در حقیقت یقین ہو چکا ہے۔

(۲۳۳) ولو شئنا لا تینا کل نفس ھداھا ولکن حق القول منی لاملئن جھنم من الجنته والناس اجمعین ○ ۱۳/۳۲

(۲۳۳) اور اگر ہم مناسب سمجھتے تو ضرور ہر متنفس کو اس کی راہ ہدایت دے دیتے لیکن میری طرف سے یہ قول پورا ہو کر رہے گا کہ میں ضرور جن وانس سب کو جہنم سے بھر کر رہوں گا(کیونکہ مجھے یقین ہے کہ انسان اپنی خود سری' خود رائی اور کبر کے باعث حقیقت حال اور اس کائنات جہاں کی پیدائش کے آخری منشا کو سمجھنے والا ہی نہیں)۔

(۲۳۴) فذوقوا بما نسیتم لقا یومکم ھذا انانسینا کم و ذوقوا عذاب الخلد بما کنتم تعملون ○ ۱۴/۳۲

(۲۳۴) پھر (ہم ان لوگوں کو کہیں گے کہ اس عذاب جہنم کو) چکھو اس (گناہ) کی پاداش میں کہ تم آج اس دن کی ملاقات کو بھول گئے تھے۔ بے شک ہم نے تم کو بھلا دیا اور یہ ہیشگی کا عذاب چکھو اس کی پاداش میں جو تم کرتے تھے۔

(۲۳۵) انما یومن بایتنا الذین اذا ذکروا بھا خروا سجدا" وسبحوابحمد ربھم و ھم لایستکبرون ○ ۱۵/۳۲

(۲۳۵) (یاد رکھو) صرف وہی لوگ ہماری (صحیفہ فطرت کی آیات کی) ہدایات کو (نفع

مند) یقین کرتے ہیں جو جس وقت یہ آیات (ان کے سامنے حقیقت کے طور پر آکر ان کو بیدار کر دیتی ہیں اور اپنے پروردگار کے (کمال قدرت کو دیکھ کر) ترانہ حمد گاتے ہیں اور وہ (صحیفہ فطرت کو محض لاشے یا ناقابل توجہ سمجھ کر) اکڑ نہیں کرتے۔

(۲۳۶) تتجافی جنوبهم عن المضاجع یدعون ربهم خوفاً و طمعاً ومما رزقنا هم ینفقون ○ ۱۶/۳۲

(۲۳۶) (بلکہ) ان کے پہلو (اس اضطراب میں کہ وہ اس صحیفہ فطرت کی ماہیت کو سمجھ کر ترقی کے فلک الافلاک تک پہنچیں) بستروں سے آشنا نہیں ہوتے۔ وہ اپنے پروردگار کو (سزا کے) خوف (سے) اور (دنیا میں بہترین چیزوں کے حاصل کرنے کی) طمع سے (ملاقات کی) دعوت دیتے رہتے ہیں اور (پھر) جو کچھ انعامات (نئی نئی ایجادات کی صورت میں) ہم ان کو عطا کرتے رہتے ہیں ان میں سے (بہت سے) وہ (مخلق خدا کی بہبودی کے لئے) عوام الناس کو عطا کرتے رہتے ہیں۔ گویا ایجادات کرنا ہی مطالعہ صحیفہ فطرت کا مقصد ہے)۔

(۲۳۷) فلا تعلم نفس ما اخفی لهم من قرة اعین جزاء بما کانوا یعملون ○ ۱۷/۳۲

(۲۳۷) تو کوئی متنفس بھی نہیں جانتا کہ ایسے (صاحب علم و عمل) لوگوں کے لئے کیا آنکھوں کی ٹھنڈکیں (اور لازوال انعامات) چھپے پڑے رکھے ہیں جو ان کے عمل کے بدلے میں بطور جزا دیئے جائیں گے۔

(۲۳۸) افمن کان مومناً کمن کان فاسقاً لا یستون ○ ۱۸/۳۲

(۲۳۸) تو کیا وہ قوم جو (صحیفہ فطرت پر) ایمان لے آئی اس کے برابر ہو سکتی ہے جو (منکر اور) بدکار ہو۔ ہرگز برابر نہیں ہو سکتے۔

(۲۳۹) اما الذین امنوا و عملو الصلحت فلهم جنت الماوی نزلاً بما کانوا یعملون ○ ۱۹/۳۲

(۲۳۹) تو وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے اعمال صالحہ کئے ان کے لئے (بادشاہت

زمین کے) جنات بطور پناہ کے ہوں گے۔ اور یہ ان کے اعمال کی جزا میں اللہ کی طرف سے اتاری ہوئی مہمانی ہوگی۔

(۲۴۰) واما الذین فسقوا فماوھم النار کلما ارادوا ان یخرجوامنھا اعیدوافیھا وقیل لھم ذوقوا عذاب النار الذی کنتم بہ تکذبون○ ۲۰/۳۲

(۲۴۰) اور جو منکر اور بد کار ہوگئے توان کی جائے پناہ جہنم ہوگی وہ اس (ذلت' غلامی' دکھ اور تنگی کی) زندگی میں جب بھی ارادہ کریں گے کہ اس سے نجات پائیں تو بار بار اس میں دھکیل دیئے جائیں گے اور ان کو کہا جائے گا کہ اس جہنم کا مزا چکھو جس کو تم (مخول سمجھ کر) جھٹلا رہے تھے۔ (غور کرو کہ غلام قوموں کی حالت آج بعینہ یہی ہے)۔

(۲۴۱) ولنذیقنھم من العذاب الادنی دون العذاب الاکبر لعلھم یرجعون○ ۲۱/۳۲

(۲۴۱) اور ضرور ہے کہ ہم ان قوموں کو چھوٹے چھوٹے وقتی عذاب ہلاکت کے بڑے عذاب کوچھوڑ کر (جو کہ ہماری انتہائی اور ناقابل معافی سزا ہے) دیتے رہیں تاکہ شائد وہ (غفلت اور کاہلی کے گناہوں سے) باز آجائیں۔

(۲۴۲) ومن اظلم ممن ذکر بایٰت ربہ ثم اعرض عنھا انا من المجرمین منتقمون○ ۲۲/۳۲

(۲۴۲) اور کون (قوم) اس سے زیادہ ظالم ہے کہ اس کو اس کے پروردگار کی آیات کے متعلق تنبیہہ کردی گئی ہو اور پھروہ ان سے روگردان ہو جائے۔ ہم تو ضرور (ایسے) مجرموں سے انتقام لے کر رہیں گے۔

(۲۴۳) ولقد اتینا موسی الکتب فلا تکن فی مریتہ من لقائہ وجعلنہ ھدی لبنی اسرائیل○ ۲۳/۳۲

(۲۴۳) اور بالتحقیق ہم نے موسیٰؑ کو (یہی قانون فطرت)الکتٰب (کی صورت میں) دے دیا تھا(اور اس کی قوم اسی کے ذریعے سے ترقی کے فلک لاافلاک تک پہنچ گئی تھی تو(

اے پیغمبرؐ!) تم بھی خدا سے ملاقات کے بارے میں شک میں نہ پڑنا اور ہم نے اس الکتاب کو بنی اسرائیل کے لئے ایک (مجسمہ) ہدایت بنا دیا تھا۔

(۲۴۴) وجعلنا منهم ائمته" يهدون بامرنا لماصبروا وكانوا باٰيتنا يوقنون ○ ۲۴/۳۲

(۲۴۴) اور (وہ اس ہدایت کی طفیل تمدن اور عمران کی ان انتہائی منزلوں تک پہنچ گئے کہ) ہم نے انہی میں سے (بڑے بڑے جید) رہ نما اور امام پیدا کئے جو ہمارے قانون کو پیش نظر رکھ کر اس وقت تک رہنمائی کرتے رہے جب تک وہ (سعی و عمل میں) مستقل مزاج رہے اور وہ ہماری (صحیفہ فطرت سے ملی ہوئی اور وحی کی) آیات پر (کامل) یقین رکھتے تھے۔

(۲۴۵) ان ربک هو يفصل بينهم يوم القيمته فيما كانوا فيه يختلفون ○ ۲۵/۳۲

(۲۴۵) پھر (ان میں الکتب کے علم کے متعلق نیز (وحی کی الکتب کی آیتوں کے متعلق) اختلاف پیدا ہوگیا (اور ان میں زوال شروع ہوگیا تو) بے شک تیرا پروردگار یوم حساب کو ان کے درمیان ان کے آپس کے اختلاف کا فیصلہ کرے گا (کہ زوال کا مجرم کون تھا)۔

(۲۴۶) اولم يهد لهم كم اهلكنا من قبلهم من القرون يمشون فى مسكنهم ان فى ذالك لاٰيت افلا يسمعون ○ ۲۶/۳۲

(۲۴۶) کیا ان لوگوں کو یہ سوجھ نہیں آئی کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی قوموں کو (انہی جرموں کے باعث) ہلاک کر دیا تھا۔ جن کے گھروں میں وہ اب چل پھر رہے ہیں۔ (اس میں بے شک ان کے لئے ایک اشارہ ہے) تو کیا وہ اس کو نہیں سنیں گے۔

(۲۴۷) اولم يروا انا نسوق الماء الى الارض الجرز فنخرج به زرعا" تاكل منه انعامهم وانفسهم افلايبصرون ○ ۲۷/۳۲

(۲۴۷) اور کیا انہوں نے اس حقیقت کی طرف نہیں دیکھا کہ ہم (اپنی رحمت کے)

پانی کو(ہمیشہ اسی زمین کی طرف لے جاتے ہیں جو ہموار اور نیچی ہو(اور جس میں اونچ نیچ کی کجی نہ ہو) (اسی طرح جو قوم ہموار اور اطاعت گذار ہو اس پر ہماری رحمت کے پانی برسا کرتے ہیں۔) پھر اس پانی سے ہم کھیتیاں اور سرسبز درخت اگاتے ہیں جن سے ان کے مویشی اور وہ خود بہرہ مند ہوتے ہیں۔ (اور اسی طرح ایسی قوموں کو ہم نعمتوں سے مالا مال کردیتے ہیں)۔ تو کیا یہ لوگ اس حقیقت کو بصیرت کی نظر سے نہیں دیکھتے۔

(۲۴۸) ویقولون متی هذا الفتح ان کنتم صدقین ○ ۲۸/۳۲

(۲۴۸) اور یہ لوگ تم سے پوچھتے ہیں کہ یہ دن کب ہوگا جب (کائنات کی پیدائش کا آخری راز اور خدا سے دو بدو ملاقات کا عظیم الشان واقع یعنی) فتح نمودار ہوگی اگر تم جو کہہ رہے ہو فی الحقیقت سچ ہے۔

(۲۴۹) قل یوم الفتح لاینفع الذین کفروا ایمانهم ولاهم ینظرون ○ ۲۹/۳۲

(۲۴۹) ان کو کہہ دو کہ اس فتح کے دن منکروں کو ان کا ایمان کوئی نفع نہ دے گا اور نہ ان کو کوئی مہلت دی جائے گی۔

(۲۵۰) فاعرض عنهم وانتظر انهم منتظرون ○ ۳۰/۳۲

(۲۵۰) پس ان سے علیحدہ ہو جاؤ اور انتظار کرو(کیوں کہ) وہ بھی(اپنی سزا ہی کا) انتظار کر رہے ہیں!۔

کیا سورہ جاثیہ اور سورہ سجدہ کے ان مربوط ترجموں کے بعد جن میں کئی نقاط نظر سے یکسائی مضمون ہے اور جن میں بنی اسرائیل کی ہلاکت کے اسباب بیان کئے گئے ہیں بلکہ لقائے رب پر دونوں جگہ زور دیا گیا ہے کسی متنفس پر گمان ہو سکتا ہے کہ "اللہ کی ملاقات" یا بالفاظ دیگر "خدا کی طرف لوٹ جانے اور اپنے اعمال کا حساب دینے" یا صحیفہ فطرت کی تلاش و تفتیش میں دن رات بے قرار ہو کر خدا کو پہچاننے کی سعی کرنے اور پھر دنیاوی ترقی اور حصول طاقت کے ساتھ ساتھ خدا کے حضور میں جا کر انعام حاصل کرنے اور آنکھوں کو ٹھنڈک دینے والے باغات کی بادشاہت پر قادر ہونے

" کے سوا کوئی اور منتہا اسلام کا اس دنیا اور آخرت میں ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ "لقائے رب" کی منزل تو اس قدر دور ہے کہ اس کا گمان بھی انسان کو اس وقت بھی نہیں ہو سکتا جب کہ دنیا بنی اسرائیل کے زمانے سے کروڑوں قدم آگے چل چکی ہے' تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں کیا ہو سکتا تھا اس کا جواب یہ ہے کہ "لقائے رب" کی منزل کے مرحلے بھی اسی طرح کئی ہیں جس طرح کہ ترقی اور تمدن کے ہزاروں مرحلے ہیں اور ہر قوم کی ترقی کے مطابق لقائے رب حاصل ہو سکتا ہے۔ خوش قسمت وہ قوم ہوگی جو اس کا آخری مرحلہ طے کرے!

۹۔ زندہ قوم کا ابتدائی اور اجتماعی دستور العمل

ان امور کے طے ہونے کے بعد' کہ قوم کا علمی اور ذہنی دستور العمل ازروئے قرآن کیا ہے' دوسرا سوال جو ذہن میں آتا ہے کہ اس کا روز مرہ دستور العمل کیا ہے اور آخری شرائط ایمان اور اسلام کی کیا ہیں' یہ تمام بحث تذکرہ کی پہلی چھ جلدوں کی بحث ہے لیکن یہاں چند سطروں میں صرف وہ اعمال لکھے جاتے ہیں جن کے بغیر کسی مسلمان کا مسلمان رہنا ناممکن ہے اور فوراً" خدا کے نزدیک کافروں کی قطار میں ہے اور اس پر خدا کی انتہائی سزا واجب ہے۔

اول۔ سب "گناہوں" کی بخشش ہے لیکن "شرک" کی بخشش نہیں:۔

(۲۵۱) ان اللہ لایغفر ان یشرک بہ و یغفر مادون ذالک لمن یشاء ومن یشرک باللہ فقد افتری اثما" عظیما" ○ ۴/۴۸

(۲۵۱) بے شک اللہ اس کو معاف ہرگز نہیں کرسکتا' (لفظی طور پر پردہ پوشی نہیں کرسکتا) کہ اس کے (حکم کے) ساتھ کسی (اور حاکموں) کو شریک (کرکے کئی خداؤں کا ملازم بنا) جائے۔ اور اس کے سوا جو (گناہ) ہوں جس کو مناسب سمجھے معاف کر دیتا ہے۔ اور جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرے گا تو اس نے بڑا بھاری گناہ (اپنے پلے) باندھا۔

(۲) ان اللّٰہ لایغفر ان یشرک بہ و یغفر مادون ذالک لمن یشا ومن یشرک باللّٰہ فقد ضل ضلا" بعیدا" ○ ۱۱۶/۴

(۲) بے شک اللہ اس کو معاف ہرگز نہیں کرسکتا کہ اس کے (حکم کے) ساتھ کسی اور (حاکموں یعنی نفس یا کوئی اور بت) کو شریک کیا جائے۔ اوراس کے سوا جو (گناہ) ہوں جس کو مناسب سمجھے معاف کردیتا ہے اور جس نے اللہ کے ساتھ شریک (پیدا) کیا تو وہ بہت دور تک گمراہ ہوگیا۔

دوئم۔ خواہشات نفسانی کی پرستش بھی شرک ہے اور اس کی بخشش نہیں

(۲۵۲)۔ا افرء یت من اتخذ الٰہہ ھواہ واضلہ اللّٰہ علی علم وختم علی سمعہ و قلبہ و جعل علی بصرہ غشوۃ فمن یھدیہ من بعداللّٰہ افلاتذکرون ○ ۲۳/۴۵

(۲۵۲)۔تو کیا تو نے اس شخص پر غور کیا جس نے اپنی خواہش (نفسانی) کو اپنے خدا کے طور پر پکڑلیا (یعنی اس پر لٹو ہوگیا جیسا کہ خدا پر لٹو ہو جانا چاہیئے تھا) اور خدا نے باوجود علم ہونے کے اس کو گمراہ کردیا۔ گویا کہ اس کے کانوں اور ذہن پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھوں پرپردہ ڈال دیا۔ تو (ایسی حالت میں) اللہ سے گذر کر کون اس کو راہ راست پر لائے گا۔ کیا تم اس سے عبرت نہیں پکڑتے۔

(۲) ارئیت من اتخذ الٰهہ ھواہ افانت تکون علیہ وکیلا" ○ ام تحسب ان اکثرھم یسمعون اویعقلون ان ھم الا کالا نعام بل ھم اضل سبیلا" ○ ۲۵/۴۳۔۴۴

(۲) توکیا تو نے اس کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا بنا لیا تو کیا ایسے شخص کی توحمایت کرے گا۔ کیا تو سمجھتا ہے کہ ان میں سے اکثر کانوں سے سنتے ہیں یا (انسانوں کی طرح) بات کو سمجھتے ہیں۔ یہ تو نہیں ہیں مگر مویشیوں کی طرح (کہ اپنے نفسوں کے تابع رہ کر اور عیش و عشرت میں گذار کر رذیلوں اور غلاموں کی) زندگی بسر کرتے ہیں بلکہ راستہ کے نقطہ نظر سے مویشیوں سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔ (لیکن یاد رکھو خدا نے دوسری جگہ تمام چوپاؤں کو پورے فرمانبردار کہا ہے۔ گویا ازروئے قرآن جس شخص یا قوم نے آنکھ، کان اور ذہن ہوتے ہوئے اپنی خواہشات کو خدا بنالیا وہ مشرک ہوگئی اور اس کی ہلاکت آخرت کو قطعی ہے۔

سوئم۔ جس نے دین کے اندر فرقہ بندی یا پارٹی بازی کی وہ مشرک ہے اور اس کی بخشش نہیں۔

(۲۵۳)۔۱ ولا تکونوامن المشرکین○ من الذین فرقوا دینھم و کانوا شیعا" کل حزب بمالدیھم فرحون ○ ۳۰/۳۱۔۳۲

(۲۵۳) اور (دیکھو ہرگز) مشرکوں میں سے نہ ہو جانا (اور یہ وہ لوگ ہیں) جنہوں نے اپنے دین میں تفرقہ پیدا کیا اور الگ الگ گروہ بن گئے۔ (اب) ہر گروہ اس (نصب العین) سے خوش ہے جو اس کے پاس ہے۔

(۲) ان ھذہ امتکم امتہ" واحدۃ و انا ربکم فاعبدون○ و تقطعوا امرھم بینھم کل الینا راجعون ○ ۲۱/۹۲۔۹۳

(۲) خبردار رہو کہ یہ تمہاری امت ایک امت واحدہ ہے اور میں تمہارا حاکم اعلیٰ ہوں تو

میرے ہی ملازم بنے رہو۔ لیکن ان لوگوں نے (خدا کی ملازمت اختیار نہ کی اور) اپنے معاملے کو آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور سب کے سب(جواب دہی کے لئے) ہمارے پاس آنے والے ہیں۔

(۳) وان ھذہ امتکم امتہ واحدۃ" وانا ربکم فاتقون ○ فتقطعوا امرھم بینھم زبرا" کل حزب بما لدیھم فرحون ○ ۲۳/۵۲۔۵۳

(۳) اور دیکھو یہ تماری امت ایک امت واحدہ ہے اور میں تمہارا حاکم اعلیٰ ہوں تو مجھ ہی سے ڈرتے رہو۔ لیکن ان لوگوں نے (خوف خدا کچھ نہ کیا اور) اپنے معاملے کو آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کرکے کٹ گئے۔ اب ہر گروہ اس (نصب العین) پر جو اس کے پاس ہے خوش ہے(اور تفرقے کے مزے لے رہا ہے)۔

(۴) انما المومنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم واتقوا اللہ لعلکم ترحمون ○ ۴۹/۱۰

(۴) صرف وہی لوگ مومن(کہے جاسکتے) ہیں جو آپس میں بھائی چارہ(کے طور پر ہیں تو(اے لوگو!) اپنے بھائیوں کے درمیان مصالحت (پیدا کرو اور خدا(کے قانون) سے خوفزدہ رہو تاکہ تم رحم کئے جاؤ(گویا دنیا میں صرف بھائی بن کر رہنے والے صاحب ایمان ہیں)

ان آیتوں سے جو قطعی نتائج نکلے حسب ذیل ہیں:۔

امت میں کسی قسم کی پارٹی بازی شرک ہے اور اس کی بخشش قطعا" نہیں۔ نفسانی خواہشات بھی بت ہیں اور ان کی پرستش بھی شرک ہے اور اس کی بخشش کبھی نہ ہوگی۔ (۲۵۴)۔۴) کے **انما** سے صاف واضح ہے کہ صرف ایمان والے ہی دنیا میں بھائی بھائی ہوتے ہیں۔ گویا جہاں بھائی چارہ گیا ایمان ختم ہوگیا۔ اسی طرح کی ایک آیت **انما** والی اسی سورت میں ہے۔

(۲۵۴) انما المومنون الذین امنوا باللہ ورسولہ ثم لم یرتابوا و جاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ اولیک ھم الصادقون

(۲۵۴) صرف وہی لوگ مومن (کہے جاسکتے ہیں) جو ایمان لے آئے اللہ اور اس کے رسولؐ پر (یعنی جنہوں نے اللہ اور رسولؐ کے احکام پورے طور پر مان لینے کی ٹھان لی) پھر اس کے بعد انہوں نے اپنے ایمان میں شک نہ کیا اور (پوری قوت سے) خدا کی راہ میں (یعنی اس کے مقصد غلبہ کو حاصل کرنے کیلئے) اپنے مالوں اور جانوں سے (تلوار کا) جہاد کیا۔ یہیؔ وہ لوگ ہیں جو اپنے ایمان کی تصدیق عمل سے کرنے والے ہیں۔

چہارم۔ گویا پورا اور مکمل ایمان خدا اور رسولؐ پر رکھتا جہاد اپنی جان اپنے مال سے کرنا صرف انہی لوگوں کا کام ہے جو ایمان رکھتے ہیں

جہاد تلوار سے نہ کیا اور اپنے مال کی قربانی میدان جنگ میں نہ کی تو ایمان ختم ہے۔ قرآن حکیم میں **مومنون** کے ساتھ **انما** کا لفظ صرف چار جگہ آیا ہے جن میں سے دو اوپر کی آیات ۴۹/۱۰ اور ۴۹/۱۵ اور دو ۸/۱ اور ۲۴/۹ میں ہیں جو اطاعت امیر اور خوف خدا سے متعلق ہیں۔ گویا ایمان کی مکمل تصویر آپس میں اخوت اور دشمن سے جہاد کرنا ہے۔

پنجم۔ جن لوگوں نے اپنی قوم کے مسلمہ امیر کی اطاعت نہ کی وہ بھی ایمان سے خارج ہیں

یہ آیت سورہ نساء میں اس طرح پر ہے۔

(۲۵۵) یاایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسولَ واولی

الامر منکم فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تومنون باللہ والیوم الاخر ذالک خیروا احسن تاویلا"

○ ۴/۵۹

(۲۵۵) اے وہ لوگو! جو ایمان لے آئے ہو اللہ کے حکموں کی(جو قرآن میں ہیں) تعمیل کرو اور رسولؐ کے حکموں کی(جو وہ تمہیں زبانی دے) فرمانبرداری کرو اور ان حکموں کی(جو وہ تم سے بنائے ہوئے صاحب اختیار بندے تمہیں دیں۔ پھر اگر(تم میں اور تمہارے قائدوں میں) کسی بات پر اختلاف ہو جائے تو اس معاملے کو (ان سے بڑے حاکم یعنی) خدا اور رسولؐ کی طرف لوٹا دو (تاکہ رسولؐ خود فیصلہ کرلے کہ کون درست ہے اور اگر رسولؐ نہ ہو تو اس کی جگہ خلیفتہ المسلمین) اگر تم (صحیح معنوں میں) اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہو۔ (گویا مومن ہونے کی شرط اطاعت امیر ہے)۔ یہی تمہارے لئے بہتر ہے (ورنہ اگر نافرمانی کرو گے تو تمام قوم شکست کھا جائے گی) اور اس نقطہ نظر سے بھی کہ اس کی بنیاد کیا ہے' بہترین (راستہ) ہے۔

دین اسلام کے متعلق یہ پانچ سیدھی سادی باتیں اور ان کی تائید میں قرآنی آئتیں جو میں نے پیش کی ہیں (اور جن کی تاویل بھی نہیں ہو سکتی) ایسی ہیں کہ ان پر غور کرنے سے ہر زندہ قوم کا ابتدائی اور اجتماعی دستور العمل تیار ہوسکتا ہے۔شق اول کی آیات ۲۵۱۔ ا'۲ سے اگر آج کل کے مولویوں کے یہ معنی بھی لے لئے جائیں کہ " شرک" سے مراد "بتوں کو پوجنا" یعنی مٹی یا پتھر کے بتوں کے آگے "جھکنا" ہے اور وہ ہم مسلمانوں کو اس گناہ سے آزاد بھی کرنا چاہیں تو شق دوئم کی آیات (۲۵۲)۔ا' ۲ کی سزاؤں سے کس طرح چھٹکارا ہوسکتا ہے جن میں خواہشات نفسانی کے حکموں کو خدا کے حکموں پر ترجیح دینے سے وہ گمراہی لازم آتی ہے جس میں آنکھ' کان اور ذہن بیکار ہوگئے ہوں' جس کے متعلق صاف کہا ہے کہ وہ چوپاؤں اور مویشیوں سے زیادہ گمراہ ہیں۔ الغرض پہلی دو شقیں اس معاملے کو صاف کر دیتی ہیں کہ قرآنِ عظیم کا شرک قطعی طور پر یہ ہے کہ خدا کے احکام کو چھوڑ کر کسی دوسرے خدا کے احکام کی تعمیل کی

جائے خواہ وہ خدا پتھر کا بت ہو یا انسان کے اندر کا نفس مثلاً" ادھر حکم ہوا کہ "فلاں حالات میں دشمن سے تلوار کی لڑائی کرو" اور بیوی یا بچے یا تن آسانی یا دولت کی کثرت اندر سے حکم دیں کہ " چپ بیٹھے رہو اور ابھی انتظار کرو" یا حکم خدا ہو کہ ملت میں کوئی فرقہ نہ پیدا ہو اور مسلمان اپنے نفس کو مزا دینے کیلئے سنی اور شیعہ، حنفی اور شافعی، وہابی اور اہل حدیث یا اہل قرآن بن جائیں اور آپس میں گتھم گتھا ہوں۔ اس بنا پر ہر زندہ قوم کا سچا دستور العمل یہ ہے کہ اس قوم کا عملی طور پر خدا ایک ہو اور اس کے اکثر افراد کوئی ایسا عمل نہ کریں جس سے مجموعی طور پر قوم کمزور ہوتی ہو۔ اس اصول کا نام میں نے توحید فی العمل رکھا ہے۔ توحید کے قرآنی معنی یہ نہیں کہ خدا کو منہ سے ایک کہا جائے بلکہ عملاً" قوم کے اکثر افراد صرف اسی خدا کا حکم مانتے ہوں جو زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے۔

شق سوئم میں فرقہ بندی کو اس لئے شرک کہا گیا ہے کہ یہ بھی نفس کے " خدا" کو ماننے سے پیدا ہوتی ہے اور آئیہ (۲۵۳-۱) شرک کے معنی اور صاف کر دیتی ہے اور جس کی بخشش نہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ قوم بدیر یا بہ زود کمزور ہو کر ہلاک ہوجائے گی۔ اگلی آئتیں (۲۵۳) -۲،۳،۴ اس **وحدۃ الامتہ** کے اصول کو اور صاف کر دیتی ہیں اور یہ آیہ ۲۵۴-۴ سے صاف ظاہر ہے کہ مومن قوم صرف وہ ہے جس نے **جہاد بالسیف و بالانفس** (یعنی تلوار اور جان سے جہاد) اور **جہاد بالمال** (یعنی اپنی دولت کو قوم کی بہتری کے لئے خرچ کرنے کا عمل) کیے۔ شق پنجم سے ثابت ہے کہ ایمان کی شرط یہ ہے کہ اطاعت **اولی الامرمنکم** (یعنی اپنی قوم کے امیر کی بلاچون و چرا اطاعت) کی جائے۔

اسی طرح قرآن حکیم میں اسی سختی اور قطعیت کے ساتھ **ہجرۃ** کا حکم وقت پر ہے (یعنی خطرے کے وقت تمام قوم وطن کو چھوڑ کر دوسری جگہ چلی جائے اور وہاں سے پھر اپنے وطن پر بزور شمشیر قبضہ کرے ورنہ وہ مومن قوم نہیں اور جلد از جلد ہلاک ہوجائے گی۔) پھر حکم ہے کہ جس قوم نے وقت پر کامل استقلال اور جان توڑ

سعی و عمل یعنی **الاستقامة فی السعی** نہیں دکھلائی وہ ہلاک ہو جائے گی، جس کے اندر **مکارم اخلاق** نہ رہے جلد نابود ہو جائے گی، جس نے صحیفہ فطرت کا مطالعہ کرکے علم حاصل نہیں کیا وہ قوم جہنمی ہے اور نیست و نابود کر دی جائے گی، جس کو **ایمان بالاخرة** یعنی آخرت پر ایمان (یا دوسرے لفظوں میں اس امر پر ایمان کہ اگر ہم خدا کے قانون کے تابع رہے تو یقینی امر یہ ہے کہ ہم بالاخر اس دنیا میں کامیاب ہوں گے) نہیں رہا وہ قوم فنا ہو جائے گی۔

الغرض زندہ قوم کا ابتدائی اور اجتماعی دستور العمل یہ دس اصول ہیں جو قرآن میں قطعی طور پر اور واضح الفاظ میں ہیں۔ ہر شخص جس میں معمولی ہوش بھی ہو دیکھ سکتا ہے کہ انہی دس اصولوں پر عمل کرنے سے دنیا کی ہر قوم دائمی عروج اور زمین کی دائمی وراثت حاصل کر رہی ہے۔ اور یہی قرآن کا بتایا ہوا دین اسلام ہے۔ یہی دین فطرت ہے۔ یہی وہ دستور العمل تھا جس پر مسلمان قرون اولیٰ میں عامل رہے۔ ان اصولوں میں سے پہلے پانچ اصولوں کے متعلق قرآنی شہادت قطعی طور پر یہاں دے دی ہے۔ باقی کے متعلق دیکھو تذکرہ جلد اول۔ افتتاحیہ عربی (صفحہ ۵۶ تا ۱۳۹)۔

۱۰۔ امنوا و عملوا الصالحت کی مصداق کون اقوام از روئے قرآن ہیں

اس تمام تصریح کے بعد جو قرآن حکیم کے مفہوم کے متعلق ہوئی ایک ضروری تصریح **امنوا و عملوا الصلحت** کی قرآنی اصطلاح کی ہے جس کے متعلق مسلمانوں میں بہت سی خوش فہمیاں موجود ہیں اور چونکہ اس اصطلاح کی قرآنی اور یقینی تشریح ذہنوں میں موجود نہیں رہی مسلمان کے سامنے ایمان اور عمل صالح کے متعلق ایک علی الحساب سا ملائی تخیل موجود ہے جس کی افادیت ملت کے حق میں باقی نہیں رہی۔ قرآن حکیم میں کم وبیش پینتیس جگہوں پر **امنوا و عملو الصلحت** کے الفاظ اجتماعی

معنوں میں اور آٹھ جگہوں پر انفرادی نقطہ نظر سے آئے ہیں جہاں وضاحت تمام رکوع کے مطالعے سے ہوتی ہے اور بعض وہ موقع ہیں جہاں تمام سورۃ کو غور سے پڑھنے کے بعد عمل صالح کا قرآنی مفہوم کچھ کچھ واضح ہوتا ہے۔ قرآن حکیم کے اس اہم معاملہ کو (بلکہ دراصل انسانی مخلوق کے اس بنیادی مسئلے کو) نہایت مختصر الفاظ میں یہاں پر بیان کردیا جاتا ہے۔ تفصیل کے لئے "تذکرہ" کی چھٹی جلد میں یہ عنوان قائم کیا گیا ہے کیونکہ اس سے پہلے ہو نہیں سکتا تھا۔ یہاں پر چونکہ ازروئے قرآن فیصلہ کردیا گیا ہے کہ صحیفہ فطرت کے سوا اس کائنات میں کوئی دوسری حقیقت نہیں اس لئے ان تمام آیات کو مختلف حصوں میں تقسیم کرکے یکجا کردیا جاتا ہے۔

(۲۵۶) وماخلقنا السماء والارض وہ مابینهما باطلا" ذالک ظن الذین کفروا فویل للذین کفروا من النار○ امر نجعل الذین امنوا و عملوالصلحت کالمفسدین فی الارض ام نجعل المتقین کالفجار○ ۳۸/۲۷-۲۸

(۲۵۶) اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے باطل اور جھوٹ پیدا نہیں کیا۔ یہ ان لوگوں کا گمان ہے جو کافر ہیں۔ پس حیف ہے ان لوگوں پر جو آخرت کے جہنم سے (جو ایسے لوگوں کی سزا ہوگی)۔ منکر ہوگئے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ہم ایمان اور عمل صالح والی قوموں کو (اس دنیا کو بے حقیقت سمجھ کر) زمین کو برباد کر دینے والوں کے برابر کردیں۔ یا خدا سے ڈرنے والی قوموں کو فاجر قوموں کے برابر سمجھ لیں۔

ان آیات سے قطعی طور پر واضح ہے کہ آسمان اور زمین کے اس کارخانہ کو باطل سمجھنے والے کافر، جہنمی، زمین میں فساد مچانے والے اور فاجر ہیں اور اس کو حقیقت سمجھ کر اس زمین میں امن پیدا کرنے والے ایماندار، عمل صالح کرنے والے اور متقی (یعنی خدا سے ڈرنے والے) ہیں اور یہ الفاظ اجتماعی حیثیت میں استعمال ہوئے ہیں۔ سورہ عصر میں ہے۔

(۲۵۷) والعصر ○ ان الانسان لفی خسر○ الا الذین امنواو عملوالصلحت و تواصوبالحق وتواصوا بالصبر○ ۱۰۳/ا۔۳

(۲۵۷) یہ تمام زمانہ (جو تمہارے سامنے گزرا ہے یا گذر رہا ہے) اس امر کا گواہ ہے کہ در حقیقت انسان ضرور گھاٹے میں رہا مگروہ قومیں جو ایمان لے آئیں اور جنہوں نے عمل صالح کئے اور (اس کارخانہ دنیا کی واحد) حقیقت کو پکڑ کرایک دوسرے کی مدد کی اور انتہائی استقلال سے اس پر جمے رہے۔

یہاں گھاٹے کے لفظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ تمام انسانی بہبودی اور مرفہ الحالی کا دارو مدار اس پر ہے کہ حقیقت کو پکڑ کر اجتماعی عمل اس پر ہو اور پھر پورا استقلال دکھایا جائے۔ مقام فطرت کے عنوان کے تحت قطعی طورپر ثابت کر دیا گیا ہے کہ صحیفہ فطرت کے سوا از روئے قرآن کوئی دوسری حقیقت نہیں اور صبریعنی استقلال سے ظاہر ہے کہ صحیفہ فطرت کی مستقل حقیقت کو پکڑ کر اور پھر جم کر اس سے فائدہ اٹھانا ہی ایمان اور عمل صالح ہے۔

(۲۵۸) لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ثم رددنه اسفل سافلین ○ الا الذین امنوا وعملو الصلحت فلهم اجر غیرممنون ○ فما یکذبک بعد بالدین○ الیس الله باحکم الحکمین ○

۹۱/۵۔۸

(۲۵۸) بے شک ہم نے انسان کو بہترین اعضا کے سازو سامان کے ساتھ پیدا کیا پھر ان کوان اعضا کے غلط ترین استعمال کی وجہ سے ذلت اور ادبار کے آخری گڑھے میں دھکیل دیا مگر وہ قومیں جو ایمان دار ہیں اور عمل صالح کی مرتکب ہیں ان کو بے کم و کاست اپنے عمل کی اجرت (اس کارخانہ فطرت سے) ملے گی۔ تو تم مجھے بتاؤ کہ (ایسے کھرے سودے کے بعد) کوئی اس دین کو کیا جھٹلائے گا۔ کیا خدا سب حاکموں کا حاکم نہیں (کہ وہ پورا اجر دے سکے)۔

یہی مربوط ترجمہ اس عظیم الشان سورۃ کو انسان کا دائمی اور حوصلہ افزا دستور العمل

بنا سکتا ہے۔ انسان کے اعضاء کی بہترین تقویم کا کوئی فائدہ انسان کو پہنچنا چاہیے ورنہ وہ تقویم بے معنی اور بے نتیجہ ہے اور وہی دین انسان کے لئے قابل قبول ہوسکتا ہے جس میں دنیاوی فائدہ ہو اور عمل کی اجرت نقدانقد اور پوری ملے۔ یہاں منطقی طور پر کہہ دیا کہ اگر" **احسن تقویم**" سے فائدہ اٹھاوگے تو اجر بے کم وکاست ملے گا ورنہ نہیں۔ سورہ محمدؐ میں ہے۔

(۲۵۹) **والذین امنوا وعملوالصلحت و امنوا بما انزل علی محمد وهو الحق من ربهم کفر عنهم سیاتهم واصلح بالهم ○ ذالک بان الذین کفروا اتبعوا الباطل وان الذین امنوا اتبعوا الحق من ربهم** ○ ۴۷/۲۔۳

(۲۵۹) ا۔ اور جو ایمان لے آئے اور عمل صالح کرتے رہے اور (بالخصوص) اس شے پر ایمان لائے جو محمدؐ پر اتاری گئی اور وہی شے ان کے رب کی طرف سے حقیقت ہے تو ایسے لوگوں کی دنیاوی بد حالی ان سے یقیناً" ہٹ جائے گی۔ اور ان کی دنیاوی حالت یقینی طور پر درست ہو جائے گی۔ یہ اس لئے کہ کافر لوگ تو باطل کی پیروی کرتے ہیں اور ایمان والے اپنے پروردگار کی طرف سے جو سچائی آئے اس کی متابعت کرتے ہیں۔

(۲) **ان اللہ یدخل الذین امنوا و عملوا الصلحت جنت تجری من تحتها الانهار والذین کفروا یتمتعون ویا کلون کماتاکل الانعام و النار مثوی لهم** ○ ۴۷/۱۲

(۲) بے شک خدا ایماں اور عمل صالح والی قوم کو ان سرسبز ملکوں میں داخل کر دیتا ہے جن میں دریا بہ رہے ہوں اور جو کافر قومیں ہیں وہ (اس کارخانہ فطرت سے) اتنا ہی فائدہ اٹھاتے اور اسی طرح ہی کھاتے پیتے ہیں جیسا کہ مویشی اور چارپائے (ان کی دنیاوی زندگی حیوانوں کی سی ہے) اور آگے چل کر ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔

۴۷/۱۲ والی آیت میں جنات کو آخرت کا جنت قرار دینا ناممکن ہے۔ کیونکہ مقابلہ کافروں کی ذلیل اور حیوانوں جیسی زندگی سے ہو رہا ہے۔ ان تمام آیتوں کو جو اوپر

گذریں بغور دیکھنے سے ایک ہی نتیجہ واضح ہے کہ قرآن حکیم کے پیش نظر "حق" سے مراد ایک ہی شے ہے وہ صحیفہ فطرت اور اس سے دنیاوی فائدہ اٹھانا ہے۔ (۲۵۶) میں کفر اور جہنم ان کو دیا ہے جو فطرت کو باطل قرار دے۔ (۲۵۷) میں کہا کہ جب تک اس دنیا کو مضبوط نہ پکڑو گے گھاٹے میں رہو گے۔ (۲۵۸) میں کہا کہ تمہارے اعضا ہی اسی واسطے بہترین بنائے گئے کہ اس فطرت سے مکمل فائدہ اٹھاؤ اور گھاٹے میں نہ رہو۔ دین وہی ہے جو دنیاوی فائدہ دے۔ (۲۵۹) میں صاف طور پر کہا کہ حقیقت کی طرف لگنے سے ہی دنیاوی حالت درست ہو سکتی ہے اور یہ صرف محمدؐ کے دین کی خصوصیت ہے۔ **اصلح بالهم** اور **كماتاكل الانعام** سے سوائے دنیاوی حالت کے درست یا برے ہونے کے کوئی دوسرا نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ (۲۵۹)۔۱ میں **كفر عنهم سياتهم** (یعنی ان کی دنیاوی بد حالی دور ہو گئی)۔ اور (۲۵۹)۔۲ میں **جنت تجرى** (یعنی بادشاہت زمین) ہے۔ ان دونوں دنیاوی بہتری کی باتوں کو اور جگہ بھی عیاں کیا اگرچہ یہاں خطاب انفرادی ہے اور فرد کو آمادہ کار کرنے کے لئے ہے۔

(۲۶۰) ومن يومن بالله و يعمل صالحا" يكفر عنه سياته و يدخله جنت تجرى من تحتها الانهر خلدين فيها ابدا"○ ذلك الفوز العظيم○ ۹/۶۴

(۲۶۰) اور جو شخص (بہ حیثیت فرد جماعت) خدا (کے احکام) پر ایمان رکھتا ہے اور (جماعت کے استحکام کو پیش نظر رکھ کر) مناسب اعمال کرتا ہے، تو (خدا) اس سے اس کی بدحالیاں دور کر دے گا اور اس کو ان باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے "نہریں" بہ رہی ہونگی۔ پھر وہ (تمام قوم کی قوم) ان باغات میں (جب تک وہ قانون خدا پر عمل کرتے رہیں گے) ہمیشہ رہیں گے۔ تو (دیکھ لو) یہ (کتنی) بڑی کامیابی ہے۔ (آیت کے پہلے حصے مین ایک فرد واحد کا ذکر اور آخری حصے میں جماعتی پیرائے میں اس کے عمل کا اجر صاف دلالت کرتے ہیں کہ اس کی انفرادی حیثیت بھی بطور فرد جماعت کے ہی ہے اور افراد کا من حیث الجماعت عمل ہی جماعت کو کامیابی تک پہنچاتا ہے)۔

اس طرح کے انفرادی خطاب سات آٹھ جگہ اور ہیں جو سہولت کے لئے یہاں پر لکھ دیئے جاتے ہیں تاکہ ان کا آپس میں مقابلہ کرنے سے قرآن حکیم کا حیرت انگیز تطابق واضح ہو۔

(۲۶۱)-ا- ومن یومن باللّٰہ و یعمل صالحا" یدخلہ جنت تجری من تحتھا الانھار خالدین فیھا ابدا" قد احسن اللّٰہ لہ رزقا" ○

۱۱/۶۵

(۲۶۱)ا- اور جو شخص (بہ حیثیت فرد جماعت) خدا (کے احکام) پر ایمان رکھتا ہے اور (جماعت کے استحکام کو پیش نظر رکھ کر) مناسب عمل کرتا ہے تو (خدا) اس کو (زمینی بادشاہت کے) باغوں میں داخل کرتا ہے جن کے نیچے دریا بہ رہے ہوں گے۔ پھر وہ (تمام قوم کی قوم) ان باغات میں (جب تک وہ قانون خدا پر عامل رہے گی) ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور اس فرد کے لئے (جس نے یہ جماعتی عمل کیا) بے شک اللہ نے مال و نعمت توخوب کردی۔ (یہاں بھی آخری حصے میں اجر تمام جماعت کو ہے)۔

(۲) ومن یعمل من الصلحت وھو مومن فلایخاف ظلما" ولا ھضما" ○ ۱۱۲/۲۰

(۲) اور جو شخص (بھی بہ حیثیت فرد جماعت) مناسب اعمال میں سے کرتا جائے گا اس حالت میں کہ وہ (خدا کے احکام کے نفع مند ہونے کا) پورا قائل ہے تو اس کو نہ کسی ظلم اور نہ کسی شکست کا خوف ہے۔

(۳) فمن یعمل من الصلحت و ھو مومن فلا کفران لسعیہ وانا لہ کاتبون ○ ۹۴/۲۱

(۳) اور جو شخص (بھی بہ حیثیت فرد جماعت) مناسب اعمال میں سے (حسب موقع) کرتا جائے گا درانحالیکہ اس کو (خدا کے احکام کے نفع مند ہونے کا پورا) یقین ہے تو اس کی (انفرادی) کوشش کی کوئی بے قدری نہ ہوگی اور ہم خود اس کے سعی و عمل کو

لکھ لیں گے۔

(۴) ومن یاتہ مومنا" قد عمل الصلحت فاولئک لھم الدرجات العلیٰ ○ ۲۰/۷۵

(۴) اور جو متنفس بھی (خدا کے احکام کے پورے طور پر نفع مند ہونے کا) یقین کر کے(اس کی درگاہ میں مطیع ہو کر) آجائے گا درانحالیکہ اس نے (جماعت کے استحکام کو مد نظر رکھ کر)مناسب اعمال بے شک کئے ہوں تو وہ (تمام قوم کی قوم) ہی ایسے لوگ ہیں جن کو بلند درجے (اس دنیا میں) نصیب ہوں گے۔ (یہاں بھی آیت کے آخری حصے میں اجر تمام جماعت کو ہے)۔

(۵) وانی لغفار لمن تاب وامن و عمل صالحا" ثم اھتدیٰ ○ ۲۰/۸۲

(۵) اور بے شک میں (کمزوروں پر) پردہ ڈالنے والا ہوں اس شخص کے لئے جو(برے کاموں سے) رو گردان ہوگیا اور جس نے (خدا کے احکام کے نفع مند ہونے پر) ایمان پیدا کرلیااور مناسب اعمال کئے اور پھروہ راہ راست پر لگ گیا۔

(۶) فاما من تاب وامن و عمل صالحا" فعسیٰ ان یکون من المفلحین ○ ۲۸/۶۷

(۶) پھرجو شخص(بہ حیثیت فرد جماعت کسی برے کام سے) روگرداں ہوگیا اور اس نے (خدا کے احکام کے نفع مند ہونے پر) ایمان پیدا کر لیا اور مناسب اعمال (پھر شروع) کردیئے تو عنقریب ایسے لوگوں کی تمام قوم کی قوم کامیاب ہونے والی قوموں میں سے ہوگی۔

(۷) من عمل صالحا" من ذکر او انثی و ھو مومن فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ و لنجزینھم اجرھم باحسن ما کانوا یعملون ○ ۱۶/۹۷

(۷) جس شخص نے بھی خواہ وہ مردوں سے ہو یا عورتوں سے'مناسب عمل (استحکام جماعت کی خاطر) کیا اس حالت میں کہ وہ (خدا کے احکام کے نفع مند ہونے پر) پورا

یقین رکھتا ہے تو ہم اس کو (نہایت) پاکیزہ اور خوشگوار زندگی پر متمکن کردیں گے اور اس (تمام کی تمام) قوم کو ان کے اعمال کے بدلے میں بہترین اجر دیں گے۔ (یہاں بھی پہلے فرد کا ذکر ہے اور بعد میں تمام جماعت کا کیونکہ دین اسلام میں فرد کا تخیل بغیر جماعت محال ہے)۔

(۸) ان الذین امنوا والذین ہادوا والنصری والصابئین من امن باللہ و الیوم الاخر و عمل صالحا" فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ○ ۲/۶۲

(۸) جو لوگ (محمدؐ کے پیروؤں میں سے) ایمان لے آئے اور جو یہودی اور نصاریٰ اور صابئین ہیں ان میں سے جو بھی عملی طور پر اللہ پر ایمان لے آیا اور روز آخرت کو اس نے برحق یقین کیا اور (ساتھ ہی) مناسب عمل کرتا رہا تو خدا کے پاس ان کی (پوری) مزدوری موجود ہے اور ان کو کوئی خوف اور غم نہ ہوگا۔ (یہاں مسلمان اور غیر مسلمان کی خصوصیت بالکل اڑادی)۔

(۲۶۰) اور (۲۶۱)۔ا دونوں کا مضمون قریبا" ایک ہے۔ اور **خلدین فیھا ابدا**" کے الفاظ دونوں جگہ ہیں۔ ان الفاظ کے لانے سے مقصد صرف بڑی مدت تک ان نعمتوں کے برقرار رہنے کا ہے اس کے سوا کچھ نہیں۔ اور موخرالذکر کے رزق کے لفظ سے یہی دنیاوی فائدہ ہونے کی تائید ہوتی ہے۔ نہ اخروی کی ' ماسوا (۲۶۱) ۵ یا ۶ کے جس میں کچھ اخروی رنگ کا گمان ہوسکتا ہے۔ (۲۶۱) کی پہلی سات آئتیں انفرادی طور پر صالح العمل مومن کے لئے حوصلہ افزا ہیں جو از روے (۲۵۶) وہی شخص ہے جو صحیفہ فطرت کو واحد حقیقت سمجھ کر اس سے جلب منفعت اور اس کی تسخیر کے لئے لگا ہے اور اس کی سعی سے انسان کو (ازروئے (۲۵۷) کوئی گھاٹا نہیں' اور اس کی جماعت (ازروئے (۲۵۹) **اصلح بالھم** کے درجہ تک پہنچتی ہے۔ لیکن (۲۶۱) ۸ کی آیت ان سب سے انوکھی ہے جس میں ہر مذہب کی تخصیص کرکے صاف کہہ دیا ہے کہ جس شخص نے بھی عمل صالح کیا اس کو پوری اجرت ملے گی اور وہ قوم ساری کی

ساری بے خوف و خطر ہوگی! اجتماعی طور پر جو آئتیں اسی مضمون کی ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

(۲۶۲)۔ا۔ ان الذین امنوا وعملو الصلحت لھم جنت تجری من تحتھا الانھارؕ ○ ذالک الفوز الکبیر ○ ۱۱/۸۵

(۲۶۲) بے شک وہ لوگ (جن کی تمام قوم خدا کے احکام کے نفع مند ہونے پر) ایمان نے آئے اور انہوں نے (استحکام قوم کو پیش نظر رکھ کر) مناسب اعمال کئے تو ان کو (بطور اجر زمینی بادشاہت کے) باغ دیئے جائیں گے جن کے نیچے دریا بہ رہے ہوں گے اور (دیکھ لو) یہ (کتنی) بڑی کامیابی ہے۔

(۲) فاما الذین امنوا وعملو الصلحت فیدخلھم ربھم فی رحمتہ ذالک ھو الفوز المبین ○ ۳۰/۴۵

(۲) تو جو لوگ (من حیث القوم) ایمان لے آئے اور انہوں نے مناسب اعمال (استحکام قوم کے لئے) کئے تو ان کا پروردگار ان کو اپنی رحمت میں داخل کریگا اور یہ ایک (بہت ہی) نمایاں کامیابی ہے)۔

(۳) ان اللہ یدخل الذین امنوا وعملوا الصلحت جنت تجری من تحتھا الانھر ان اللہ یفعل مایرید○ ۱۴/۲۲

(۳) بے شک خدا ان لوگوں کو جو (ایک قوم اور ایک جماعت ہونے کی حیثیت میں احکام خدا کے نفع مند ہونے پر) ایمان لے آئے اور جنہوں نے (استحکام جماعت کو پیش نظر رکھ کر) مناسب عمل کئے ان کو (نہایت وسیع زرخیز اور سرسبز زمینوں کی بادشاہت کے) باغوں میں داخل کرتا ہے جن کے نیچے (عظیم الشان) دریا بہ رہے ہوں گے۔ بے شک اللہ وہی کر دیتا ہے جس کا ارادہ کرلیتا ہے۔

(۴) ان الذین امنوا وعملو الصلحت یھدیھم ربھم بایمانھم تجری من تحتھم الانھر فی جنت النعیم ○ ۹/۱۰

(۴) بے شک وہ لوگ جن کی (تمام قوم کی) قوم احکام خدا کے نفع مند ہونے پر ایمان

لے آئی اور انہوں نے (استحکام قوم کو مد نظر رکھ کر) مناسب اعمال کئے تو ان کا پروردگار ان کے (اس) ایمان (یقین کی وجہ) سے (جو ان کو مسلسل عمل پر مستعد کرتا رہتا ہے) ان کو نعمت ہائے خداوندی کے ان سرسبز باغوں (کی بادشاہت) کی طرف لے جائے گا جن کے نیچے دریا بہ رہے ہوں گے۔

(۵) وادخل الذین امنوا وعملوالصلحت جنت تجری من تحتها الانهر خلدین فیها باذن ربهم تحیتهم فیها سلم ○ ۱۴/۲۳

(۵) اور وہ لوگ جو (بہ حیثیت قوم خدا کے احکام کے نفع مند ہونے پر) ایمان لے آئے تھے اور جن نے (استحکام قوم کو پیش نظر رکھ کر) مناسب اعمال کئے تھے (سرسبز باغوں میں داخل کر دیئے گئے۔ جن کے نیچے دریا بہ رہے ہیں۔ وہ (اب اپنے پروردگار کے حکم سے (جب تک قانون خدا پر عمل کرتے رہیں گے) ان میں ہمیشہ رہیں گے (اور) ان باغوں میں ان کی دعا (یعنی پکار) یہ ہوگی کہ امن سے رہو!

یہ آیت اس امر کا قطعی ثبوت ہے کہ **جنت** سے مراد قرآن میں **جنات** زمین ہی ہیں کیونکہ یہاں ان میں داخل کر دئے جانے کا ذکر ہے۔ یہ نہیں کہ وہ کردئے جائیں گے۔ اسی طرح "**خلدین فیها**" کے متعلق قرآن میں "**خلدین فیها ما دامت السموٰت والارض**" ہے یعنی وہ ان میں تب تک زمین و آسمان قائم رہیں گے گویا یہ اور ثبوت ہے کہ ذکر دنیا کا ہی ہے روز قیامت کا نہیں۔ اسی طرح ۹ اور جگہوں میں ہے:۔

(۶) الذین امنوا وعملوا الصلحت طوبی لهم و حسن ماب ○ ۱۳/
۲۹

(۶) جو قوم با ایمان اور عمل صالح والی قوم ہوگئی تو ان کے لئے سب اچھا ہی اچھا ہے۔ اور ان کی بازگشت بھی عمدہ ہے۔

(۷) ان هذا القرآن یهدی للتی هی اقوم ویبشر المومنین الذین یعملون الصلحت ان لهم اجرا[۱] کبیرا ○ ۱۷/۹

(۷) بے شک یہ قرآن اس راہ کی طرف لے جاتا ہے جو سب سے زیادہ سیدھا ہے اور اس قوم کو جو (خدا کے احکام نفع مند ہونے پر) یقین رکھتی ہے اور (ساتھ ہی قوم کے استحکام کو پیش نظر رکھ کر) مناسب اعمال کرتی ہے اس امر کی بشارت دیتا ہے کہ بے شک ان کو (اپنے کئے کا) بڑا (ہی) اجر (بادشاہت زمین کی صورت میں) ملے گا۔

(۸) فاماالذین امنوا و عملو الصلحت فیوفیھم اجورھم ویزید ھم من فضلہ واما الذین استنکفوا واستکبروا فیعذبھم عذابا" الیما" ○ ۴/۱۷۳

(۸) تو باایمان اور عمل صالح والی قوم جو ہوگی اس کو تو خدا ان کی اجرتیں (اور مزدوریاں) پوری کردے گا اور ان کو اپنی رحمت کے انعاموں سے زودفزد کرتا جائے گا۔ لیکن وہ لوگ جنہوں نے (اس کے قانون سے) کنارہ کشی کی اور (اس کو لاشے سمجھ کر) اکڑ گئے تو ان کو درد ناک سزا کا عذاب دے گا۔

(۹) فالذین امنوا وعملو الصلحت لھم مغفرۃ و رزق کریم ○ والذین سعوافی ایتنا معجزین اولئک اصحب الجحیم○ ۲۲/ ۵۰۔۵۱

(۹) تو (احکام خدا کو نفع مند یقین کرنے والی) وہ با ایمان قوم جنہوں نے (استحکام قوم کو بہ نظر رکھ کر) مناسب عمل کئے' وہ لوگ ہوں گے جن کے لئے (ان کی چھوٹی موٹی واماندگیوں) پر پردہ پوشی ہوگی اور ان کو باعزت روزی نصیب ہوگی۔ اور جن قوموں نے ہمارے احکام کے بارے میں اس طرح کی دوڑ دھوپ کی کہ وہ (بددلی سے عمل کرکے ناکامی حاصل کرتے ہیں اور اس طرح پر ان حکموں کو بے فائدہ ثابت کرکے ہم کو) ہرانا چاہتے ہیں تو یہی وہ لوگ ہیں جو دوزخ والے ہیں۔

(۱۰) والذین امنوا وعملو الصلحت فی روضت الجنت لھم مایشاؤن عند ربھم ذالک ھو الفضل الکبیر○ ۴۲/۲۲

(۱۰) اور جو قوم (احکام خدا کے نفع مند ہونے پر) ایمان لے آئی اور انہوں نے (

استحکام قوم کو مد نظر رکھ کر) مناسب اعمال کئے تو وہ بادشاہت زمین کے باغات میں (پڑے لطف اٹھا رہے) ہوں گے ۔ ان کو اپنے پروردگار کے پاس جو چاہیں گے ملے گا اور یہ بہت بڑی فضیلت ہے۔

ان پہلی آٹھ آیتوں میں صرف دنیاوی فائدوں کا ذکر ہے اور اس کا مزید ثبوت پانچویں آیت ہے جس میں صاف طور پر اقرار ہے کہ صالح العمل قوم جنت میں داخل کر دی گئی۔ آخر کی آیت میں **سعوا فی ایتنا معجزین** کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ خدا یہ چاہتا ہے کہ صحیفہ فطرت کی تلاش و تفتیش کا کام تمام بنی نوع انسان کے تعامل اور اتحاد سے ہو تاکہ دنیا میں رزق کریم کا وعدہ پورا ہو جو اس آیت میں ہے۔ ان پندرہ متفرق آیتوں یعنی (۲۶۰) تا (۲۶۲) ا تا ۱۰۱ سے جو قریبا" ایک ہی مضمون کی ہیں صرف ایک ہی چیز یعنی دنیاوی مرفہ الحالی اخذ ہوتی ہے لیکن یہ آیتیں عمل صالح کی تعریف کرنے میں چنداں مدد نہیں دیتیں۔ حسب ذیل اور موقعے اسی مضمون کے حامل ہیں جن سے دنیاوی نعمتیں اور بھی واضح ہوجاتی ہیں۔

(۲۶۳)ا۔ ان الله یدخل الذین امنوا وعملو الصلحت جنت تجری من تحتها الا نهار یحلون فیها من اساور من ذهب ولولوا ولباسهم فیها حریره و هدوا الی الطیب من القول و هدوا الی صراط الحمید ○ ۲۲/۲۴

(۲۶۳)ا۔ بے شک خدا ایماندار اور عمل صالح والی قوم کو (جو استحکام قوم کی خاطر احکام خدا کو نفع مند یقین کر کے ان پر ایمانداری سے عمل کرتے ہیں) زمین کے انتہائی سر سبز خطوں میں حکمرانی کے لئے داخل کر دیتا ہے جن کو سیراب کرنے کے لئے (بڑے بڑے پر شوکت) دریا بہ رہے ہوں گے۔ وہ ان باغوں میں سونے کے کڑے اور بیش بہا موتی پہنے ہوئے ہوں گے اور ان کا لباس ریشمی ہوگا۔ اور (یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے) خدا کے بہترین قول کی راہ پکڑی اور خدا کے بتائے ہوئے راستے کی طرف رہنمائی کئے گئے۔

(۲) ان الذین امنوا وعملوا الصلحت انا لانضیع اجر من احسن عملا" ○ اولئک لھم جنت عدن تجری من تحتھم الانھار یحلون فیھا من اساور من ذھب ویلبسون ثیابا" خضرا" من سندس واستبرق متکین فیھا علی الارئک نعم الثواب وحسنت مرتفقا"○ ۱۸/۳۰۔۳۱

(۲) بے شک جو قوم ایماندار ہوگی اور انہوں نے مناسب اعمال کیے تو (یاد رکھو کہ) بے شک ہم جس قوم نے حسن عمل کیا اس کی مزدوری کو روک نہیں رکھتے۔ یہی وہ ہیں جن کو ہیشگی کے باغات ہوں گے جن کے نیچے دریا بہ رہے ہوں گے۔ وہاں ان کو سونے کے کڑے پہنائے جائیں گے اور سندس اور استبرق کے سبز کپڑے پہن کر (آرام کرسیوں کے) تخت پوشوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے۔ ان کے کیے کا بہترین اجراور عمدہ آرام گاہ ہے۔

(۳) والذین امنوا و عملوا الصلحت سندخلھم جنت تجری من تحتھا الانھر خالدین فیھا ابدا" وعداللہ حقا" ومن اصدق من اللہ قیلا" ○ ۴/۱۲۲

(۳) اور جو قوم ایماندار ہوگئی اور جس نے ساتھ ہی مناسب اعمال کیے تو ان کو عنقریب ہم ان عظیم الشان باغات کی حکومت عطا کریں گے جن کے نیچے عظیم الشان دریا بہ رہے ہوں گے۔ وہ ان میں ہیشہ ہیشہ تک رہیں گے۔ یہ خدا کا سچا وعدہ ہے اور اپنے قول میں خدا سے زیادہ سچا کون ہے؟ (یہاں غور طلب امر یہ ہے کہ بادشاہت زمین کے متعلق نہایت دھڑلے سے کہا ہے کہ یہ ان قوموں کو دی جائے گی جو ایماندار اور صالح العمل ہیں او یہ بات دھڑلے سے ہماری آنکھوں کے سامنے روزانہ ہو رہی ہے۔ ایک قوم آتی ہے دوسری چلی جاتی ہے جب تک یہ باتیں ہماری آنکھوں کے سامنے نہ ہوں، ایسی باتوں کو اللہ کا سچا وعدہ" کہنا دل کو یقین نہیں دلاتا۔ ادھر عنقریب کا لفظ پھر اس امر کو یاد دلاتا ہے کہ یہ بات دنیا میں ہی ہو کر رہتی ہے اس کا تعلق "آخرت" سے

نہیں۔)

(۴) **والذین امنوا وعملوا الصلحت سندخلھم جنت تجری من تحتھا الانھر خلدین فیھا ابدا" لھم فیھا ازواج مطھرة و ندخلھم ظلا" ظلیلا" ○ ۴/۵۷**

(۴) اور با ایمان اور صالح العمل قوم کو عنقریب ہم ان باغات میں داخل کر دیں گے جن کے نیچے دریا پڑے بہ رہے ہوں گے۔ وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہینگے۔ ان کے (آرام کے) لئے پاکیزہ (صورت و سیرت) بیویاں ہوں گی اور ہم ان کو گھنے سایوں میں رکھیں گے۔ (یہ منظر بھی خالصتہ" دنیاوی ہے ورنہ لازم آتا ہے کہ آخرت میں بھی مردانہ شہوت ہوگی اور وہاں بھی دنیا کا یہ لچ پنا ہوگا)۔

(۵) **وبشر الذین امنوا وعملوا الصلحت ان لھم جنت تجری من تحتھا الانھار کلما رزقوامنھا من ثمرة رزقا" قالوا ھذاالذی رزقنا من قبل و اتوابہ متشابھا ولھم فیھاازواج مطھرة و ھم فیھا خالدون ○ ۲/۲۵**

(۵) اور با ایمان اور صالح العمل قوم کوخوشخبری دے دوکہ ان کے لئے وہ باغات ہوں گے جن کے گرداگرد دریا پڑے بہ رہے ہوں گے۔ وہ جب جب (اپنی محنتوں کا) کوئی پھل (کسی نئے ملک کی بادشاہت کی صورت میں) چکھنے کو دیئے جائیں گے تو پکار اٹھینگے کہ ہاں یہی پھل تھا جو ہمیں (پچھلے سعی عمل پر) اس سے پہلے بھی دیا گیا تھا اور (جب تک وہ اس سعی و عمل میں مکمل طور پر مشغول رہیں گے) ان کو اسی طرح کے ایک ہی شکل کے پھل دیئے جائیں گے اور پاک (صورت و سیرت) بیویاں ان (کو آرام دینے کے) لئے ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

آیات ۳،۴ میں **جنت تجری میں تحتھا الانھار** کے ساتھ **سندخلھم** (ہم عنقریب داخل کردیں گے) کے الفاظ سے مزید ثابت ہے کہ جنات کے معنی دنیاوی بادشاہت ہی ہے۔ اخروی اجر کے لئے قرآن کریم میں الجنتہ کا لفظ مخصوص ہے اور وہاں

پر جہاں الجنتہ کا ذکر ہوا یا اس کی تفصیل ہے نہ کسی حور کا ذکر ہے نہ قصور کا بلکہ " **زوجکم**"یعنی اپنی بیویوں کا ذکر ہے۔ بہر نوع یہ ایک علیحدہ بحث ہے جس کی یہاں گنجائش نہیں۔ ان چاروں آیات سے **امنوا و عملوالصلحٰت** والی قوم کا دنیاوی اجر اور واضح ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں دجلہ اور فرات کے دو دریاؤں کو جنت کی نہروں سے موسوم کرکے سپہ سالاران فوج کا ایران کے بادشاہ کو مغلوب کرنے کے بعد اس کے سونے کے کنگن خود پہننے کا واقع تاریخ میں مشہور ہے۔ الغرض ان چار' اور (۲۵۹) سے (۲۶۳) تک کے تمام موقعوں سے جو یکجا کر دیئے گئے ہیں یہ بالکل واضح ہو جاتاہے کہ مومن اور صالح العمل قوم کے لئے اس دنیا کے اندر دائمی آسودہ حالی لازم و ملزوم ہے اور قرآن حکیم میں ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک حیرت انگیز تطابق ہے جو ایک ایسےوقت میں جبکہ کاغذ اور قلم دوات موجود نہ تھے اور قرآن حکیم جستہ جستہ تیئس سال میں نازل ہوا تھا بلکہ جن پر وحی نازل ہوئی وہ امی تھے' قرآن حکیم کے منجانب اللہ ہونے اور محمدؐ عربی ﷺ کے دعوے نبوت کے صحیح ہونے کی قطعی اور مسکت دلیل ہے۔ ان آیات کو یکجا کرنے کے بعد بھی **امنواوعملوا الصلحٰت** کے مفہوم کی پوری تشریح نہیں ہوئی الا وہ کچھ جو (۲۵۶) سے (۲۵۹) تک کی آیتوں سے اخذ ہوا۔ اس لحاظ سے معاملہ کو واضح طور پر حل کرنے کے لئے میں سب سے پہلے قرآن حکیم کے ان تین موقعوں کو یکجا کرتا ہوں جن تین کو پیش نظر رکھ کر ایمان اور عمل صالح کے معنی لوگوں نے مولویانہ اور مذہبی رنگ کے لے لئے ہیں اور باقی بیسیوں آیتوں کو نظرانداز کردیا ہے۔ یہ تین موقعے حسب ذیل ہیں۔

(۲۶۴) وما امروا الالیعبدو اللہ مخلصین لہ الدین حنفاء و یقیموا الصلوۃ و یوتوا الزکوۃ و ذالک دین القیمتہ ○ ان الذین کفروا من اہل الکتاب و المشرکین فی نار جھنم خلدین فیھا اولٰئک ھم شرالبریہ ○ الذین امنوا و عملوا

الصلحت اولئک ھم خیر البریہ ○ ۹۸/۵۔۶

(۲۶۴) اور ان کو کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا سوائے اس کے کہ وہ خدا کی ملازمت اختیار کریں اور اس کے حکموں پر اپنے تمام یقین کو خدا کے لئے مخصوص کرکے عمل کریں۔ خالص اسی طرف جھک جائیں اور (اپنی جماعت کے استحکام کے لئے) نماز کے نظام کو اور (مالی حال پختہ کرنے کے لئے) زکوٰۃ کے نظام کو قائم کریں اور یہی دین قیم ہے۔ اہل کتاب میں سے جو لوگ قانون خدا پر عمل کرنے سے منکر ہوگئے اور مشرک لوگ جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور یہی وہ لوگ ہیں جو بد ترین خلائق ہیں۔ (لیکن) وہ قومیں جو ایماندار ہو کر صالح العمل بن گئیں تو وہ وہ ہیں جو دنیا کے بہترین افراد ہیں۔ (ملا مولویوں کے نزدیک "عبادت" (یعنی رات دن تسبیح پھیرنے) اور نماز اور زکوٰۃ کے عمل کو ہی "عمل صالح" قرار دینا ہے اور بس)۔

(۲۶۵) وویل للمشرکین ○ الذین لایوتون الزکوۃ وھم بالاخرۃ ھم کافرون ○ ان الذین امنوا و عملوالصلحت لھم اجر غیر ممنون ○ ۴۱/۷۔۸

(۲۶۵) اور ہزار افسوس (یعنی حیف) ہے ان مشرکوں پر جو (اس لئے کہ وہ فاطر زمین و آسمان کے قانون کو چھوڑ کر نفسانی خداؤں کو پکڑے ہوئے ہیں اور قوم کی بہتری کے لئے مال کی قربانی کا جو حصہ خدا نے زکوٰۃ (کی صورت میں مقرر کیا ہے) نہیں دیتے اور وہ (اس طرح پر قوم کے برے انجام بلکہ اپنی) آخرت سے منکر ہیں (اور پرواہ نہیں کرتے کہ خدا ان کو بالآخر پکڑ کر رہے گا۔ بے شک وہ قوم جو (خدا کے احکام کے نفع مند ہونے پر ایمان لے آئی اور انہوں نے استحکام قوم کو پیش نظر رکھ کر) مناسب اعمال کئے تو ان کو (ان کے عمل کی) مزدوری بلاکم و کاست مل کر رہے گی۔ (یہاں بھی زکوٰۃ اور آخرۃ کے الفاظ سے مولوی صاحبان اخذ کرلیتے ہیں کہ صرف زکوٰۃ دینا ہی "عمل صالح" ہے)۔

(۲۶۶) لیسوا سواءً من اھل الکتب امۃ قائمۃ یتلون ایت اللہ

اناء الیل وھم یسجدون ○ یومنون باللہ والیوم الاخر ویا مرون بالمعروف و ینھون عن المنکر ویسارعون فی الخیرات و اولئک من الصالحین ○ ۳/۱۱۳۔۱۱۴

(۲۶۶) سب لوگ ایک قطع کے نہیں۔ اہل کتاب میں سے (بھی) ایک گروہ ہے جو (خدا کے قانون پر) قائم ہے۔ وہ اللہ کے احکام کو (جو کتاب خدا میں ہوں یا صحیفہ فطرت سے اخذ ہوتے ہوں) رات (کی خاموشیوں) میں (نہایت غور سے) مطالعہ کرتے ہیں اور (پھر جب ان کے برحق ہونے پر یقین آجاتا ہے تو تسلیم کرتے ہوئے) جھک جاتے ہیں۔ وہ خدا (کے احکام کے برحق اور نفع مند ہونے پر) ایمان رکھتے ہیں اور (اس) آخر کے دن پر (جبکہ احکام خدا کی تعمیل کا لازمی نتیجہ قوم کی خوشحالی پر منتج ہوگا) اور وہ (قوم کو آپس میں اتفاق و اتحاد کی خاص الخاص) نیکی کا حکم دیتے ہیں اور (تفریق اور اشتات کی خاص الخاص) برائی سے منع کرتے رہتے ہیں اور خود (امت کی بہتری کے لئے خاص الخاص) نیکیوں کی طرف لپک لپک کر پہنچتے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو صالح العمل لوگوں میں داخل ہیں۔ (یہاں بھی " تلاوت" اور "نیکیوں" اور " سجدوں" " برائیوں" اور " خیرات" اور " یوم آخر" کے لفظوں سے مولوی صاحبان نماز روزہ کو ہی عمل صالح مراد لے لیتے ہیں)۔

ان تینوں موقعوں سے صلوٰۃ اور زکوٰۃ کی اعمال صالحہ میں داخل ہونے کی اہمیت واضح ہے لیکن **یعبدواللہ مخلصین لہ الدین** (یعنی اپنا تمام طرز عمل خالصتہ" خدا کے حکموں کی تعمیل میں وقف کر دینا) اس قدر وسیع اور دوررس فعل ہے کہ اس سے قرآن حکیم کے ہر گوشے میں جو حکم بھی لکھا ہے اس کی پوری پوری تعمیل ہر صالح العمل مومن پر لازم اور واجب ہو جاتی ہے۔ اس بناء پر قرآن حکیم کے تمام احکام کی تعمیل (نہ صرف صلوٰۃ اور زکوٰۃ) اعمال صالحہ میں داخل ہے۔ اپنا تمام طرز عمل خالصتہ" خدا کی عبادت (یعنی اس کے بندے بننے اور اس کی ملازمت میں گذارنے) کے لئے وقف کردینا (۲۶۶) کی رو سے **امنوا وعملوا الصلحت** کی تشریح ہے۔ یہ امر بجائے

خود اس قدر دقت طلب ہے کہ انسان کے لئے اس کی تعمیل خالہ کا گھر نہیں۔ اس بنا پر انسان کے طرز عمل کو مخصوص بلکہ محدود کرنے کے لئے تاکہ وہ کسی کمال تک پہنچ سکے قرآن حکیم کی ان آیتوں کو سب سے پہلے یکجا کیا جاتا ہے جن میں صلاح عمل یا حسن عمل کی کوئی نہ کوئی تعریف لکھی ہے۔ یہ آیات حسب ذیل ہیں۔

(۲۶۷) انا جعلنا ما علی الارض زینتہ" لھا لنبلوھم ایھم احسن عملا" وانا لجعلون ما علیھا صعیدا" جرزا"○ ۱۸/۷۔۸

(۲۶۷) بے شک ہم نے جو شے بھی زمین پر ہے اس زمین کے لئے زیور اور زینت بنادی ہے۔(تاکہ اس کی آرائش میں کام آئے اور بالاخر اس زمین کو انتہائی طور پر خوبصورت اور لائق رہائش بنادے اور یہ) اس لئے کہ آرائش کریں کہ لوگوں میں سے کونسی قوم حسن عمل کرتی اور (یہ یاد رکھو کہ اس آزمائش زمین کے سلسلے میں جو سعی و عمل اور زہرہ گداز کوششیں ہمارے خلیفہ ارضی یعنی انسان کی طرف سے ہزاروں اور لاکھوں برس تک رونما ہوں گی وہ اس قدر انقلاب انگیز ہوں گی کہ وہ اس زمین کے چپہ چپہ کو تہ و بالا کردیں گی اور) ہم یقینی طور پر جو کچھ اس زمین پر اونچا ہے اس کو چٹیل میدان کرکے رہیں گے۔

گویا زمین کے اوپر یا اس میں جو شے بھی ہے وہ زمین کی زینت ہے اس لئے اس زمین کو ہر طریقے سے آراستہ پیراستہ کرنا حسن عمل یا دوسرے لفظوں میں عمل صالح ہے۔ سورہ سبا میں ہے:

(۲۶۸) ولقد اتینا داود منا فضلا" یجبال اوبی معہ والطیر والنا لہ الحدید○ ان اعمل سبغت و قدر فی السرد و اعملوا صالحا" انی بماتعملون بصیر○ ولسلیمن الریح غدوھا شھر و رواحھا شھر واسلنا لہ عین القطر ومن الجن من یعمل بین یدیہ باذن ربہ ومن یزغ منھم عن امرنا نذقۃ من العذاب السعیرہ یعملون لہ مایشاء من محاریب و تماثیل و جفان کالجواب و قدور

رسیت اعملوا ال داود شکرا" و قلیل من عبادی الشکور○

۱۳ -۱۰/۳۴

(۲۶۸) اور بے شک ہم نے داوٗدؑ کو اپنی طرف سے (صحیفہ فطرت میں ماہر ہونے کی) فضلیت اور برتری عطا کی۔ (اس کو اس کائنات کی اشیاء کا اتنا ماہر کر دیا کہ ہم نے پہاڑوں اور پرندوں کو حکم دیا کہ) اے پہاڑو اور پرندو داوٗدؑ کے ساتھ ساتھ (اس کے حکم کے مطابق) چلو اور (لوہے کی صنعت کا ماہر تو وہ اس قدر تھا اور ایسی باریک زرہیں اس کے کارخانوں میں بنتی تھیں کہ فی الحقیقت) ہم نے اس کے لئے لوہے کو (موم کی طرح) نرم کردیا تھا۔ (پھر ہم نے داوٗدؑ کی حوصلہ افزائی کی اور اس کو کہا کہ) کشادہ کشادہ (زرہیں) بناتے جاؤ اور ان کی کڑیوں کے جوڑنے کا) اندازہ لگا کر (صحیفہ فطرت کو تلاش کرنے کا یہی) نیک کام کرتے جاؤ۔ میں بے شک جو کچھ تم کر رہے ہو نہایت غور سے دیکھ رہا ہوں۔ اور ہم نے ہوا کو سلیمان کے (تابع کردیا)۔ وہ ایک ماہ تک صبح کو چلا کرتی تھی اور ایک ماہ تک شام کو اور (تانبے کی صنعت کو اس کے عہد میں اس قدر فروغ ہوا کہ) ہم نے اس کے لئے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہا دیا اور (اس کے پاس) دیو صورت قوی ہیکل مزدور تھے جو اس کی نگرانی میں خدا کے حکم سے کام کرتے تھے۔ اور جو ان میں سے (کام چوری کرکے) ہمارے حکم سے پھر جاتا تھا تو اس کو بھڑکتی آگ کا عذاب چکھاتے تھے۔ وہ مزدور سلیمانؑ کے لئے جو کچھ وہ چاہتا تھا مثلاً" محرابیں اور مورتیں (مکانات کی سجاوٹ کے لئے) اور لگن حوضوں جتنے بڑے بڑے (بادشاہی جلسوں کے لئے) اور جمی رہنے والی دیگیں (شاہی مہمانی کے لئے) بناتے رہتے تھے۔ (اور سلیمانؑ کے عہد میں تمدن اور عمران اس درجہ تک پہنچا کہ وہ ضرب المثل ہوگیا تو ہم نے آل داوٗدؑ کو پکارا کہ) اے آل داوٗدؑ! (صحیفہ فطرت کی نعمتوں کی) قدر دانی کرتے کرتے عمل کرتے جاؤ (جب تک علم فطرت میں ترقی کرتے جاؤ گے تمدن اور خوشحالی میں فلک الافلاک تک چڑھتے جاؤ گے)۔ لیکن بالآخر داوٗدؑ کی اولاد اس سعی و عمل میں ماند پڑ گئی اور ان کو زوال ہو تا گیا تو !افسوس ہے کہ) بہت ہی تھوڑے بندے ہیں جو (

صحیح معنوں میں میرے) قدر دان ہیں۔ (ان آیات میں تمام ذکر دنیاوی باتوں کا ہے)۔
گویا صحیفہ فطرت کے پہاڑوں کو 'پرندوں کو 'لوہے کو' ہوا کو' عین القطر کو مسخر کرنا' مختلف صنعتوں اور دستکاریوں کو فروغ دینا عمل صالح ہے اور شکر خدا ہے ' اسی طرح پیغمبروںؑ کے ان دنیاوی اعمال کا ذکر شدو مد سے کرتے کرتے قرآن حکیم نے ان کو جابجا صالح کہا ہے۔

(۲۶۹)۱۔ ففھمنھا سلیمن وکلا" اتینا حکما" وعلماہ و سخرنا مع داود الجبال یسبحن والطیر وکنا فعلین○ وعلمنٰہ صنعتہ لبوس لکم لتحصنکم من باسکم فھل انتم شاکرون ولسلیمن الریح عاصفتہ" تجری بامرہ الی الارض التی برکنا فیھا وکنا بکل شی" علمین○ ومن الشیطین من یغوصون لہ و یعملون عملا" دون ذالک وکنا لھم حفظین○ ۲۱/۷۹۔۸۲

(۲۶۹) پھر ہم نے سلیمانؑ علیہ السلام کو کھیتی باڑی کی تمام صورت حال سے جو سلیمانؑ کی حکومت کو مضبوط کر سکتی تھی پورے طور پر) آگاہ کر دیا اور اس کی قوم تمام کی تمام) کو ہم نے حکومت (کو ترقی کے اعلیٰ مداراج تک پہنچانے کا سلیقہ) اور (صحیفہ فطرت کے قانون کا) علم دیئے اور داوٗدؑ کے ساتھ ہم نے پہاڑ اس کے فرمانبردار کر دیئے اور پرندے جو (اپنا اپنا فرض ادا کر کے گویا خدائے ذوالجلال کی) تسبیح کیا کرتے تھے اور ہم (ضرور) ایسا کرنے والے تھے (کیونکہ ہمارا فرض تھا کہ دیانتداری سے اس دنیا میں کام کرنے والوں کی ہم مدد کرتے) اور ہم نے ان کو زرہوں کے لباس کا بنانا سکھلا دیا جو تم کو لڑائی کے ضرر سے بچاتی تھیں تو کیا تم لوگ (اتنے احسانوں کے بعد بھی میرے صحیفہ فطرت کی) قدر کرنے والے بنو گے (یا نہیں)۔ اور ہوا کو ہم نے سلیمانؑ کا (اتنا) فرمانبردار کر دیا (کہ وہ) اس کے حکم سے اس سرزمین کی طرف چلا کرتی تھی جس کو ہم نے (مادی ترقیوں سے مالا مال کر کے) برکت دی تھی اور ہم ہر شے کے متعلق (جو سلیمانؑ کی قوم علم فطرت کو استعمال کر کے بنایا کرتی تھی براہ راست) علم رکھتے تھے (

کیونکہ ہماری دلچسپی اس امر میں پوری تھی)۔ اور سلیمانؑ کے تابع ہم نے وہ گرانڈیل مزدور بھی کر دیئے جو اس کے واسطے غوطہ لگاتے تھے۔ اور دوسرے کام بھی کرتے تھے اور ہم سب ان کی (پوری) حفاظت کرتے تھے (تاکہ یہ ترقیات برقرار ہیں)۔ (۲۶۸) میں بھی شکر کا لفظ ہے اور یہاں بھی شاکرون کا لفظ ہے۔ گویا فطرت کو استعمال کرنا ہی شکراور قدردانی ہے۔

(۲) ولقد اتینا داؤد و سلیمن علما وقالا الحمد لله الذی فضلنا علی کثیر من عبادہ المومنین ○ ۲۷/۱۵

(۲) اور بے شک ہم نے داؤدؑ اور سلیمانؑ کو (صحیح معنوں میں) علم (صحیفہ فطرت) دیا(اور اس صحیفہ فطرت کے علم کا نتیجہ بالآخر یہ ہوا کہ ان کی سلطنت مادی ترقی کے اوج کمال تک پہنچ گئی۔ تو (بالاخر) یہ دونوں (آیات خدا کو اس انتہائی حد تک نفع مند سمجھ کر بہ زبان حال) پکار اٹھے کہ شکر ہے اس پروردگار عالم کا جس نے ہم کو (اسی علم کے باعث) دنیا کی اکثر ایمان والی اور اطاعت گذار قوموں پر بھی (نمایاں) فضیلت اور برتری دی۔

ورث سلیمن داؤد و قال یایھا الناس علمنا منطق الطیر واوتینا من کل شیء ان ھذا لھوا الفضل المبین ○ ۲۷/۱۶

پھر داؤدؑ کا جانشین سلیمانؑ ہوا (اور اس نے بھی ان ترقیات کو برقرار رکھا۔ وہ پکار اٹھا کہ اے لوگو!(اب ہم مادی ترقی کے عظیم الشان منازل تک پہنچ چکے ہیں) کہ ہم نے پرندوں کی بولی (تک) سیکھ لی ہے اور تمام دنیا کی نعمتیں بھی (خدا کے ہاں سے) ارزانی ہیں۔ تو دیکھ لو کہ خدا کی فطرت کی اشیاء کو حاصل کرنے سے خدا کیسے کیسے انعامات فاخرہ انسان کو مرحمت کرتا ہے اور جان لو کہ) در حقیقت ہماری یہ (قابل فخر) حالت بغیر کسی شک و شبہ کے ایک بین اور روشن برتری ہے (جس سے) ہر متنفس کو پروردگار عالم کے احکام کے نفع مند ہونے کا یقین ہو جاتا ہے) (یہاں ثابت ہوگیا کہ بنی اسرائیل کو دوسری قوموں پر "فضیلت" انہی دنیاوی ترقیوں کی وجہ سے تھی۔)

(۳) ولوطاً اتینہ حکما و علما و نجینہ من القریتہ التی کانت تعمل الخبئث انھم کانوا قوم سوء فسقین ○ وادخلنہ فی رحمتنا انہ من الصلحین ○ ۲۱/۷۴-۷۵

(۳) اور ہم نے لوطؑ کو حکم اور علم دیا(اور جب وہ اس حکم اور علم کے ذریعے ایک قوم کو جو طرح طرح کی خلاف فطرت بد کاریوں میں پھنسی تھی اور زوال کے آخری گڑھے تک پہنچ چکی تھی ' راہ راست پر نہ لاسکے اور وہ اندھا دھند بد کرداری میں مبتلا رہی) توہم نے اس کو اس بستی سے علیحدہ کر دیا (تاکہ وہ خود بخود عذاب الٰہی سے ہلاک ہو جائے اور لوطؑ اپنے حکم اور علم کو کسی زیادہ اہل بستی کے لئے استعمال کر سکے۔ بے شک یہ تمام قوم کی قوم پرلے درجے کی بدکار اور بدکردار تھی۔ (پھر لوطؑ نے اپنے حکم اور علم کو دوسری قوم پر استعمال کرکے اس کو ترقی کے فلک الافلاک تک پہنچا دیا اور ہم نے (بھی) اس کو اپنی مہربانیوں (کے سائے) میں لیکر(کامیابی کے عظیم الشان قصر میں) داخل کردیا۔ لوطؑ(کے اس بے مثال طرز عمل سے ثابت ہوچکا تھا کہ وہ) درحقیقت صالح العمل لوگوں میں سے تھا۔ (یہاں بظاہر کسی دنیاوی ترقی کی طرف اشارہ نہیں لیکن حکم کے ساتھ ساتھ علم کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ رحمت کی وجہ علمی ترقی ہی ہوگی)۔

(۴) ووھبنا لہ اسحق و یعقوب نافلتہ وکلا جعلنا صلحین ○ ۲۱/۷۲

(۴) اور ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق علیہ السلام اور یعقوب السلام(جیسے جلیل القدر شخص اور خدا کی کائنات کے بڑے علاقے اس کے انتہائی عظیم الشان عمل کی پاداش میں جو ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کے لئے مدت العمر کیا) بطور انعام اور شکر کرنے کے عطا کئے اور (یہ سب کے سب اس حیرت انگیز باخبری اور نبوت کے مالک شخص تھے کہ ہم نے ان کو صالح العمل لوگوں(کی فہرست) میں داخل کر دیا تھا۔ (قوموں کو خوشحال کرنے کے عمل سے ہی ان کو صالح کا خطاب مل سکتا ہے)۔

(۵) واسمعیل و ادریس وذالکفل کل من الصبرین وادخلنھم

فی رحمتنا انھم من الصلحین ○ ۲۱/۸۵-۸۶-

(۵) اور اسمٰعیل علیہ السلام اور ادریس علیہ السلام اور ذوالکفل سب کے سب انتہائی طور پر مستقل مزاج اور زہرہ گداز تکلیف اٹھا کر (قوم کو کامیاب کرنے والے) بندوں میں سے تھے (اور ان کے صبر و استقلال کا نتیجہ بالآخر یہ ہوا کہ انہوں نے اپنی قوموں کو مادی ترقی کے فلک الافلاک تک پہنچا دیا یہاں تک کہ) ہم نے ان کو اپنی رحمت میں داخل کر کے (لاانتہا برکتیں ان کی قوموں کو دیں اور کامیاب بنا کر) چھوڑا۔ بے شک یہ لوگ صالح العمل لوگوں میں سے تھے۔ (استقلال سے قوموں کو ترقی دینے کی وجہ سے ان کو صالح کا خطاب ملا)۔

(۶) رب ھب لی حکماء و الحقنی بالصلحین ○ ۲۶/۸۳

(۶) (اور جب ابراہیمؑ اس کارخانہ فطرت کی ملکوت کا تمام علم حاصل کر چکے اور اس پر واضح ہو گیا کہ کائنات کا بھید کیا ہے اور اس دنیا میں انسان کے آنے کا کیا مقصد ہے تو اس نے گڑگڑا کر خدا سے دعا مانگی کہ) اے میرے پروردگار مجھے حکومت عطا کر (تاکہ میں اس حکومت کو مخلوق خدا کے فائدے کے لئے استعمال کر کے کائنات کا مقصد واضح کر سکوں اور اس قوم کو جس پر میں حکومت کروں ترقی اور تمدن کے فلک الافلاک تک پہنچا سکوں۔ اس بناء پر میرے رب مجھے حکومت دے) اور مجھے صالح العمل لوگوں کے ساتھ ملا دے (کیونکہ زبور میں بار بار تو نے کئی تاکیدوں کے ساتھ اس امر کا ذکر کیا ہے کہ زمین کے وارث میرے صالح العمل بندے ہی ہیں) (آگے چل کر اسی صفحہ میں صالحین کی تعریف یہی کی ہے کہ وہی وارث زمین ہوتے ہیں)۔

(۷) قال رب اغفرلی وھب لی ملکا لا" ینبغی لاحد من بعدی ○ ۳۸/۳۵

(۷) (تو جب حضرت سلیمانؑ پر مشکلات اور صعوبتوں کا پہاڑ آپڑا اور وہ ان کو دور کرنے کا پختہ ارادہ کرنے کو تھا کہ) وہ پکار اٹھا کہ اے میرے پروردگار! (میری واماندگیوں پر) اپنی رحمت کا پردہ ڈال اور مجھ کو (میرے سعی و عمل کو دیکھ کر) وہ (لازوال) سلطنت

عطا فرما جو میرے بعد کسی کے شایاں نہ ہو۔(انبیاء کو سلطنت کی خواہش اسی لئے تھی کہ وہ قوم کو مادی عروج دیں)۔

(۸) ام یحسدون الناس علی ما اتھم اللّٰہ من فضلہ فقد اتینا ال ابرہیم الکتب و الحکمتہ واتینھم ملکاً عظیما ○ ۵۴/۴

(۸) کیا یہ لوگ ساکنانِ زمین سے اس بارے میں حسد کر رہے ہیں جو خدا نے ان کو اپنے فضل میں سے عطا کیا ہے تو (ان کا یہ بغض و حسد ہم پر کوئی اثر نہیں رکھتا کیونکہ درحقیقت ہم نے ابراہیمؑ کی اولاد کو (نہ صرف دنیاوی فضلیت دی بلکہ) (صحیفہ فطرت کے علم پر مشتمل) الکتٰب اور (خدا کے عظیم الشان علم کی حامل) حکومت دی اور (انہی دونوں موہبتوں کی برکت سے) ان کو ایک بہت بڑی سلطنت بھی دی۔ (یہاں پھر " فضل " کا لفظ ہے جس کے معنی دنیاوی ترقی ہی ہو سکتی ہے)۔

(۹) ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثھا عبادی الصلحون ان فی ھذا لبلغا لقوم عبدین ○ ۱۰۶/۲۱

(۹) اور بے شک اور بالتحقیق ہم نے ضروری تفصیل کے بعد اس امر کا فیصلہ زبور میں ہی لکھ کر کردیا تھا کہ درحقیقت اس زمین کے وارث ہمارے صالح العمل بندے ہی ہیں۔ اس (اعلان) میں بے شک اور بالضرور ملازم خدا قوم کے لئے ایک بہت ہی بڑا پیغام ہے۔ (جب انبیاء بھی حکومت مانگتے تھے تو یہاں مولوی کا ارض کا ترجمہ "ارض جنت" کرنا نہایت لغو ہے)۔

اس میں شک نہیں کہ انسان ان پیغمبروںؑ کے زمانے میں صحیفہ فطرت کے علم کے متعلق نہایت ابتدائی واقفیت رکھتا تھا لیکن انسان کی ان ابتدائی ایجادات کو اس شد و مد سے بیان کرنے ان کو وراثت زمین سے مشرف اور صحیفہ فطرت سے روشناس کرکے یہ کہنا کہ ہم نے ان کو حکم اور علم دیا اورانہوں نے فلاں فلاں اشیائے فطرت مسخر کیں اور فلاں ایجادات کیں وغیرہ وغیرہ' یہ تمام بیان اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ قرآن حکیم کے نزدیک صالح عمل صحیفہ فطرت کی تلاش و تفتیش بدرجہ اولیٰ ہے اور یہ علم

صرف وہی قومیں حاصل کرسکتی ہیں جو حکم بھی رکھتی ہوں' گویا زمین کی وارث ہوں۔ چنانچہ (۲۶۰)۔۶ میں (ا) آل یعنی ضرور (۲) قد یعنی با لتحقیق (۳) کتبنا یعنی قطعی فیصلہ کردیا (۴) ان' یعنی بے شک کی چار تاکیدوں کے بعد اس امر کا اعلان کہ زمین کے وارث میرے صالح بندے ہوں گے' اور پھر اس کے بعد ان اور ل کی دو مزید تاکیدیں کرکے یہ کہنا کہ خدا کے قانون کو ماننے والی قوم "**قوم عابدین**" کے لئے یہ انکشاف حقیقت ضرور ایک بہت بڑا پیغام ہے' اس امر کی ناقابل انکار تائید ہے کہ خدا کے نزدیک (جس کو اپنی بنائی ہوئی فطرت پر بے حد ناز ہے (دیکھو عنوان مقام فطرت صفحہ ۵۷) بنی نوع انسان کی بہترین صلاحیت صحیفہ فطرت کی تلاش و تفتیش' تسخیر اشیائے فطرت اور وراثت زمین بھی ہے تاکہ یہ انسان بالآخر اپنی فطری استعداد سے اس قدر سمیع و بصیر ہو جائے کہ خدا سے ملاقات کرنے کا اہل ہو (دیکھو عنوان لقائے رب صفحہ ۱۷۳)۔ اسی نقطہ نظر سے خدائے عظیم نے صاف اعلان کردیا کہ لقائے رب کے لئے ضروری ہے کہ اعمال صالحہ ہوں اور قانون فطرت کی مکمل تلاش ہو۔

(۲۷۰) فمن کان یرجوالقاء ربه فلیعمل عملاً" صالحاً" ولا یشرک بعبادته ربه احداً" ○ ۱۸/۱۲

(۲۷۰) تو جو شخص اپنے پروردگار سے ملاقات کی امید رکھتا ہے تو اس کو چاہیے کہ (صحیفہ فطرت سے علم حاصل کرکے اسی زمین کو پر زینت اور پر رونق کرنے کے) مناسب اعمال کرتا جائے اور اپنے پروردگار (کے قانون پر عمل کرنے) کی ملازمت میں کسی دوسرے (حاکم کے احکام کی متابعت کرکے اس) کو (خدا کے ساتھ) شریک نہ کرے۔ (انبیاء کو صالحین اگر ان کے بنیادی عمل کے باعث کہا تو یہاں بھی حسن عمل زمین کو پررونق کرنا ہے)۔

اسی نقطہ نظر سے بنی نوع انسان کو صالحیت کی فضاء میں پرورش کرنے اور زمین کی اس وقت کی آبادی کو علمی رنگ میں رنگنے کے لئے حسب ذیل تعلیم دی:۔

(۲۷۱) حتی اذا اتوا علی وادالنمل قالت نعملته یایها النمل

ادخلوا مسکنکم لا یحطمنکم سلیمن و جنودہ وھم لایشعرون○ فتبسم ضاحکا" من قولھا و قال رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی و علی والدی وان اعمل صالحا" ترضہ وادخلنی برحمتک فی عبادک الصلحین ○

۱۹-۱۸/۲۷

(۱۷۲) تو جب (سلیمانؑ کا جری اور ٹڈی دل) لشکر (جو بڑے بڑے گرانڈیل اور قد آور دیو صورت سپاہیوں پر مشتمل تھا اور جس کو فتحمند کرنے کے لئے خبر رسانی اور پیغامبری کی غرض سے سدھائے ہوئے پرندوں کے لشکر بھی ساتھ تھے۔) وادی نمل میں پہنچا تو (مخالف لشکر کے سرکردہ) ایک نمل نے کہا کہ اے نملو! (تم اس لشکر کا مقابلہ آسانی سے نہیں کر سکو گے (اس لئے) اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے جاؤ ایسا نہ ہو کہ سلیمانؑ اور اس کا لشکر تم کو (اپنے آلات تخریب سے) بے خبری میں ہی تہس نہس کر دے (اس بلا مقابلہ سپر اندازی کی) گفتگو پر سلیمانؑ کی باچھیں کھل گئی اور وہ بزبان حال) پکار اٹھا کہ اے میرے پروردگار مجھے اس بات کی توفیق دے کہ میں صحیح معنوں میں تیرے اس احسان کی قدر کروں جو تو نے مجھے اس امر کا قابل بنا کر مجھ پر کیا ہے کہ میں ایسا جرار لشکر تیار کر سکوں۔ جس کے مقابلے کی کوئی دوسرا لشکر تاب نہ لا سکے) بلکہ میرے والد پر بھی (کیونکہ میرے والد کے انتہائی سعی و عمل کی وجہ سے ہی میں قوت و شوکت کے اس درجے پر پہنچا ہوں)۔ تو مجھے توفیق دے کہ میں (قوت اور شوکت حاصل کرنے کے لیے) مناسب اعمال کرتا جاؤں جن کو تو پسند کرتا ہے اور مجھ کو اپنی رحمت کی وجہ سے اپنے صالح العمل بندوں (کی فہرست) میں داخل کردے (تاکہ منشائے کائنات جو اس دنیا میں مادی قوت حاصل کر کے صحیفہ فطرت کی ماہیت کو پالینا ہے، حاصل ہو جائے)۔ (اس تشریح کے سوا جو میں نے کی ہے کوئی دوسری تشریح ان دو مشکل آیات کی ہرگز نہیں ہو سکتی)۔

الغرض انسان کو خدا سے علمی طور پر روشناس کرنے کے لئے قرآن حکیم کی ایک

ایسے وقت میں تعلیم جب کہ روئے زمین پر علم کے ابتدائی نشانات بھی کسی بڑے پیمانے پر موجود نہ تھے' اسلام کے منجانب اللہ ہونے کی وہ دلیل ہے جو ہر طالب العلم کو حیران کر دیتی ہے۔ اس علم اور مادی ترقی کے زمانے میں پہلے انبیاء کے زمانوں یا پہلی قوموں عاد اور ثمود اور ایکہ کے وقتوں کی ترقیات اور ان کے تمدنوں کا ذکر بلاشبہ موجودہ انسانوں پر اثر نہیں رکھتا لیکن جو بات قابل توجہ ہے یہ ہے کہ اس وقت کہ قرآن حکیم دنیا میں آیا' ماسوا ان واقعات کے جو ہو چکے تھے اور واقعات موجود نہ تھے' کہ قرآن ان کی مثالیں دیتا' نہ سوائے ان انبیاء کے جن کا ذکر ہوا کوئی بڑے ماہرین علم موجود تھے کہ ان کو بطور نمونہ پیش کرتا' قرآن نے عام محاکمہ دے دیا کہ علم فطرت کے حاصل کرنے کے بدون خدا کے بارے میں آپس میں تنازعات پیدا کرنا اور اٹکل پچو باتیں کرنا بنی نوع انسان کو غلط راہ پر چلا کر اس کو ہلاک کرنا ہے۔ سورہ حج میں ہے:

(۲۷۲) (ا)۔ ومن الناس من یجادل فی اللہ بغیر علم و یتبع کل شیطان مرید○ کتب علیہ انہ من تولاہ فانہ یضلہ و یھدیہ الی عذاب السعیر○ ۲۲/۳۔۴

(۲۷۲)۔(ا)۔ اور لوگوں میں سے (کئی ایسے ہیں جو خدا کے (متعلق اس بات کی ٹوہ کے لگانے کے) بارے میں (کہ وہ انسان سے کیا چاہتا ہے یا اس کا قانون کیا ہے اور وہ کن اصول کے ماتحت سزا و جزا دیتا ہے' (خدا کی خدائی کا) علم حاصل کئے بغیر بحث و جدال کرتے رہتے ہیں اور ہر سرکش شیطان کی پیروی کرتے ہیں (حالانکہ) شیطان کے متعلق فیصلہ ہو چکا ہے کہ جس نے اس سے دوستی کی تو وہ ضرور اس کو گمراہ کرتا ہے اور جہنم کے عذاب کی طرف لے جاتا ہے۔(اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ خدا کی مرضی کا علم صحیفہ فطرت سے علم حاصل کرنے کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ گویا جو قومیں کسی خاص موضوع کے متعلق کتاب وحی سے ہدایت نہیں لیتیں یا نہیں لے سکتیں یا ان کی کتاب وحی معنوں کے بدلنے کے باعث تحریف شدہ ہو چکی ہے' ان کے لئے واحد رہ نما علم (صحیفہ فطرت) ہے جیسا کہ آج کل کی مغربی اقوام عملاً" کر رہی ہیں۔) اگلی آیت میں

علم کے لفظ کے ساتھ اور الفاظ لگا دیئے ہیں جن سے یہ ترجمہ واضح ہو جاتا ہے۔)

(۲) **ومن الناس من یجادل فی اللہ بغیر علم ولا ھدی ولاکتاب منیر○ ثانی عطفه لیضل عن سبیل اللہ له فی الدنیا خزی و نذیقه یوم القیامته عذاب الحریق○** ۲۲/۸۔۹

(۲) اور لوگوں میں سے کوئی شخص ایسا بھی ہے جو خدا (کی مرضی) کے بارے میں (صحیفہ فطرت سے) علم حاصل کئے بغیر یا (کتاب وحی سے) ہدایت لئے بغیر یا (خدا کی) روشن کتاب کا مطالعہ کئے بغیر' بحث کرتا رہتا ہے وہ ان تمام مصادر علم سے پہلو موڑ لیتا ہے تاکہ خدا کے رستے سے بھٹک جائے تو ایسے شخص کو دنیا میں ذلت اور رسوائی ہے اور روز قیامت کو ہم اس کو جلا دینے والا عذاب چکھوائیں گے۔ (فطرت کو "کتاب مبین" بھی بعض جگہ کہا گیا ہے یہاں "کتب منیر" کہا ہے:(تدبر)

اسی سلسلے میں **امنوا وعملو الصلحٰت** کے مفہوم کی ایک قطعی اور فیصلہ کن تشریح کے لئے حسب ذیل آیات پیش کی جاتی ہیں جن سے یقین ہو جاتا ہے کہ قرآن حکیم کی اس معنی خیز اصطلاح کا حقیقی مقصد تلاش و تفتیش صحیفہ فطرت کے سوا کچھ نہیں۔ جو شے قابل لحاظ ہے یہ ہے کہ دونوں موقعوں پر یہ آیات سیاق اور سباق کے لحاظ سے صحیفہ فطرت کی مخلوق کی طرف توجہ دلانے والی آیات میں گھری ہیں۔

(۲۷۳)(ا)۔ **ان ربکم اللہ الذی خلق السموت والارض فی ستته ایام ثم استوٰے علی العرش یدبر الامرما من شفیع الامن بعد اذنه ذالکم اللہ ربکم فاعبدوہ افلا تذکرون○ الیه مرجعکم جمیعا" وعد اللہ حقا انه یبدوا الخلق ثم یعیدہ لیجزی الذین امنوا و عملوا الصلحت بالقسط والذین کفروا لھم شراب من حمیم و عذاب الیم بما کانوا یکفرون○** ۱۰/۳۔۴

(۲۷۳) (ا) (لوگو! غور کرو) بے شک تمہارا پالنے والا (اور دنیا میں تمہیں ترقی کی تمام فضیلتوں پر پہنچانے والا) وہ اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین (کے اس عظیم الشان)

کارخانے کو چھ (بڑے بڑے طویل المعیاد) دنوں میں پیدا کیا پھر وہ تخت حکومت پر جم کر بیٹھ گیا(اور وہیں پر سے) قانون کی تدبیر کرتا ہے۔ (تو خدا کی حکومت اور اس کے قانون کے جاری و ساری ہونے کے بعد تمہارا) کوئی سفارشی نہیں (ہو سکتا) مگر اس کی اجازت کے بعد۔ تو(جب) تمہارے پروردگار اللہ (کا) یہ مقام ہے (تو لازم ہے کہ تم) اسی کی ملازمت اختیار کرو۔ پھر کیا تم (ان واقعات کے ہوتے ہوئے) نصیحت نہیں پکڑتے؟ تم سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اور یہ اللہ کا سچا وعدہ ہے۔ بے شک وہی ہے جو خلقت کی ابتدا کرتا ہے اور پھر اس کو بار بار پیدا ہی اس غرض سے کرتا ہے کہ صاحب ایمان و عمل صالح قوم کو عدل و انصاف سے (ان کے عملوں کی جو وہ صحیفہ فطرت کی تلاش کے متعلق کریں) جزا دے اور جو لوگ (اس کی پیدا کی ہوئی خلقت کے **منتھا** سے) منکر ہیں(اور اس تمام کارخانہ قدرت کو لاطائل اور باطل سمجھتے ہیں)ان کے واسطے کھولتا ہوا پانی پینے کے لئے اور ان کے کفر کے بدلے میں درد ناک عذاب ہے۔ (اس آیت میں صاف اقرار اس امر کا ہے کہ کائنات پیدا ہی اس واحد غرض و مطلب کے لئے کی گئی کہ ایمان اور عمل صالح والی قوموں کو تلاش صحیفہ فطرت کی پاداش ہر قوم کو اس کے مقدار عمل کے مطابق عدل و انصاف سے جزا دی جائے جو آج ان آنکھوں کے سامنے ہر قوم کے ساتھ عملاً" ہو رہا ہے۔ ان آیات کا اگر یہ ترجمہ درست نہیں تو معاذ اللہ یہ آیات بے معنی ہیں)۔

(۲)اللہ یبدوالخلق ثم یعیدہ ثم الیہ ترجعون○ و یوم تقوم الساعتہ یبلس المجرمون ○ و لم یکن لھم من شرکائھم شفعوا وکانوا بشرکاھم کافرین ○ ویوم تقوم الساعتہ یومئذ یتفرقون ○ فاماالذین امنوا وعملوا الصلحت فھم فی روضتہ یحبرون ○ و اما الذین کفروا و کذبوا بایتنا و لقائی الاخرت فاولئک فی العذاب محضرون ○ ۳۰/۱۱-۱۶

(۲) خدا خلقت کی ابتدا کرتا ہے پھر اس کو بار بار پیدا کرتا ہے۔ پھر تم لوگ (اس

حقیقت خدا کو اپنے فائدے کے لئے استعمال کرنے کے بارے میں پرسش کے لیے) خدا کی طرف لوٹا دیئے جاؤ گے اور جس دن وہ (امتحان کا) وقت آپہنچا (اور اسی دنیا کے اندر غافل قوموں کو ان کے کیئے کی سزا ملنے لگی) تو مجرم لوگ، مایوس ہو جائیں گے اور ان لوگوں میں سے جن کو یہ خدا کا ساتھی سمجھ کر انکے بنائے ہوئے ٹیڑھے قانونوں پر عمل کرتے تھے) کوئی (بھی خدا کے سامنے) ان کلسفارشی نہ ہوسکے گا اور یہ اپنے شریک (آقاؤں) کے منکر ہوں گے۔ اور جب وہ پرسش کی گھڑی آچکی تو اسی وقت قومیں (مختلف ٹولیوں میں) الگ کر دی جائیں گی۔ پھر وہ قومیں جو صاحب ایمان ہو کر مناسب اعمال کیا کرتی تھیں تو وہ وہی ہوں گے جو ایک (سجے سجائے) باغ میں باعزت داخل ہوں گے اور جن قوموں نے ہماری صحیفہ فطرت سے اخذ کی ہوئی آیات کو مخول سمجھ کر ان سے بے پرواہی اختیار کی تھی اور جنہوں نے (خلقت خدا اور صحیفہ فطرت کی تلاش و تجسس کو بے معنی سمجھ کر) خدا سے انسان کی بالاخر ملاقات کو مخول سمجھا تھا تو وہی ہوں گے جن کو عذاب کے سامنے لا کر حاضر کردیا جائے گا۔ (ان آیات کے شروع کے الفاظ کا ربط اسی ترجمہ سے ہوسکتا ہے جو میں نے کیا)۔

(۲۷۳)۔ا: سے مقصد صاف واضح ہو جاتا ہے کہ وہ یہ کہ صحیفہ فطرت کی تخلیق ہی اس غرض سے کی گئی کہ ایماندار اور صالح العمل انسانی اقوام کو ان کے حسن عمل کی جزا دینے کا موقع ملے اور جو لوگ اس فطرت کو باطل سمجھ کر اس کی حقیقتوں کی طرف توجہ کرنے سے منکر ہیں ان کو سخت ترین سزائیں دی جائیں۔ عبادت غیر سے مقصد لذات دنیوی میں منہمک ہو کر خدا کے قانون سے غافل ہو جانا ہی ہے اور جس غفلت کا نتیجہ اقوام کے حق میں مہلک ہوتا ہے۔ گویا تمام قوم فطرت سے متمتع نہ ہو کر اپنی دنیاوی حالت کو درست کرنے سے قاصر رہتی ہے۔ صحیفہ فطرت کی تخلیق ہی اسی غرض سے ہوئی کہ انسان اس کی طرف پیہم توجہ کرکے اس سے فائدہ اٹھائے اور اپنی دنیاوی حالت درست کرے۔ اسی نقطہ نظر سے خلاق عظیم تعالیٰ نے کہا کہ "تم جن خداؤں اور نفسانی خواہشات کے پیچھے پڑ کر اپنی دنیاوی حالت کو خراب کر رہے ہو، مجھے بتاؤ کہ

ان تمہارے خداؤں نے کون سی زمین پیدا کی ہے جو تمہارے نفع کے لئے ہو۔" (دیکھو (۲۹) صفحہ ۸۳ خدائے عظیم معلوم ہوتا ہے کہ یہ امر پیہم چاہتا ہے کہ انسان ایک لحظہ کے لئے اس صحیفہ فطرت کے مطالعہ بلکہ اس کی تسخیر اور اس سے فائدہ اٹھانے سے غافل نہ ہو۔ بنی نوع انسان کے ایمان کا تمام دارو مدار حق (یعنی صحیفہ فطرت) پر ہو، وہ اسی صحیفہ فطرت میں خدا کی دی ہوئی آیات اور احکام کی پیہم تلاش میں رہے۔ اور اسی خدا کی صنعت عظمیٰ میں اپنی نجات کی راہ ڈھونڈے۔ اسی حقیقت کو اشارۃً" یا بداہتہ" ان تمام آیات الٰہی میں واضح کیا ہے جن میں فطرت کے مشاہدے کی ترغیب دی گئی ہے اور باطل پر ایمان رکھنے والوں کو کافر کہا گیا ہے۔ (دیکھو (۲۵) صفحہ ۸۵ اور ۲۵۶ نیز ۲۷۷) (ا صفحہ ۲۸۷)، ۲۷۸۔

(۲۷۴) (ا) فاقم و جھک للدین القیم من قبل ان یاتی یوم لامرد لہ من اللہ یومئذ یصدعون ○ من کفر فعلیہ کفرہ ومن عمل صالحا" فلا نفسھم یمھدون ○ لیجزی الذین امنوا و عملوا الصلحت من فضلہ انہ لایحب الکفرین ○ ۳۰/۴۳۔۴۵

(۲۷۴) (ا) تو (اے پیغمبرؐ!) تو اپنی توجہ اسی مضبوط دین (اور لازوال راہ عمل) کی طرف کردے)(جس پر چل کر ہر قوم کو قوت اور طاقت حاصل ہوسکتی ہے) پیشتر اس کے کہ (تیری قوم پر) وہ سخت گھڑی (عذاب اور پرسش کی) آجائے جس کی کوئی روک نہ ہوگی اور اس دن یہ لوگ الگ الگ ٹولیوں میں تقسیم کر دیئے جائیں گے۔ تو جس نے (صحیفہ فطرت کے مفید ہونے سے) انکار کیا تھا تو اس کے کفر کی ذمہ داری اس پر ہوگی اور جنہوں نے مناسب اعمال کئے ہوں گے (اور اپنے آپ کو ترقی اور تمدن کے فلک الافلاک تک پہنچایا ہوگا تو) ان کو عیاں ہو جائے گا کہ وہ یہ سب کچھ اپنے ہی ذاتی فائدوں کے لئے تیاری کرتے ہیں(اور یہ سب کچھ جو ان کو صحیفہ فطرت سے احکام اخذ کرنے کے لئے کہا گیا) اس واحد غرض کے لئے تھا کہ خدائے عظیم صاحب ایمان قوم کو جو مناسب اعمال کرتی ہے اپنی دنیاوی نعمتیں بطور جزا کے دے کیونکہ وہ خدائے

عظیم فی الحقیقت ان لوگوں کو جو اس کے (صحیفہ فطرت کے) منکر ہیں پسند ہی نہیں کرتا۔ (۱۰۹)۔ ا میں بھی یہی مضمون زیادہ وضاحت سے ہے۔ نیز (۲۷۳) ۔ا میں جو صفحہ ۲۷۵ پر ہے اور تینوں جگہ **لیجزی** کا لفظ موجود ہے۔)

(۲) قل کفی باللہ بینی و بینکم شھیدا یعلم مافی السموت و الارض والذین امنوابالباطل و کفروا باللہ اولئک ھم الخسرون ○ ویستعجلونک بالعذاب ولولا اجل مسمی لجائھم العذاب ولیاتینھم بغتتہ وھم لایشعرون ○ یستعجلونک بالعذاب وان جھنم لمحیطتہ بالکفرین ○ یوم یغشھم العذاب من فوقھم ومن تحت ارجلھم و یقول ذوقوا ما کنتم تعملون ○ یعبادی الذین امنوا ان ارضی واسعتہ" فایای فاعبدون ○ کل نفس ذائقہ الموت ثم الینا ترجعون ○ والذین امنوا و عملوا الصلحت لنبوئنھم من الجنتہ غرفا" تجری من تحتھا الانھر خلدین فیھا نعم اجر العاملین ○ الذین صبروا وعلی ربھم یتوکلون ○ ۲۹/۵۲-۵۹

(۲)۔ (اے پیغمبرا) کہہ دے کہ میرے اور تمہارے درمیان وہ خدا کافی گواہ (اس لئے) ہے (کہ) وہی جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے اس کا علم رکھتا ہے (اور سمجھتا ہے کہ تمہارے صحیفہ فطرت کی طرف متوجہ ہو کر اس سے احکام خدا اور آیات الٰہی اخذ کرنے سے بنی نوع انسان کو کیاکیا عظیم الشان فوائد حاصل ہوسکتے ہیں۔ وہی خدا سمجھ سکتا ہے کہ) وہ لوگ جو(صحیفہ فطرت کی واحد حقیقت کو چھوڑ کر) باطل (اور بے معنی چیزوں) پر ایمان لے آئے اور انہوں نے خدا (کے بنائے ہوئے قانون) سے انکار کیا تو یہی لوگ ہوں گے جو (بالاخر) گھاٹے میں رہیں گے۔ اور (اے پیغمبرا) یہ لوگ (اپنی غفلت کی مستی میں اکڑ اکڑ کر) تم سے عذاب الٰہی کا جلد آنا طلب کرتے ہیں (تو ان کو کہہ دوکہ) اگر عذاب کے لئے اس وقت تک نہ آنے کا جب تک کہ گناہوں کا

پیانہ لبریز نہ ہو جائے)'وقت مقرر نہ ہوتا تو ضرور عذاب آجاتا اور (ان غفلت زدوں کو جو اپنی مستی میں لمبی تان کر پڑے ہیں) یقیناً" وہ ناگہاں ہی آئے گا اور ان کو اس کی خبر تک نہ ہوگی۔ (ہاں ہاں!) وہ عذاب کے لئے جلدی کر رہے ہیں اور یہ بات تو لازم ہے کہ خدا (کے قانون) کے منکروں کو جہنم نے گھیر کر رکھا ہے۔ جب عذاب ان کو(سر کے) اوپر سے اور پاؤں کے نیچے سے لپیٹ لے گا(تو تب ان کو پتہ لگے گا کہ عذاب کیا تھا جس کی جلدی مچا رہے تھے) اور خدا ان کو کہے گا کہ (آؤ اب) چکھو اس کے عوض میں جو کچھ تم کررہے تھے۔ (اور یہ سب کچھ جو تمہیں باطل اور بے حقیقت چیزوں پر ایمان نہ لانے کے لئے کہا جارہا ہے اور صرف اس امر کی ترغیب دی جارہی ہے کہ صحیفہ فطرت پر ایمان رکھو' اس لئے ہے کہ) اے میرے بندو! جو مجھ پر ایمان لے آئے ہو یہ میری بنائی ہوئی زمین بڑی ہی وسیع ہے (اس زمین کے اندر تمہاری بہبود اور بنی نوع انسان کی بہتری کے لاانتہا خزانے موجود ہیں بشرطیکہ تم میں ان کو تلاش کرکے ترقی کے فلک الافلاک تک پہنچنے کا عزم اور استقلال موجود ہو) تو صرف میری ہی ملازمت اختیار کرو۔(یادرکھو کہ) ہر متنفس (ایک نہ ایک دن) موت کا لقمہ بننے والا ہے (اس لئے بہتر ہے کہ وہ اپنا زاد راہ اس دنیا میں بنالے کیونکہ) پھر تم سب ہماری طرف لوٹا دیئے جاؤ گے۔ اور وہ لوگ جو ہم پر ایمان لے آئے اورانہوں نے مناسب اعمال کئے تو ہم ضرور ان کو دنیاوی بہشت کے ان سبزہ زار میدانوں میں پناہ دیں گے جن کے نیچے دریا بہ رہے ہوں گے اور جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ سو دیکھو کہ سعی و عمل کرنے والوں کا کیا اچھا اجر ہے اور یہ وہ قومیں ہیں جنہوں نے نہایت صبر و استقلال سے (میری وسیع زمین کی) تلاش و تحقیق کی اور پھر اپنے پروردگار (کی بنائی ہوئی ہر چیز کے نفع مند ہونے) پر پورا اعتماد کیا۔(یہ چھ آئیتیں ایک دوسرے سے الگ معلوم ہوتی ہیں لیکن سوائے اس ترجمہ کے اور کسی طرح ان کا جوڑ نہیں بیٹھتا)۔

قرآن حکیم جیسا کہ پہلے واضح کیا گیا ہے آیات قرآنی پر ایمان کا مقصد اسی صحیفہ

فطرت کی صداقت پر مکمل ایمان' اس کی پوری قدردانی کے لئے مکمل تڑپ اور اسی سے خوفزدہ ہوکر اس کے قانون پر عمل کرنے اور اسی سے طمع کی امید رکھ کراپنی دنیاوی حالت کے درست کرنے کو قرار دیتا ہے۔ چنانچہ اس کی کئی مثالیں اس سے پہلے واضح طور پر دے دی گئی ہیں (دیکھو مقام فطرت صفحہ ۷۷ تا ۱۱۵) لیکن یہاں پر ایک اور موقع تلاش و تفتیش کی ترغیب و تحریص کا پیش کیا جاتا ہے جس میں صاف طورپر دعویٰ کیا گیا ہے کہ کسی متنفس کو معلوم نہیں کہ اس صحیفہ فطرت کے اندر انسانی طمع اور مرفہ الحالی کے کیا بیش قیمت خزانے خفیہ طور پر دبے ہیں اور یہ دفینے ان کو ان کے عمل ہی کی جزا کے طور پر مل سکتے ہیں۔

(۲۷۵) انما یومن بایتنا الذین اذا ذکروا بها خروا سجدا" وسبحوا بحمد ربهم و هم لایستکبرون ○ تتجافی جنوبهم عن المضاجع یدعون ربهم خوفا" و طمعا" و مما رزقنهم ینفقون ○ فلا تعلم نفس ما اخفی لهم من قرة اعین جزاء بما کانوا یعملون ○ افمن کان مومنا" کمن کان فاسقا" لایستؤن ○ اما الذین امنوا و عملوا الصلحت فلهم جنت الماوی نزلا بما کانوا یعملون ○ ۳۲/۱۵-۱۹

(۲۷۵) صرف وہی قومیں ہماری (صحیفہ فطرت سے اخذ کی ہوئی ایجادوں اور احکام الٰہی یعنی آیات پرصدق دل سے ایمان و یقین کرتی ہیں جو جب ان آیتوں سے ان کو عبرت حاصل کروائی جاتی ہے (اور وہ ان کے نفع مند ہونے کی تہ تک پہنچ جاتے ہیں) تو وہ لڑکھڑا کر سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اپنے پروردگار کے شکرانے میں بہ زبان حال ترانہ حمد گاتے ہیں اور یہ وہی لوگ ہیں (جو صحیفہ فطرت کو باطل نہ سمجھ کر بے پرواہی اور غفلت کی) اکڑ نہیں کرتے۔ ان کے پہلو (صحیفہ فطرت کی تلاش کی دھن میں) بستروں سے آشنا نہیں ہوتے اور وہ اپنے رب کو (ملاقات کی) دعوت خوف سزائے غفلت اور انعامات کی امید اور طمع کی وجہ سے دیتے رہتے ہیں اور جو کچھ (عطیہ جات الٰہی

ایجادات کی صورت میں) ہم ان کو دیتے رہتے ہیں وہ ان کو (بہبودی خلق کی راہ میں) خرچ کرتے رہتے ہیں۔ توکوئی متنفس نہیں جانتا کہ (اس صحیفہ فطرت کے لامتناہی خزانوں کے اندر) آنکھوں کی کیا کیا ٹھنڈکیں (ایجادات اور اختراعات کی صورت میں) چھپی پڑی ہیں جو ان کو ان کے سعی و عمل کی پاداش میں بطور جزا کے ملیں گی۔ تو (یہ بتلاؤ کہ) کیا جو شخص ایمان لے آئے اس کے برابر ہوسکتا ہے جو منکر اور بد کار ہو۔ ہر گز برابر نہیں ہوسکتا۔ تو جو قومیں ایمان لے آئیں اور انہوں نے (صحیفہ فطرت کی تلاش میں) مناسب اعمال کئے تو یہ وہ ہیں جن کو نہایت سر سبز باغ بطور پناہ ملیں گے اور یہ ان کی مہمانی (پروردگار کی طرف سے) ان کے حسن عمل کے بدلے میں ہوگی (یہاں کے لفظ ایات کے معنی سوائے صحیفہ فطرت کی آیات کے نہیں ہوسکتے۔ مقابلہ کرو اس کا آیہ (۳۷) صفحہ ۹۱)

اسی طرح کی ترغیب و تحریص ایک دوسری جگہ ہے جس میں صاف کہا ہے کہ اگر قرآن حکیم کے احکام کو پکڑلو گے تو درجہ بدرجہ آسمان تک ترقی کرتے جاؤ گے اور تمہیں وہ اجرت ملے گی جو کسی طرح کم نہ ہوگی۔

(۲۷۶) فما لهم لايومنون ○ واذا قرئ عليهم القرآن لايسجدون ○ بل الذين كفروا يكذبون ○ والله اعلم بمايوعون ○ فبشرهم بعذاب اليم○ الا الذين امنوا و عملوا الصلحت لهم اجر غير ممنون ○ ۸۴/۲۰-۲۵

(۲۷۶) تو ان لوگوں کو (جو غفلت اور سکون کے مارے ہوئے ہیں) کیا ہوگیا ہے کہ وہ صحیفہ فطرت کی تلاش و تجسس کے سلسلے میں انسان کے ایک پیدائش سے بلند تر پیدائش میں بدلنے اور خدا سے زیادہ قریب تر ہونے کے واقع الامر پر) ایمان نہیں لاتے اور جب ان پر قرآن (کے وہ روشن حقائق جن کی سچائی چڑھتے ہوئے سورج کی طرح روشن ہے) پڑھے جاتے ہیں تو وہ اس کی آیتوں کو سن کر سجدہ نہیں کرتے بلکہ وہ لوگ جو منکر ہیں تو وہ ان آیتوں کو جھٹلاتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ ان لنتوں کو کون سچ

مان کر اپنی جان ہمیشہ کے عذاب میں ڈالے اور ایک پیدائش سے بلند تر پیدائش میں بدلنے کے لازمات پیدا کرے)۔ اور اللہ ہی خوب جانتا ہے جو چور ان کے دلوں میں بیٹھا ہے تو (اے پیغمبر!) ان لوگوں کو دردناک عذاب کی خوشخبری دے۔ (ہاں البتہ) وہ قومیں جو صحیفہ فطرت پر ایمان لا کر مناسب عمل کرتی رہیں تو ان کو ان کے اعمال کی مزدوری بلا کم و کاست مل کر رہے گی(طبقا عن طبق یعنی ایک درجے سے دوسرے درجے پر چڑھنا صاف انسان کا خدا تک ارتقا ظاہر کرتا ہے۔ (تدبر)

(۲۷۷) رسولا" یتلوا علیکم ایت اللہ مبینت لیخرج الذین امنوا و عملوا الصلحت من الظلمت الی النور ومن یومن باللہ و یعمل صالحا" یدخلہ جنت تجری من تحتھا الانھر خلدین فیھا ابدا" قد احسن اللہ رزقا" ○ ۶۵/۱۱

(۲۷۷)(لوگو!) یہ وہ رسولؐ ہے جو تم لوگوں پر خدا کی (وہ روشن) آیات پڑھ (کر خبردار کر) رہا ہے جو (قانون خدا کو) واضح اور اظہر من الشمس کرنے والی ہیں اور ان کی غرض وغایت یہ ہے کہ وہ ایمان اور عمل صالح کرنے والی قوم کو (جہالت اور غفلت کی) تاریکیوں سے نکال کر (ترقی اور تمدن کے) نور کی طرف لے جائے (جس سے قوم کی مادی اور روحانی حالت کا ہر شعبہ روز روشن کی طرح منور ہو جاتا ہے)۔ اور جس متنفس یا فرد نے (جماعت کے فرد ہونے کی حیثیت میں) خدا (کی بنائی ہوئی فطرت کو برحق سمجھ کر اس) پر یقین و ایمان پیدا کرلیا اور اس نے (اس کے اصلی غرض و منشا کو پیش نظر رکھ کر) مناسب اعمال کئے تو اس کو خدا ایسے سر سبز باغوں میں داخل کریگا جن کے نیچے دریا بہ رہے ہوں گے۔ ان میں وہ ہمیشہ ہمیشہ تک رہیں گے (اور یاد رکھو کہ خدا نے اس کے لئے بہتر سے بہتر رزق مہیا کردیا۔ (اندھیرے سے روشنی میں نکالتے وقت رزق کا ذکر کرنا گویا دنیاوی حالت کو درست کرنے کا نور ہی ہے)۔

الغرض قرآن حکیم کے نقطہ نظر سے اس تمام سعی و عمل، رکوع و سجود، اضطراب اور ایمان کا نتیجہ مومن کے حق میں ایک ایسی ناقابل شکست اور مخالف جماعت کا قیام

روئے زمین پر ہے جو اپنے ایمان اور عمل صالح کے زور سے روز بروز سطح زمین پر پھیلتی جائے اور جس کی بنیاد ایمان اور اعمال صالح پر ہو۔

(۲۷۸) ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ و کفی باللہ شھیدا ○ محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم تراھم رکعا" سجدا" یبتغون فضلا" من اللہ و رضوانا" سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود ذالک مثلھم فی التورتہ و مثلھم فی الانجیل کزرع اخرج شطاہ فازرہ فاستغلظ فاستوی علی سوقہ یعجب الزراع لیغیظ بھم الکفار وعد اللہ الذین امنوا و عملوا الصلحت منھم مغفرۃ" واجرا" عظیما" ○ ۴۸/۲۸۔۲۹

(۲۷۸)(لوگو! تمہارا پروردگار) وہ پاک ذات ہے جس نے اپنے رسولؐ کو (خالص اپنی طرف سے) خاص الخاص ہدایت اور (صحیفہ فطرت کا) برحق دین دے کر صرف اس غرض و غائیت کے لئے بھیجا کہ وہ دین باقی سب دینوں پر (اسی طرح) غالب آ جائے (جس طرح کہ ہر باطل پر سچائی غالب آجاتی ہے) اور اس امر کے لئے (کہ یہ خدا کا دین کیونکر باطل پر غالب آجائے گا) خدا کا گواہ ہونا کافی ہے۔ (لوگو! یاد رکھو کہ) محمدؐ خدائے عالمیان کی طرف سے بھیجا ہوا شخص ہے اور جو لوگ (اس کے دین کو صحیح معنوں میں ترقی کے فلک الافلاک تک لے جانے والا دین سمجھ کر) اس کے ساتھ ہو چکے ہیں (وہ اس عظیم الشان عزم اور استقلال کے مالک ہیں کہ) ان لوگوں پر جو خدا کے (قانون اور صحیفہ فطرت کے) منکر ہیں انتہائی طور پر سخت ہیں (اور ان کو ہٹا کر رہیں گے) اور (اسی طرح) وہ آپس میں انتہائی طور پر رحم دل ہیں (کیونکہ ان سب کا منتہائے نظر ایک ہے)۔ تو ان کو دیکھ رہا ہے کہ وہ خدا کے ہر حکم پر) تن بہ تسلیم اور سربسجود ہیں۔ وہ (خدا سے) ایک ہی چیز کی تجسس اور تلاش میں ہیں اور وہ اللہ کی طرف سے (قوم پر) دنیاوی انعامات کی بارش اور (بطور فضل خدا کی وجہ کے) اللہ کی خوشنودی

ہے ۔ ان کی علامت یہ ہے کہ ان کے چہروں سے ہی تسلیم کے آثار عیاں ہیں۔ یہی ان کی وہ تصویر تھی جو تورات میں بیان کر دی گئی تھی اور یہی ان کی نشانی انجیل میں واضح ہے ۔ یہ وہ عظیم الشان لوگ ہیں جو مثل ایک کھیتی کے ہیں جس نے (پہلے) اپنی (چھوٹی سی) کونپل نکالی پھر اس کو طاقتور کر دیا پھر وہ موٹی ہوتی گئی پھر اپنی ڈنڈی پر خوب قائم ہوگئی اور کسانوں کو (جنھوں نے بیج بویا تھا) خوش کرنے لگی تاکہ منکر لوگ ان کو دیکھ کر (سخت ترین) غصے میں آجائیں۔ (یاد رکھو کہ) اللہ نے ان میں سے ایمان والی قوم سے جنھوں نے (خدا کے منتہا کو سامنے رکھ کر) مناسب اعمال کئے ان کی درماندگیوں پر پردہ پوشی کا وعدہ کر رکھا ہے اور (اس کے علاوہ) ایک بہت بڑے عظیم الشان اجر کا وعدہ؟ (جو بادشاہت زمین کی صورت میں ہوگا)۔ (تورات اور انجیل کے ذکر سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں میں بھی ایمان اور عمل صالح کے یہی اوصاف تھے)۔

(۲۷۲) سے لے کر (۲۷۸) تک کی آیتوں کو جو اس جگہ درجہ بہ درجہ پیش کی گئی ہیں اگر غور سے دیکھا جائے تو ان میں ایک حیرت انگیز وحدت مقصد نظر آئے گا جو ہر صاحب نظر کو قرآن حکیم کے انتہائی طور پر عمیق اور بلیغ ہونے کا یقین دلا دے گا۔ (۲۷۲) میں صاف طور پر عیاں کر دیا ہے کہ خدا کے بارے میں علم کے بغیر ٹامک ٹوئیے مارنا کہ خدا یوں ہے ایسا ہے ویسا ہے یہ چاہتا ہے وہ چاہتا ہے یہ اسکی مرضی ہے فلاں شے اس کی مرضی کے خلاف ہے وغیرہ وغیرہ' سب عبث ہے گمراہی ہے قوم کو جہنم میں پھینکنا ہے۔ خدا کو سمجھنا چاہتے ہو تو آنکھ اور کان اور ذہن کے ذریعے سے علم حاصل کرو اور اس کی بنائی ہوئی فطرت کو دیکھو' اس روشن کتاب (کتاب منیر کا مطالعہ بہ چشم خود کرو جو تمہارے سامنے ہے۔ یا اس کتاب وحی سے ہدیٰ حاصل کرو جو پیغمبروں کے ذریعے سے بھیجی گئی۔ (۲۷۳) کی دونوں آیتوں میں زمین اور آسمانوں کی لا انتہا اور حیران کن مخلوق کی پیدائش' خدا کی لازوال حکومت اور اٹل قانون کے رائج ہونے کا ذکر کر کے دونوں جگہ صاف کہہ دیا کہ یہ صحیفہ فطرت میں بار بار مخلوق کا پیدا

ہونا ہی اس واحد غرض کے لئے ہے کہ ایمان اور عمل صالح والی قوم کو اس کے حسن عمل کا انعام پورے طور پر دیا جائے' اس فطرت کی "آیات" کو سچ جاننے والی قوم کو بادشاہت اور غلبہ دے کر باعزت کر دیا جائے' **(فی روضۃ یحبرون)** بلکہ "آخرت" میں خدا سے ملاقات کی امید پیدا کی جائے وغیرہ وغیرہ۔ (۲۷۴) کی پہلی آیت میں پھر وہی **لیجزی** کے الفاظ ہیں جو (۲۷۳) کی پہلی آیت میں آئے ہیں لیکن یہاں **من فضلہ** کا ذکر ہے جن کا یقینی مفہوم دنیاوی خوشحالی ہے۔ (۲۷۴) کی دوسری آیت میں **امنو بالباطل و کفروا باللہ** کے الفاظ سے صاف ثابت ہے کہ یہ اشارہ صرف صحیفہ فطرت کو باطل سمجھنے کا ہے (دیکھو ۱۳۲۔ اب صفحہ ۱۵۱/۱۵۲) اور **خاسرون** کے الفاظ سے ثابت ہے کہ یہ گھاٹا بھی صرف دنیاوی گھاٹا ہے۔ آگے چل کر عذاب بھی جو گمراہ قوم کو ملے گا خالص دنیاوی ہے۔ پھر اس عذاب کی تصویر کھینچنے کے بعد ایمان والی قوم سے جو "اپیل" کی گئی ہے یہ ہے کہ "یہ میری زمین بڑی ہی وسیع ہے" گویا اس میں بے شمار انعامات ہیں جو میرے قانون کی پابندی اور میری ہی "عبادت" یعنی ملازمت اختیار کرنے سے مل سکتے ہیں۔ **(فایای فاعبدون)**۔ پھر کہا کہ ایمان اور عمل صالح والی قوم کو ہی ان باغوں کی بادشاہت ملے گی جن کے نیچے دریا بہ رہے ہوں گے اور صاف کہہ دیا کہ ایمان اور عمل کرنے والوں کا کیا اچھا اجر ہے۔ **(فنعم اجر العاملین)**۔ اس سعی و عمل کی مزید تشریح کر دی ہے کہ اس قوم میں تلاش فطرت کے بارے میں پورا استقلال ہو۔ **(الذین صبروا)** (اس **صبروا** کا مقابلہ (۲۵۷) کے **تواصوابالصبر** سے کرو) اور پھر خدا پر پورا بھروسہ ہو کہ جو کچھ ملے گا اسی کی فطرت کی جانچ پڑتال اور اسی کی وسیع زمین کی تلاش و تفتیش کے بعد ملے گا۔ یہ تمام باتیں آج بھی حرف بحرف دنیا کی ہر زندہ قوم کر رہی ہے۔ اور اس کا اجر اپنے پروردگار سے نقد انقد پا رہی ہے۔ ادھر عمل صالح کو **تسبیحوں** کی ہیر پھیر اور نمازوں کے سجدے سمجھنا اور ادھر جزا و اجر کو "آخرت" کا نسیہ سمجھ کر خوش رہنا وہ آشوب ذہن ہے جو مسلمانوں میں زوال کے بعد پیدا ہوا۔ قرآن کے مولویانہ معانی کرکے خدا کی آیات

بینات کو بے معنی اور مضحکہ انگیز کر دینا وہ عظیم الشان گناہ ہے جس کی پھٹکار آج مسلمانوں کی تمام قوم پر پڑ رہی ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان بے ہودہ معنوں کی وجہ سے تمام دین اسلام سکون اور زوال کا مذہب بن چکا ہے تدبر۔

(۲۷۵) کی آیات بار بار سورہ سجدہ کی تشریح کے ضمن میں حدیث القرآن میں آچکی ہیں (مثلاً دیکھو (۱۳۰) صفحہ ۱۲۹) یہاں پھر ان آیات کے دھرانے کا موقع اس لئے ہے کہ (۲۷۳)۔۲ کے اخیر میں **کذبوا بایتنا** اور (۲۷۵) کے شروع میں **یومن بایٰتنا** کے الفاظ ہیں اور ساتھ ہی **انما** (یعنی صرف) کا لفظ ہے جس سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ دنیا میں وہ واحد قوم کون ہے جو خدا کی (صحیفہ فطرت کی) "آیتوں" پر صحیح معنوں میں ایمان لاتی ہے۔ (۲۷۵) کی پہلی آیت میں اگر انتہائی غور سے دیکھا جائے تو قریباً" وہی مضمون جو آیہ (۳۷) میں وہاں **یذکرون اللہ قیاما" و قعودا" و علی جنوبھم** یعنی صاحب دانش و بینش وہ لوگ ہیں جو صحیفہ فطرت پر کھڑے بیٹھے اور لیٹے غور کرکے گویا "اللہ کو یاد" کر رہے ہیں اور فطرت کی حیران کن اشیاء کی تلاش و تفتیش کرتے کرتے بزبان حال پکار اٹھتے ہیں کہ اے پروردگار عالم! تو نے اس کار خانہ فطرت کو باطل ہرگز نہیں بنایا۔ (**ربنا ما خلقت ھذا باطلا"**)۔ یہاں یعنی (۲۷۵) کی پہلی دو آیتوں میں بھی **جنوبھم** اور **ذکر** کے الفاظ ہیں لیکن کہا ہے کہ وہ خدا کی "آیتوں" کو "یاد" کرکے بزبان حال سجدے میں گر پڑتے ہیں۔ گویا جب وہ صحیفہ فطرت کی تلاش کے دوران میں عجیب و غریب ایجادوں سے دو چار ہوتے ہیں تو حیران ہو جاتے ہیں کہ خدا نے اس فطرت کے اندر کیا کیا ممکنات رکھی ہیں! اسی لئے خدائے عظیم نے (۲۷۵) کی اگلی آیتوں میں صاف کھول دیا کہ کوئی شخص نہیں جانتا کہ اس صحیفہ فطرت کے اندر کیا کیا" آنکھوں کی ٹھنڈکیں" یعنی ایجادیں موجود ہیں۔ اس سے اگلی آیت میں **مومن** اور **فاسق** کا بعینہ اسی طرح مقابلہ کیا جس طرح کہ آیہ (۱۳۲) (ا) (صفحہ ۱۵۱)۔ میں **متقین** اور **فجار** کا کیا اور **امنوا و عملوا الصلحت** کے الفاظ بھی دونوں جگہ موجود ہیں جن سے قطعی طور پر ثابت ہو

جاتا ہے کہ یہاں سب بات صحیفہ فطرت کی "آیات" کے متعلق ہی ہو رہی ہے۔ وہ مولویانہ بات ہرگز نہیں کہ جب قرآن کی کوئی آیت تلاوت کرو تو سجدے میں جھک جاؤ اور مولویانہ چہرے بنا کر الحمداللہ پڑھ دیا کرو!

(۲۷۶) میں حیرت انگیز طور پر ان تمام باتوں کی تائید مزید ہوتی ہے جو (۲۷۲) سے (۲۷۵) تک کی آیات کے متعلق اوپر کی گئیں۔ ان آیات کی ابتدا اس طرح سے ہوتی ہے۔

فلااقسم بالشفق ○ والیل وما وسق ○ والقمر اذااتسق ○ لترکبن طبقاً عن طبق○ فما لھم لایومنون○ واذا قری علیھم القرآن لایسجدون○ ○ ۸۴/۱۶-۲۱

ترجمہ۔ تو (خبردار ہو جاؤ کہ) میں (اس سرخی کی) شہادت دے کر کہتاہوں (جو دن کے اختتام پر) شفق کی (صورت میں نمودار ہوتی ہے) اور (پھر اس سرخی شفق کے بعداس) رات کی شہادت دیتا ہوں اور (ان سب اشیا کی) جن پر وہ چھا جاتی ہے اور چاند کی شہادت دیتا ہوں جب وہ (آہستہ آہستہ باریک دھاری سے بڑھ کر) پورا چاند بن جاتا ہے کہ تم (انسان) ضرور ایک درجہ (پیدائش) سے دوسرے درجہ پیدائش تک (اسی طرح) چڑھتے جاؤ گے (جس طرح کہ زوال آفتاب کے بعد شفق، شفق کے بعد رات اور رات کے بعد چودھویں رات کا پورا چاند نمودار ہو جاتا ہے اور روشنی کمال کو پہنچ جاتی ہے)۔ تو کیا ہوگیا ہے ان لوگوں کو کہ وہ (انسان کے اس حیرت انگیز ارتقاء پر) ایمان نہیں لاتے اور جب ان کو قرآن (عظیم کی یہ حوصلہ افزاحقیقتیں) پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تووہ سجدے میں نہیں جاتے (یعنی وہ ان کو تسلیم نہیں کرتے) وغیرہ وغیرہ۔

الغرض (۲۷۶) کی آیتوں میں واضح طور پر بتلا دیا کہ انسان کا ایک طبقے سے دوسرے طبقے پر ارتقاء ہو کر رہے گا اور یہ ارتقاء چاند کی طرح مکمل ہوگا۔ ایمان اور عمل صالح والی قومیں ہی اس ارتقاء سے فائدہ اٹھائیں گی اوران کو بلا کم و کاست مزدوری ملے گی۔

ان تمام آیتوں سے جو ۲۷۲سے لے کر (۲۷۶) تک دی گئی ہیں ایک غائر نظر ڈالنے سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ قرآن حکیم کا **امنوا وعملوالصلحت** ایک طول و طویل اور جان کاہ عمل ان قوموں کا ہے جو **تواصوا بالحق اور تواصوا بالصبر** (دیکھو (۲۵۷)) کرتی رہیں۔ گویا جنہوں نے اس دنیا کی واحد حقیقت (یعنی صحیفہ فطرت) کو جم کر پکڑ لیا اور پھر اس حقیقت تک پہنچنے کے لئے جم کر استقلال سے عمل کیا۔ یہی شے (۲۵۹) میں ہے جہاں **حق** کے لفظ کے ساتھ **باطل** کے لفظ کو بھی دہرایا۔ ادھر **باطل** کے متعلق صاف طور پر کہہ دیا کہ جس نے کارخانہ زمین و آسمان کو باطل سمجھا وہ کافر ہے' **مفسد فی الارض** ہے' متقی نہیں ہو سکتا (۲۵۶)۔ اسی وجہ سے سورہ عصر میں صاف کہہ دیا کہ انسان گھاٹے میں رہے گا مگر وہ قومیں جو صاحب ایمان اور صاحب عمل صالح ہیں:(۲۵۷)۔ اسی وجہ سے زمین کے اوپر کی سب اشیا کو باعث زینت زمین کہہ کر اس کو زینت دینے کے عمل کو "حسن عمل" کہا ہے:(۲۶۷)۔ اسی وجہ سے داؤد علیہ السلام کی زرہوں کی صنعت وغیرہ کو "عمل صالح" سے تعبیر کیا:(۲۶۸)۔ اسی صحیفہ فطرت کی تلاش و تفتیش کے باعث سلیمان علیہ السلام کے متعلق کہا کہ ان کو علم اور حکم دیا گیا:(۲۶۹)ا۔ داؤد علیہ السلام کے متعلق **علم** اور **فضل** کے الفاظ استعمال کئے:(۲۶۹)۔۲۔ لوط علیہ السلام کے متعلق حکم' علم' رحمتہ' صالح کے لفظ استعمال کئے: (۲۶۹)۔۳ اسحاق علیہ السلام' ادریس علیہ السلام' ذاالکفل علیہ السلام' سلیمان علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق صالحین کے لفظ استعمال کئے:(۲۶۹)۴ تا۷' نیز(۲۷۱) وغیرہ وغیرہ۔ الغرض ان تمام آیات پر ایک نظر دوڑا کر قطعی طور پر واضح ہو جاتا ہے کہ قرآن حکیم میں **صالحیت** کیا ہے اور **امنوا و عملوالصلحت** والی قوموں کے کیا عمل ہونے چاہئیں ۔ صرف (۲۶۴) تا(۲۶۶) والی آیتوں کو پکڑ کر اس سے مولویانہ نتیجہ اخذ کرلینا کہ **صالحیت** صرف نماز روزے اور زکوٰۃ اور تسبیح خوانی کا نام ہے قرآن حکیم کے ساتھ صریحا" بددیانتی کرنا ہے۔

قرآن حکیم کے متعلق ایک مشہور حدیث ہے: **لکل ایت منھا ظھر و بطن**

ولکل حد مطلع یعنی قرآن کی ہر آیت کا ایک ظاہر اور ایک باطن ہے اور ہر ایک کی ایک حد مخصوص ہے۔ اس حدیث کو مد نظر رکھ کر جو حیرت انگیز تطابق ان صدہا آیتوں میں جو حدیث القرآن میں درجہ بدرجہ اور مضمون وار پیش کی گئیں اور جو قرآن حکیم میں دور دور مختلف جگہوں اور سورتوں میں بکھری پڑی ہیں اب تک بطنا" ظاہر ہوا ہے اس امر کی روشن دلیل ہے کہ قرآن حکیم کا ایک ایک لفظ جامع اور مانع ہے۔ ہر لفظ ہر اصطلاح' ہر بیان کے ایک مستقل اور معین معنی ہیں اور اسی لئے ہر قرآنی اصطلاح (مثلاً" ایمان' کفر' فسق' عمل صالح شرک' وغیرہ وغیرہ) ایک مستقل معنی رکھتی ہے اور وہ مستقل معنی قرآن کو ظاہرا طور پر پڑھتے وقت قاری کے ذہن میں پورے طور پر نہیں ہوتے' قرآن کو پڑھنے والا صرف اس آیت کے ظاہری معنی لے لیتا ہے اور وہ جامع اور مانع معنی جو قرآن کو مکمل طور پڑھنے سے حاصل ہوتے ہیں بلکہ جن کے باعث قرآن کے کسی محاکے کی دلیل روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے' نظرانداز کر دیتا ہے۔ اسی ظاہری معنی لے لینے کی وجہ سے قرآن حکیم کی اکثر آیتیں بے ربط دکھائی دیتی ہیں ۔ایک آیت کا جوڑ اگلی آیت سے بلکہ آیت کے ایک حصے کا جوڑ اس کے دوسرے حصے سے پورے طور پر نہیں ہوتا اور قرآن حکیم صرف پریشان خیالات کا مجموعہ نظر آتا ہے۔ اس عنوان کے تحت شروع کی تمام آیتیں۔(۲۵۶) تا(۲۵۹) میرے اس دعوے کی روشن دلیل ہیں اور یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کے زوال کے وقت کے مفسروں نے قرآن حکیم کی آیتوں کے صرف ظاہری معنی کر دیئے اور ان باطنی معنوں سے جو قرآن کے حقیقی مصنف عزوجل کے ذہن میں قرآن حکیم کی تصنیف کے وقت تھے عوام کو قطعی طور پر بے خبر کردیا۔

مذکورہ بالا تصریحات کو جو میں نے اس عنوان کے تحت میں **امنوا و عملوالصلحت** کا قرآنی اور الٰہی مفہوم پیش کرنے کے بارے میں کیں' اوپر کی حدیث کی روشنی میں دیکھ کر جو نتیجہ اخذ ہوتا ہے یہ ہے کہ **امنوا اور عملو الصلحت** کی مصداق وہ قومیں ہیں جو اس دنیا کی تمام باطل اور بے حقیقت باتوں کو

یکسر چھوڑ کر صرف حق اور حقیقت کی طرف لگی ہیں' صبر اور استقلال ان کا خاصہ ہے فطرت پر کامل ایمان و یقین کرنا ان کی ذہنی خصوصیت ہے۔ "توکل" ان کے یقین کا طغرائے امتیاز ہے۔ خاسرین یعنی گھاٹا کھانے والوں میں سے نہ ہونا ان کا دائمی طریق عمل ہے۔ جنت زمین کا بدرجہ اتم مالک ہونا' حکم اور علم رکھنا' فضل خدا کی تلاش میں لگے رہنا' آخرت میں خدا سے دو بدو ملاقات کی کامل توقع رکھنا' فطرت کی کتاب منیر کو سامنے رکھ کر خدا کی ماہیت کو پیہم سمجھتے رہنا اور سب سے زیادہ یہ کہ چاند کی طرح آہستہ آہستہ بڑھ کر چودھویں رات کے چاند کی طرح مکمل ہوتے جانا بلکہ بالآخر پیدائش کے ایک ادنیٰ درجے سے لے کر اعلیٰ درجہ کی طرف چڑھتے جانا ان کا وہ دستور العمل ہے جس سے ایک لمحہ ان کو فرصت نہیں ملتی۔ یہی ہیجان ان کے دلوں کو ہر وقت گرمائے رکھتا ہے۔ اسی ہیجان کے باعث ایسی صاحب ایمان اور صاحب اعمال صالح قوموں کے چہروں سے خدا کے قانون اور خدا کی بنائی ہوئی فطرت کو تسلیم کرلینے کی تڑپ صاف نظر آتی ہے۔ ان کی حیثیت تمام دنیا کی قوموں میں ایک ممتاز حیثیت ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جو ربانی اصطلاح میں سرور کائنات اور ختم رسل محمدؐ علیہ الصلوۃ والسلام کے پیروان کی امت ہیں۔ آج کل کے مسلمان کو سوچنا چاہیے کہ ختم رسل محمد ﷺ ان کو کب اپنی امت تسلیم کریگا!

اب اس تشریح کو پیش نظر رکھ کر (۲۷۸) کے مضمون پر غور کرو۔ اس میں خدا نے اپنے رسولؐ کو ھدیٰ اور دین الحق (یعنی دین فطرت) دے کر بھیجنے کی واحد غرض یہ بیان کی ہے کہ وہ دین انسان کے تمام بنائے ہوئے دینوں پر غالب آکر رہے۔ گویا یہ طریقہ جو محمد ﷺ نے انسان کو دیا عالمگیر ہو جائے اور نسل انسانی کی کسی قوم کو اس کے بغیرہ چارہ نہ رہے۔ پھر کہا ہے کہ اس بات کی نگرانی کے لئے کہ خدا کا بھیجا ہوا دین کیونکر عالمگیر ہوگا خدا خود کافی ہے (دوسرے لفظوں میں یہ کہ اگر کوئی قوم اس دین کو اختیار نہ کرے گی تو خود سزا بھگتے گی)۔ پھر دعویٰ کیا ہے کہ محمدؐ خدا کا بھیجا ہوا پیغامبر نسل انسانی کی طرف ہے اور جو لوگ اس کے ہم نوا ہوگئے ہیں وہ خدا کے قانون اور

اس کے بنائے ہوئے صحیفہ فطرت سے منکر لوگوں کے حق میں اس قدر سخت ہیں کہ وہ ان کو دنیا سے نیست و نابود کر دینے کا عزم کر چکے ہیں' وہ آپس میں کامل طور پر متحد ہیں کیونکہ ان کی غرض دشمن کو تہس نہس کر دینا اور صرف دین فطرت کو قائم کرنا ہے۔ (یہی شروع شروع کے مسلمانوں نے قرنوں تک کیا اور ملک کے ملک آنکھ کی جھپک میں فتح کرتے گئے)۔ پھر کہا تو ان کو دیکھے گا کہ وہ صحیفہ فطرت کی " آیتوں" کو دیکھ کر "سجدے" اور "رکوع" کرتے ہیں۔(اس کے لئے دیکھو (۲۷۵) کا اسی طرح **کاخروا سجدا**" والا مضمون جس میں لکھا ہے کہ جب ان کے سامنے وہ آیات آ جاتی ہیں تو لڑ کھڑا کر گر پڑتے ہیں اور حمد رب کے " ترانے" گاتے ہیں اور"**تسبیحیں**" پڑھتے ہیں نزے وہ صحیفہ فطرت کو لاشے سمجھ کر اکڑتے نہیں' ان کے پہلو بستروں سے آشنا نہیں ہوتے اور وہ اپنے پروردگار کو سزا کے خوف سے اور انعام کی طمع سے "بلاتے" ہیں وغیرہ وغیرہ۔ نیز دیکھو (۳۷) کا مضمون جس میں پھر **یذکرون اللہ** یعنی "ذکر خدا" کی تشریح یہ کی ہے کہ وہ **یتفکرون فی خلق السموت والارض** یعنی صحیفہ فطرت پر غور و خوض اٹھتے بیٹھتے اور لیٹے کرتے رہتے ہیں اور بہ زبان حال پکار اٹھتے ہیں کہ خدایا! تو نے اس کارخانے کو باطل اور بے معنی نہیں بنایا۔ اس کے بنانے میں ضرور کوئی مقصد ہے۔ وغیرہ وغیرہ)۔ پھر خدا کہتا ہے کہ تو ان محمدؐ کے پیروؤں کو دیکھے گا کہ وہ صحیفہ فطرت کی آیتوں کو دیکھ کر سجدے میں لڑکھڑا کر گر پڑتے ہیں اور ان کی ایک ہی دھن ہے کہ وہ اللہ سے تمام قوموں پر فضیلت اور برتری چاہتے ہیں (**یبتغون فضلا" من اللہ**) اور یہ چاہتے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح خدا راضی ہو جائے 'ہم محمدؐ کے دین کو لے کر اسی مقصد کی طرف جارہے ہیں جو خدا کا مقصد ہے۔ پھر کہا ہے کہ ان لوگوں کی نشانی یہ ہے کہ ان کے چہروں سے ان کی اطاعت اور فرمانبرداری کا نقش ظاہر ہے۔ اس سے مولوی صاحبان کے پیشانیوں کے گٹے مراد لینا قرآن عظیم کی توہین ہے اور وہی اوپر کی حدیث والی بات ہوئی کہ قرآن کی ہر آیت کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ محمدؐ کے پیروؤں کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ان کے چہروں سے (

فی وجوھھم) (نہ کہ ماتھوں سے جیسا کہ مولوی صاحبان اپنے ماتھوں پر سجدوں کے نشان رگڑ رگڑ کر ڈال لیتے ہیں اور "مومن" بننا چاہتے ہیں!) ہاں ہاں! ان کے چہروں سے (یعنی ان کے حلیے سے بلکہ ان کے روز وشب کے عمل سے) ہی صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس صحیفہ فطرت کے دین کو اپنا راہ نما ہمیشہ کیلئے تسلیم کر چکے ہیں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروؤں کی یہ نشانیاں بیان کرنے کے بعد خدا نے معاملے کو اور واضح کرنے کے لئے کہہ دیا کہ یہی ان لوگوں کی تصویر (**ذالک مثلھم**) تورات میں ہے اور یہی انجیل میں ۔ اس تشریح سے مفسروں اور مولوی صاحبان کی "پیشانیوں کے گٹوں" کا بھانڈا پھوٹ گیا کیونکہ تورات اورانجیل میں تو کہیں محمدؐی نماز کے رکوع سجود کا ذکر تک نہیں اور نہ ان کی نمازیں مسلمانوں کی نمازوں سے کسی رکن میں ملتی جلتی تھیں۔ خدا کے اس کہنے سے کہ محمد ﷺ کے پیروؤں کے یہی وصف تورات اور انجیل میں لکھے ہیں مراد یہ تھی کہ خدا کے دین کے علمبردار ہمیشہ سے اسی قطع کے چلے آئے ہیں۔ ان کا طغرائے امتیاز قانون خدا کو تسلیم کرنا ہے۔ خدا کی عظمت صحیفہ فطرت کی عظمت' اللہ کے قانون کے اٹل ہونے کی عظمت ان کے ہر فعل سے نمایاں ہے۔ وہ رات دن اس دھن میں ہیں کہ وہ عمل کئے جائیں جن سے ابتغائے فضل ہو یعنی قوم فضیلت کے ایک درجے سے دوسرے درجے پر بڑھتی جائے۔ ایک ملک کو فتح کیا تو دوسرے ملک کو فتح کرنے کی فکر ہو۔ اگر خدا کا قانون یہ ہے کہ جان دو تو جان دے دی جائے ۔ اگر ضرورت اس کی پڑ رہی ہے کہ سب مال قوم کی بہتری کے لئے قربان کر دیا جائے تو اس میں مضائقہ نہ ہو۔ اگر اقتضائے وقت یہ ہے کہ ہجرت کی جائے تو کر دی جائے۔ اگر قوم بلند اس طرح پر ہو سکتی ہے کہ بڑی بڑی ایجادیں کی جائیں تو حضرت سلیمانؑ کی طرح ہوا کو مسخر کیا جائے ۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح زرہیں بنائی جائیں' یا اگر تقاضائے وقت اس طرح پر ہو کہ ایٹم بم بنایا جائے ' یا چاند کی سرزمین تک پہنچا جائے (یا کوہ ہمالیہ کی چوٹی ایورسٹ کو سر کیا جائے) تو یہ سب چیزیں کی جائیں کیونکہ یہ سب دین الحق ہے! دین محمدؐ ہے دین خدا ہے! وغیرہ

وغیرہ۔ مزا یہ ہے کہ دین محمدؐ اب تورات اور انجیل والوں نے بھی پھر اختیار کرلیا ہے اور محمدؐ کا نام لینے والے محمدیؐ اپنی پیشانیوں پر نماز کے نرے گٹے ڈال کر خدا کے درد ناک عذابوں سے دو چار ہو رہے ہیں۔ محمدؐ کے دین کو اصلی طور پر غالب کرنے والے مدینہ' دمشق' جبل الطارق اور بغداد چھوڑ کر لندن اور نیویارک میں بیٹھے ہیں! آہ! یہ کیا دلخراش منظر ہے! کیا منظر ہے کہ مسلمانوں کے پاس صرف قرآن کے ورق رہ گئے ہیں اور وحی جو درحقیقت قوموں کے سینوں میں ہوا کرتی ہے انگریزوں اور امریکنوں کے ملک میں پہنچ چکی ہے۔ پھر آخر میں انہی دین محمدؐ کے علمبرداروں کے متعلق وہ حیرت انگیز تصویر پیش کر دی جو آج ہر زندہ قوم پر راست آتی ہے۔ کہا کہ محمدؐ کے پیرو ایک کھیتی کی طرح ہیں جس نے اپنی چھوٹی سی کونپل شروع شروع میں نکالی پھر وہ کونپل جھٹ پٹ مضبوط ہوتی گئی پھر موٹی ہوگئی' پھر یک لخت اپنی ڈنڈی پر جم کر کھڑی ہوگئی' پھر وہ اتنی تناور اور شاندار ہوئی کہ خود کھیتی باڑی کرنے والے حیران ہیں کہ اس قدر جلد سرو قد کیونکر ہوئی اور تم محمدؐ کے آج کل کے رسمی پیرو اپنی انگلیاں منہ میں لے کر مارے غصے کے کاٹ رہے ہو! پھر کہا کہ ایمان اور عمل صالح والی قوم کو خدا کا اس دنیا میں اجر عظیم کا وعدہ ہے اور یہ بھی وعدہ ہے کہ تھوڑی بہت غلطیاں جو ان سے ہوا کریں گی ان پر پردہ پوشی بھی کافی فیاضی سے ہوا کرے گی۔

الغرض رسمی مسلمان کے لئے زوال کے اس آخری مرحلے پر بھی سوچنے کا مقام ہے کہ قرآن کا ایمان اور عمل صالح کیا ہے۔ قرآن حکیم میں **افتومنون ببعض الکتب و تکفرون ببعض** ○ ۲/۱۰ کا عام محاکمہ ہے۔ یعنی کیا تم قرآن کے ایک حصے پر ایمان لاؤ گے اور دوسرے حصے کے منکر ہو گے اور ایسا کرنے والے کے لئے دنیا اور آخرت میں رسوائی لکھی ہے۔ اس لئے ایمان اور عمل صالح کے مفہوم کا فیصلہ جب تک تمام آیات پیش نظر نہ ہوں' ہرگز نہیں ہو سکتا۔ آج ۱۹ جون ۱۹۵۱ء کی تاریخ ہے' تیرھواں روزہ ہے اور میں نے ۳۰ مئی سے حدیث القرآن کو شروع کرکے ان بیس دنوں میں یہ تصنیف اس موضوع تک جو **امنوا وعملوا الصلحت** کا تھا ختم کی۔

ہے۔ میرے پاس قید کی کوٹھری میں جس کی دیواریں بھی پرانی ہو جانے اور مسلسل دھوئیں سے سیاہ ہوگئی ہیں اور جس کے محراب اور دیواریں زلزلوں اور آندھیوں کی وجہ سے پھٹے ہوئے ہیں سوائے ایک بلا ترجمہ نسخہ قرآن کے کوئی شے موجود نہیں۔ ایک ناکارہ سی پنسل اور بازار کے سودے کی پڑیوں کے جمع کردہ چیتھڑے ہیں جن پر یہ الفاظ نہایت باریک لکھ رہا ہوں۔ سخت نقاہت' انتہائی تپش اور ریت کے طوفانوں میں خدا کے قرآن کو بیان کرنے کی وہ آمد ہے کہ حیران ہوں۔ پچھلے تین ہفتوں سے سفید کاغذ ملنے کی تھوڑی سی آسانی ہوئی اور قلم کی آمد بھی تیز ہوگئی۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ مختصر یہ کہ ایمان اور عمل صالح کی حقیقت مسلمان کو اب کئی سو سالوں کے انحطاط کے بعد پھر سمجھانی "طومار قلم" کا کام نہیں رہا۔ ۸ مئی کو ابھی چند دن ہوئے میں نے قرآن حکیم کے متعلق اسی "الہام" کے جوش میں لکھا تھا۔

طومار قلم سیف صف اہل زوال ست

در دین عمرؓ رومی و رازی بچہ ارزند

لکھا تھا کہ وہ قلم کا طومار اور ہزار ہا صفحوں میں قرآن حکیم کی تفسیریں جو رومی اور رازی نے پیدا کیں وہ صرف زوال شدہ مسلمانوں کی صفوں کی تلواریں تھی جو اپنے اپنے زمانوں میں چلا کر ختم ہوگئے اور کچھ نتیجہ پیدا نہ ہوا۔ لیکن اصل اسلام اور دین محمدؐ جس کا ذکر **امنوا وعملوالصلحت** کے اس عنوان میں ہورہا ہے وہ دین عمر رضی اللہ عنہ تھا جس نے صرف بارہ برس کی مدت میں (یعنی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کے اختتام' گویا ۲۴ھ یا ۶۴۵ء) تک انہی ایمان اور عمل صالح والے مسلمانوں کے ذریعے سے چھتیس ہزار شہر اور قلعے اپنے قبضے میں کر لئے تھے "چار ہزار بت خانوں اور ہیکلوں کو اپنے تصرف میں لا کر مسجدوں میں تبدیل کر دیا تھا" صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد کے مقبوضہ ممالک کا رقبہ بائیس لاکھ مربع میل تھا۔ ہجرت کے ایک سو برس بعد تک مسلمان پرانی دنیا کے تینوں براعظموں میں پھیل گئے۔ ایشیا میں دریائے اٹک کی حدود ان کے ایک طرف اور یورپ میں فرانس کے جنوبی اور

وسطی میدان دوسری طرف تھے' افریقہ کا تمام شمالی علاقہ بھی ان کے دست قدرت میں تھا۔ گویا ماسوا رومتہ الکبریٰ کے جو اٹلی میں تھا مسلمانوں کا تسلط قریب قریب سب مہذب دنیا پر ایک صدی کے اندر اندر ہوگیا۔

جو شے سمجھنے کے لائق ہے یہ ہے کہ دین عمر رضی اللہ عنہ میں رومی جیسے فلسفی اور رازی جیسے مفسر قرآن کی کیا گنجائش ہوسکتی ہے جن کے "طومار قلم" کے باوجود ایک مسلمان بھی اپنی جگہ سے نہ ہل سکا بلکہ مسلمان تفسیروں اور فلسفیانہ مباحث کے عادی ہو کر دین خدا کی غرض و غایت سے قطعی طور پر بے حس ہوگئے۔ حضرت امام رازی بالآخر اپنی تین سو جلدوں کی عظیم الشان تفسیر کبیر لکھ لینے کے بعد اس معاملے میں اس قدر حساس واقع ہوئے کہ انہوں نے حسب ذیل اشعار میں صاف طور پر اقرار کیا کہ قرآن کے متعلق میری "تمام عقلی اور منطقی باتیں لنگڑی ثابت ہوئیں" "عالمان قرآن کی اکثر کوششیں گمراہی تھیں"" "ہماری روحیں ہمارے جسموں کے باعث گندی ہوگئیں"" "ہماری دنیا کا حاصل سوائے اذیت اور وبال کے کچھ نہ ہوا" "ہم نے اپنی تمام عمران بحثوں سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا سوائے اس کے کہ ہم نے بہت سا قیل و قال (بے مطلب اور بے مقصد) جمع کرلیا" وغیرہ وغیرہ۔ یہ اشعار حسب ذیل ہیں۔

نهاية اقدام العقول عقال
واكثر سعى العالمين ضلال
وارواحنا فى وحشة من جسومنا
وحاصل دنيانا اذى ووبال
ولم نستفد من بحثنا طول عمرنا
سوى ان جمعنا فيه قيل و قال
وكم قد رائينا من رجال ودولة
فبادوا جميعا مسرعين وزالوا
وكم من جبال قد علت شرفاتها

رجال　　فزالوا　　والجبال　　جبال

سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان صدہا جلدوں والی **تصنیفوں** نے قرآن حکیم کو کیوں دو اور دو چار کی طرح واضح نہ کیا اور وہ کیا وضاحت تھی جو رسول خدا ﷺ کے عہد میں صرف چند آدمیوں کے سینوں کے اندر بغیر کسی کتابی علم یا درس و تدریس کے شروع ہوئی اور کم از کم تین سو برس تک **نسلاً** بعد نسل اس حیرت انگیز تیزی کے ساتھ جاری رہی کہ دنیا کی پوری تاریخ میں اس سعی و عمل کی مثال ہرگز نہیں ملتی۔ غزوہ بدر ۲ ہجری میں ہوا۔ فتح مکہ ۹ھ میں، فتح بیت المقدس ۱۵ھ میں، فتح مصر ۲۰ھ میں، فتح ایران ۲۱ھ میں، فتح افریقہ ۲۶ھ میں، محاصرہ قسطنطنیہ ۵۰ھ میں، حملہ اندلس ۹۱ھ میں دوسرا محاصرہ قسطنطنیہ ۹۷ھ میں ہوئے۔ ۱۳۲ھ میں بنو عباس آئے، ہارون الرشید ۱۷۰ھ سے حکمران ہوئے اور ان کے بعد سے ہی قرآن حکیم پر بحثیں اور مناظرے شروع ہوئے۔ امین اور مامون ۱۹۳ھ اور ۱۹۷ھ میں تھے لیکن ۲۲۶ھ تک سلطنت عباسیہ اس قدر کمزور ہوگئی کہ خلفائے بغداد کے ترک محافظ پیدا ہو چکے تھے بلکہ دین اسلام کا اکثر فاتحانہ تقدم ماند پڑ چکا تھا۔ ۲۴۷ھ سے ترک پورے عروج پر تھے اور خلفائے بغداد برائے نام رہ گئے تھے۔ ۳۰۸ھ میں مصر کے فاطمی خلفاء نے فلسطین کو پھر فتح کیا۔ ۳۶۳ھ میں سلجوق خاندان کو قدرے استحکام ہوا اور وہ ایک سو برس میں یعنی ۴۶۷ ھ تک روما پہنچ گئے۔ اسی اثناء میں ۴۳۲ھ میں بنی امیہ کا زوال اندلس میں ہوا۔ ۴۸۸ ھ میں پہلی صلیبی لڑائی شروع اور ۴۹۲ھ میں بیت المقدس پھر فتح ہوا۔ دوسری صلیبی لڑائی ۵۳۸ھ میں ہوئی اور ۵۶۷ھ میں صلاح الدین ایوبی نے فاطمیوں کو شکست دی۔ ۵۷۴ ھ میں حسن بن صباح نمودار ہوا اور ۵۸۳ ھ میں صلاح الدین نے پھر تیسری بار بیت المقدس فتح کیا۔ ۶۰۲ھ میں چنگیز نمودار ہوا اور ۶۵۲ھ میں ہلاکو کے ہاتھ سے بغداد کی تباہی کا منظر پیش آیا اور اسلام کا اکثر ولولہ ختم ہوگیا۔

مذکورہ بالا مختصر تاریخ سے واضح ہے کہ دوسری صدی ہجری کے اخیر تک مسلمان کم و بیش فاتح رہے۔ دوسری صدی کے وسط میں قرآن پر بحثیں اور مناظرے شروع

ہوگئے تھے' اسلام میں باقاعدہ تعلیم اور **تعلم** کا آغاز ۱۴۳ھ سے ہی شروع ہو گیا تھا اگرچہ ابھی رفتار بہت دھیمی تھی لیکن چونکہ فتح کی رفتار بھی دھیمی ہو رہی تھی' دوسری صدی کے اخیر تک اگر زیادہ نہیں تو سینکڑوں مجتہد' فقیہ' فلاسفر' مورخ بلکہ ادیب اور شاعر بھی پیدا ہوتے گئے جنہوں نے دین اسلام کی عملی روح کو ختم کرنے کی پہلی کوشش کی۔ تعجب یہ ہے کہ باوجود ان کتابی رہنماؤں کے جو قرآن کی تعلیم کے صریح خلاف اسلام میں پیدا ہوگئے تھے' چوتھی صدی ہجری کے اخیر تک بھی اسلام کی وسیع سلطنت میں کسی کالج یا اسکول کا نام و نشان تک نہیں ملتا۔نظامیہ یونیورسٹی کی تعمیر نظام الملک طوسی وزیر الپ ارسلان خاندان سلجوق نے ۴۵۷ھ میں ڈالی۔ امام غزالیؒ اسی یونیورسٹی کے نائب پروفیسر اور شیخ سعدیؒ اسی کے درس یافتہ تھے۔ نظام الملک اسی علمی بد امنی کے باعث ۴۸۵ھ میں رعیت کے ایک فرد کے ہاتھوں قتل ہوا۔ ماورالنہر کے علماء نے اس یونیورسٹی کے قیام پر ماتم کیا کہ "اب علم قرآن علم نہیں رہا" مگر کیا ہو سکتا تھا دین اسلام کی روح اور قرآن کے معانی بگڑ چکے تھے اور نظامیہ کے قیام کے بعد ہزار ہا مدرسے تمام عالم اسلام میں پھیل گئے۔

حضرت امام رازیؒ جنہوں نے تفسیر کبیر لکھی اس "فتنہ کتابت" کے پورے ایک سو سال بعد پیدا ہوئے ان کی ولادت ۵۴۴ھ میں اور وفات ۶۰۶ھ میں ہوئی۔ انہوں نے تفسیر کبیر کے علاوہ علم کلام پر قریباً" ایک درجن کتابیں' اصول فقہ پر ایک کتاب' حکمت پر تین کتابیں' طلسمات پر دو کتابیں' نحو میں شرح مفصل زمخشری کی ایک نہایت ضخیم کتاب' فقہ پر ایک بڑی شرح اور طب پر بو علی سینا کی کتاب قانون کی ضخیم شرح باسٹھ برس کی مختصر عمر میں لکھیں۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ چھٹی صدی ہجری کے اخیر تک دین اسلام کیا کا کیا بن چکا تھا!

ان حالات میں ظاہر ہے کہ **امنوا وعملو الصلحت** کا مفہوم مسلمانوں کے ذہنوں میں کیا باقی رہتا۔ وہ قرآن جو بار بار اور انتہائی تاکیدوں کے ساتھ صحیفہ فطرت کو برحق' اس کے منکروں کو کافر' باطل کے ماننے والوں کو جہنمی' عمل صالح کرنے والوں کو

زمین کے واحد وارث پکار پکار کر کہتا تھا' بالاخر ان کتابوں کے طومار کے نیچے دب گیا۔ مدرسے کے طالب علموں نے اس قرآن کی درس و تدریس کوایک مشغلہ سمجھ کر لیا اورچونکہ سعی و عمل کی روح اکثر مفقود ہو چکی تھی اور ہر شخص کوکسی نہ کسی طرح مسلمان بنا کر رکھنا قومی فرض بن چکا تھا' قرآن حکیم میں وہ معنوی تحریف پیدا ہوئی جو یہودیوں اور عیسائیوں نے بھی کبھی نہ کی تھی!

اب صورت حال یہ ہے کہ قرآن کی ایک ایک اصطلاح' ایک ایک آیت' ایک ایک لفظ کے معانی بگڑ چکے ہیں۔ ہرآیت اگلی آیت سے بے ربط ہوچکی ہے۔ رکوع جو قرآن میں قرآن کوجاننے والوں نے اس لئے لگائے تھے کہ اس صورت کے مختلف موضوعوں کوعلیحدہ رکھ کر سورت کا موضوع واضح کیا جاسکے' صرف "تلاوت کے وقفے" بن کر بے معنی ہو چکے ہیں۔ **الذین جعلو القرآن عضین** ۹۱/۱۵ (یعنی یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے) کا منظرپیداہو چکاہے **فوربک لنسلنهم اجمعین** ○ (یعنی تیرے رب کی قسم کہ ہم ان سب کو سزا دیں گے) کی سزا آچکی ہے! اور قرآن حکیم صرف ملاؤں کے پڑھنے یا مرگ پر تلاوت کرنے کی کتاب رہ گئی ہے۔ خدا کا تخیل اس قدرناکارہ بے معنی اور بے نتیجہ ہوچکا ہے کہ مئی ۱۹۵۱ء کو میں حسب ذیل شعر کہنے پر مجبور ہوگیا:

ہے میری نگہ کہ دین اب وہ خراب ہوچکا ہے
کہ خدا تجھی ملے گا کہ رب حرم بدل دو!

یہ اس لئے کہ حرم کا رب اب وہ رب نہیں رہا جو دین عمر رضی اللہ عنہ کا رب تھا۔حرم کا موجودہ رب اب صرف چند رسموں تک محدود ہے' اس کے دیئے ہوئے اکثر احکام کی اہمیت بلکہ صداقت ذہنوں میں باقی نہیں رہی۔ اس کا بھیجا ہوا قرآن کرنے کی شے نہیں رہی وہ صرف چومنے یا "تلاوت" یا درس و تدریس کی شے رہ گئی ہے۔ اس کی آئتیں ایک دوسرے سے جدا' بے ربط بے معنی اور بے مغز ہوکر رہ گئی ہیں جن کو "مقدس" ہونے کا درجہ بھی محض اس لئے دیاجاتا ہے کہ ان کی ظاہرا آؤ بھگت کر لینے

سے ان پر عمل کرنے کا فرض بہ زعم خود ختم ہو جاتا ہے۔ الغرض حدیث القرآن لکھنے سے میری غرض یہ ہے کہ قرآن حکیم کو صرف چند لفظوں میں بیان کرکے اس اصلی تخیل کو پھر پیدا کیا جائے جس کی وجہ سے قرآن کا ہر ماننے والا قرون اولیٰ میں پابہ رکاب ہوگیا تھا اور چونکہ اس تخیل سے جو ذہنوں میں قرن اول کے ماحول نے پیدا کیا تھا' قرآن حکیم کے ایک ایک لفظ اور حکم کی تصدیق ہوتی تھی اور خدا کے وعدے قطعی طور پر سچے ثابت ہوتے جاتے تھے' یا اس لئے قرآن حکیم کا رب مسلمانوں کا سچا پروردگار بن چکا تھا' ان کو اپنے پروردگار کی مرضی کرنے میں کوئی عذر باقی نہ رہا تھا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ان کے عمل کا نتیجہ **رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ** کی صورت میں یقینی طور پر ظاہر ہو کر رہے گا۔ اگر آج دنیا کی ہر زندہ قوم کا ہر کس و ناکس فرد خدا کے بتائے ہوئے پروگرام پر ولولے سے لگا ہے تو اس کی وجہ وہ ذہنی یقین اور علمی ماحول ہے جو حقیقتوں کو اپنے سینوں میں سما لینے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ یہ بات مسلمان میں پھر پیدا ہوسکتی ہے اگر مسلمانوں کا کوئی صاحب علم مگر جابر اور حکمران فرد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح درے کے زور سے مسلمانوں کو صحیح عمل کی طرف مذہبی نہیں بلکہ سیاسی بن کر بلائے اور پھر اس عمل کے نتیجے میں مسلمانوں کی آنکھوں کے سامنے دو اور دو چار کی طرح پیدا کرکے دکھلا دے کہ قرآن کیا ہے۔ قوت' علم و حکم کے بغیر کسی گری ہوئی قوم کو پھر اٹھا دینا اور ان کی ذہنیت کو اس طرح بدل دینا کہ وہ قوم صدیوں تک پھر ایک نیا دور ترقی کا شروع کرے محال ہے۔

خاکسار تحریک کو انگریزی حکومت کے بے مثال رعب و جلال میں انتہائی بے بسی اور عجز کے ماحول میں شروع کیا گیا تھا۔ اس سے مسلمانوں میں اخلاق اور کردار کا ایک ڈھانچہ سا ضرور بنا لیکن چونکہ قوم کے اندر جہاد کی خصوصیتیں کالعدم تھیں اور سب کام رضاکارانہ طور پر تھا' طاقت اور حکم کے نہ ہونے نے فتح یا مال غنیمت کا کوئی منظر نہ دکھلایا جس سے حوصلے بلند ہوں اور تحریک کو بالآخر مسلمان کی اسی خوف موت کے

باعث بند کرنا پڑا جس کا مظاہرہ مشرقی پنجاب میں چند ماہ بعد لاکھوں کی تعداد میں ہوا۔ تاہم اس چھوٹے سے مظاہرے سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ قرآن حکیم کی تعلیم کا ایک ذرا سا شوشہ بھی عملاً" کیا بڑے نتائج پیدا کر سکتا ہے۔

حدیث القرآن کو اور لمبا کرنا پیش نظر نہیں تاکہ مطلب خبط نہ ہو جائے۔انہی سو ڈیڑھ سو صفحوں کے اندر قرآن کا پورا مطلب آ جانا چاہیے اس لئے بقایا چند باتوں کو جو کہنی ہیں بعد پر چھوڑتا ہوں تاکہ اطمینان سے کہہ سکوں کہ قرآن کی تعلیم کا خلاصہ کیا ہے۔

۱۹ جون ۱۹۵۱ء

صحیفہ فطرت کی حقیقت اور اہمیت پر آخری نظر

آخری چند الفاظ جو اس سلسلے میں ہر شخص کی معمولی سی سوچ کے لئے پیش کرنا چاہتا ہوں حسب ذیل ہیں۔ ان پر انتہائی غور و فکر کے بغیر قرآن کا ایمان اور عمل صالح پورے طور پر سمجھ نہیں آسکتے۔

(ا) زمین و آسمان کی کائنات کا سلسلہ ایک حیرت انگیز اور نتیجہ خیز سلسلہ صرف انسان کے لئے اس وجہ سے ہے کہ انسان کے پاس آنکھ، کان اور ذہن ہیں اور وہ ان کی وجہ سے ہی اس کائنات کو حیرت کی نظر سے دیکھ سکتا ہے یا اگر گہرا چلا جائے تو کسی نتیجے تک بھی پہنچ سکتا ہے۔ حیوانات یا دوسری ادنیٰ مخلوق کو پتہ بھی نہیں کہ یہ کائنات کیا ہے اس لئے ان کے سامنے "حیرت" وغیرہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ان کو صرف "عقل حیوانی" یا "میکانکی عمل کی ہدایت" دے دی گئی ہے جس کے ذریعے سے وہ **یفعلون مایومرون** ۞ ۵۰/۱۶ کے مصداق ہیں یعنی" جو کچھ ان کو حکم دیا گیا کرتے ہیں " اور بس۔

(۲) انسان کے سامنے کائنات موجود ہے لیکن اس کا بنانے والا نظر نہیں آتا جو دوسری حیرت انگیز بات ہے۔

(۳) ادنیٰ مخلوق کو پوری راہ بتلا دی گئی ہے لیکن انسان ماں کے پیٹ سے نکلنے کے بعد **لاتعلمون شیا**"○ ۱۶/۷۸ کی حالت سے دو چار ہے یعنی اس کو کسی شے کا علم نہیں!

(۴) انسان کے سامنے سوائے صحیفہ فطرت کے کوئی دوسری شے موجود نہیں جس سے وہ اپنے آنکھ' کان' ذہن کے ذریعے سے (یا کسی اور ذریعے سے اگر ایسا ممکن ہو) کوئی علم حاصل کرسکے یا اپنے لئے کوئی راہ دریافت کرسکے۔

(۱) ان چار امور کو ذہن نشین کرلینے کے بعد فطرتاً" جو شے انسان کے سامنے آنی چاہیے یہ ہے کہ اس کائنات کے بنانے والے کو(۱) سمجھنے کے لیۓ کہ وہ کیا ہے یا(۲) یہ سمجھنے کے لئے کہ وہ انسان سے کیا چاہتا ہے۔ یا (۳) یہ سمجھنے کے لئے کہ انسان کی راہ اس دنیا میں کیا ہے' یا (۴) یہ سمجھنے کے لئے کہ انسانی قومیں کیا عمل کرکے دوسری انسانی قوموں پر برتری حاصل کرلیتی ہیں اور ایک قوم شکست کھا جاتی ہے اور دوسری اس کی جگہ لے لیتی ہے' اس کے سوا چارہ نہیں کہ اس صحیفہ فطرت کو ہی دیکھا جائے کیونکہ اور کوئی شے اس کے سوا انسان کے سامنے نہیں اور صحیفہ فطرت کا بنانے والا خود ان آنکھوں سے نظر نہیں آتا۔ الغرض انسان کی ہر مشکل کا حل صحیفہ فطرت میں ہے۔ دوسرا کوئی ذریعہ اس کے پاس موجود نہیں جس سے وہ ہدایت یا علم حاصل کرسکے۔ (ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ کوئی دوسرا انسان دعویٰ کرے کہ میں خدا کے پاس سے ہو کر آیا ہوں اور وہاں سے ہدایت لایا ہوں' مجھے مانو اور میری پیروی کرو۔ لیکن یہ صرف عقیدہ کی بات ہے اور نسل انسانی کا حق ہے کہ جب تک وہ [illegible] دعوے کو دو اور دو چار کی طرح ثابت نہ کردے اس شخص کی بات کو تسلیم نہ [illegible])۔ پس جب انسان کے سامنے صحیفہ فطرت کے سوا کوئی دوسری شے نظر ہی نہیں [illegible] تو انسان کے واسطے چارہ ہی نہیں رہا کہ وہ اسی سے پورا لگاؤ "اٹھتے بیٹھتے [illegible]" پیدا کرکے معرفت خدا حاصل کرے یا ہدایت حاصل کرے یا جو کچھ بھی مل [illegible] ہے اسی سے حاصل کرے ۔ پس انسان کے لئے اس دنیا میں خدا کا قائم مقام صحیفہ فطرت ہے۔

(۲) راہ دریافت کرنے، یا علم حاصل کرنے کے علاوہ صحیفہ کائنات میں ایک اور خصوصیت ہے کہ اس میں تمام اشیاء جو سامنے ہیں انسان کے استعمال کے لئے بنائی ہوئی معلوم دیتی ہیں یا کم از کم یہ کہ انسان ان کو استعمال کرتا ہے اور اس سے فائدہ اٹھاتا ہے (اگرچہ اور حیوانات بھی ان سے فائدہ اٹھاتے ہیں لیکن ان کا فائدہ اٹھانا انسان کے مقابلے میں بہت محدود ہے)۔ الغرض یہ بھی ایک طبعی نتیجہ ہے کہ صحیفہ فطرت ہی انسانی ترقی کا واحد ذریعہ ہے اس کے سوا کوئی اور ذریعہ ترقی موجود نہیں۔

یہ وہ عظیم الشان حقیقتیں ہیں جو قرآن نے پیش کی ہیں۔ انہی حقیقتوں کے باعث صحیفہ فطرت:

اول۔ انسان کے ذاتی علم کا ذریعہ ہے جو وہ ماں کے پیٹ سے نکل کر روز مرہ حاصل کرتا ہے۔

دوئم۔ انسان کی ذاتی یا اجتماعی ہدایت کا ذریعہ ہے جس کے ذریعے سے قومیں ترقی کر رہی ہیں۔

سوئم۔ انسان کی مادی ترقی کا ذریعہ ہے کیونکہ انسان فطرت کی اشیاء کو استعمال کرکے ترقی کے بلند بام پر چڑھ رہا ہے اور چڑھتا جائے گا۔

چہارم۔ اسی صحیفہ فطرت کی تلاش و جستجو انسان کی ابدالاباد تک کی ترقی کی ضامن ہے کیونکہ کسی پیغمبر سے لی ہوئی ہدایت یا اس کی لائی ہوئی کوئی کتاب صرف راہ عمل بتاسکتی ہے صحیفہ فطرت کی اشیاء کو استعمال کرکے ترقی کے بلند بام پر چڑھانے کا کام نبی کی لائی ہوئی کتاب نہیں کرسکتی۔ ان تمام باتوں پر غور کرنے کے بعد صرف ایک نتیجہ نکل سکتا ہے وہ یہ ہے کہ صحیفہ فطرت ہی کے ذریعے سے

(۱) خدا کو پہچانا جاسکتا ہے کہ وہ کیا ہے۔

(۲) راہ عمل دریافت ہوسکتا ہے کہ انسان کو اس دنیا میں کیا کرنا چاہیے

(۳) قوموں کی مادی ترقی انتہائی درجے تک ہوسکتی ہے کیونکہ کوئی اور ذریعہ اسکے سوا موجود نہیں۔

(۴) انبیاء کی لائی ہوئی کتابیں بھی انسان کی مادی ترقی کا کوئی دستورالعمل صحیفہ فطرت کی تلاش و تفتیش کے بغیر نہیں بتلاسکتیں، کیونکہ اس کے سوا کوئی اور شے موجود ہی نہیں اور کان آنکھ اور ذہن کا استعمال ان اشیاء کے بغیر کسی اور شے پر ہو ہی نہیں سکتا۔

یہ دلائل ہیں جن کی وجہ سے قرآن کا ایمان انسان کے صحیفہ فطرت کو برحق سمجھنے کا ایمان ہے اور قرآن کا عمل صالح وہ عمل ہے جو صحیفہ فطرت کی اشیاء کے صحیح استعمال اور اس کی صحیح تلاش میں یا انسان کی ہیئت اجتماعی کی باہمی بہبودی میں صرف ہو۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن نے صحیفہ فطرت کو برحق کہا۔ اس کو باطل سمجھنے والوں کو کافر فاجر، اور مفسد فی الارض کہا۔ یہی وجہ ہے کہ ایمان اور اعمال صالحہ والی قوموں کو اس دنیا کی بادشاہت، دوسری قوموں پر فضیلت، مادی ارتقاء اور جنات زمین کی تمام نعمتوں کا وعدہ دیا اور یہی وہ حقیقت ہے جو آج ہر شخص کو ان آنکھوں کے سامنے نظر آرہی ہے خواہ وہ قوم کسی "آسمانی" کتاب کو "مانتی" ہو یا "نہ مانتی" ہو۔

ان وجوہ کی بناء پر ہی قرآن حکیم میں آیات کا لفظ قرآن میں لکھی ہوئی آیات اور صحیفہ فطرت سے اخذ کی ہوئی آیات دونوں پر یکساں استعمال ہوا ہے۔ دونوں پر یکساں ایمان رکھنا انسان کا فرض ہے کیونکہ قرآن کی آیت خدا کا کلام ہے اور فطرت کی آیت خدا کا کام، خدا کے کام سے نکلی ہوئی آیت پر انسان کا ایمان لانا خدا کے نزدیک اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ قرآن یا کسی اور صحیفہ آسمانی کی لکھی ہوئی آیت پر۔ اسی نقطہ نظر سے صحیفہ فطرت کو **الکتاب المبین** کہا ہے اور اگر انتہائی غور سے دیکھا جائے تو ہر صاحب نظر پر واضح ہو جائے گا کہ خدا کا پورا "الہام" تو در اصل صحیفہ فطرت ہی ہے۔ انبیاء کے لائے ہوئے صحیفے تو صرف اس ام الکتب کا ایک خفیف سا حصہ ہیں۔ تدبر۔ قرآن حکیم میں ہے۔

والکتب المبین ○ انا جعلنه قرآناً عربیا لعلکم تعقلون ○ وانه فی ام الکتب لدنیا لعلی حکیم ○ افنضرب عنکم

الذکر صفحا" ان کنتم قوما" مسرفین ○ ۲/۴۳-۵

ترجمہ۔(اے لوگو!) یہ روشن کتاب (جو صحیفہ فطرت کی شکل میں تمہارے سامنے ہے) اس بات کی (قطعی طور پر) گواہ ہے کہ ہم نے صحیفہ فطرت (یعنی کتاب مبین کے اندرونی اسرار) کو عربی زبان کا قرآن (کتاب کالباس پہنا کر) بنا دیا ہے تاکہ تم لوگ عقلمند بن جاؤ۔ اور بے شک وشبہ یہ قرآن ایک ایسی **ام الکتاب** (یعنی تمام کتابوں کی ماں) میں موجود ہے جو ہمارے پاس رکھی ہے اور جو بے شک نہایت بلند پایہ اور پراز حکمت کتاب ہے۔ نہ کہ اس لئے کہ تم لوگ (اس صحیفہ فطرت سے غفلت برت کر) حد سے گذرے جارہے ہو، ہم اس (صحیفہ فطرت سے) عبرت پکڑنے کے معاملے کو ہی تم سے صاف اچک کیوں نہ لیں (تاکہ تم سرے سے گمراہ ہو کر جہنم واصل ہو جاؤ)۔

قرآن کی یہ تعلیم ہے اور آج کل کا ملا امت کو یہ کہتا رہتا ہے کہ یہ دنیا مردار ہے اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھو تسبیحین پھیرتے جاؤ اور گوشوں میں بیٹھے رہو۔ سب کچھ جو ملتا ہے آخرت میں ملے گا، یہاں جس نے نقد لے لیا اس کو آگے چل کر جہنم ہے! فتدبر۔

ان سطور کے بعد جو کچھ لکھا گیا وہ قید خانے سے باہر کی تحریر ہے۔

۲۲ جولائی ۱۹۵۱ء

عبادت کا نتیجہ

اللہ تعالیٰ کی عبادت کا لازمی اور منطقی نتیجہ بادشاہت زمین ہے بلکہ جو قوم بھی خدا کی زمین کی وارث ہے۔ یا وارث بننے کی کوشش کر رہی ہے وہ ان الارض پر تھا۔ عبادی الصالحون کے خدائی قول کے مطابق صحیح معنوں عابد اور ملازم ہے۔

(علامہ مشرقیؒ)

۱۱۔ قرآن کے "آخری آسمانی کلام" ہونے کا قطعی ثبوت مزید آیات قرآن اور ان کا زہرہ گداز علم۔

یوں تو قرآن حکیم کا کوئی چھوٹے سے چھوٹا حصہ نہیں جس کو مناسب غور و خوض کے بعد انسان کے لئے مستقل معلومات کی بناء نہ قرار دی جاسکے' یا اس کے اندر جماعتی بہبودی کا کوئی عظیم الشان گر موجود نہ ہو لیکن اس عظیم الشان کتاب کی اس حیرت انگیز اور عالم آرا تعلیم کے علاوہ جو پچھلے دس عنوانوں میں مضمون وار ظاہر کی گئی بعض ایسی آیات ہیں جن کو علی الحساب اس عنوان کے ماتحت اس نقطہ نظر سے درج کیا جاتا ہے کہ قرآن کی صحیفہ فطرت کے بارے میں وسعت نگاہ اور اس کی بلندی نظر اور واضح ہو جائے اور بنی نوع انسان پر ثابت ہو جائے کہ فاطر زمین و آسمان کا یہ آخری کلام انسانی ترقی اور تمدن کے جس مرحلے پر عرب کے ایک انسان کے قلب پر وارد ہوا تھا فی الحقیقت وہ آخری کلام تھا جس سے آگے چل کر کسی دوسرے آخری کلام کا تصور بھی ذہن میں نہیں آسکتا۔ سائنس اور یقینی علم کی اس حیران کن ترقی کے باوجود انسان ابھی تک ان پست کن مسائل کے حل میں مستغرق ہے اور آئے دن کی عالمگیر جنگوں میں لکھو کھا انسان کٹوا رہا ہے جن کی تہ کو دیکھ کر لامحالہ اس نتیجے پر پہنچنا پڑتا ہے کہ انسان کو ابھی اس زمین پر بھی اپنے مقام کا صحیح احساس تو کیا' ادنیٰ' احساس نہیں ہوا' چہ جائے کہ وہ اس کائنات میں اپنے بلند مقام کا احساس کرے۔ آئے دن کی جنگوں اور ایک قوم کا دوسری قوموں پر احساس برتری کا فرضی تخیل اس کو ایسے جہنم کی طرف کھینچے لئے جارہا ہے جس میں پڑ کر اسکی مقامی الجھنیں اس کو حیوانوں کا بلند مقام بھی نہیں دے سکتیں۔ حیوانوں اور غیر ذی بصر مخلوق کا جو بلند درجہ قرآن حکیم نے قائم کیا ہے یہ ہے' کہ دابہ اور طیور' شجر اور ملائکہ اور دیگر مخلوق جو کچھ ان کو حکم دیا گیا اس کی تعمیل کر رہے ہیں (۱) وہ سب کے سب خدا کی نماز اور تسبیح و تحمید میں مصروف ہیں لیکن تم انسان اس تسبیح اور نماز کو سمجھ نہیں سکتے۔ (۲) شمس اور قمر ایک مقرر کردہ اندازے پر چل رہے ہیں۔ (۳) نجم اور شجر پیہم سجدہ کر رہے ہیں (۴) وغیرہ وغیرہ۔

آسمان اور زمین کو پکار کر کہا گیا کہ چارو ناچار آجاؤ انہوں نے کہا کہ ہم مطیع ہو کر آتے ہیں (۵) وغیرہ وغیرہ ۔ انسان کے متعلق کہا گیا کہ ہم نے عقل و ادراک کی امانت پہاڑوں' آسمانوں اور زمینوں کو پیش کی کہ وہ اس کو قبول کرلیں لیکن وہ اس کو قبول کرنے سے باز رہے لیکن اس ظلوم وجہول انسان نے اس کو قبول کر لیا۔(۶)۔ الغرض دیکھا جائے تو اس ظالم اور جاہل انسان کو باوجود تمام علمی ترقیوں کے ابھی تک ہوش نہیں آئی کہ اس کا اس زمین پر مقام کیا ہے۔ وہ ابھی تک اس قدر تنگ نظر ہے کہ گورے اور کالے کے لازوال چکر میں ہے۔ مشرق اور مغرب کے پورے گورکھ دھندے میں پھنسا ہے۔ جغرافیائی حدیں اس کی اکثر بھاگ دوڑ کو حرکت دے رہی ہیں۔ ڈانزگ کے چالیس میل لمبے ٹکڑے کی ضد کے باعث اس نے ایک ایسی عالمگیر جنگ چھیڑ دی جس کے باعث دو کروڑ انسان دونوں طرف سے کٹ گئے۔ نسلی عصبیتیں اور قومی حدیں اس کے دماغ کو اس قدر ماؤف کر رہی ہیں کہ وہ ان کی درد ناک اور خانہ بر انداز الجھنوں سے قطعاً" نکل نہیں سکا۔ قرآن حکیم نے واضح طور پر نسل انسانی کو مخاطب کرکے کہہ دیا تھا کہ ہم نے تم کو مختلف گروہوں اور قبیلوں میں محض اس لئے تقسیم کر دیا تھا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچان سکو اور تھوڑا سا وہ تنوع اور تلون قائم رہے جس سے یہ فطرت زیادہ خوشگوار اور رنگ برنگ نظر آئے ورنہ دراصل خدا کے نزدیک تو وہی قوم زیادہ معزز اور درخور اجر ہے جو ڈر کر قانون خدا پر زیادہ عمل کرنے والی ہے (۷)۔ دوسری جگہ صاف طور پر کہہ دیا کہ یہ انسان ایک ہی امت ہیں ان کو ٹکڑے ٹکڑے کردینا اپنے آپ کو جہنم میں پھینکنا ہے' ہم نے انسان کو پیدا ہی اس غرض کے لئے کیا تھا کہ وہ ایک امت بن کر رہے(۸)۔ وغیرہ وغیرہ۔ الغرض جب انسان اپنی ظلومیت اور جہالت کے اس مرحلے میں اب تک باوجود اس علمی ترقی کے ہے تو یہ سمجھنا کہ وہ زمین سے باہر کے مسائل میں جو اس لامتناہی کائنات کے صحیح معنوں میں عالم آرا مسائل ہیں کسی بلند نقطہ نظر سے سوچنے کے قابل ہوگا' ابھی تک باور ہوا بات معلوم دیتی ہے ۔ ان معاملات کے متعلق ایک قطعی اور

فیصلہ کن بات حدیث القرآن کے آخری حصّے میں مختصر طور پر کر دی جائے گی لیکن سردست جو شے اس عنوان میں پیش نظر ہے یہ ہے کہ چندالفاظ میں اس زمین' اس صحیفہ فطرت اس کون و مکاں' اس کائنات' اس کن فیکون کے ہنگامے کے متعلق قرآن حکیم کی وہ بالغ نظری پیش کی جائے جس پر غور کرنے سے انسان ان موجودہ الجھنوں سے جن میں وہ پھنسا ہے' نکل سکے اور وہ اس نقطہ نظر سے کہ تمام نسل انسانی اس کائنات کے بارے میں ابھی تک شدید اندھیرے میں ہے' قرآن حکیم کی بلیغ نظری کو اس امر کا قطعی ثبوت تسلیم کرے کہ قرآن نسل انسانی کے لئے ترقی کے ہزار در ہزار آئندہ مرحلوں میں بھی آخری کلام رہے گا۔ نسل انسانی کے وہم و گمان میں ابھی ہزاروں بلکہ لاکھوں برس تک نہیں آسکتا کہ اس قرآن سے آگے بھی کوئی اور کلام ہے جو ان کو اس دنیا میں وہ خلود اور وہ ابدی زندگی دے سکتا ہے جس کو خدا کی اس آخری کتاب نے **خالدین فیہا ما دامت السموت والارض** سے تعبیر کیا ہے۔

جائے غور یہ امر بھی ہے کہ خدا کی بھیجی ہوئی کسی کتاب مثلاً" تورات' انجیل' زبور یا مثلاً" ہندوؤں کے دیدوں اور ژنداوست وغیرہامیں زمینی یا کائناتی یا انسانی مسئلوں کے متعلق قرآن کی بلند نگاہی اس لئے موجود نہیں کہ یہ صحیفے آسمان سے اترے ہی اس وقت تھے جبکہ انسان ابھی علم و ترقی کے ابتدائی مرحلوں میں تھا اور انسان کو اس قدر بلند اور ناقابل فہم نکتوں کی تعلیم دینا پیش از وقت معلوم دیتا تھا۔

میں چاہتا ہوں کہ ان آیات الہٰی کو علی الحساب اس عنوان میں جمع کر کے قرآن حکیم کے متعلق ایک' حیران کن بیکرانی " کا ذہنی تخیل علمائے فطرت کے حلقوں میں پیدا کردوں جس کے بعد کسی ہوش مند انسان کو اس کتاب کے آخری کلام ہونے میں ادنیٰ شک باقی نہ رہے۔

صحیفہ فطرت کا امن

فطرت کے امن کے بارے میں قرآن کہتا ہے۔

(۲۷۹) لو کان فیھما الھتہ الا اللّٰہ لفسدت فسبحن اللّٰہ رب العرش عما یصفون ○ ۲۲/۲۱

(۲۷۹) اگر اس زمین و آسمان میں خدا کے سوا کوئی دوسرا حاکم(الٰہ) بھی ہوتا تو یہ دونوں بگڑ گئے ہوتے (اور یہ کارخانہ اس سکون دامن سے نہ چل سکتا) تو عرش کا بادشاہ ان تمام عیبوں سے بری ہے جن کو یہ لوگ بیان کرتے ہیں۔

حاکم ہونے کا پہلا تقاضا یہ ہے کہ اس کا اپنا قانون ہو۔ اگر فطرت میں ہر شے فساد پیدا کرنے کے بغیر چل رہی ہے تو لازم ہے کہ صرف ایک قانون چل رہا ہے" اور ایک خدا ہے۔ اس کے بعد کسی دوسرے خدا کے قانون پر چلنے کا نتیجہ ہلاکت ہے۔ ارمغان حکیم میں اسی بنا پر میں نے کہا ہے (صفحہ ۶۴):

نعرہ جنگ اس سرودستاں میں بے آہنگ ہے
بیکراں ساز اطاعت میں چلے کیا کافری

مطلب یہ ہے کہ اس فطرت میں تو نغمہ ہی نغمہ اور سب نغموں کی ایک سر ہے یہاں انسان کا محدود سا کفر اور اس کی چھوٹی سی نافرمانی کیا چل سکتے ہیں!

(۲)۔ زمین و آسمان کی پیدائش

اس بارے میں سورہ حم السجدہ میں ہے:

(۲۸۰) قل ائنکم لتکفرون بالذی خلق الارض فی یومین و تجعلون لہ اندادا" ذالک رب العلمین ○ وجعل فیھا رواسی من فوقھا و برک فیھا و قدر فیھا اقواتھا فی اربعتہ ایام سوا" للسائلین ○ ثم استوی الی السما وھی دخان فقال لھا وللارض ائتیا طوعا" و کرھا" قالتا اتینا طائعین ○ فقضھن سبع سموات فی یومین واوحی فی کل سماء امرھا و زینا لسماء الدنیا بمصابیح و حفظا" ذلک تقدیر العزیز العلیم ○ ○ ۴۱/۹۔۱۲

(۲۸۰) اے پیغمبرؐ! بے دھڑک کہہ دو کیا درحقیقت تم ہی ہو جو کھلا کفر اور اعلانیہ انکار اس (پاک ذات) سے کر رہے ہو جس نے زمین کو دو دنوں میں پیدا کیا اور پھر تم اس کے ساتھ اور خداؤں کو شریک کر (کے ان کے قانونوں پر چل) رہے ہو۔ تو یہ ہے جہانوں کا پروردگار (جو اس حیرت انگیز طاقت کا مالک ہے۔ اور اس نے اس زمین پر (ہولناک) چوٹیاں بنا دیں اور اس زمین میں (لاتعداد نعمتیں پیدا کرکے اس کو) برکت دی اور اس میں چار دنوں کی مدت میں اس کی غذاؤں کی (مناسب) مقدار مقرر کی (اور یہ غذائیں اور نعمتیں ایسی ہیں (جو (سب) تلاش کرنے والوں کے لئے برابر ہیں۔ پھر وہ (خدا) آسمان کی طرف جم گیا حالانکہ وہ دھوئیں کی صورت میں (ایک ہیولا سا) تھا تو اس کو اور زمین کو کہا کہ دونوں چار و ناچار (آگے) آجاؤ (اور اپنی فرمانبرداری کا اقرار کرو) تو دونوں نے کہا کہ ہم فرمانبردار بن کر آتے ہیں۔ پھر دو دنوں کے اندر اندر فیصلہ کردیا کہ یہ سات آسمان ہوں گے اور ہر آسمان میں اس کا قانون (اس دھڑلے سے نافذ کر دیا کہ وہ) بہ منزل وحی ہوگیا اور نزدیک ترین آسمان کو مشعلوں سے (منور کرکے) زینت دے دی اور حفاظت کے طور پر (بھی)۔ تو صاحب کبریا' عزت اور مالک علم و خبر خدا کی اندازہ دانی (کا) یہ (عظیم الشان عالم) ہے۔

یہ "دو دنوں" اور "چار دنوں" اور "سات آسمانوں" اور سب سے "نزدیک آسمان" والی باتوں پر یورپ کی علمی دنیا نہ معلوم کتنے ہزاروں برس تک اور سٹ پٹاتی رہے گی اور راز کھلے گا کہ ان لفظوں کا اصل میں کیامفہوم تھا۔ ابھی تک تو صرف اتنا ظاہر ہوا ہے کہ زمین و آسمان کی پیدائش لاکھوں اور کروڑوں برس میں جاکر ہوئی اور آسمان و زمین اپنے ابتدائی مراحل میں محض ہیولائے آسانی کے طور پر تھے جوانجذابی قوت (سنٹری فیوگل فورس) کے باعث مختلف کرے بن گئے۔ ایک دوسری جگہ ہے:۔

(۲۸۰ ب) ان ربکم الذی خلق السموات و الارض فی ستہ ایام ثم استوی علی العرش یدبر الامر مامن شفیع الامن بعد اذنہ ذلکم اللہ ربکم فاعبدوہ افلاتذکرون ○ ○ ۱۰/۳

(۲۸۰)(ب) بے شک تمہارا پروردگار وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر اپنے تخت سلطنت پر جم کر بیٹھ گیا اور وہاں اس قانون کی تدبیر کر رہا ہے (جو آسمانوں میں جاری ہے) (اس منظم اور غالب حکومت کے بعد اے لوگو! تمہارا) کوئی سفارشی نہیں (ہوسکتا) مگر اس کی اجازت کے بعد۔ تو یہ ہے اللہ تمہارا پالنے والا۔تو تم اسی کی ملازمت اختیار کرو۔ کیا تم ان حقائق سے نصیحت نہیں پکڑتے۔

کئی اور جگہوں پر یہی مضمون مختلف اضافوں کے ساتھ ہے۔

(۲۸۰)(ج) هوالذی خلق السموت و الارض فی ستته ایام ثم استوے علی العرش یعلم ما یلج فی الارض و مما یخرج منها وما ینزل من السما و ما یعرج فیها وهو معکم این ما کنتم واللّٰه بما تعملون بصیر ○ ○ ۵۷/۴

(۲۸۰)(ج) وہ وہ پاک ذات ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر عرش پر جم کر بیٹھ گیا۔ اس کو علم ہے کہ کیا شے زمین کے اندر جارہی ہے اور کیا اس سے باہر نکل رہی ہے اور کیا آسمان سے نیچے گرتا ہے اور کیا اس کی طرف چڑھتا ہے(یعنی وہ ان عملوں سے پورے طور پر واقف ہے کیونکہ اس کے اپنے بنائے ہوئے ہیں) اور جہاں بھی تم ہو وہ تمہارے ساتھ ہے اور خدا جو کچھ (تحقیقات و تلاش فطرت کا) کام تم کررہے ہو یا کرو گے بغور دیکھ رہا ہے۔

(۲۸۰)(د) اللّٰه الذی خلق السموت والارض وما بینهما فی ستته ایام ثم استوی علی العرش مالکم من دون اللّٰه من ولی ولا شفیع افلاتذکرون ○ ○ ۳۲/۴

(۲۸۰)(د) لوگو! اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا۔ پھر عرش پر جم کر بیٹھ گیا۔(مطلب یہ نہیں کہ بیکار ہوگیا بلکہ پورے طور پر حکمرانی کے بعد) خدا کے سوا تمہارا نہ کوئی مددگار ہے نہ سفارشی (کہ تم اس عظیم الشان کارخانے میں بیکار رہ کر کچھ اپنی بگڑی بنا سکو۔ کیا تم اس سے نصیحت نہیں پکڑتے؟)

(۲۸۰) (و) وھوالذی خلق السموات والارض فی ستتہ ایام وکان عرشہ علی الماء لیبلوکم ایکم احسن عملا":۱۱/۷

(۲۸۰) (و) وہ وہ پاک رب ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا حالانکہ اس کا تخت سلطنت پانی پر تھا اور یہ تمام کائنات اس لئے پیدا کی گئی تاکہ تم انسانوں کو آزمائے کہ تم میں سے کون بہترین عمل کرتا ہے! (صاف واضح کر دیا کہ فطرت کی پیدائش کا مقصد کیا ہے)

(۲۸۰) (ہ) ولقد خلقنا السموت والارض وما بینھما فی ستتہ ایام وما مسنا من لغوب ○ ○ ۳۸/۵۰

(۲۸۰)(ہ) اور بے شک اور بالتحقیق ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دنوں میں پیدا کر دیا اور (ہم اس قدر بے پناہ طورپرطاقت والے ہیں کہ) ہم کو تھکاوٹ نے چھوا تک نہیں۔

(۲۸۰)ہ سے ظاہر ہے کہ ستاروں اور کروں کی نئی پیدائش کا سلسلہ اب تک بھی جاری ہے کیونکہ خدا اب تک نہیں تھکا اور **کل یوم ھوفی شان** کا مصداق ہے۔ ادھر ابھی سائنس کو شائد اور کئی قرنیں اس بات میں لگ جائیں کہ خداکے "عرش کے پانی پر ہونے" کے کیا معنی ہیں اور یہ اعلان کہ تمام کائنات ہی انسان جیسی بظاہر "حقیر مخلوق" کے "حسن عمل" کو آزمانے کے لئے بنائی گئی ہے' شاید بڑے سے بڑے سائنس دان کو عمروں تک حیرت زدہ کردے کہ کیا فی الحقیقت انسان کی اہمیت اس قدر ہے جس قدر کہ قرآن کہہ رہا ہے اور اس نے اب تک اس سلسلے میں کیا حقیر عمل کیا ہے!

۳۔ زمین و آسمان کی مخلوق کی ناپائیداری

اس کارخانہ قدرت کے حیرت انگیز طور پر مضبوط اور قائم ہونے کے باوجود زمین کے پہاڑوں اور چٹانوں کے کمزور اور قابل شکست و ریخت ہونے کے بارے میں

قرآن تیرہ سو ستر برس پہلے وہ حیرت انگیز اعلان کر رہا ہے جو ماہرین طبقات الارض اور سائنس دانوں نے صدہا برس کی جانگاہ تلاش و تفتیش کے بعد، ابھی ایک سو برس نہیں گذرے بالآخر کیا۔ سورہ نمل میں ہے:۔

(۲۸۱) وتری الجبال تحسبها جامدة وهی تمر مر السحاب صنع الله الذی اتقن کل شیی" انه خبیر بما تفعلون ○ ○ ۸۸/۲۷

(۲۸۱) اور تو دیکھتا ہے کہ پہاڑ تیرے اندازے میں خوب مضبوط ہیں حالانکہ (اس فطرت کے اندر جو قوتیں ردو بدل کرنے کی کار فرما ہیں ان کے حساب سے تو) وہ بادلوں کی چال چل (کر لحہ بہ لحہ بدل) رہے ہیں۔ یہ اسی خدا کی کاریگری ہے جس نے ہر شے کو (انتہائی طور پر) مضبوط بنا (کر پھر اس میں یہ خاصیت رکھ دی کہ وہ ناپائیدار ہو)۔ بیشک وہ انتہائی طور پر تمہارے کرتوتوں سے باخبر ہوگا جو کرو گے۔

معلوم نہیں اس آخری فقرے کا کیا ربط پہلی عبارت سے ہے مگر اس اعلان میں ضرور پہاڑ چھپا ہے جو شاید کسی سمجھنے والے کو سمجھ آجائے اور وہ مجھے بھی خبردار کر دے!

۴۔ زمین اور آسمان کا قوام ایک ہے

(۲۸۲) اولم یر الذین کفروا ان السموت والارض کانتا رتقا" ففتقنهما وجعلنا من الماء کل شی حی افلا یومنون ○ وجعلنا فی الارض رواسی ان تمید بهم و جعلنا فیها فجاجا" سبلا" لعلهم یهتدون ○ وجعلنا السماء سقفا" محفوظا" وهم عن ایتها معرضون ○ وهو الذی خلق الیل والنهار والشمس والقمر کل فی فلک یسبحون ○ ۲۱/۳۰۔۳۳

(۲۸۲) کیا ان لوگوں نے جو (اس صحیفہ کائنات کو باطل سمجھ کر اس کے اندر جو حقائق اظہر من الشمس ہونے کے بعد بہبودی انسان کے ضامن ہونے والے ہیں ان حقائق

کے) منکر ہیں' اس بات پر نظر نہیں کی کہ آسمانوں اور زمین کا ہیولا (تخلیق فطرت کے ابتدائی مرحلوں میں) آپس میں ملا ہوا اور گڈنڈ تھا۔ پھر ہم نے اس مخلوط ہیولے کو پھاڑ کر الگ الگ کردیا اور (اسی طرح) ہم نے پانی (کے مشترک قوام) سے تمام زندہ اشیاء کو پیدا کیا تو کیا (آسمانوں اور زمین کے اس وحدت قوام اور زندہ اشیاء کے اس وحدت خمیر کو دیکھ کر) یہ لوگ (اس بات پر) ایمان نہ لائیں گے (کہ **فاطر السموت والارض** ایک ہی ہے اس کے سوا کوئی دوسرا نہیں) اور ہم نے زمین میں (پہاڑوں کی بلند) چوٹیاں پیدا کر دیں کہ زمین (اپنی گردش میں) ایک طرف کو جھک نہ پڑے اور اس سے کشادہ راستے بنادیئے تاکہ وہ راہ پائیں۔ اور آسمان کو ایک محفوظ چھت بنا دیا اور یہ لوگ ان (عظیم الشان) آیتوں سے (جو صحیفہ فطرت سے مستنبط ہو کر انسان کو ترقی کے انتہائی مدارج تک پہنچانے والی ہیں) منہ موڑتے ہیں۔ اور وہی ہے جس نے دن اور رات اور شمس و قمر پیدا کئے اور یہ سب کے سب اپنے اپنے دائروں میں گردش کر رہے ہیں۔

یہ وہ عظیم الشان آیات ہیں جن کا ثبوت صدہا سال کے منظار اللون وغیرہ کے مشاہدوں اور علم حیوانات کے پیہم تجربوں کے بعد ابھی پچاس ساٹھ برس نہیں ہوئے پایہ تحقیق کو پہنچا ہے اور علمائے فطرت اس طرف گئے ہیں کہ صحیفہ فطرت میں تخلیق و تخریب کا ایک ہی قانون ہر جگہ کار فرما ہے اور اسی نقطہ نظر سے تمام کائنات فطرت ایک وحدت ہے جس کی تدبیر و تجویز ایک ہی مجوز اعلیٰ کے ہاتھوں ہوئی۔

۵۔ انسان کی پیدائش نفس واحدہ سے ہوئی

متذکرہ بالا استدلال کو اور ذرا دور کھینچ کر فطرت کے علماء ارضی حیوانات کے ترکیب اعضاء اور روئے زمین کے طبقوں میں ادنیٰ حیوانات کے تدریجی ارتقا کے جانکاہ اور زہرہ گداز مشاہدوں کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ روئے زمین پر زندگی کی ابتداء صرف ایک خلیے (یعنی زندہ حجرے) سے ہوئی جو فی الاصل وہ خوردبینی حیوانات تھے جو

شروع شروع میں روئے زمین پر تن تنہا نمودار ہوئے تھے۔ انہی خلیوں کے استعمار اور اجتماع سے زیادہ پیچیدہ اعضاء کے حیوانات رفتہ رفتہ روئے زمین پر قائم ہوتے گئے حتیٰ کہ زندگی کی تکمیل اشرف **المخلوق** انسان پر ہوئی جس کے اعضاء کی تقویم ارتقاء کے مدارج کے اعتبار سے بہترین ہے۔ اس حیرت انگیز حقیقت کااعلان قرآن حکیم نے اس وقت کیاجس وقت کہ تمام انسانی دنیا انتہائی جہالت اور عجیب و غریب وہموں میں غرق تھی اور کسی متنفس کو گمان تک نہیں ہوسکتا تھا کہ انسان کی پیدائش کی ابتدا نفس واحدہ سے ہوئی جو جان کی وہ مطلق اکائی ہے جس کا نام علمائے فطرت نے آج تیرہ سو برس کے بعد خلیہ یا حجرہ زندگی رکھا ہے۔ سورہ انعام میں ہے:

(۲۸۳) ۔ا وهو الذی انشاء کم من نفس واحدة فمستقر و مستودع قد فصلنا الایت لقوم یفقهون ○ ۶/۹۹

(۲۸۳) ۔ا۔ خدا وہ ہے جس نے تم انسانوں کی زندگی کی ابتدا ایک نفس واحدہ سے کی۔ پھر اس نفس واحدہ کا ارتقاء ایک عارضی جائے قرار سے دوسرے عارضی جائے قرار تک رفتہ رفتہ ہوتا رہا حتیٰ کہ وہ ارتقاء ایک آخری جائے قرار پر آکر ختم ہوا۔ ہم نے اس قوم کے لئے جو صحیفہ فطرت کا صحیح **تفقہ** کرنے کے درپے ہے فطرت کے اندرونی بھیدوں کی (آیات) پوری تفصیل فی الحقیقت ان الفاظ کو کہہ کر دی ہے۔

ایک دوسری جگہ اس سے بھی زیادہ تفصیل زیادہ مشکل الفاظ میں کردی ہے کہ نہ صرف انسان کی پیدائش کی ابتدا نفس واحدہ سے ہوئی ہے بلکہ اسی نفس واحدہ کے اندر سے ہی انسان کا جوڑا یعنی عورت پیدا کی۔ اس کی تشریح علم فطرت کے حالیہ انکشافات سے حیرت انگیز طور پرہوتی ہے جس کے رو سے ادنیٰ قسم کے خورد بینی حیوانات میں تزوج یعنی " جوڑا بننا" مفقود ہے۔ ہرخلیہ ایک مدت کے بعد خود بخود دو حصوں میں تقسیم ہوجاتا ہے۔ اور نرو مادہ کی تمیز اس میں نہیں' لیکن رفتہ رفتہ اعلیٰ قسم کے خورد بینی حیوانات میں دو قسم کے خلیے ظاہر ہوتے ہیں جن کے آپس میں مل جانے سے نئے خلیے کی پیدائش ہوئی ہے۔ گویااسی ادنیٰ خورد بینی حیوانات کے ارتقاء سے نرو مادہ کی تمیز

پیدا ہوئی جو مستقل طور پر انسان تک پہنچی۔

(۲۸۳)۲۔ هو الذی خلقکم من نفس واحدة وجعل منها زوجها لیسکن الیها ○ ۱۸۹/۷

(۲۸۳)۲۔ وہ (پاک ذات) ہے جس نے تم انسانوں کو جان (نفس) کی (مطلق) اکائی سے پیدا کیا اور پھر اس مطلق اکائی سے ہی اس جان کے جوڑے کو پیدا کیا تاکہ وہ اس سے آرام اور تسکین لے۔

(۲۸۳)۳۔یایها الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدة و خلق منها زوجها و بث منهما رجالاً کثیراً و نساء واتقوا اللہ الذی تساء لون به والارحام ان اللہ کان علیکم رقیباً ○

۱/۴

(۲۸۳)۳۔ اے انسانو! اپنے پروردگار سے خوفزدہ رہو کیونکہ یہی وہ پروردگار عالمیان ہے جس نے تم کو ایک نفس واحدہ سے پیدا کیا۔ پھر اس نفس واحدہ سے (ترقی کے مدارج طے کرا کر) اس کا جوڑا (یعنی مادہ) پیدا کیا اور اسی نفس واحدہ سے روئے زمین کے کروڑوں مرد اور عورت پیدا کئے اور خوفزدہ ہو جاؤ اس پاک ذات سے جس کے متعلق تمہاری اور تمہاری اولادوں کی پرسش ہوگی - بے شک وہ خدائے عظیم تمہارے اعمال کا پورا نگراں ہے (کہ دیکھے کہ تم انسان ارتقاء کے اس بلند درجے تک چڑھ کر صحیفہ فطرت کی تلاش تفتیش کس طرح پر کرتے ہو)۔

(۲۸۳)۴۔ ومن کل الثمرات جعل فیها زوجین اثنین یغشی الیل النهار ان فی ذالک لایت لقوم یتفکرون ○ ۳/۱۳

(۲۸۳)۴۔ اور تمام (دنیا کے) پھلوں کے ان کے اندر ہی دو افراد بنا دیئے جو جوڑے ہیں۔(جس طرح) رات دن پر چھا جاتی ہے (اسی طرح یہ جوڑے لپٹ جاتے ہیں) بیشک اس میں سوچنے والی قوم کے لئے بہت سے اشارات ہیں۔

(۲۸۳)۵۔ ومن کل شیء خلقنا زوجین لعلکم تذکرون ○

ففروا الی اللہ انی لکم منہ نذیر مبین ○ ○ ۵۱/۴۹-۵۰

(۲۸۳)۵- اور (دنیا کے پھل ہی نہیں بلکہ دنیا کی) ہر شے سے ہم نے دو جوڑے بنادیئے تاکہ تم عبرت پکڑ سکو- تم (لوگو! اس حیرت انگیز منظر کو دیکھ کر) اللہ کی طرف بھاگو(کیونکہ) میں درحقیقت اسی کی طرف سے تم کو صاف طور پر ڈرانے والا بن کر آیا ہوں-

۶- انسان سے بھی برتر مخلوق کائنات میں موجود ہے

ایک حیران کن انکشاف جس کی تصدیق کے لئے انسان شائد اگلے ہزاروں برس تک فطرت کے گوشے گوشے میں خاک چھانتا پھرے' یہ انتہائی طور پر دلیرانہ اعلان ہے کہ انسان کی فضیلت دوسرے حیوانات کی کثیر التعداد نوعوں پر ہے' سب پر نہیں اور آسمان کے دوسرے ستاروں میں انسان سے بھی بہتر مخلوق بس رہی ہے!

(۲۸۴) ولقد کرمنا بنی ادم وحملنھم فی البر والبحر ورزقنھم من الطیبت وفضلنھم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلا" ○ ۱۷/ ۷۰

(۲۸۴) اور بے شک ہم نے نسل انسانی کو بڑی ہی عزت دی اور انسان کو بر و بحر پر غالب کردیا اور ان کو نہایت پاکیزہ اشیاءِ دیں بلکہ اس کو ہماری تمام پیدا کردہ مخلوق میں سے اکثر مخلوق پر برتری دی-(۱۳۷۰ برس پہلے یہ کہنا کہ انسان بڑا مکرم رہے گا- بر و بحر پر اس کا غلبہ ہوگا قرآن کے پڑھنے والے کو محو حیرت کردیتا ہے)-

ان " ہوائی اڑن طشتریوں " سے جو پچھلے چند سالوں سے آسمان پر اڑتی دکھائی دیتی ہیں یا ابھی چند ہفتوں سے اخبارات کے اس شور شر سے کہ دوسرے ستاروں کے باشندے "بم پھینک کر" ہماری زمین کو تباہ کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں' یہاں کے انسانوں کو کچھ کچھ احساس ہونے لگا ہے کہ ہم سے بہتر مخلوق ضرور دوسرے ستاروں میں مقیم ہوگی جن کی علمی ترقیاں ہم سے غالبا" بہت زیادہ ہیں' مگر یہ باتیں ابھی تک

محض اٹکل پچو اور غیر معین ہیں۔ ان کی اکثر بنیاد ظن و تخمین پر ہے، صحیح اور براہ راست علم پر قطعاً نہیں۔

۷۔ تمام پیدائش سلسلہ وار ہوئی اور سلسلہ توالد و تناسل ایک ہے

جو شے ماہرین علم حیوانات و علم طبقات الارض کو صدیوں کی طبقہ بہ طبقہ تلاش و تفتیش کے بعد حاصل ہوئی یہ تھی کہ زمین پر سب سے پہلے بہ اعتبار اعضائے بدن ادنیٰ قسم کی مخلوق اسی ایک ہی سلسلہ توالد و تناسل سے اعلیٰ قسم کے اعضائے بدن والی مخلوق میں ارتقاء کرتی رہی حتیٰ کہ "چار پیروں والے انسان" کا ظہور ہوا۔ قرآن حکیم نے اس عظیم الشان راز کا چودہ سو برس پہلے اس حیران کن وضاحت سے اعلان کیا اور ساتھ ہی ان حیران کن الفاظ میں اس وضاحت کی اہمیت کے متعلق تنبیہہ کر دی بلکہ اس کو عیاں الفاظ میں علم کا صراط مستقیم کہا کہ دنیا کی اس بے مثال کتاب کی صرف سورہ نور کی ذیل کی آیت اس کو ابدالاباد تک خدا کی طرف سے بھیجی ہوئی کتاب ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔ میں اس آیت کا لفظی ترجمہ بغیر کسی خطوط وحدانی کے کرتا ہوں تاکہ خدا کے کہئے ہوئے ایک ایک لفظ کی اہمیت دلنشین ہو جائے اور کسی متنفس کے دل میں ادنیٰ شک نہ گزرے کہ میں نے ترجمہ میں اپنا مطلب نکالنے کے لئے کچھ الفاظ اپنی طرف سے لگا لئے ہیں۔ قرآن میں ہے۔

(۲۸۵)ا۔واللہ خلق کل دابتہ من ماء فمنھم من یمشی علی بطنہ ومنھم من یمشی علی رجلین ومنھم من یمشی علی اربع یخلق اللہ مایشاء ان اللہ علی کل شیٔ قدیر○ لقد انزلنا ایت مبینت واللہ یھدی من یشاء علی صراط مستقیم○ ○ ۲۴

/۴۵-۴۶

(۲۸۵)ا۔ اور خدا نے سب حیوانات کو ایک ہی پانی سے پیدا کیا۔ پھر ان حیوانات میں سے کچھ تو وہ ہیں جو اپنے پیٹ پر چلتے ہیں کچھ ان میں سے وہ ہیں جو دو پاؤں پر چلتے ہیں ۔کچھ ان میں سے وہ ہیں جو چار پاؤں پر چلتے ہیں ۔ اللہ جو شے مناسب ہے پیدا کر دیتا ہے ۔ ہم نے بے شک اور بالتحقیق روشن کر دینے والی آیات اتار دی ہیں اور اللہ جس کو مناسب سمجھتا ہے سیدھے راستے پر لے جاتا ہے۔

سب سے پہلے جو مخلوق روئے زمین پر نمودار ہوئی پیٹ کے بل چلنے والے کیڑوں (مثلاً" ایک خلیے کے خوردبینی حیوانات یا مضغہ گوشت کی شکل کے حیوانات' یا جونکوں کی شکل کے "رینگنے والے گنڈوؤں") کی مخلوق تھی جن کی کوئی ریڑھ کی ہڈیاں نہ تھیں اور کوئی اعضائے رئیسہ مثلاً" دل جگر سر وغیرہ بلکہ ہاتھ پاؤں نہ تھے۔ یہ مخلوق ارتقاء کرتے کرتے ریڑھ کی ہڈیوں والی مچھلی بنی۔ پھر اس مخلوق کے ارتقاء سے پروں والی مچھلیاں اور پرندے پیدا ہوئے اور ان سے دو ٹانگوں والے حرزون یعنی چھپکلیاں جنھوں نے اپنے ہیبت ناک بڑے بڑے جسموں سے زمین پر ایک قیامت برپا کر دی تھی ان دو ٹانگوں پر سر' جگر' معدہ اور دل والے پرندوں کے ارتقاء سے دودھ دینے والے جانور جن کی چار ٹانگیں اور اعلیٰ قسم کے اعضائے رئیسہ تھے نمودار ہوئے اور ان میں انسان بھی شامل ہے۔ اس تمام مخلوق کے ارتقاء کی تفصیل علم طبقات الارض کا ایک مشہور باب ہے اور کتاب فطرت کے تمام ورق واضح طور پر اس درجہ بدرجہ پیدائش کی اطلاع انسان کو دے رہے ہیں۔ اس موضوع کی ایک جھلک تذکرہ مجلد اول اصل کتاب کے صفحات ۱۱ تا ۴۷ کے تحت المتن میں دکھلا دی گئی ہے۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ان کروڑوں برسوں کے ارتقاء کی کہانی کو قرآن عظیم نے کس صحت اور عظمت کے ساتھ ان چند لفظوں میں بیان کیا ہے اور کس حیرت انگیز ہمہ دانی کے ساتھ انسان کو چار ٹانگوں والی مخلوق میں داخل کر کے گویا دودھ پلانے والے جانوروں کو سب سے اعلیٰ مخلوق میں شامل کر کے انسانی اعضاء کے ارتقاء کی تقسیم بعینہ اسی ڈگر پر کی ہے جس ڈگر پر آج فطرت کے عالم اس کو کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں حالانکہ سرسری نظر سے دیکھا

جائے تو انسان دو ٹانگوں والی مخلوق نظر آتا ہے اور دو ٹانگوں والی مخلوق ہی سرسری نظروں میں افضل سمجھی جانی چاہیے تھی۔ صرف یہی نکتہ تیرہ سو ستر برس پہلے کے قرآن کے منجانب اللہ ثابت کرنے کے لئے کافی تھا۔ لیکن اس آیت کے بعد کے الفاظ "روشن کر دینے والی آیات" ہیں اور خدا جس کو مناسب سمجھتا ہے "راہ راست" دکھا دیتا ہے' حیرانی میں ڈال دیتے ہیں کہ کیوں اس معمولی سے بیان کو کہ کچھ حیوانات پیٹ پر' کچھ دو ٹانگوں پر اور کچھ چار ٹانگوں پر چلتے ہیں "روشن کر دینے والی آیات" اور "سیدھا راستہ" کہا۔ صاحب نظر کے لئے یہی ایک آیت اس امر کا ثبوت ہے کہ قرآن حکیم کا دیا ہوا علم وہ غالب اور آنکھوں کو روشن کر دینے والا علم ہے جس کی تہ کو پا کر فطرت کے عالم لڑکھڑا کر سجدہ میں گر پڑتے ہیں گویا **خروا سجدا**" کے مصداق ہو جاتے ہیں۔

قرآن حکیم کا صرف یہ دعویٰ کہ تمام مخلوق کا سلسلہ توالدو تناسل ایک ہی پانی یعنی ایک ہی نطفہ منی سے ہے وہ عظیم الشان دعویٰ ہے کہ کوئی عالم فطرت اسکے سامنے سر جھکائے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس سے بھی زیادہ معنی خیز ایک اشارہ انسان کی پیدائش کے متعلق قرآن حکیم میں ہے جس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ انسان کی پیدائش " زمین" سے ہوئی اور اسی طرح ہوئی جس طرح کہ ایک پودے کی ہوتی ہے۔ گویا انسان کی تخلیق کا سلسلہ ایک شجر کی مانند تھا جس کی اصل یعنی جڑ ایک تھی۔ پھر آہستہ آہستہ اس کی مختلف شاخیں ہوگئیں اور اس شجر کی ایک ٹہنی پر انسان بطور ایک پھول کے لگا۔ علمائے طبقات الارض کو خوب معلوم ہے کہ یہ مثال انسان کی پیدائش پر کس طرح ٹھیک طور پر چسپاں ہوتی ہے۔ جب بظاہر انسان زمین سے پودے کی طرح نہیں اگا تو لا محالہ اس آیت کے اور گہرے معنی ہونے لازم ہیں۔

(۲۸۵)۲۔واللہ انبتکم من الارض نباتا" ○ ثم یعید کم فیھا ویخرجکم اخراجا" ○ ○ ۷۱/۱۷۔۱۸

(۲۸۵)۲۔ اور اللہ نے تم انسانوں کو زمین سے ایک پودے کی طرح اگایا۔ پھر تم کو اسی

زمین میں واپس کردیگا اور پھر تم کو (کسی اور ڈھنگ سے (زمین سے) باہر نکالے گا۔

۸۔ انسان کی پیدائش کی تکمیل ایک پیدائش سے دوسری پیدائش میں منتقل ہونے کی وجہ سے ہوئی

تمام مخلوق زمین کے اسی ایک سلسلہ توالدو تناسل کے ہونے کی وجہ سے قرآن حکیم نے چودہ سو برس پہلے جب کہ تمام دنیا رحم مادر کے متعلق ادنیٰ علم نہ رکھتی تھی اور علم تشریح الابدان کا اس زمین پر نام و نشان تک نہ تھا' دھڑلے سے اعلان کیا کہ "تبدیل نوع "(یعنی ادنیٰ مخلوق کے ایک نوع حیوانی سے دوسرے نوع حیوانی میں بدلنے) کا سلسلہ تمہاری ماؤں کے پیٹ میں دہرایا جاتا ہے کیونکہ تقاضائے فطرت یہ ہے کہ ان تمام مرحلوں کو دہراتی جائے جن مرحلوں سے ارتقاء کرتے کرتے ادنیٰ مخلوق اعلیٰ مخلوق بن کر انسان بنی تھی۔ چنانچہ آج کل کے علمائے فطرت کی تحقیق یہ ہے کہ نطفہ منی ماں کے رحم کے اندر جا کر پہلے مضغہ گوشت سا بنتا ہے پھر رفتہ رفتہ اس کے اعضاء پیدا ہوتے ہیں پھر دو پاؤں پیدا ہوتے ہیں پھر چار پاؤں' پھر بندر کی شکل اختیار کر لیتاہے' وغیرہ وغیرہ حتیٰ کہ وہ پورا انسان بن جاتا ہے۔ سورہ زمر میں ہے۔

(۲۸۶)ا۔ خلق کم من نفس واحدۃ ثم جعل منها زوجها وانزل لکم من الانعام ثمنیته ازواج یخلقکم فی بطون امهاتکم خلقا من بعدخلق فی ظلمت ثلث ذلکم اللّٰه ربکم له الملک لاالٰه الاهو فانی تصرفون ○ ۶/۳۹

(۲۸۶)ا۔ تم کو ایک مطلق جان کی اکائی سے پیدا کیا پھر اسی نفس واحدہ کے اندر سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور مویشیوں میں سے تمہارے لئے آٹھ جوڑے پیدا کئے (ابھی اس کے متعلق تحقیق باقی ہے کہ یہ آٹھ کونسے ہیں)۔ وہ (خلاق زمین و آسمان) تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں ایک پیدائش کے بعد دوسری پیدائش میں منتقل کرکے تم کو پیدا کرتا

ہے (اور یہ عمل اس قدر حیرت انگیز ہے کہ انسان اس کو دیکھ کر انگلیاں منہ میں لے لیتا ہے) تو تمہارا پالنے والا اللہ (اس حیرت انگیز قدرت کا) مالک ہے۔ حکومت اسی کی ہے۔ اس کے سوا کوئی لائق اطاعت نہیں تو (بتلاؤ) تم کدھر کو بھٹکے جا رہے ہو۔

(۲۸۶)۲۔ماخلقکم ولا بعثکم الا کنفس واحدۃ ان اللہ سمیع بصیر ○ ۲۸/۳۱

(۲۸۶)۲۔ (اے لوگو!) نہیں تمہاری پیدائش اور نہیں تمہارا(اس زمین پر) ظہور مگر نفس واحدہ کی طرح(یعنی تمہاری پیدائش جس طرح جان کی اکائی سے ہے اسی طرح تمہارا ایک جان ہو کر زمین پر رہنا ضروری ہے)۔ بے شک خدا (نہایت ہی سمجھ سوچ والا ہے۔ (جو ہمیں اتحاد عمل کا سبق دیتا ہے)۔

۹۔ فطرت کے انعامات اور آیاتِ خدا لامتناہی ہیں!

"کلمات" خدا یا کلمات ربی کے الفاظ کے متعلق جو قرآن کریم میں تین چار جگہ وارد ہوئے ہیں مولوی صاحبان اور مفسرین نے وہ آئیں بائیں شائیں کی ہے کہ عقل حیران ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک قرآن اور دین کو افسانہ بنا دینے سے اس کے منجانب اللہ ہونے پر زیادہ اطمینان ہو جاتا ہے۔ سورہ انعام میں **تمت کلمت ربک صدقا وعدلا لامبدل لکلمتہ وھو السمیع العلیم ○ ۶/۱۱۶** کے الفاظ قطعی طور پر ثابت کرتے ہیں کہ کلمات رب قرآن حکیم میں صدق اور عدل پر ختم ہوگئے ہیں۔ کوئی بیرونی طاقت خدا کے کلمات کو بدل نہیں سکتی کیونکہ خدا نے جو کچھ کہا ہے انتہائی سوچ بچار اور علم کے زور پر کہا ہے۔ اس لحاظ سے کلمات رب کا پہلا مفہوم واضح طور پر وہ قرآنی آیات ہیں جن میں خدا کا پیغام دیا گیا ہے ان الفاظ کے ہوتے ہوئے قرآن میں دو جگہ کلمات رب کا ذکر حسب ذیل الفاظ میں ہے۔

(۲۸۷)۱۔ولو ان ما فی الارض من شجرہ اقلام والبحر یمدہ من بعدہ سبعتہ البحر مانفدت کلمت اللہ ان اللہ عزیز حکیم

○ ۲۷/۳۱

(۲۸۷)ا۔ اگر زمین کے تمام درخت قلمیں بن جائیں اور سطح زمین کے سمندر اس کے بعد سات سمندر بن کر ان قلموں کی سیاہی بن جائیں تو کلمات خدا ان قلموں سے لکھتے لکھتے کبھی ختم نہ ہوں گے۔ اس لئے کہ در حقیقت خدا بڑا صاحب عزت و غلبہ اور بڑا صاحب علم و حکمت ہے۔

ایک دوسری جگہ اسی طرح پر ہے:۔

(۲۸۷)ب۔ قل لو کان البحر مدادا" لکمت ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمت ربی لو وجئنا بمثلہ مددا" ○ ۱۸/۱۰۹

(۲۸۷)ب۔ اے پیغمبرؐ کہہ دو کہ اگر سمندر میرے پروردگار کے کلمات کو لکھنے کے لئے سیاہی بن جاتا تو سمندر باوجود اس کے ہم ایک اور سمندر اسی طرح کا اس کی مدد کے لئے لے آتے ختم ہو جاتا پیشتر اس کے کہ کلمات رب ختم ہو جائیں۔

ان تصریحات سے واضح ہے کہ آیات قرآنی کے علاوہ کوئی اور "کلمات رب" بھی ہیں جو اس کثرت سے ہیں کہ سات سمندروں کی سیاسی اور تمام زمین کے درخت قلم بن کر ان کو لکھ نہیں سکتے۔ ادنیٰ تامل کے بعد یہ نتیجہ لازم آتا ہے کہ یہ کلمات سوائے اس کے ہرگز نہیں ہوسکتے کہ وہ صحیفہ فطرت سے اخذ کی ہوئی وہ لامتناہی ایجادات و اختراعات یا خدا کے کام سے اخذ کئے ہوئے وہ ابدالاباد تک نہ ختم ہونے والے اشارات اور احکام ہیں جو انسان کو آئے دن صحیفہ فطرت کی تلاش و تفتیش کے ضمن میں ملتے رہتے ہیں اور جن پر زمین کی ترقی کا تمام حصر ہے۔ اسی نکتے کو مد نظر رکھ کر قرآن میں جا بجا صحیفہ فطرت کی تلاش کی ترغیب دے کر **ان فی ذلک لایات لقوم یعلمون ○ و یومنون یسمعون** وغیرہ کہا گیا اور جس کے متعلق مفصل بحث مقام فطرت کے عنوان کے تحت میں گذر چکی ہے۔ (دیکھو حدیث القرآن صفحہ ۷۵ تا ۸۳)

•۱۔ زمین کی حیوانی امتیں انسانی امتوں کے لئے مستقل سبق ہیں

بنی نوع انسان کے لئے روئے زمین پر انفرادی مسئلوں سے قطع نظر سب سے بڑا مسئلہ انسانی امتوں کے عروج و زوال کا مسئلہ ہے۔ طبقات الارض کے مطالعے سے یہ مستنبط ہوا ہے کہ ابتدائے آفرینش سے اس وقت تک ہزار در ہزار حیوانی اجناس بلکہ انواع بھی کشمکش حیات سے ناکمل مقابلے یا عدم صلاحیت کے باعث روئے زمین پر ناپیدا ہوتی گئیں اور ان کی جگہ صالح تر اجناس و انواع نے لے لی۔ انتخاب طبعی یا بقائے اصلح کے اس عمل میں جو بواعث صالح تر اجناس و انواع کے افراد میں کار فرما رہے ان کامطالعہ نسل انسانی کے لئے ایک مستقل سبق ہے اور چونکہ اس مطالعے سے فطرت کا منشا انسان پر واضح ہوتا ہے'صحیفہ فطرت کا اس نظر سے مطالعہ انسان کے لئے مادی ترقی اور بقاء کے وہ نئے دروازے کھول دیتا ہے جو اور کسی طرح کے علم حاصل کرنے سے نہیں کھل سکتے۔ قرآن حکیم نے اس اہم نکتے کو پیش نظر رکھ کر انسان کی توجہ بقا و فنا کے اس اہم ترین مسئلے پر حسب ذیل معنی خیز الفاظ میں دلائی جس کی تہ کو پہنچ کر ماہر فطرت کا حیرت زدہ ہو کر رہ جانا لازمی ہے۔ سورہ انعام میں ہے۔

(۲۸۸) وما من دابته فی الارض ولا طئر یطیر بجناحیه الا امم امثالکم مافرطنا فی الکتاب من شی ثم الی ربهم یحشرون ○ والذین کذبوا بایتنا صم و بکم فی الظلمت من یشا الله یضلله ومن یشا یجعله علی صراط مستقیم ○ ۶/۳۸-۳۹

(۲۸۸) اور زمین میں کوئی چار پایہ ایسا نہیں نہ کوئی پرندہ ہے جو اپنے دو پروں سے اڑتا ہے مگر یہ کہ یہ سب انواع و اجناس تمہاری ہی طرح کی امتیں ہیں(جو کشمکش حیات اور جہد للبقا کے مخمصوں میں اسی طرح کہ تم لگے ہو/ لگی ہیں۔ انہی امتوں کے بواعث عروج و فنا کے مطالعے سے تم اپنے لئے لائحہ علم واضح کرسکتے ہو اور اگر تم غور سے

ہماری اس توضیح کی تہ تک پہنچ سکے تو تم کو ماننا پڑے گا کہ (ہم نے اس قرآن میں (تم کو قانون فطرت سے خبردار کرنے کے لئے) کوئی چھوٹی موٹی شے بھی چھوڑی نہیں (جس سے تم کو بروقت آگاہ کرنا ضروری ہو)۔ (تو سمجھ لو کہ قانون خدا کو اس مکمل طور پر واضح کر دینے کے بعد) پھر تم اپنے پروردگار کے حضور میں (اپنے اعمال کی جواب دہی اور اجر لینے یا سزا (بھگتنے کے لئے) جمع کر دیئے جاؤ گے۔ اور (یاد رکھو کہ) جن لوگوں نے ہماری (صحیفہ فطرت سے اخذ کی ہوئی) آیتوں کو (یا ان اشاروں کو جو ہم کتاب وحی میں تمہاری بہتری کے لئے دے رہے ہیں) جھوٹ سمجھا (یا ان کو مخول سمجھ کر ان سے بے پرواہی اختیار کی) تو وہ گونگے اور بہرے ہیں جو اندھیرے میں پڑے (بھٹک رہے) ہیں۔ خدا جس کو مناسب سمجھتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور جس کو مناسب سمجھتا ہے صراط مستقیم پر لے جاتا ہے۔

کتاب خدا میں کسی شے کے حذف نہ کرنے کے اعلان سے واضح ہے کہ قرآن کا انسانی امتوں کو حیوانی امتوں کے بقاء و فنا کے بواعث سے سبق لینے کی تلقین کرنا انسانی تعلیم کا کس قدر اہم حصہ ہے اور قرآن کس وثوق سے اس امر کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ خدا کے قانون کو سمجھ کر اگر بقاء و خلود کے اعلیٰ ترین مقام پر پہنچنا چاہتے ہو تو صحیفہ فطرت کا مطالعہ کرو۔ اسی روشن کتاب کے اندر قوموں کے عروج و زوال کے اسباب جلی حروف سے لکھے ہیں۔ کسی اور طریقے سے انسانی ذہنوں میں اس عظیم الشان قانون پر عمل کا احساس پیدا نہیں ہو سکتا۔ نہیں، بلکہ واضح طور پر اعلان کر دیا کہ اگر صحیفہ فطرت سے اخذ کی ہوئی آیات کو بے حقیقت اور ناقابل توجہ سمجھو گے تو گونگے، بہرے اور اندھے بن کر گمراہ ہو جاؤ گے۔ اس کارخانہ قدرت میں صراط مستقیم ایک ہی ہے وہ صحیفہ فطرت کا مطالعہ ہے اور انسانی امتوں کے لئے صراط مستقیم ادنیٰ مخلوق کے کردار و اعمال کا صحیح مطالعہ کرنا بھی ہے۔

۱۱۔ خدا کا جاری کردہ قانون اٹل ہے اور اس میں تبدیلی

کی کوئی گنجائش نہیں!

انسان کو صحیفہ فطرت کی بے انتہا مضبوطی اور قانون فطرت سے برگشتگی کرنے کی کوئی گنجائش نہ ہونے کا احساس دلانے کے لئے قرآن نے اعلان کر دیا کہ خدا کا قانون اٹل ہے اس میں کسی طرح کی تبدیلی محال ہے۔ گویا دوسرے لفظوں میں قانون خدا کا بہر نوع احترام اور اس کی تعمیل کرنے کے ساتھ ساتھ یہ واضح کر دیا کہ خدا کا بھیجا ہوا دین ہر طرح کی ناقابل یقین باتوں اور مافوق الفطرۃ عقیدوں سے پاک ہے اور خدا کا یہ دستور ہرگز نہیں کہ وہ کسی خاص موقع پر یا کسی خاص شخص یا قوم کی خاطر اپنا اٹل قانون بدل دے۔

(۲۸۹)۔ا۔ سنۃ اللہ التی قد خلت من قبل ولن تجد لسنتہ اللہ تبدیلا" ○ ۴۸/۲۳ (نیز دیکھو ۱۷/۷۷)

(۲۸۹)۔ا۔ (لوگو! یہ جنگ کے ہر موقع پر ایمان والی قوم کا فتح پا جانا اور کافر قوم کا پیٹھ پھیر کر بھاگ جانا) خدا کا وہ اٹل قانون ہے جو پہلے سے چلا آرہا ہے اور تو ہرگز ہرگز خدا کے اٹل قانون میں کبھی تبدیلی نہ پائے گا۔

(۲۸۹)۲۔ فھل ینظرون الا سنتہ الاولین فلن تجد لسنتہ اللہ تبدیلا" ○ **ولن تجد لسنتہ اللہ تحویلا"** ○ ۳۵/۴۳

(۲۸۹)۲۔ تو کیا یہ لوگ (جو تنبیہہ آئے پیچھے مکر کر رہے ہیں) کسی دوسری شے کا انتظار کر رہے ہیں (سوائے سزا کے) اس (اٹل قانون کا جو ان سے پہلوں کا تھا۔ تو (یاد رکھو کہ) تو ہرگز کوئی تبدیلی قانون خدا میں نہ پائیگا اور ہرگز کوئی ردو بدل قانون خدا میں نہ دیکھے گا۔

(۲۸۹)۳۔ سنتہ اللہ فی الذین خلوا من قبل ولن تجد لسنتہ اللہ تبدیلا" ○ ۳۳/۶۲ نیز دیکھو ۳۳/۳۸

(۲۸۹) ۳۔ یہ خدا کا دستور ان لوگوں میں ہے جو پہلے گذر گئے اور تو ہرگز ہرگز قانون

خدا میں کوئی رد و بدل نہ پائے گا۔

۱۲۔ قرآن حکیم کے اور دعاوی و تصریحات(۱)

اپنے متعلق قرآن حکیم نے کہا کہ صرف صاحب علم قوم کے لئے ہے، جہل اور ظن و وہم پر یقین کرنے والی قوم کے لئے نہیں:۔

(۲۹۰)۱۔ کتب فصلت ایته قرآنا عربیا" لقوم یعلمون ○ ۳/۴۱

(۲۹۰)۱۔ یہ (قرآن) ایک کتاب ہے جس کی آیتیں صاحب علم قوم کے لئے کھول کھول کر عربی قرآن (کی صورت) میں کردی گئی ہیں۔

وہ بغیر کسی ٹیڑھا پن کے ہے:۔

(۲۹۰)۲۔ قرآنا عربیا" غیر ذی عوج لعلهم یتقون ○ ۲۸/۳۹

(۲۹۰)۲۔ یہ ایک عربی (زبان کا) قرآن ہے جو بغیر کسی ٹیڑھا پن کے ہے تاکہ لوگ (اس کی بتائی ہوئی سزاؤں سے) بچیں (اور یہ نہ کہیں کہ ہم نے سمجھا ہی نہ تھا)۔

(۲۹۰)۳۔ الحمد لله الذی انزل علی عبده الکتب ولم یجعل له عوجا" ○ ۱/۱۸

(۲۹۰)۳۔ اس خدا کا شکر ہے جس نے اپنے بندے پر (ایسی) کتاب اتاری کہ جس میں اس نے کوئی کجی نہ رکھی۔

وہ احسن الحدیث ہے جس کے مطالعے سے خدا سے ڈرنے والوں کی جھریاں کانپتی ہیں (سورہ زمر) **الله نزل احسن الحدیث** ○ ۲۳/۳۹ وہ اگر پہاڑ پر اترتا تو پہاڑ کانپ اٹھتے: **لو انزلنا هذا القرآن علی جبل لریته خاشعا" متصدعا" من خشیت الله** ○ ۲۱/۵۹ وہ شعر نہیں ہے **وما علمنه الشعر وما ینبغی له ان هو الا ذکرو قرآن مبین ○ لینذر من کان حیا ویحق القول علی الکافرین** ○ ۶۹/۳۶۔۷۰

اس کارخانہ فطرت میں ظلم اور بے انصافی کسی جگہ نہیں۔ نہ قرآن عظیم میں کسی

قسم کی کوئی غلط بیانی یاد ھو کہ ہے:۔

(۲۹۱)۔ا۔ مایبدل القول لدی و ما انا بظلام للعبید ○ ۲۹/۵۰

(۲۹۱)۔ا۔ میرے ہاں قول بدلتا نہیں اور میں بندوں پر (ادنیٰ) ظلم کرنے والا نہیں۔

(۲۹۱)۲۔ وانه لکتب عزیز ○ لایاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه تنزیل من حکیم حمید ○ ۴۱/۴۱۔۴۲

(۲۹۱)۔۲۔ بے شک یہ بڑی ہی قابل قدر کتاب ہے نہ اس (کی کسی کہی ہوئی شے) کو آگے سے جھوٹ آکر ملاقات کرتا ہے نہ پیچھے سے۔ (یہ کیسے ہوسکے) یہ تو انتہائی طور پر صاحب حکمت اور لائق حمد خدا کی طرف سے اتاری ہوئی ہے۔

خدا کی تمام مخلوق پیدا ہی اس لئے کی گئی ہے کہ وہ ملازموں کی طرح میرے قانون کی تعمیل میں لگی رہے:۔

(۲۹۲) وما خلقت الجن والا نس الا لیعبدون ○ ۵۱/۵۶

(۲۹۲) میں نے جن و انس کو پیدا ہی نہیں کیا مگر اس لئے کہ میری ہی ملازمت میں لگے رہیں (اور میرے ہی احکام مانتے رہیں)۔

انسان کو ہر گز کچھ نہیں مل سکتا مگر وہ جس کے لئے اس نے سعی کی اور کوئی متنفس کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

(۲۹۳)ا۔ الا تزر وازرة وزرا اخری ○ وان لیس للانسان الا ماسعی ○ وان سعیه سوف یری ○ ۵۳/۳۸۔۴۰

(۲۹۳)ا۔ یہ کہ کوئی شخص کسی دوسرے شخص کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور انسان کے لئے ہرگز کوئی شے میسر نہیں ہوگی مگر اس قدر جس قدر کہ اس نے کوشش کی اور اس کی کوشش ہی کو آگے چل کر دیکھا جائے گا۔

(۲۹۳)۲۔ولا تزر وازرة وزر اخریٰ ○ ۶/۱۶۵

(۲۹۳)۲۔ اور یہ کہ کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا (ان دونوں آیات نے وہ تمام اوہام باطلہ دور کردیئے ہیں کہ دنیا میں کوئی قانون نہیں)۔

جس قوم یا شخص کو اس دنیا میں اپنی بہبودی یا منزل تک پہنچنے کا راستہ نہیں ملا وہ آخرت میں بھی اندھا ہے ۔ اس بناء پر اقوام اور افراد کا پہلا فرض ہے کہ وہ اس دنیا کے اندر اپنی کامیابی کی راہ نکالیں۔ اس حساب سے وہ مولویانہ تخیل کہ جس کو یہاں کچھ نہیں ملا آگے چل کر ملے گا قطعاً" غلط ہے۔

(۲۹۴) ومن كان فی هذه اعمی فهو فی الاخرة اعمی واضل سبيلا" ○ ۱۷/۷۲

(۲۹۴) جو قوم اس دنیا میں اندھی رہی(اور اس کو اپنی بہتری کی راہ نہ ملی) وہ آخرت میں بھی اندھی ہوگی اور سب سے زیادہ راہ گم کردہ۔

خدا تک پہنچنے کے لئے یہ انسانی آنکھیں بکار نہیں اس لئے انسان کا ارتقاء لازماً" ایک ایسی مخلوق تک ہوگا جس کے پاس اس سے بہتر اعضا ہوں گے۔

(۲۹۵) لاتدركه الابصار وهو يدرک الابصار وهو اللطيف الخبير ○ ۶/۱۰۴

(۲۹۵) انسان کی یہ مخصوص آنکھیں (جو تمہارے پاس اس وقت ہیں) خدا کو نہیں پا سکتیں اور وہی ہے جو آنکھوں کی درک لگا سکتا ہے کہ ان میں کیا نقص ہے) اور وہ بڑا باریک بین اور صاحب خبر ہے)

اگر جن و انس بھی اکٹھے ہو کر اس قرآن کے برابر کوئی قرآن لانا چاہیں گے تو ہر گز نہ لاسکیں گے۔

(۲۹۶)قل لئن اجتمعت الانس و الجن على ان ياتوا بمثل هذا القرآن لا ياتون بمثله ولوكان بعضهم لبعض ظهيرا" ○ ۱۷/۸۸

(۲۹۶) کہہ دو کہ اگر جن و انس اس پر جمع ہو جائیں کہ(متحدہ کوشش سے) اس قرآن جیسا(علم و خبر کا حامل) ایک قرآن لے آئیں تو اس جیسا (ہرگز) نہ لا سکیں گے باوجودیکہ ایک دوسرے کے مدد گار بھی ہوں۔

یہ قرآن رسول کریمؐ کا قول ہے۔

(۲۹۷)ا۔ انه لقول رسول کریم○ ذی قوت عندذی العرش مکین

○ مطاع ثم امین ○ ۸۱/۱۹۔۲۰

(۲۹۷)۔ا۔ یہ قرآن بے شک ایک نہایت معزز رسولؐ کا قول ہے جو (اپنے علم کے باعث بڑا) صاحب قوت ہے اور (اسکا علم اس قدر وسیع اور حاوی ہے کہ گویا) وہ صاحب عرش تعالیٰ کے پاس بیٹھا ہے۔ وہ اپنی قوم کا حکمران سردار ہے (جس کا حکم واجب التعمیل ہے) پھراس کے بعدوہ قوم کوامن دینے والا ہے۔

(۲۹۷)۔۲۔ انه لقول رسول کریم ○ وماهو لقول شاعر قلیلا

ماتومنون ○ ولا بقول کاهن قلیلا ماتذکرون○ ۶۹/۴۰۔۴۲

(۲۹۷)۔۲۔ بے شک اور درحقیقت یہ قرآن ایک بڑے ہی معزز رسولؐ کا قول ہے اور یہ کسی شاعر کا قول بھی نہیں (جو تم اس کی مسجع اور مقفیٰ عبارت دیکھ کر سمجھے بیٹھے ہو)۔ (افسوس کہ) تم میں کیا ہی تھوڑا ایمان ہے نہ یہ کسی جادوگر کا قول ہے (افسوس کہ) کیا ہی تھوڑی نصیحت تم پکڑتے ہو۔

(۲۹۷)۳۔ نزل به الروح الامین ○ علیٰ قلبک لتکون من

المنذرین ○بلسان عربی مبین ○ و انه لفی زبر الاولین ○ ○ ۲۶

/۱۹۳۔۱۹۶

(۲۹۷)۳۔ روح امین (یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام) نے اس قرآن کو تیرے قلب (یعنی ذہن) پر صاف عربی زبان میں اتارا ہے تاکہ تو (قوموں کو سزا سے) ڈرانے والوں میں سے ہوجائے اور بے شک یہی قرآن پہلے صحیفوں میں بھی ہے۔

صحیفہ ہائے آسمانی جو انسانوں پر نازل ہوئے بڑے علم و خبر کے حامل تھے لیکن انسانوں نے ان سے گدھوں کا سلوک کیا اور ان کے عظیم الشان مطالب کو نہ پاکر گمراہ ہوگئے۔ تورات اور دوسرے صحیفہ ہائے آسمانی کے متعلق قرآن کی حیرت انگیز فراخدلی اور تمام آسمانی کتابوں کا ایک پیغام کا حامل ہونا اس اعلان سے ظاہر ہے:۔

(۲۹۸)۱۔ مثل الذین حملوا التورٰۃ ثم لم یحملوھا کمثل الحمار یحمل اسفارا" بئس مثل القوم الذین کذبوا بایٰت اللّٰہ واللّٰہ لا یھدی القوم الظالمین ○ ۶۲/۵

(۲۹۸) ۱۔ ان لوگوں کی مثال جن پر تورات (جیسی عظیم الشان کتاب) کا بوجھ ڈالا گیا تھا اور پھر وہ اس بوجھ کو اٹھا نہ سکے گدھے کی مثال ہے جس پر کتابیں لادی گئی ہوں۔ (وہ کیا جانے گا)۔ بہت ہی بری مثال اس قوم کی جنہوں نے خدا کی آیات کو جھوٹ سمجھ کر (ان پر عمل نہ کیا) اور اللہ تو ظالم قوموں کو کوئی راہ دکھاتا ہی نہیں۔ (اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ قانون خدا کے لئے انتہائی غور و خوض درکار ہے اور عوام اس کو گدھوں کی طرح سمجھتے ہیں۔

تمہیں (یعنی ختم رسل محمدؐ کو) بھی وہی پیغام دیا گیا جو تم سے پہلے رسولوں کو دیا گیا تھا:۔

(۲۹۸)۲۔ما یقال لک الا ماقد قیل للرسل من قبلک ان ربک لذومغفرۃ و ذوعقاب الیم ○ ○ ۴۱/۴۳

(۲۹۸)۲۔ تجھے کچھ کہا نہیں گیا مگر درحقیقت وہی جو تجھ سے پہلے رسولوں کو کہا گیا تھا بے شک تیرا پروردگار صاحب عفوو درگذر ہے اور ساتھ ہی درد ناک عذاب دینے والا بھی ہے۔

کیا تم سمجھ سکتے ہو کہ وہ شخص بے خبر ہو جس نے اس زمین و آسمان کو پیدا کیا۔ اس لئے اگر نجات ہو سکتی ہے تو اسی کے فرمودہ پر چلنے سے ہو سکتی ہے۔

(۲۹۹) الا یعلم من خلق وھو اللطیف الخبیر ○ ۶۷/۱۴

(۲۹۹) (ارے!) کیا وہ نہ صحیح علم رکھتا ہو جس نے پیدا کیا ہو اور وہ بڑا ہی باریک بین اور بڑا ہی باخبر ہے۔ (اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس کارخانہ کائنات میں کوئی شے اٹکل پچو نہیں)۔

جب ہم چاہیں گے اس وحی کو ایک قوم سے چھین لیں گے اور دوسری قوموں کے سپرد کردیں گے جو اس وحی سے کفر نہ کریں گی۔

(۳۰۰)ا۔ ولئن شئنا لنذھبن بالذی اوحینا الیک ثم لاتجد لک بہ علینا وکیلا" ○ ۱۷/۸۶

(۳۰۰)ا۔ اور جس وقت ہم مناسب سمجھیں گے تو جو کچھ تم پر وحی کیا گیا(تمہاری قوم سے) اچک لے جائیں گے ۔ پھر تو اپنے لئے ہم پر کوئی سفارشی یا حمائتی نہ پائے گا۔ (یہ وحی آج زندہ قوموں کے پاس ہے)۔

(۳۰۰)۲۔ اولئک الذین اتینھم الکتب والحکم و النبوت فان یکفر بھا ھؤلاء فقد و کلنا بھا قوما" لیسوا بھا بکفرین ○

۶/۹۰:

(۳۰۰)۲۔ یہی وہ قوم تھی جس کو ہم نے الکتب (کا علم) دیا' پھر(علم کے زور پر چلی ہوئی) حکومت دی پھر(وہ قوم علم اور حکم کے زور پر تمام کی تمام) نبوت (میں شرابور کر) دی (گئی) تو اگر یہ لوگ ان چیزوں کی قدر نہ کر کے اس سے منکر ہوں گے تو (ہم بھی ضرور) ان کو ایک ایسی قوم کے سپرد کردیں گے جو ان سے منکر نہ ہوں گے۔

جن قوموں نے ہماری نافرمانی کی ہم ان کو بے خبری میں آہستہ آہستہ ذلت کی طرف گھسیٹے لے جائیں گے اور مہلت بھی دیں گے کہ وہ درست ہو جائیں کیونکہ ہمارا داؤ بڑا مضبوط داؤ ہے۔

(۳۰۱)ا۔ فذرنی ومن یکذب بھذا الحدیث سنستدرجھم من حیث لایعلمون ○ و املی لھم ان کیدی متین ○ ۶۸/۴۴۔۴۵

(۳۰۱)ا۔ پس جو لوگ اس قرآن (کے بتائے ہوئے دستور العمل) کو مخول سمجھے ہوئے ہیں انہیں مجھ پر چھوڑ دو (میں خود نپٹ لوں گا کیونکہ) ہم ان کو آہستہ آہستہ (ذلت کے) اس درجہ تک لے جائیں گے کہ ان کو خبر تک نہ ہو گی اور میں ان کو مہلت دیتا جاؤں گا (تاکہ خوب غفلت میں رہیں) کیونکہ میرا داؤ بے شک پکا داؤ ہے۔

۳۰۱ (ب) والذین کذبوا بایتنا سنستدرجھم من حیث لا یعلمون ○ و املی لھم ان کیدی متین ○ ۷/۱۸۲۔۱۸۳

۳۰۱ (ب) اور جنھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہم ان کو آہستہ آہستہ بے خبری میں زوال تک لے جائیں گے اور میں مہلت دوں گا کیونکہ میرا داؤ بے شک پکا داؤ ہے۔

جنت تجری میں تھتھا الانہار کا انعام جو ہم صالح العمل قوموں کو دیتے ہیں اس روئے زمین کی بادشاہت ہے جو انسان کا بہترین انعام ہے۔ وہ کوئی آخروی شے نہیں بلکہ قوموں کو ان کے کئے کا نقد انعام ہے۔ اس انعام کی تمام کیفیت دنیوی ہو گی۔

۳۰۲۔ (ا) **مثل الجنة التی وعد المتقون تجری من تحتھا الانھار اکلھا دائم و ظلھا تلک عقبی الذین اتقوا و عقب الکفرین النار ○** ۱۳/۳۵

۳۰۲ ۔ (ا) خدا کے قانون سے ڈرنے والوں کو جنت دیے جانے کا وعدہ ہے۔ اس کی مثال (یہ ہے کہ) اس کے نیچے دریا بہہ رہے ہونگے' اس کا رزق اور اس کی ٹھنڈک دائمی ہو گی۔ یہ انجام ڈرنے والوں کا ہے اور منکروں کا انجام آگ ہے (رزق اور ٹھنڈک صرف اس کو محسوس ہو سکتی ہے جن کے دنیاوی جسم ہوں ۔ ملا کے مفہوم سے بحث نہیں)

یہی وہ بادشاہت زمین ہے جو قوموں کو سپرد کی جاتی ہے یہاں تک کہ وہ نااہل ہو جاتے ہیں۔ پھر ہم اس کو ان سے چھین لیتے ہیں اور دوسری قوموں کو اس بادشاہت پر لا بٹھاتے ہیں۔

(۳۰۲)۲۔ **الم یروکم اھلکنا من قبلھم من قرن مکنھم فی الارض ما لم نمکن لکم وارسلنا السماء علیھم مدرارا" و جعلنا الانھر تجری من تحتھم فاھلکنا ھم بذنوبھم و انشانا من بعد ھم قرنا اخرین ○** ۶/۱

(۳۰۲)۲۔ کیا ان لوگوں نے (اپنی ان آنکھوں سے) نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی قوموں کو ہلاک کر دیا جن کو ہم نے اس زمین پر وہ تمکن اور مضبوطی دی تھی جو تم کو بھی نہ دی اور ہم نے ان پر (رحمت ایزدی کا) موسلادھار مینہ برسایا اور ان کے

(مقبوضہ ملکوں کے) نیچے دریا بہا دیئے تھے۔ پھر ہم نے ان کو ان کے گناہوں کے بدلے ہلاک کردیا اور ان کے بعد دوسری قوموں کو پیدا کردیا۔

تم کو کوئی خوف و حزن نہ ہوگا۔ تمام دنیاوی نعمتیں ارزانی ہوں گی بشرطیکہ تم ہمارے قانون کو تسلیم کرتے رہو:

(۳۰۲)۳۔یا عباد لا خوف علیکم الیوم ولا انتم تحزنون ○ الذین امنوا بایتنا وکانوا مسلمین ○ ادخلو الجنته انتم و ازواجکم تحبرون ○ یطاف علیهم بصحاف من ذهب واکواب و فیها ماتشتهیه الا نفس و تلذ الاعین وانتم فیها خلدون ○ و تلک الجنة التی اور ثتموها بما کنتم تعملون ○ لکم فیها فاکهته کثیرة منها تاکلون ○ ان المجرمین فی عذاب جهنم خلدون ○ ۴۳/۶۸۔۷۴

(۳۰۲)۳۔ اے بندو! آج تم کو نہ کوئی خوف یا ڈر (اس امر کا ہوگا کہ دوسری قوم تمہیں آ دبوچے گی) اور نہ حزن (اس بات کا کہ تم پر بھوک اور ننگ کی مصیبتیں آئیں)۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ہمارے قانون پر ایمان لا کر اس پر چلتے رہے اور تسلیم کرنے والوں میں سے تھے۔ (ہم ان کو کہیں گے کہ) تم اور تمہاری بیویاں اس جنت زمین کی بادشاہت میں باعزت طور پر داخل ہو جاؤ (پھر) ان پر سونے کے برتنوں اور آبخوروں کے دور چلائے جائیں گے اور ان سرزمینوں میں جو کچھ ان کے نفس مانگیں گے اور جس شے سے ان کی آنکھیں محظوظ ہوں گی دیا جائے گا۔ اور تم ان میں ہمیشہ رہو گے اور یہ وہ جنت ہے جو (پہلی قوموں سے) تمہیں ورثے میں تمہارے عمل کی پاداش میں ملا ہے۔ اس میں تمہیں کثرت سے (تمہاری نیکیوں کے) پھل ہوں گے جو تم کھاؤ گے اور مجرم تو ہمیشہ کے عذاب جہنم میں ہوں گے۔

یہی نہروں والے باغات ایمان اور عمل صالح والی قوموں کو اس دنیا میں عطا ہوں گے اور کافروں اور منکروں کی زندگی حیوانات سے بد تر زندگی ہوگی۔

(۳۰۲)۴۔ان اللہ یدخل الذین امنوا وعملوا الصلحت جنت تجری من تحتھا الانھر والذین کفروا یتمتعون ویاکلون کماتاکلوا الانعام والنار مثوی لھم ○ ۱۲/۴۷

(۳۰۲)۴۔ بے شک اللہ ایماندار اور عمل صالح والی قوم کو ان باغات میں داخل کرتا ہے جن کے نیچے دریا بہ رہے ہوں گے اور منکر قومیں اس دنیا سے اتنا ہی فائدہ اٹھاتی ہیں اور ان کو رزق بھی اتنا ہی ملتا ہے جتنا کہ مویشیوں کو اوران کا ٹھکانا جہنم ہے۔ (یہاں مویشیوں سے مقابلہ کرنے سے صاف ظاہر ہے کہ جنات دنیاوی ہیں مویشیوں کی زندگی پوری غلامی کی زندگی ہے)۔

تمام دنیاوی نعمتیں جن کا تمام تر تعلق انسانی جسموں سے ہوگا' جن میں ریشم کا لباس' سبز باغات' موسم کی ٹھنڈکیں' چاندی کے برتن' شیشے کے آبخورے' عمدہ شراب' خوبصورت غلام' خدمت کے لئے سندس اور استبرق کے ریشمیں کپڑے' چاندی کے کنگن اور بہترین قسم کے شربت ان کے لئے اور ان کی بیویوں کے لئے شامل ہوں گے ان کو میسر ہوں گی اور یہ سب کچھ ان کے استقلال اور محبت کا صلہ ہوگا۔

(۳۰۲)۵۔ وجزا ھم بما صبروا جنتہ و حریرا" ○ متکئین فیھا علی الارئک لایرون فیھا شمسا" و لا زمھریرا" ○ ودانیتہ" علیھم ظللھا و ذللت قطوفھا تذلیلا" ○ ویطاف علیھم بانیتہ من فضتہ" و اکواب کانت قواریرا" ○ قواریرا من فضتہ قدروھا تقدیرا" ○ و یسقون فیھا کاسا" کان مزاجھا زنجبیلا" ○ عینا فیھا تسمی سلسبیلا" ○ و یطوف علیھم ولدان مخلدون اذا رایتھم حسبتم لولوا منثورا" ○ واذا رایت ثم رایت نعیما" و ملکا" کبیرا"☆ ○ عالیھم ثیاب سندس خضرو استبرق وحلوا اساور من فضتہ و سقھم ربھم شرابا طھورا ○ ۱۲/۷۶-۲۱

(۳۰۲)۵۔ اوراس محنت اوراستقلال کے بدلے میں (جو انہوں نے قرنوں تک ظاہر کی

ہوگی ان کو سر سبز باغ اور ریشم ملے گا۔ وہ اس میں(شاندار) تختوں پر تکیہ لگائے ہوں گے۔ نہ سورج کی تیزی ہوگی نہ ٹھنڈک کی شدت اور ان پر سائے جھک رہے ہوں گے اور جو پھل چاہیں گے جھٹ توڑ لیا کریں گے اور ان پر (سیقل کی ہوئی) چاندی کے برتنوں اور مبرق شیشوں کے آبخوروں کے دور چلیں گے۔ وہ شیشے بھی چاندی کی چمک کے ہوں گے جن کو خاص ترکیب سے بنایا جائے گا۔ اور ان پیالوں میں خاص ترکیب سے سونٹھ سے ملائی ہوئی شراب پلائی جائے گی۔ وہ ایک چشمے سے جس کا نام سلسبیل ہوگا (نکلے گی)۔ ان کی خدمت کے لئے بکھرے ہوئے موتیوں کی طرح ہمیشہ خوبصورت رہنے والے غلام چکر لگائیں گے اور جس طرف نظر اٹھائے گا نعمتوں کا منظر ہر طرف ہوگا اور ایک بڑی عظیم الشان سلطنت(کے عنوان نظر آئیں گے جس کا رعب چار دانگ عالم پر ہوگا)۔ ان پر باریک سبز اور گاڑھے ریشم کے لباس ہوں گے اور (ان کی بیویوں کے لئے) چاندی کے (نہایت چمکتے ہوئے) کنگن اور ان کا پروردگار ان کو پاکیزہ شراب پلائے گا۔

(۳۰۲)۶۔ وبشر الذین امنوا وعملوا الصلحت ان لهم جنت تجری من تحتها الانهر کلما رزقوامنها من ثمرة رزقا" قالوا هذا الذی رزقنا من قبل واتوبه متشابها ولهم فها ازواج مطهره و هم فیها خلدون ○ ۲۵/۲

(۳۰۲)۶۔ اور ایمان اور عمل صالح والی قوم کو بشارت دے دو کہ ان کے لئے سر سبز زمینوں کی بادشاہت ہے جن کے نیچے شاداب کرنے والے دریا بہ رہے ہوں گے۔ جب ان کو کوئی پھل بطور رزق کے دیا جائے گا تو وہ یہی کہیں گے کہ یہی تو وہ تھا جو ہماری پچھلی فتح پر ہم کو دیا گیا تھا اور وہ دیئے جائیں گے انعام اس ایک ہی قسم کے (تاکہ ان کو اپنے انعاموں میں کوئی شبہ نہ ہو) اور ان کے واسطے (مال غنیمت میں سے) پاکیزہ بیبیاں مخصوص کر دی جائیں گی اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔

(۳۰۲)۷۔ جنت عدن یدخلونها یحلون فیها من اساور من ذهب

و لولوا ولباسھم فیھا حریر ○ ۳۵/۳۳

(۳۰۲)۷۔ ہیشگی کے باغات ہوں گے جن میں داخل ہوں گے اور (ان کی بیویاں) ان باغوں میں سونے کے چمکدار کنگن اور موتیوں (کے ہاروں) کے زیور پہنیں گی اور انکی (عورتوں) کا لباس ان میں ریشم کا ہوگا(تاکہ مردوں کو پورے طور سے محظوظ کرسکیں)۔

(۳۰۲)۸۔ ان اللہ یدخل الذین امنوا و عملوا الصلحت جنت تجری من تحتھا الانھار یحلون فیھا من اساور من ذھب ولولوا" ولباسھم فیھا حریر ○ ۲۲/۲۳

(۳۰۲)۸۔بے شک اللہ ایمان اور عمل صالح والی قوم کو ایسی سرسبز زمینوں میں (فاتحانہ طور پر) داخل کرتا ہے جن کے نیچے شاداب کن دریا بہہ رہے ہوں۔ ان میں (ان کی عورتیں چمکدار) سونے کے کنگن اور موتیوں (کے ہار) پہنیں گی اور ان کا لباس ریشم کا ہوگا۔

(۳۰۲)۹۔ جنت تجری من تحتھا الانھر ویجعل لک قصورا" ○ ۲۵/۱۰

(۳۰۲)۹۔ یہ سرسبز زمینیں وہ شاداب ملک ہوں گے جن کے نیچے دریا بہ رہے ہوں گے اور وہ تمہارے رہنے کے لئے محلات عطا کرے گا۔

ایمان اور عمل صالح والی قوموں کو جنات زمین کی بادشاہت کی بخشش قرآن حکیم میں اس قدر واضح اور غیر مشکوک الفاظ میں ہے کہ ایک موقع پر ناقابل تاویل صورت میں کہہ دیا کہ ایسی قوم ان جنات میں داخل کر دی گئی اور وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

(۳۰۲)۱۰۔وادخل الذین امنوا وعملوا الصلحت جنت تجری من تحتھا الانھر خلدین فیھا باذن ربھم تحیتھم فیھا سلم ○ ۱۴/ ۲۳

(۳۰۲)۱۰۔ اور ایمان اور عمل صالح والی قوم ان سرسبز زمینوں میں جن کے نیچے (عظیم

الشان) دریا بہہ رہے تھے داخل کر دی گئی۔ وہ خدا کے حکم سے (جب تک صلح العمل رہیں گے) ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور ایک دوسرے کو سلامتی کا پیغام دینا ان کی آپس کی دعا ہوگی۔

اسی دنیاوی انعام کو اور موکد کرنے کے لئے واضح کردیا کہ ان کی ہیشگی اسوقت تک ہوگی کہ زمین و آسمان قائم رہیں الایہ کہ خدا ان سے یہ انعام چھین لے:۔

(۳۰۲)۱۱۔ خلدین فیھا ما دامت السموت والارض الاماشا ربک ان ربک فعال لما یرید ○ ۱۱/۱۰۷

(۳۰۲)۱۱۔ وہ ان جنات زمین میں جب تک زمیں اور آسمان قائم ہیں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے الا یہ کہ تیرا پروردگار (اس کے خلاف) چاہے کیونکہ بے شک تیرا پروردگار جس شے کا ارادہ کرلیتا ہے اس کو بڑی مضبوطی سے کرتا ہے۔

ایک جگہ کہہ دیا کہ بہت ہی تھوڑی مدت کے اندر اندر ایمان اور عمل صالح والی قوم کو ہم جنات زمین میں داخل کر دیں گے۔

(۳۰۲)۱۲۔والذین امنوا وعملوالصلحت سندخلھم جنت تجری من تحتھا الانھر خلدین فیھا ابدا" لھم فیھا ازواج مطھرة وندخلھم ظلا ظلیلا" ○ ۴/۵۷

(۳۰۲)۱۲۔ اور وہ قوم جس نے ہم پر یقین کیا اور پھر مناسب اعمال کیۓ تو ہم انکو تھوڑی مدت ہی میں ان سر سبز زمینوں میں داخل کر دیں گے جن کے نیچے دریا بہہ رہے ہوں گے۔ وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور ان کے لئے ان (حیات افزا) جگہوں میں پاکیزہ (صورت) بیبیاں ہوں گی اور ہم ان کو گھنے سایوں (کی مسرت افزا جگہوں) میں داخل کریں گے۔

الغرض اگر تعصب اور رواج کی پٹی کو آنکھوں سے اتار کر دیکھا جائے گا تو قرآن حکیم قانون فطرت کے احکام پر عمل کرنے کا انعام ایک ہی قرار دیتا ہے۔ وہ اس زمین پر بے خوف و خطر بادشاہت' انتہائی جاہ و جلال اور اس کی نعمتوں کا صحیح استعمال ہے۔

(۳۰۲)۱۳۔ ادخلو الجنته انتم وازواجکم تحبرون ○ یطاف علیهم بصحاف من ذهب واکواب و فیها ماتشتهیه لانفس و تلذ لاعین و انتم فیها خلدون ○ ۴۳/۷۰۔۷۱

(۳۰۲)۱۳۔ (پھر ہم ان کو کہیں گے کہ) اس جنت میں تم اور تمہاری بیبیاں (ان حالات میں کہ تمہاری پوری ہی تعظیم و تکریم کی جائے گی) داخل ہو جاؤ۔ سونے کے پیالوں اور آبخوروں کے دور ان پر چلائے جائیں گے اور ان (عظیم الشان) باغات میں سب کچھ جو نفس چاہیں گے اور جو آنکھوں کو لذت دے گا' ملے گا اور تم ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہو گے۔(بشرطیکہ ان کو قائم رکھنے کے اعمال تم میں باقی رہے)۔

(۳۰۲)۱۴۔ جنت عدن مفتحته لهم الابواب○ متکین فیها یدعون فیها بفاکهته کثیرة و شراب○ ۳۸/۵۰۔۵۱

(۳۰۲)۱۴۔(ان کے لئے) ہمیشہ رہنے والے باغات ہوں گے جن کے دروازے (چوپٹ) کھلے ہوں گے۔ اور ان میں یہ (گدے دار کرسیوں پر) تکیہ لگائے ہوئے آوازیں دے رہے ہوں گے۔ کہ ہر قسم کے میوے اور شراب لاؤ۔

(۳۰۲)۱۵۔ فی جنت النعیم ○ علی سرر متقبلین ○ یطاف علیهم بکاس من معین ○ بیضاء لذت للشاربین ○ لافیها غول ولاهم عنها ینزفون ○ وعند هم قصرت الطرف عین ○ ۳۷/ ۴۳۔۴۸

(۳۰۲)۱۵۔ وہ(ہر طرح کے مکلف اور آراستہ)نعمتوں سے بھرے ہوئے باغوں میں ہوں گے۔ آمنے سامنے (گدے دار) تخت (سجے ہوئے) ہوں گے جن پر وہ جلوہ آراء ہوں گے۔ (پھر ان پر نہایت پاکیزہ شراب کے پیالوں کے دور چلائے جائیں گے جو سفید چمکتی ہوئی ہوگی اور پینے والوں کو اپنے مزے سے مدہوش کرے گی۔ نہ اس سے سروں میں چکر آئیں گے اور نہ اس سے بد مستی ہوگی اور ان کے گردا گرد موٹی موٹی آنکھوں والی چرا کر دیکھنے والی عورتیں ہوں گی۔

القصہ اس عنوان کے تمام بارہ مضامین کو اول سے آخر تک غور سے دیکھنے والے کے لئے ماسوا اس کے چارہ نہیں رہتا کہ وہ تسلیم کرے کہ قرآن حکیم عالم آرا صداقتوں اور حقیقتوں سے بھری ہوئی ایک حیرت انگیز تصنیف ہے جس کا افق نظر اب بھی کہ دنیا تمدن عمران اور علم کے بڑے بڑے مرحلوں تک پہنچ چکی ہے' ہزاروں میل بلند و بالا ہے اور ابھی شائد ہزاروں برس اور تک بلند و بالا رہے گا۔

اسلامی سائنسی سوانحی اور تحریکی موضوعات پر دیگر مصنفین کی کتب

1	المشرقی " (سوانح عمری)	ڈاکٹر عظمت اللہ بھٹی
2	شاہراہ عمل	خاکسار بشیر احمد قریشی
3	قول سدید	خاکسار بشیر احمد قریشی
4	الصلوٰۃ	خاکسار بشیر احمد قریشی
5	دین فطرت	خاکسار بشیر احمد قریشی
6	فہم دین	خاکسار بشیر احمد قریشی
7	خاکسار تحریک کی جدوجہد (۳ جلدیں)	راجہ شیرزمان خان
8	سر سید جناح اور مشرقیؒ	راجہ شیرزمان خان
9	علامہ مشرقی " اور معاصر	رشید احمد ملک (ایڈووکیٹ)
10	کشمیر اور علامہ مشرقی "	سید شبیر حسین شاہ
11	Man's Destiny	سید شبیر حسین شاہ
12	Quran and Evolution	سید شبیر حسین شاہ
13	Disowned Genius	سید شبیر حسین شاہ
14	نگاہ باز گشت	سید شبیر حسین شاہ
15	صراط مستقیم	سید شبیر حسین شاہ
16	انگریز سر سکندر اور خاکسار تحریک	محمد علی فارق
17	ایک مجاہد علامہ مشرقی "	ڈاکٹر رشید نثار
18	نابغہ عصر مشرقی "	ڈاکٹر رشید نثار
19	المشرقی "	ڈاکٹر رشید نثار
20	قائد اعظم پر حملہ آور کون؟	(الاصلاح نمبر)

☆ اپنے مطلوبہ آرڈر سے مطلع فرمائیں ☆ کتب بذریعہ VPP بھی ارسال کی جاتی ہیں۔

علامہ مشرقی پبلیکیشنز 34- ذیلدار روڈ، اچھرہ، لاہور 54600
فون 7535116 - 7555251 فیکس 042-7587394

۱۲۔ قرآن حکیم کی تعلیم کا خلاصہ

قرآن کے اس حیرت انگیز تبحرانہ وسعتِ نظر' اور **امنواو عملوا الصلحت** کی قرآنی اصطلاح کو اس طور پر واضح کر دینے کے بعد جو پہلے دو عنوانوں میں کیا گیا' قرآن کو سمجھ کر اپنے لئے کوئی مستقل لائحہ عمل تلاش کرنے والے انسان کے لئے بہ جز اس کے باقی نہیں رہا کہ وہ اپنے ذہن میں پھر ایک دفعہ ان تمام نتائج کو حاضر کرے جو اب تک حدیث القرآن میں پیش کئے گئے ہیں تاکہ چند لفظوں کے اندر اس کو قرآن کی تعلیم کا پورا افق نظر آ جائے اور وہ اپنے ہر عمل کو اس افق کی وسعت میں دیکھ کر تجویز کرے۔ زندہ قوموں کے افراد کے ذہنوں میں علم و خبر یا تشریحوں کے طور مار نہیں ہوا کرتے نہ ان کو قومی ترقی کی کشمکش میں بات بات پر کہیں سے کوئی سبق ملتا ہے' نہ ان کے ہاں کوئی خطیب اور لکچرار ہوتے ہیں جو دم بدم ان کو قومی ترقی کے اسرار سے آگاہ کرتے رہتے ہیں۔ زندہ قوم کے ہر فرد یا اکثر افراد کے گرداگرد ایک ذہنی ماحول ہوتا ہے جس سے وہ شخص خود بخود واقف ہوجاتا ہے اور پھر ہر شخص جو کام کرتا ہے اسی ذہنی ماحول کی روشنی میں کرتا ہے۔ مثال کے طور پر زندہ قوموں میں بعض خصوصیتیں ایسی ہیں جو ہر ملک میں کم و بیش پائی جاتی ہیں۔ مثلاً" عام احساس کہ لین دین میں پورا تول ہو اور تجارت میں بد دیانتی نہ کی جائے کیونکہ قوم عام طور پر سمجھتی ہے کہ اس طرح ساکھ نہیں رہتی' وعدہ بہر حال پورا کیا جائے ورنہ اعتماد نہ رہنے سے قوم ذلیل ہوتی ہے۔ یا کم سے کم وعدے کئے جائیں تاکہ اکثر پورے ہوں' کپڑوں اور گھروں میں پرلے درجے کی صفائی ہو تاکہ قوم خوش پوش اور خوش باش نظر آئے اور اس کی عزت بڑھے۔ قومی عمارتیں نہایت خوبصورت اور بے عیب ہوں تاکہ ان سے قوم کا کیریکٹر نظر آئے اور نہ صرف دوسروں پر بلکہ خود قوم کے افراد پر اس کا عمدہ اثر ہو۔ کلام مہذب ہو' معاملات کھرے ہوں' آپس میں جھگڑے اور دشمنیاں کم سے کم

ہوں، ایک دوسرے کی غیبت نہ ہو، دوسروں کے حالات کی کھوج نہ لگائی جائے، وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب اس لئے کہ قوم کو عام احساس ہو کہ یہ باتیں "ہونی چاہیں۔" قوم کا یہ اخلاق اور دوسری بیسیوں خصوصیات (مثلاً" قومی مصیبت کے وقت ہر فرد کا قربانی جان و مال کے لئے تیار ہو جانا) جو ہر زندہ قوم میں پائی جاتی ہیں، کسی وعظ و نصیحت کا نتیجہ نہیں ہوتیں نہ اس لئے کہ وہاں کی پولیس زیادہ خبردار ہوتی ہے اور قوم سے نیکیاں بہ جبر اور بہ زور شمشیر کرواتی رہتی ہے بلکہ اس لئے کہ قوم کا ہر فرد ان خصوصیتوں کو اپنے گرد کے ماحول سے لیتا ہے اور اسی فضا میں پرورش پاتا جاتا ہے۔ کس طرح یہ خوبیاں پیدا ہوئیں اور کس نے پیدا کیں، کوئی شخص اس پر انگلی نہیں رکھ سکتا، مگر غالب یہ ہے کہ شروع میں چند لوگوں نے اس پر عمل کیا اور دیکھتے دیکھتے سب یکساں ہوگئے۔ ایک دوسری مثال شاید اس نکتے کو کچھ اور واضح کردے گی۔ انگلستان میں بڑا بچہ تو خیر، کوئی چھوٹے سے چھوٹا بچہ بھی مادر زاد ننگا بلکہ معمولی طور پر ننگا بھی نظر نہیں آتا۔ ماں بچے کی تربیت شروع سے اس طرح کرتی ہے کہ بچہ کم سے کم روئے۔ کم از کم میں نے سات برس رہ کر بھی کسی بچے کو ننگا یا روتا نہیں دیکھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ماں اس کا خاص طور پر لحاظ کرتی ہے اور سمجھتی ہے کہ ان عیبوں کو ظاہر کرنے سے ان کا وقار خاص طور پر کم ہو جاتا ہے لیکن یورپ کے اور بعض کم زور ملکوں میں اس شے کی اتنی پروا نہیں۔ الغرض اگر غور سے دیکھا جائے تو نیکی یا خوبی موافق ماحول میں پرورش اسی طرح پاتی ہے جس طرح کہ پودا موافق سرزمین میں پھولتا پھلتا ہے۔ نیکیوں یا خوبیوں کے لئے موافق ماحول اس وقت بھی پیدا ہو جاتا ہے کہ ان کا "نقد انقد" فائدہ عوام پر ظاہر ہو جائے۔ اگرچہ کوئی نیکی دنیا میں فوری فائدہ نہیں دیتی اور یہ بالعموم گناہ اور بدی کا خاصہ ہے کہ اس کی فوری اجرت لذت یا ذاتی فائدے کی صورت میں گناہ کرنے والے کو مل جاتی ہے۔ قرآن حکیم نے اسی نکتے کو مد نظر رکھ کر دنیا کے تمام گناہوں کو اعمال عاجلہ (یعنی جلدی اجر دینے والے عمل) اور تمام نیکیوں کو اعمال آخرۃ (یعنی اخیر پر اجر دینے والے عمل) کہا ہے۔

اعمال اخرۃ کے لئے زندہ قومیں اس وقت نہایت تندہی سے تیار ہوتی ہیں کہ ان کے اکثرافراد کے سامنے دنیا اور قانون فطرت کے موٹے موٹے اصول کچھ نہ کچھ واضح ہوں۔ ہر شخص پر تھوڑا بہت واضح ہو کہ دنیامیں خوشحالی یا بدحالی کسی اصول اور قانون کے ماتحت آتی ہے' ہر شخص کو جو کچھ ملتا ہے اس کے سعی و عمل کے ماتحت ملتا ہے۔ قسمت صبر اور توکل کے متعلق وہ مہلک تخیل نہ موجود ہوں جو مسلمانوں کے رہبروں نے زوال اسلام کے وقت سے پیدا کئے بلکہ قسمت کے معنی کسی شخص کا جائز حصہ' صبر کا مفہوم کامل استقلال' اور توکل کے معنی اپنی انتہائی کوشش کرکے فیصلہ کے لئے خدا کو معاملہ اس حیثیت سے سپرد کر دینا کہ وہ یقیناً" ہمارے عمل کا اجر کم نہ دے گا' کرکے اپنی زندگی کو ایک مسلسل تگ و دود کی زندگی بنایا جائے۔ نیکیوں کو کرنے کے لئے ایک عمدہ محرک مذہب کی سادہ اور قابل فہم تصویر دماغوں میں رکھنا بھی ہے تاکہ ہر شخص کا دماغ اپنے مذہب یا عقائد سے باطنی طور پر باغی نہ ہونے پائے اور اس کو یقین ہو کہ جس شے پر وہ عقیدہ رکھتا ہے وہ ایسی سیدھی اور صاف ہے کہ اس کے متعلق دماغ کسی الجھن میں نہیں پڑتا۔ مذہب کی جس قدر ستھری تصویر ذہنوں میں ہو اسی قدر آمادگی نیکیوں پر بڑھتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ دنیا کی قوموں میں ہیجان عمل معمول سے زیادہ اس وقت پیدا ہوا جب کہ پیغمبروں نے اپنا پیغام خود آکر سیدھی سادی اور یقین انگیز صورت میں دیا۔ مذہب جب بگڑ جاتے ہیں تو ذہنوں میں پراگندگی کے علاوہ ہاتھوں اور پیروں میں ایک عام جمود کی صورت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ قوم ہلاکت کے کنارے آلگتی ہے۔ اس وقت قوم کو بیدار کرنے کے لئے کسی ایسے باخبر شخص کا آنا لازمی ہو جاتا ہے جو قوم کو نیا نصب العین دے اور نئی راہ پر چلا دے۔ مثال کے طور پر از منہ متوسط (یعنی مڈل ایجز) میں یورپ میں عقائد اس قدر خراب ہوگئے تھے کہ بات بات پر فالیں نکالی جاتی تھیں اور دو کووں کا گھر پر آکر بیٹھ جانا بھی تمام کنبے کو خوف زدہ کر دیتا تھا۔ ایسی حالت میں مارٹن لوتھر اور فرانس بیکن یورپ میں پیدا ہوئے جنہوں نے عقائد کو زیادہ ستھرا کیا اور ظن و وہم کے بالمقابل علم اور عمل کی راہ پیدا کی۔ یہ دونوں شخص

اسلام کی تعلیم سے سخت متاثر تھے اور اسی لئے اصلاح جلد پیدا کرسکے۔ اسی وقت سے یورپ میں نشاۃ ثانیہ شروع ہو گئی اور آج اس کی جو حالت ہے سب پر ظاہر ہے۔

مذہب میں انتہائی بگاڑ پیدا ہو جانے کا رد عمل کئی قوموں میں اس طرح پر ہوا ہے کہ وہ بالآخر "لامذہب" ہو جاتی ہیں اور مزایہ ہے کہ انکار کی اس انتہائی حد پر آکر ان میں ایک "نیا مذہب" پیدا ہو جاتا ہے جو اس خراب شدہ مذہبیت سے بہت زیادہ ستھرا ہوتا ہے۔ اس لامذہبیت کے نئے مذہب میں صحیفہ فطرت کی کئی سچائیاں خود بخود ذہنوں میں آجاتی ہیں اور اس قوم کو نہال کر دیتی ہیں۔ لوگ اس بات سے تنگ آکر کہ خدا کے متعلق خراب شدہ عقیدوں سے کیا جمود' تفرقہ اور تعطل پیدا ہو گیا ہے اور دنیاوی حالت کس قدر خراب ہو چکی ہے' خدا کے مخمصے سے ہی دست بردار ہو جاتے ہیں اور ان تمام چیزوں سے منکر ہو جاتے ہیں جنہوں نے تعطل پیدا کیا تھا۔

انسانی ذہنوں میں اس قطع کے تحول کی ایک تازہ ترین مثال روس کی ہے جس نے خدا کے تخیل کو چھوڑ کر خدا کے قانون کے ایک چھوٹے سے چھوٹے حصے کو پکڑ لیا ہے اور اتحاد عمل کے زور پر نہ صرف چند برسوں میں ترقی کی راہ پر گامزن ہوا جاتا ہے بلکہ دنیا کے ایک بڑے حصے کو اس نئے مذہب سے متاثر کر رہا ہے۔ قوموں کی اس طرح کی وقتی زندگیاں بے شک قوموں کو وقتی طور پر ہمیشہ سے اس لئے ابھارتی چلی آئی ہیں کہ قانون فطرت ہر قسم کے انسانی اور جذباتی تعصبات سے ہمیشہ سے بے نیاز رہا ہے۔ جس وقت اور جس قوم نے قانون فطرت کی کسی شق کو کسی رنگ میں لیا' فطرت نے بے نیازانہ طور پر اس قوم کو اس عمل کا بدلہ ضرور دیا۔ لیکن انسانی قوموں کی زندگی اور ان کا اس زمین پر خلود ہمہ تن اس پر منحصر نہیں کہ قانون فطرت کی کسی ایک یا زیادہ شقوں کو مشینی اور میکانیکی طور پر لے کر ان پر چندے عمل قائم رکھا جائے' انسانی قوموں میں "انسانیت" کا عنصر ہمیشہ سے قوموں کی ترقی کا ایک موثر عنصر رہا ہے اور جب تک قوم کے افراد کو کسی ایسی ڈگر پر نہ چلایا جائے جو افراد کے ذہن اور قلب کی دائمی تسکین کا باعث نہ ہو جائے' محض قانون فطرت کے کسی حصے کو

میکانیکی طور پر چلا دینے سے قوموں میں غلو پیدا نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ روس کا پیدا کردہ نظام اپنی بنیادوں سے ابھی سے کھوکھلا ثابت ہو رہا ہے۔ اس میں تیس چالیس برس کے اندر اندر ہی بنیادی کمزوری پیدا ہو چکی ہے جو اس کو بہت دیر تک قائم نہیں رکھ سکتی۔ انسانی قوموں میں انسانی عنصر کو نظر انداز کر دینا فطرت کے عالم آرا نظام کو غلط سمجھنے کے مترادف ہے اور یہی وجہ ہے کہ پیغمبروں کے لائے ہوئے نظاموں میں باوجود اس کے کہ وہ ہزاروں برس سے چلے آ رہے ہیں ان نظاموں سے جو کم نظر مصلحین نے وقتی طور پر روئے زمین پر پیدا کئے **نسبتاً** بہت زیادہ استحکام اور بہت زیادہ عصبیت اب تک موجود ہے اور دنیا کا ایک سب سے بڑا مسئلہ یہ بھی ہے کہ کس طرح مذہب کے پیدا کردہ تعصب یا اس کی پیدا کردہ عصبیت کو ہیت انسانی سے دور کر کے کوئی ایسا مشترک مستحکم نظام پیدا کیا جائے جو اس غلط اور فرسودہ عصبیت سے بہتر نظام دنیا میں پیدا کرے اور انسان کو آئے دن کی جنگوں سے نجات دے۔

الغرض اگر غور سے دیکھا جائے تو دنیا میں قوموں کی ترقی کا سب سے بڑا گر افراد کے ذہنوں میں ایک غیر پیچیدہ اور سیدے سادھے دستور العمل کا ہونا ہے جس کی بنیاد' خدا' مذہب' جماعت' عصبیت اور آخرت کے سیدھے سادے تخیل پر ہو اور اس میں دنیاوی اور دینی' فوری اور اخروی دونوں نفعے موجود ہوں۔ گوشت اور خون سے بنے ہوئے انسان کو چونکہ جسمانی موت سے بالاخر دو چار ہونا ہے اور اس کی فطری پیوستگی اس سے ہے کہ مرنے کے بعد اس کو کیا ہوگا اُس لئے فطرت کے خشک اور بے حس قوانین سے اس کا پورا لگاؤ بغیر اس کے نہیں ہو سکتا کہ اس لگاؤ میں انسانی عقیدت اور امید کی چاشنی ہو۔ یہی وہ بات تھی جس کو اسلام نے بدرجہ اتم قائم کر کے مسلمانوں کی مختصر سی جماعت سے قرنوں تک وہ حیرت انگیز عمل کرائے جس نے اسلام کی ابتدائی تاریخ پر چار چاند لگا دیئے تھے۔

ان نکات کو پیش نظر رکھ کر میں یہاں پر انسانی عقیدت مندی کا وہ نقشہ پیش کرتا ہوں جو قرآن نے انسان کو اس وقت پیش کیا تھا جب کہ وہ دنیا میں انسان کے لئے

آخری کلام بن کر آیا تھا۔ اس نقشہ کے نمایاں خدوخال نے عرب کی قوم میں وہ عزم اور عمل پیدا کردیا کہ اس کے تگ و دو کی رفتار صدیوں تک نہ تھمی۔ ہر شخص اس سیدھے سادے نقشے سے جو ذہنوں میں تھا پابہ رکاب ہوگیا۔ رسول خدا صلعم نے عرب کے بدوؤں کو جو کئی نقاط نظر سے بڑی خوبیوں کے مالک تھے وہ سیدھا سادا یقین دیا جس کو دلوں میں لے کر وہ روئے زمین کے بڑے بڑے حصے کے مالک بن گئے۔ اس یقین میں پختگی اس لئے تھی کہ وہ پیچیدہ نہ تھا۔ اس کی بنیاد حق پر تھی۔ سمع و بصر اس حقیقت کو برائی العین سمجھ سکتے تھے۔ اس کو دل نشین کرنے کے لئے کسی درس و تدریس کی ضرورت نہ تھی اور سب سے اہم یہ امر کہ اس حقیقت کو ایسی قوم نے قبول کیا تھا جو خود سیدھی سادی زندگی کے عادی تھے اور فطرت کی اپنی سادگی نے ان کے ذہنوں کو پیچیدگی سے پاک صاف کردیا تھا۔

ادھر قرآن کو چونکہ خدا کا آخری کلام بننا تھا' اس میں بالاخر ایک عالمگیر دستور العمل بن جانے کی اہلیت ہونی ضروری تھی۔ اس لحاظ سے قرآن کی تعلیم سادہ ہونے کے باوجود انتہائی علم کی حامل روز اول سے رہی اور پہلے دن سے ہی اس نے عرب کے ذہنوں میں وہ حیرت انگیز روشنی پیدا کر دی کہ بے آب و گیاہ صحراؤں میں عمریں گزارنے والے عرب دنیا کی بڑی سے بڑی سلطنتوں کے کامیاب محافظ بن گئے۔ مدنیت اور تمدن کو بدرجہ اتم قائم کرنے کے لئے وہ روشن حقیقتیں ان کے ذہنوں میں آکر بس گئیں جن کو زوال یافتہ قوموں کے افراد مدت سے ان کے پیچیدہ ہو جانے کے باعث ذہنوں سے رد کر چکے تھے۔ وہ قرآن کی سادگی اور سادگی کے باوجود اس کی کملیت کو لے اٹھے اور چشم زدن میں دنیا کو حیران کر گئے۔

معلوم ہوتا ہے کہ اس عقیدتمندی کی بنا زیادہ سے زیادہ تین بنیادی چیزوں پر مبنی تھی جس پر قرآن بار بار اپنے اوراق میں زور دے رہا ہے۔

اول یہ کہ اس کارخانہ فطرت کا بنانے والا یقیناً" کوئی وجود ہے جس کے حکم پر یہ تمام نظام چل رہا ہے۔

دوئم یہ کہ یہ صحیفہ فطرت اس دنیا میں واحد اور ہرنقطہ نظر سے مکمل حقیقت ہے جو فاطر زمین و آسمان کا واحد اور بے مثال کارنامہ ہے۔

سوئم یہ کہ انسان اس کارخانہ فطرت میں واحد ذمہ دار شخصیت ہے جس سے موت کے بعد اس کے سعی و عمل کا حساب انفرادی طور پر لیا جاتا ہے اور موت سے پہلے اس نے اپنے سعی و عمل کا نقد اجر اجتماعی طور پر بلاکم وکاست ایک اٹل قانون کے مطابق لینا ہے اور اس پرلازم ہے کہ لے کر رہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ دین اسلام کے ابتدائی ماننے والوں میں یہ تین حقیقتیں مستحکم طور پر ذہن نشین ہو چکی تھیں۔ وہ سورج کی طرح ان حقیقتوں پر یقین رکھ کر نکلے تھے اور جب تک یہ حقیقتیں سورج کی طرح واضح رہیں وہ آگے بڑھتے گئے ۔ انہی تین حقیقتوں کی بنیادوں پر ان کا تمام اسلام تھا اور انہی تینوں نگاہوں سے وہ باقی قرآن کو دیکھتے تھے۔ ان دنوں میں قرآن کا پڑھنا وڑھنا کچھ نہ تھا۔ نہ مدرسے تھے نہ شرحیں' نہ تفسیریں' نہ ملا' نہ شاعر' نہ کتابیں ' جوں جوں کارخانہ فطرت سے انعامات وعدوں کے مطابق ملتے گئے ان کا عمل تیز ہوتا گیا اور عمل کے ساتھ ساتھ یقین بلکہ علم۔ اس سمع و بصر کے علم نے سونے پر سہاگے کا کام کیا اور علمی ترقیاں معا" شروع ہوگئیں۔ صحیفہ فطرت کو واحد حقیقت یقین کرنے کے نظریے نے مسلمان کی آنکھیں حیرت انگیز طور پر کھول دیں☆ ۔میرا یقین ہے کہ اگر تہ تک پہنچا جائے تو آج ہر زندہ قوم کے ذہنوں کی گہرائیوں میں یہی تینوں یقین موج زن ہیں۔ اور انہی تینوں کی پختگی کے تناسب سے قومیں ایک درجے سے دوسرے درجے تک اوپر چڑھ رہی ہیں۔

یقین کی ستھراہٹ' اگر غور سے دیکھا جائے' بینش کے نئے دروازے انسان پر کھول دیتی ہے۔ اس لئے قرآن حکیم نے انسانی دلوں پر ظنوں اور شکوک کی ہر شق کو صاف اور ستھرا کر دیا تاکہ کسی شے کو تسلیم کرنے میں ذہنی کوفت نہ ہو اور کسی مرحلے پر دین اسلام غلط یا دھوکہ نظر نہ آئے ۔ قرآن حکیم نے اس معاملے میں یہاں تک احتیاط کی کہ عیسائی مذہب کے حضرت عیسیٰؑ کے متعلق ظنون واہیہ کو درست

کیا۔ پہلے صحیفہ ہائے آسمانی کو عیاں طور پر محرف کہا کہ ان کی غلط شدہ تعلیم ذہنوں کو خراب نہ کردے۔ آخرت کے متعلق تمام قیاسات کو غلط لکھا اور صاف کہہ دیا کہ اس کا علم صرف خدا کو ہے۔ **قل انما علمها عند ربی** ○ ۱۸۷/۷۔ انسان کی غیب دانی کو قطعاً" غلط کہا۔ **قل انما الغیب للہ** ۲۰/۱۰، ۱۸/۴۹ **ارباب من دون للہ** کو جو خلقت خدا کو ورغلا کر اپنی طرف کھینچتے رہتے ہیں جہنم کی لکڑیاں کہا وغیرہ وغیرہ۔ الغرض خدا چاہتا تھا کہ اپنے اس آخری کلام میں نہ صرف یہ کہ پہلے پیغمبروں کے محرف شدہ پیغاموں کی وضاحت کرکے انسان کو پھر اپنے اصلی پیغام کی طرف لائے بلکہ اس آخری کلام میں انسان کے ذہنوں میں وہ لازوال ولولہ پیدا کر دے جو ابدالاباد تک اور جب تک یہ زمین و آسمان قائم ہیں انسان کے لئے سعی و عمل کی ایک مستقل راہ کھول دے اور وہ راہ سیدھی اور بلا روک ٹوک انسان کو خدا تک لے جائے تاکہ اس کائنات کا منشا پورا ہو۔

یہ تفصیل مفصلہ ذیل مختصر الفاظ میں مختلف عنوانوں کے ماتحت درج کرتا ہوں تاکہ جو کچھ حدیث القرآن میں قرآن حکیم کی تعلیم کے متعلق مختلف عنوانوں کے ماتحت قرآن حکیم کے اپنے حوالے دے کر دو اور دو چار کی طرح ثابت کر دیا گیا' وہ یہاں پر یکجا ہو جائے اور ہر شخص کے دل میں دین اسلام کا پورا نقشہ بیٹھ جائے۔ ادھر ایک اور مختصر مضمون "قرآن کی مسلسل کہانی"* کے طور پر دیا جاتا ہے تاکہ سمجھنے میں اور سہولت ہو۔

مقدمات کائنات

۱۔ مقام انسان

۱۔ انسان کم از کم اس زمین پر باقی تمام مخلوق سے (اپنے شعور کے باعث) افضل ہے۔
۲۔ پیدا ہونے کے وقت وہ کچھ نہیں جانتا لیکن اور حیوانات کی غیر مانند وہ سب شعور

اپنے کانوں' آنکھوں اور ذہن سے حاصل کرتا ہے۔ اس کو اشیاء کے سمجھنے کی اہلیت عطا کی گئی ہے جو اور حیوانات (بلکہ ملائک کو بھی) میسر نہیں۔

۳۔ خدا نے انسان کو اس زمین پر اپنا خلیفہ مقرر کیا اور اس میں اپنی روح پھونک دی ہے تاکہ اشیاء کی ماہیت کو سمجھ کر وہ خدا کی خاصیتیں حاصل کرتا جائے اور اس کی خلافت کا اہل بنے۔ فرشتوں کو یہ مقام نہ دیا گیا کیونکہ ماہیت اشیاء نہ سمجھ سکنے کے باعث وہ اس کے اہل نہ تھے۔

۴۔ انسان کمتر مخلوق کے ارتقاء سے پیدا ہوا اور اس سے بہتر مخلوق درجہ بدرجہ ہوتا جائے گا۔ سب ارتقاء جدوجہد کا نتیجہ ہے اور انسان کو بھی جو درجہ حاصل ہوتا جائے گا اس کی اپنی جدوجہد سے ہوگا۔

۲۔ مقام فطرت

۵۔ خدا کی واحد مخلوق صحیفہ فطرت ہے اور یہی صحیفہ فطرت اس کائنات میں واحد حقیقت ہے۔

۶۔ اسی صحیفہ فطرت کے مشاہدے اور مطالعے سے وہ ہدایات' اشارات اور علم حاصل ہوتے ہیں جن سے اخذ ہو سکتا ہے کہ اس کائنات میں راہ راست کیا ہے اور انسان کو اپنی دنیاوی ترقی کے لئے کیا کیا سہولتیں اور انعامات حاصل ہوسکتے ہیں۔

۷۔ خدا نے صحیفہ فطرت کو پیدا ہی اس لئے کیا کہ انسان کو اس جدوجہد کے بدلے میں جو وہ صحیفہ فطرت کی تلاش و جستجو کے بارے میں کرے' اسی صحیفہ فطرت سے انعامات دے۔ زمین کی ہر شے کے علاوہ آسمانوں کے لاتعداد ستاروں کی ہر شے ان انعامات میں داخل ہے۔☆

۸۔ صحیفہ فطرت کی ہر شے انسان ہی کے لئے مسخر کی گئی ہے تاکہ وہ ان اشیا کو تابع کرکے اپنے استعمال میں لائے۔

۳۔ مقام خدا

۹۔ خدا ہے اور خالق زمین و آسمان ہونے کی حیثیت میں ہر جگہ اسی کا بنایا ہوا قانون چل رہا ہے ۔ کسی دوسرے حاکم کے قانون پر چلنے میں انسان کو نقصان اور بالآخر اجتماعی ہلاکت ہے۔

۱۰۔ کسی دوسرے حاکم کے قانون پر چلنا ہی اس کو خدا کے ساتھ شریک کرنا بلکہ اس سے بہتر بنا دینا ہے۔ یہی وہ شرک ہے جس کی "بخشش" نہیں۔ دوسرے لفظوں میں جو قوم اس پر چلے گی اس کی مادی قوتیں بالآخر سلب ہو جائیں گی اور وہ صفحہ ہستی سے مٹ کر رہے گی۔

۱۱۔ خدا کے قانون پر چلنا ہی خدا کو "ماننا" ہے اس سے ہٹ کر لفظی ماننا کوئی ماننا نہیں '

ومن الناس من یقول امنا باللّٰہ وبالیوم الاخر وما ھم بمومنین ○ ۸/۲

۱۲۔ خدا کا قانون اس کی فطرت سے اخذ کیا ہوا قانون ہے خواہ وہ قانون انسان نے خود اخذ کیا ہو یا کسی باخبر انسان نے بتایا ہو۔

۴۔ حادثہ بعثت انبیا

ا۔ مقام انبیاء

۱۲۔ سب انبیاء صرف اپنے اپنے زمانے کے معیار کے مطابق انتہائی طور پر باعلم اور باخبر انسان تھے جو انسان کی پیدائش کے ابتدائی مرحلوں میں (جب کہ انسان معاشرت کی ابتدائی باتوں سے بھی بے خبر تھا) اپنے اس علم و خبر کے زور پر جو انہوں نے صحیفہ فطرت سے یا کمال ذکر و فکر (وحی) سے حاصل کیا تھا" خدا کے پیغام" لائے اور وہ پیغام وقتاً" فوقتاً" بھٹکے ہوئے انسانوں کو دیتے رہے تاکہ قومیں خدا کے قانون سے ہٹ کر کمزور اور بالآخر ہلاک نہ ہو جائیں۔

۱۳۔ انبیاء کے لائے ہوئے پیغام ان کی اپنی اپنی قوموں کی زبان میں دیئے گئے تھے تاکہ

ان قوموں پر حقیقت واضح ہو جائے۔ انبیاء ہر قوم، ہر قریہ، ہر امت میں آئے اور وقتاً فوقتاً مجتمعات انسانی کو سمجھاتے رہے۔

۱۴۔ ان پیغاموں میں مختلف زبانوں میں ایک ہی قانون تھا جو دیا گیا اور وہ قانون فطرت کا کوئی حصہ تھا۔

۱۵۔ ان پیغاموں کا مقصد صرف اپنی اپنی قوم کو قانون خدا دے کر ہلاکت سے بچانا تھا۔ اس قوم کو علیحدہ گروہ بنا کر فرقہ بند بنانا یا الگ "مذہب" بنانا مقصد نہ تھا۔

۱۶۔ انسان کو متوجہ کرنے والی شے خدا کا قانون تھا جو مختلف انبیاء مختلف زبانوں میں لائے تھے۔ انبیاء کی شخصیت اس قدر قابل توجہ نہ تھی۔ نہ ان کی وجہ سے لوگوں کا فرقہ بند ہو جانا درست تھا۔

۱۷۔ انبیاء نہ نصرانی تھے نہ یہودی، نہ محمدی بلکہ، مسلم، یعنی خدا کے قانون کو تسلیم کرنے والے، نہ انہوں نے کوئی فرقہ بنایا۔ لوگ خود اپنی ضد سے ان کی شخصیتوں کے پیچھے لگ کر فرقہ بند ہو گئے۔ حالانکہ وہ سب علم یعنی حقیقت لائے تھے جو متحد کر دیتی ہے متفرق نہیں کرتی۔

۱۸۔ اصل شے جو انبیاء لائے قانون خدا تھا جو مختلف زبانوں میں اپنی اپنی قوم کو سمجھانے کے لئے تھا۔ اس لئے کسی زبان کو بھی کوئی خصوصیت نہیں۔ ان سب پیغاموں کو "الکتاب" کے نام سے موسوم کیا جاسکتا ہے کیونکہ وہ ایک ہی قانون تھا یا قانون کے مختلف حصے تھے۔ اس قانون کا بیشتر حصہ اجتماعی یا معاشری قوانین تھے جو انسان کی اجتماعی ہیئتوں کی اصلاح کیلئے تھے۔

۲۔ مقام الکتاب

۱۹۔ ہر زمانے کی "الکتاب" اپنے اپنے زمانے کی ضروریات یا انسانی معاشری ترقی کے مختلف مرحلوں کے مطابق تھی اور اس میں کمی بیشی ہوتی رہی لیکن وہ قانون بہ حیثیت

مجموعی ایک ہی تھا۔

۲۰۔ آخری "الکتاب" قرآن ہے جو انسانی ترقی اور معاشرت کے آخری مرحلوں کے مناسب حال ہے۔ اس کے بعد کسی اور زیادہ مکمل معاشری یا اجتماعی قانون کی انسان کو ضرورت نہیں رہی۔ قرآن کا لایا ہوا قانون بھی وہی ہے جو پہلے انبیاء نے دیا' اگرچہ یہ بدرجہا زیادہ مکمل ہے اور جن و انس مل کر بھی اس قرآن جیسی کتاب نہیں لا سکتے۔

الیوم اکملت لکم دینکم و انممت علیکم نعمتی۔

۲۱۔ اس آخری "الکتاب" میں انسان کو یہ ہدایت بھی ہے کہ وہ اپنی باقی تمام ہدایات یا اشارات یا احکام صحیفہ فطرت کے مطالعے سے لیتا جائے اور اپنی مادی ترقی کی منازل کو پورا کرے۔

۳۔ مقدمات زمین

ا۔ الکتاب کے مقدمات

۲۲۔ سب انسان ایک امت ہیں۔ ان کو پیدا ہی اس غرض کے لئے کیا گیا تھا کہ ایک امت بنکر رہیں اور مشیت خدا (یعنی منشائے فطرت) کو پورا کریں: **ولوشاء شاالله لجعل الناس امته واحدة ولا یزالون مختلفین ○ الا من رحم ربک ولذلک خلقهم** ۱۱/۱۰ دیکھو صفحہ (۲)

۲۳۔ انسان کی ایک تعداد کثیر جہنم کے لئے اس لئے وقف ہے کہ اکثر اپنے آنکھ' کان اور ذہن کو کام میں نہیں لاتے اور نہیں سمجھتے کہ اس آفرینش کی اصل غرض و غایت کیا ہے۔ جو لوگ اس غرض و غایت کو سمجھتے ہیں اس سے مستثنیٰ ہیں۔

۲۴۔ انسان کے اپنے اعمال کے باعث برو بحر میں فساد برپا ہو چکا ہے۔ **ظهر الفساد فی البروالبحر بما کسبت ایدی الناس** ۴۱/۳۰۔ امتیں مذہبی' سیاسی اور جغرافیائی بناء پر ایک دوسرے سے پھٹ چکی ہیں۔ ان کی مختلف قبیلوں اور گروہوں میں موجودہ تقسیم فی الاصل محض اس لئے تھی کہ آپس میں تعارف پیدا کر سکیں۔ **خلقنکم من**

ذکر و انثی وجعلنکم شعوبا" و قبائل لتعارفوا: ۱۳/۴۹

۲۔ دین الحق

۲۵۔ اب جب کہ یہ تقسیم نمودار ہو چکی ہے اور انسان کی اپنی ضد اور بغاوت سے ہے ہر صلاحیت پسند امت کا فرض ہے کہ وہ آپس میں داخلی فرقہ پیدا نہ ہونے دے **واعتصموا بحبل اللہ جمعیا" ولاتفرقوا** ۳/۱۰۳۔ اندرونی طور پر کامل اخوت سے رہے اور باقی سب امتوں پر غالب آنے کی انتہائی سعی کرے۔ اس غلبہ کے لئے پھر قانون فطرت پر پورے طور سے کار بند ہونا لابدی ہے اور وہ دین فطرت صرف اسلام ہے جس کے بغیر کوئی دین قابل قبول نہ ہوگا۔ **ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ** ۳/۸۵۔

۲۶۔ غلبہ کا احساس دنیا کی ہر قوم میں کم و بیش موجود ہے اور جس قوم میں جس قدر یہ احساس عملاً" موجود ہے اسی قدر وہ قوم دین الحق پر ہے۔ جس قوم میں غلبہ کا احساس اور عمل نہیں رہا وہ قوم مایوس ہے اور از روئے قرآن کافر ہے **والذین کفروا بایت اللہ و لقائہ اولئک یئسوا من رحمتی** ۲۹/۲۳۔ دین الحق دین فطرت اس لئے ہے کہ فطرت برحق ہے نیز اس لئے کہ دنیا کی ہر زندہ قوم اس پر فطرتاً" کار بند ہے۔ سب انبیاء اسی دین الحق کو لائے تاکہ اپنی اپنی قوم کو غالب کردیں۔ انبیاء کے بعد بھی ہر زندہ قوم غالب ہونے کی دھن میں لگی ہے اور وہ اس غلبہ کو حاصل کرنے کے لئے اپنی اپنی "ہدایت" اپنے اکابرین قوم سے حاصل کرتی رہتی ہے۔ "ہدایت" یا **ھدیٰ** سے مراد وہ لائحہ عمل ہے جس پر چل کر قومیں باقی تمام اقوام پر غالب آنے کی سعی کر رہی ہیں۔ اس بارے میں ہر قوم کا اپنا اپنا طریقہ اور اپنی اپنی **ھدیٰ** الگ ہے۔ **لکل جعلنا منکم شرعتہ ومنھاجا"** ۵/۴۸ **ولکل وجیھتہ ھو مولیھا** ۲/۱۴۷ لیکن قرآن کا دعویٰ ہے کہ صرف خدا کی دی ہوئی ہدایت صحیح معنوں میں ہدایت ہے اور وہی انسان کو بالآخر سب پر غلبہ دلا سکتی ہے۔ **قل ان ھدی اللہ ھو الھدے** ۲/۱۲۰، ۳/۷۳، ۶/۷۱۔ اسی لئے خدا نے رسولؐ عربی کے بھیجنے کی واحد غرض یہ بیان کی

کہ اس کی دی ہوئی الہدیٰ باقی سب دینوں پر غالب کردے: **الرسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ** ۹/۳۳ (نیز اس مطلب کے لئے دیکھو حریم غیب صفحہ ۹۴ تا ۹۹) **فطرۃ اللہ التی فطرالناس علیھا لا تبدیلا لخلق اللہ ذالک دین القیم** ۳۰/۳۰ قرآن میں دین کی تعریف ہے۔

۲۷۔ جس قوم کے پاس قرآن کا بتایا ہوا ایمان عملاً" ہوگا وہی دنیا میں ہر وقت ہر جگہ غالب ہوگی خواہ وہ قوم لفظی طور پر قرآن کو مانتی ہو یا نہ مانتی ہو۔ اس غلبے کی شدت اس قدر ہو گی جس قدر کہ ایمان اور عمل صالح کی شدت اس قوم میں باقی ہے یا قائم ہے۔ اس بیان میں یہودی' نصاریٰ' صائبین' یا کسی دوسری قوم کی تخصیص نہیں۔

۲۸۔ صحیفہ فطرت کے اندر لاتعداد احکام ' ہدایات' اشارات ہراس قوم کے لئے ہیں جو ایمان رکھتی ہے' علم رکھتی ہے' سمع رکھتی ہے' یقین رکھتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ علم کا ماخذ صرف سمع' بصراور ذہن ہے' جو شے ان سے براہ راست اخذ نہیں ہوتی وہ ظن ہے۔ اور انسان کے لئے ناقابل توجہ۔ انہی احکام' ہدایات اور اشارات میں کسی قوم کی انتہائی مادی ترقی کا راز مضمر ہے اور جو قومیں اس پر کار بند ہیں ان پر فاطر زمین و آسمان کا سلام ہے۔

۲۹۔ جو قومیں غالب ہونے کی سعی میں لگی ہیں اور ایمان اور عمل صالح کی خصوصیتیں اپنے اندر بدرجہ اتم رکھتی ہیں ان کے لئے زمین کی بادشاہت جب تک زمین اور آسمان قائم ہیں' وقف ہے۔ صرف خدا کی ملازم صالح العمل قومیں زمین کی وارث ہوسکتی ہیں اور ہر ملازم خدا قوم کے لئے یہ بہت بڑا پیغام ہے۔ **ان فی ھذا لبلغا لقوم عابدین** ۲۱/۱۰۶ ○

۴۔ ھدیٰ کا داخلی لائحہ عمل

۳۰۔ قوم کو اجتماعی طور پر غالب کرنے کے لئے فطرت کے حسب ذیل دس اصول پر

انتہائی عمل لازمی ہے۔(۱) عملی طور پر خدا کے حکموں کا ماننا(خواہ وہ حکم الکتاب کے ہوں یا صحیفہ فطرت سے اخذ ہوں) اور فرمانبرداری میں کسی دوسرے حاکم(مثلاً" نفس یا ذاتی خواہشات کے دیگربت) کو شریک نہ کرنا(۲) قوم کا داخلی اتحاد(۳) اپنے امیر کی (جو باہمی مشورے سے کام کرے) کامل اطاعت (۴) وقت پر تلوار سے جہاد(۵) وقت پر مال سے جہاد (۶) ضرورت کے وقت ترک وطن اور ترک لذات (۷) صبر اور استقلال سے ہر کام کو تکمیل تک پہنچانا(۸) صحیفہ فطرت سے انتہائی علم حاصل کرتے رہنا(۹) مکارم اخلاق کا بدرجہ اتم حاصل ہونا(۱۰) آخرت پر ایمان رکھنا۔ جو قوم جس شدت سے ان فطری اصول پر عامل رہے گی' اسی شدت سے اس کا استحکام زمین پر ہوگا۔ دیکھو صفحہ ۴۴۳ تا ۵۵۲

۳۱۔ قوموں کو غلبے کا لائحہ عمل دینے سے غرض یہ ہے کہ دین الحق (جس کا دوسرا نام دین اسلام ہے) بنی نوع انسان پر دین فطرت ثابت ہوجائے تاکہ اس قوم کے غالب ہوجانے سے بنی نوع انسان میں وہ اتحاد پھر ہو جائے جس کے لئے انسان کو پیدا کیا گیاتھا۔ پھر اس اتحاد کے بعد فطرت کو پیدا کرنے کا مقصد یعنی لقائے رب کا مرحلہ پورا ہو۔ اسی مقصد کے لئے اسلام نے سب اہل کتاب کو **تعالوْا الی کلمتہ سواء بیننا وبینکم الاتعبدالا اللہ** ۳/۶۴ کی دعوت دی تھی یعنی "اے خدا کی بھیجی ہوئی کتابوں والو! اس مشترک بات پر تو آجاؤ جو تمہارے ہمارے درمیان برابر ہے کہ ہم خدا کے سوا کسی دوسرے حاکم کے ملازم نہ بنیں گے۔ جب تک مسلمان سب پر چھاتے گئے ان کا مقصد "مسلم" بن کر سب کو ایک کرنا تھا بعد میں وہ صرف محمدیؐ بن گئے۔

۵۔ ھدیٰ کا عالمی لائحہ عمل

۳۲۔ جو قوم باقی سب قوموں پر غالب آکر رہے گی' وہ نری خونخوار قوم نہ ہوگی جو (مثلاً" امریکہ یا روس کی طرح) باشندگان زمین کو(ایٹم بم وغیرہ سے) تہس نہس کرکے

صرف اپنی چھوٹی سی قوم کا اقتدار قائم کرے گی اور پھر اقتدار قائم کرنے کے بعد اس وسیع اور ویراں زمین میں "یوسف بے کارواں" ہو کر پھرے گی' بلکہ اس قوم میں دین فطرت (یعنی دین اسلام) بدرجہ اتم موجود ہوگا' اور وہ ان سب خوبیوں کی مالک ہوگی جو خدا کسی ' مسلم ' قوم سے چاہتا ہے۔ غلبہ اگرچہ انفرادی طور پر ایک قوم کا دوسری قوم پر اکثر مقامی طور پر ہوتا رہتا ہے لیکن عالمگیر اور دائمی غلبہ صرف مکمل ایمان والی قوم کا باقی رہ سکتا ہے۔ بالفاظ دیگر اس قوم کا جو ایمان اور اعمال صالح کی قوتوں کو اپنے اندر برقرار رکھنے کی سعی بالاایطاق کرتی رہے ۔ **انتم الاعلون ان کنتم مومنین** ○ ۳/ ۱۳۹۔ ایمان والی قوم کا بہ ہر نوع سب پر غالب آجانا سنت خدا (یعنی قانون فطرت) ہے جس میں ردو بدل ممکن نہیں: **ولوقاتلکم الذین کفروا لولوا الادبار ثم لایجدون ولیا" ولانصیرا"** ○ **سنتہ اللہ التی قد خلت من قبل ولن تجدلسنتہ اللہ تبدیلا** ○ ۴۸/ ۲۲۔۲۳ نز

ا۔ عالمی اخوت (نسلی تفریق کا حل)

۳۳۔ عالمگیر غلبہ حاصل کرنے والی قوم میں سب سے پہلے یہ یقین ہونا لازم ہے کہ تمام بنی نوع انسان ایک نسل سے ہیں۔ وہ ایک ماں اور ایک باپ سے پیدا ہوئے اور اگر سطح زمین جغرافیائی یا اجتماعی لحاظ سے گروہوں میں بٹی ہوئی ہے تو صرف باہمی تعارف کے لئے **یا ایھناس انا خلقنکم من ذکروانثی وجعلنکم شعوبا" و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقکم** ۴۹/ ۱۳۔

جس قوم میں گورے اور کالے' مشرق اور مغرب' جرمن اور انگریز ہونے کا تعصب باقی ہے اس کا کسی بڑی مدت تک عالمگیر غلبہ حاصل کرلینا محال ہے۔

۳۴۔ روئے زمین پر غلبہ کے لئے لازم ہے کہ جو قوم اس کی مدعی ہے وہ روے زمین کے تمام انسانوں کے ساتھ بلا لحاظ رنگ و نسل اخوت کے جذبات اپنے دلوں میں

موجزن رکھے اور ان قوموں کو جو مغلوب ہو جائیں غلبہ تسلیم کرلینے کے بعد اپنی وسیع اخوت کے دائرے میں شامل کرے حتیٰ کہ ان کو اپنے اندر جذب کرلے **وان تخالطو هم فاخوانکم** ۲/۲۲۰۔ مخالف قوم اگر غالب قوم کے ظاہری شعائر اختیار کرلے تو ان کو اپنا بھائی عملاً" بنا لینا غلبہ کے لئے لازمی ہے۔ **فان تابوا واقاموالصلوة واتوا الزکوة فاخوانکم فی الدین و نفصل الایت لقوم یعلمون** ○ ☆ ۹/۱۱ قرآن حکیم کا دعویٰ ہے کہ یہ نکتہ اس قدر عظیم الحکمتہ ہے کہ صرف صاحب علم قوم اس کی لم تک پہنچ سکتی ہے۔

۳۵۔ عالمگیر غلبے کے لئے لازم ہے کہ وہ قوم قانون فطرت کے منکروں پر انتہائی طور پر سخت اور آپس میں انتہائی طور پر رحم دل ہو **اشدا علی الکفار رحماء بینهم** ۴۸/۲۹۔ مخالف پر سختی اس پختہ عزم سے ہو کہ فطرت کا منشا بہرحال پورا ہو کر رہے اور ایک دشمن بھی روئے زمین پر باقی نہ رہے۔ **حتی لاتکون فتنته ویکون الدین کله لله** ۸/۳۹۔ منکرین اور منافقین کے خلاف تلوار کی لڑائی انتہائی شدت سے ہو: **یاایها النبی جاهدا الکفار والمنفقین واغلظ علیهم**○۹/۷۳

جنگی ہتھیاروں سے پوری تیاری دشمنوں کے خلاف کی جائے کہ یہ لوگ صرف قوم کے دشمن ہی نہیں بلکہ خدا کے دشمن اس لئے ہیں کہ انسان کے ایک امت ہونے کے خدائی مقصد کو پورا ہونے نہیں دیتے: **واعدوا لهم ما ستطعتم من قوة ومن رباط الخیل ترهبون به عدوالله وعدوکم** ○ ۸/۶۷۔ آپس میں اخوت اس انتہائی درجہ کی ہو کہ اس کو ایمان اور عمل صالح کی بنیاد قرار دی جائے۔ **انما المومنون اخوة فاصلحو ابین اخویکم واتقوا الله لعلکم ترحمون** ○ ۴۹/۱۰۔ گویا اس اخوت کے بغیر خدا کا رحم اس قوم پر ہو نہیں سکتا۔

۳۶۔ غلبہ کی مدعی قوم کے لئے عالمی اخوت اور وفاداری قائم رکھنے کے لئے انتہائی طور پر لازم ہے کہ اس کی اخوت گھر سے شروع ہو، ایمانداری، سچائی، رحم، عدل، محبت الغرض سب مکارم اخلاق اس حد تک ہوں کہ دوسری قومیں ان کی نکوکاری اور راست

روی سے متاثر ہو کر ان میں جوق در جوق شامل ہونے کے جذبات قائم کریں **لیکون الرسول شهيدا عليكم و تكونوا شهدا على الناس** ○ ۲۲/۷۸

۲۔ مالی تفریق کا حل

(فردی مساوات کے لئے زکوٰۃ کا عمل)

۳۷۔ کسی وسیع اور روز افزوں جماعت میں جو عالمگیر ہونے کے در پے ہو کر دائمی اور تمامی غلبہ چاہتی ہے داخلی اخوت قائم نہیں رہ سکتی جب تک کہ دولت کی تقسیم ناہموار ہو اور امیر غریب کا فرق نمایاں رہے۔ اس نقطہ نظر سے اس قوم میں دولت کی ہموار تقسیم کا وہ بے پناہ نظام قائم ہونا لازمی ہے جو جمع شدہ دولت کو کسی ایک شخص کے پاس رہنے نہ دے، حکومت وقت اس کی دولت کے ایک مستقل حصے کو ہر دم لیتی رہے اور اس کو لے کر کم دولت اشخاص کی بہبودی پر سرکاری طور پر اور خیرات کا احساس دیئے بغیر صرف کرتی جائے۔ **والعاملين عليها** ○ ۹/۶۰۔ اسی لحاظ سے قرآن عظیم نے کہہ دیا کہ زکوٰۃ نہ دینے والے وہ انتہائی طور پر اپنی خواہشات نفسانی کو خدا بنا کر خدا کے احکام کو رد کرنے والے مشرک ہیں جو قوم کے انجام بد سے بے خبر ہیں **وويل للمشركين الذين لايوتون الزكوة وهم بالاخرة هم كافرون** ○ ۴۱/۶۔۷ اور دوسری جگہ کہا کہ سونے چاندی جمع کرنے والوں کو جہنم کی آگ ہے۔ **والذين يكنزون الذهب والفضته ولاينفقونها فى سبيل الله فبشر هم بعذاب اليم** ○ ۹/۳۴۔ قرآن حکیم کا منشاء صاف تھا کہ تمام دولت کی امیرو غریب میں مساوی تقسیم ہو۔ **والله فضل بعضكم على بعض فى الرزق فما الذين فضلوا برادى رزقهم على ما ملكت ايمانهم فيه سوا افبنعمته الله يجحدون** ☆ ○ ۱۶/۷۱۔ نیز **هل لكم مما ملكت ايمانكم من شركا فى ما رزقنكم فانتم فيه سوا تخافونهم كخيفتكم انفسكم كذالك نفصل الايت لقوم**

یعقلون☆☆ ○ ۲۸/۳۰ اور مزایہ ہے کہ جتلا دیا کہ یہ نکتہ وہی قوم سمجھ سکتی ہے جو عقلمند ہو۔ ادھر دوسری جگہ' انفاق مال کے متعلق قصہ ہی ختم کردیا کہ جو کچھ تمہارے پاس بچ گیا ہے (حکومت کو) دے دو: **یسئلونک ماذا ینفقون قل العفو** ○ ۲۱۹/۲۔ گویا زکوٰۃ کی چالیسویں حصہ کی مولویانہ حد بھی اسلام میں نہیں' دنیا میں اگر جماعت کو عالمگیر طور پر غالب کرنا ہے تو اسلام کے نزدیک سرمایہ داری سرے سے ختم ہونی چاہیے بلکہ اسلام ربا(یعنی بے اندازہ سود) کو بھی حرام قرار دیتا ہے تاکہ دولت بے حساب بڑھنے نہ پائے۔ **حرم(اللہ) الربوا** ○ ۲۷۵/۲۔ سوچو کہ کمیونزم کا نیا فریب اس خدائی دستور العمل کا کیا مقابلہ کرسکتا ہے۔

۳۔ مالی تفریق کا حل

(فردی مساوات کے لئے الصلوٰۃ کا عمل)

۳۸۔(ا) ایک وسیع اور عالمگیر امت میں جس میں ہر قوم اور ہر ملک کے لوگ شامل ہوں جو سطح ارض کے ہر براعظم پر اپنی اخوت اور مساوات کے باعث پھیل رہی ہو اور تمام دنیا پر چھا جانا اس کا منتہائے نظر ہو' امیر اور غریب کا سوال اس قدر ٹیڑھا ہے کہ نرے زکوٰۃ کا محصول لگا دینے سے اس کا پورا علاج نہیں ہوتا۔ زکوٰۃ دینے والا جب تک صاحب نصاب ہے نمایاں طور پر شوکت اور جلال کا مالک ہے' اس کے محل اونچے ہی رہیں گے' اس کی ذاتی شان اس کی کمائی ہوئی دولت سے عیاں ہے' حکومت اگرچہ امیر اور غریب کا فرق کم کرنے کے لئے اس کی دولت کا ایک حصہ اس سے نامحسوس طور پر لے لیگی مگر کوئی طاقت اس کو منع نہیں کرسکتی کہ اس کی جائز کمائی میں سے جس قدر وہ چاہے اپنے پر خرچ نہ کرے۔ چونکہ زکوٰۃ صرف بچت پر ہے یا "کم سے کم العفو" یعنی بچت کو دے دینا ہے اس لئے وہ اگر چاہے تو اپنی کمائی سے سونے کے محل بناسکتا ہے اور کوئی شخص انصافاً" اس کو مطعون نہیں کرسکتا کہ تو غرباء کے بالمقابل کیوں

زیادہ شان سے رہتا ہے۔ حق ملکیت کا ہونا انسان کا وہ پہلا اورابتدائی حق ہے جس کے بغیرانسان انسان نہیں رہ سکتا۔ زکوٰۃ کے عدیم المثال نظام میں خوبی یہ ہے کہ وہ کسی شخص کے حق ملکیت کو نہیں چھیڑتی' مالک کو پورا حق دیتی ہے کہ وہ(جائز اورمناسب حدود کے اندر(جو زیب و زینت اپنے لئے چاہتا ہے کھلے طور پر لے: **قل من حرم زینته الله التی اخرج لعباده والطیبت من الرزق قل ہی للذین امنوا فی الحیوۃ الدنیا خالصته یوم القیامته کذالک نفصل الایت لقوم یعلمون ○ قل انما حرم ربی الفواحش ماظھر منھا ومابطن والا ثم و البغی بغیر الحق وان تشرکوا باللہ مالم ینزل به سلطانا وان تقولوا علی اللہ مالا تعلمون ○ ولکل امته اجل فاذا جاء اجلھم لایستاخرون ساعته ولا یستقدمون** ☆ ○ ۷/۳۲۔۳۴۔ قابل غور امر یہ ہے کہ زینتوں کے حلال ہونے کی حکمت کے متعلق خدا کے کلام نے عیاں طورپر جتلا دیا ہے کہ صرف صاحب علم قوم اس حکمت کی تفصیل تک پہنچ سکتی ہے اور وہی سمجھ سکتی ہے کہ قوموں کی اس دنیا میں قائم رہنے کی مدت کب ختم ہو جاتی ہے۔ صاف کہہ دیاکہ صرف فواحش یعنی کھلی یا خفیہ بدکاری حرام ہے باقی تمام دنیا کی زینتیں اور آرائش خواہ وہ کسی قسم کی ہوں پورے طور پر حلال ہیں۔ بلکہ ایمان والوں کے لئے جو دنیا میں عالمگیر غلبہ چاہتے ہیں یہ دنیاوی زینتیں تا روز قیامت خاص طور پر وقف ہیں۔ اسلام کے نزدیک قوم کے کثیر افراد جب تک انتہائی جاہ و جلال سے نہ رہیں وہ دوسروں پر کیا رعب ڈال سکتے ہیں۔ آج کل کا زوال شدہ مسلمان بے چارہ کیا جانے کہ اسلام کا حلال کیا اور حرام کیا ہے: وہ چیتھڑوں اور جوؤں میں رہتا ہے۔ اور ادھراس کے "دینی امام" سب حرکت کو چھوڑکر باسی روٹیوں پر پل رہے ہیں وہ کیوں نہ کہیں کہ ریشم پہننا حرام ہے' دنیا مردار ہے۔ انگور کے گچھوں تک نہ پہنچنے والی لومڑی ہمیشہ سے یہی کہتی چلی آئی ہے کہ انگور کھٹے ہیں۔ اس اوپر والی سورہ اعراف کی آیتوں کے عین پہلے تمام بنی نوع انسان کو مخاطب کرکے قرآن عظیم نے کہا تھا **یا بنی آدم خذوازینتکم**

عندکل مسجد وکلوا والشربوا ولاتسرفوا انه لا یحب المسرفین ○ ۷/ ۳۱

۲۔ الغرض زکوٰۃ کے عمل سے (خواہ چالیس برس کے اندر اندر حکومت ہر صاحب نصاب شخص سے اس کی پوری بچت نامحسوس طور پر لے لے) امیر اور غریب کا فرق صرف ایک حد تک کم ہو جاتا ہے' مٹتا نہیں۔ نہ اسلام کسی کے حق ملکیت پر قبضہ کرنے کے حق میں ہے۔ یہ وہ اصولی فرق اسلام اور کمیونزم میں ہے جس کے باعث کمیونزم اسلام کی گرد تک نہیں پہنچ سکتا اور جس میں کمیونزم کی جلد از جلد موت ہے بلکہ اس کی موت شروع ہو چکی ہے اور وہ چند اوپر کے آدمیوں کا غنڈہ پن بلکہ یورپ اور امریکہ سے بڑھ کر بڑے پیمانہ پر سرمایہ داری کا ایک مکرو فریب بن کر رہ چکا ہے۔ کمیونزم دین اسلام کی ایک انتہائی مسخ شدہ صورت ہے اور اس کی لازوال حکمت کا ایک چھوٹا سا فقرا اس سے زیادہ اس کی حقیقت نہیں۔

۳۔ ان حالات میں کہ امیر اور غریب کا فرق ان عنوانوں سے جو بیان ہوئے مٹ نہیں سکتا اور نہ امیر غریب کے فرق کو مٹا کر تمام انسانوں کو مشین کی طرح ایک ہی سانچے میں ڈھلی ہوئی مورتیں بنا دینا کسی عنوان سے انسانی معاشرت کے مسئلے کو حل کر سکتا ہے (بلکہ تمام انسانوں کو ایک ہی حیثیت کے بنا دینا' ان کے مکانات اور طرز رہائش کو یکساں کر دینا' ان کو جبراً" مزدور بنا دینا' مختلف نوعیت کے دماغوں میں کوئی فرق نہ کرنا' بہتر سے بہتر ذہن اور خوبی کے مالک انسان کو ادنیٰ سے ادنیٰ جاہل مطلق انسان کے برابر کر دینا جیسا کہ کمیونزم میں ہے' انسانی معاشرت کے فطری تنوع اور رنگا رنگ ہونے کی فطری دلآویزی کے لئے زہر قاتل ہے اور انسان کو طبعاً" مرغوب نہیں) اس لئے اسلام نے دولت اور سرمایہ داری کی تیز دھار کی حدت کو کم کرنے کے لئے وہ موثر علاج تجویز کیا جو دنیا کی تمام سیاست کی ناف ہے۔ اور جس کی حکمت تک دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی بیدار قوم اب تک نہیں پہنچ سکی 'وہ سیاست یہ ہے کہ عالمگیر غلبہ چاہنے والی قوم کا ہر فرد خواہ وہ امیر ہو یا غریب' بادشاہ ہو یا رعیت' دن میں ایک دفعہ نہیں پانچ

دفعہ' ایک قطار میں کھڑا ہو کر فاطر زمین و آسمان کے آگے' ایک مجاہد انسان کی قیادت میں اپنا ماتھا زمین پر رگڑے تاکہ امیر کی سب اکڑ دن میں پانچ دفعہ نکلتی رہے اور غریب کو حوصلہ ہو کہ امیر بھی اسی قطار میں کھڑا ہے۔ یہ اس لئے کہ امیر کا جمع کردہ سرمایہ انسانی ہیت اجتماعی میں خواہ وہ زمین کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک پھیلی ہوئی ہو' کوئی غیر معمولی خلل پیدا نہ کر سکے۔ آج کل کے یورپی اورامریکی سرمایہ دار اس قدر خونخوار انسان ہیں کہ وہ اپنے نفع کی خاطر ہر پچیس سال کے بعد اپنے سرمایہ کے زور سے سیاسی حاکموں پر بے پناہ دباؤ ڈال کر عالمگیر جنگیں چھیڑ دیتے ہیں تاکہ لامحالہ ان کے نجی کارخانوں میں کام کثرت سے ہواور وہ اربہا روپیہ کما سکیں۔ یہ سب اس لیے کہ ان کو دو کروڑ انسانوں کے ہر لڑائی میں قتل ہو جانے کی کچھ پروا نہیں رہی اوروہ اپنی دولت کے بالمقابل انسانی جان کو کوئی قیمت نہیں دیتے۔ برعکس اس کے قرآن حکیم نے خدا کے بندوں کی تعریف یہ کی کہ رحمان کے بندے وہ ہیں جو اس زمین پر دھیمے دھیمے چلتے ہیں اور جب ناواقف انسان بھی ان کے سامنے آجاتے ہیں تو سلام کرتے ہوئے جھک جاتے ہیں: **وعباد الرحمن الذین یمشون علی الارض ھونا واذاخاطبھم الجھلون قالواسلما" ○ والذین یبیتون لربھم سجدا" وقیاما" ○ والذین یقولون ربنا اصرف عنا عذاب جھنم ان عذابھا کان غراما" ○ انھا سائت مستقرا" و مقاما"○ والذین اذا انفقوالم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذالک قواما"** ○ ۲۵/۶۳-۶۷۔ وغیرہ وغیرہ

۴۔ الغرض سرمایہ کے پیدا کردہ کبرو غرور کو توڑ کر انسانوں میں اخوت کا جذبہ قائم کرنے والی شے الزکوٰۃ کے علاوہ الصلوٰۃ بھی ہے جس کو دین اسلام نے انسان کی ذہنی تفریق کو مٹانے کے لئے جاری کیا تھا۔ اسی نقطہ نظرکو سامنے رکھ کرکہا کہ اگر وہ لوگ جن کے ساتھ تمہاری جنگ و جدال بھی ہے پشیمان ہو کر زکوٰۃ دینے پر آمادہ ہو جائیں اور تمہارے ساتھ ایک صف میں کھڑے ہو کر الصلوٰۃ کو ادا کریں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔ پھر کہا کہ یہ باریک نکتہ کہ الصلوٰۃ اور الزکوٰۃ سے کیونکر اخوت پیدا ہو جاتی ہے

صرف وہی قوم سمجھ سکتی ہے جو صاحب علم ہو: **فان تابوا واقاموالصلوۃ واتوالزکوۃ فاخوانکم فی الدین نفصل الایات لقوم یعلمون** ○ ۹/۱۱۔ الغرض یہی وہ الصلوٰۃ تھی جو قرون اولیٰ کے تقدم انگیز اور ہیجان خیز وقتوں میں اس طرح کی بے معنی اور بے نتیجہ نہ تھی جس بے معنی پن سے وہ آج چل رہی ہے اور بجائے **تنھی عن الفحشاء والمنکر** ہونے کے کبرو نخوت' معائب اخلاق' اور مکرو نفاق کی بدیاں پیدا کر رہی ہے۔ انسان کی ہیئت اجتماعی میں امیر و غریب کو ہر دم مساوی کرنے کا یہ عجیب و غریب نسخہ جو مرور مدت اور بے علم لوگوں کی ناشناسی کے باعث بیکار ہوکر رہ گیا ہے وہ نسخہ ہے جس کے بدون امیر اور غریب کا فرق کسی عنوان سے دنیا میں مٹ نہیں سکتا اور جب تک کہ کسی صاحب علم شخص کو بے پناہ علم اور محبت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ والے ذرے سے اس کو پھر درست نہ کرے' یہ نسخہ انسان کے حق میں کیمیا نہیں ہوسکتا۔ مئی ۱۹۵۱ء کو انہی نکات کو پیش نظر رکھ کر میں نے حریم غیب میں لکھا تھا۔

ہے مری نگہ کہ دین اب وہ خراب ہوچکا ہے
کہ خدا تبھی ملے گا کہ رب حرم بدل دو!

الغرض دین اسلام کی الصلوٰۃ نے اور قرآن کے بے پناہ حکم: **ان اللہ لایحب من کان مختالا" فخورا"** ○ ۳۶/۴۔ **واللہ لا یحب کل مختال فخور** ○ ۵۷/۲۳۔ نے کہ خدا مغرور اور اکڑ بازوں کو پسند نہیں کرتا' بے شک ان زمانوں میں کہ دین اسلام عالمگیر ہو رہا تھا اور ایک ملک کے بعد دوسرا ملک پے در پے مسلمانوں کے ہاتھوں میں آرہے تھے' سرمایہ داری کی تیز دھار کو اس قدر کند کر دیا تھا کہ خواجہ اور بندہ ایک دستر خوان پر بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے بلکہ اسوہ عمر رضی اللہ عنہ کی تقلید میں غلام اور آقا باری باری سواری اس وقت کیا کرتے تھے کہ بقول ابن بطوطہ بغداد کے دریبہ کے بازار میں ایک عورت کی ہیروں کی دوکان میں نو کروڑ روپے کا مال ہوتا تھا" لیکن وہ وقت نور اور علم کا تھا۔ اس وقت دین اسلام کا ہر نام لیوا صحیح معنوں میں

عالم اور محمدؐ کی امت کا ہر عالم **بفحوائے علماء امتی کا نبیا بنی اسرائیل**' بنی اسرائیل کے نبیوں کے برابر علم رکھتا تھا اور الصلوٰۃ کی ربانی حکمت دلوں پر چھا گئی تھی۔ وہ وہ وقت تھا کہ قرآن عظیم نے پکار پکار کر کہہ دیا کہ اے مسلمانو! اگر تم عالم آرا امت بننا چاہتے ہو تو جان لو کہ مومن فلاح پا گئے اور مومن وہ ہیں جو اپنی نماز میں خشوع و خضوع' عجزو نیاز کے کرشمے ظاہر کر کے اس امت کو بے پناہ طور پر مضبوط بنا رہے ہیں:

قد افلح المومنون○ الذین ھم فی صلاتھم خاشمون ○ والذین ھم عن اللغو معرضون ○ والذین ھم للزکوۃ فاعلون ○ والذین ھم لفروجھم حافظون○ الاعلی ازواجھم اوماملکت ایمانھم فانھم غیر ملومین ○ فمن ابتغی ورا ذالک فاولئک ھم العدون ○ والذین ھم لا منتھم و عھدھم راعون ○ والذین ھم علی صلوتھم یحافظون ○ اولئک ھم الوارثون ○ الذین یرثون الفردوس ھم فیھا خٰلدون ○ ۲۳/۱-۱۱ ئز

وہ وقت وارثین زمین بننے کا تھا' عالمگیر امت ہونے کا تھا' قوموں کی قوموں کو اپنی محبت اور انکساری' اور سب کو " خدا کے بندے" ہونے کی لپیٹ میں لینے کا تھا' اس لئے وہ نماز ہی کچھ اور تھی' اس کی ادا کچھ اور تھی اور اس کا منشا کچھ اور تھا' منتہا ہی دوسرا تھا' غرض و غایت اور مقصد کچھ اور سامنے تھا۔ ہر شخص نماز میں صحیفہ فطرت کے اس بلند مقصد کو زمین سے بلند ہو کر دیکھ رہا تھا۔ خدا سے قریب تر ہو کر دیکھ رہا تھا' خدا کے مقصد کو خدا کے پاس بیٹھ کر دیکھ رہا تھا' دیکھ رہا تھا کہ حسن کردار' مکارم اخلاق' عجز و انکسار غریب اور امیر کے فرق مٹا دینے کے بغیر' نہیں اس زمین کی مٹی پر ماتھا ٹیکنے اور دن میں بار بار اس نفس کے غرور کو دل سے نکالنے کے بغیر کوئی قوم عالمگیر غلبہ حاصل نہیں کر سکتی۔ انگریز اس ہندوستان میں تجارت کرنے آئے اور فاتح بن گئے' کس زور شور سے انہوں نے ہندوستان کو فتح کیا تھا۔ کس زور شور سے خدا نے مسلمانوں کو

جب وہ نا اہل ہوتے گئے کان سے پکڑ پکڑ کر نکالا' کس زور شور سے (میں نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے پرانے ریکارڈوں میں پڑھا جب کہ شملہ میں تھا کہ) انگریز ان دنوں انتہائی خشوع و خضوع سے گرجاؤں میں جا کر خدا کے آگے جھکا کرتے تھے اور جو شخص ذرا سی زیادہ شراب پی لیتا تھا اس کو گھٹنوں تک درخت کے ساتھ رسوں سے باندھ دیا کرتے تھے۔جو زنا کرتا تھا اس کو سخت ترین سزائیں دیتے تھے وغیرہ وغیرہ۔ لیکن جب انگریزوں نے بادشاہت کے غرور میں آکر ہندوستان سے الگ بنگلوں میں رہنا شروع کیا' ان کو نفرت کی نظر سے دیکھ کر اپنے سے حقیر سمجھنے لگے تو خدا نے کس سرعت سے سو برس کے اندر اندر ان کو اس سرزمین سے نکال باہر کیا۔ تم طنزاً" کہو گے کہ ان کی جگہ اب ہمارے پاکستانی حاکم آئے ہیں اور "خدا ان کے کردار سے بھی خوش ہے؟" یہ آگے چل کر فیصلہ ہوگا کہ خدا ان کی بد کاری پر خوش ہے یا ان کو **اولی باس شدید** بنا کر تمہیں سزائیں دے رہا ہے اور سب کے لئے جہنم تیار کر رہا ہے لیکن بہر نوع ایک بات صاف ظاہر ہے کہ انگریز سو برس بھی نہ رہ سکے۔ اور مغلیہ بادشاہوں نے انہی مفسد اور فتنہ پرداز چالیس کروڑ ہندوؤں پر قریبا" چار سو برس حکومت ایسے طریقے پر کی کہ ہندوؤں کی ایک مخالف جماعت بھی کانگریس کی قطع کی پیدا نہ ہو سکی۔ مسلمانوں نے بادشاہ ہو کر ہندوؤں کے دوش بدوش انہی محلوں میں رہنا گوارا کیا جن میں وہ رہتے تھے' ان کی عورتوں سے شادیاں تک کیں' **لکم دینکم ولی دین** کے قرآنی اصول پر چل کر ان کے مذہب کو نہ چھیڑا۔ ان کی بودیاں اور دھوتیاں برقرار رکھ کر دس کروڑ مسلمان یہاں پیدا کرلئے۔ یہ اسی انکساری اور "نماز" کی برکت تھی کہ مسلمانوں کو ہندوستان کا فردوس ملا تھا۔ **الذین یرثون الفردوس** ○ ۲۳/۱۱۔ اور اسی نماز کو بھول جانے کی وجہ سے وہ اس سرزمین سے نکال دیئے گئے اور اب ان کے لئے چیتھڑے اور جوئیں' بیماریاں اور آہیں' ظالم حکمران اور قتل عام' بھوک اور ننگ' سیلاب اور کربلا کے میدان ہیں۔ مسلمان کو اب بھی اس تمام سزا کے بعد جو صدیوں سے مل رہی ہے اور علی الخصوص اس درد ناک سزا کے بعد جو پاکستان بننے پر اس کے

بعد سے مل رہی ہے گنجائش ہے کہ وہ کم از کم یہ تو سوچ کہ قرآن کی اصلی تعلیم کیا تھی۔

۴۔ عقائدی تفریق کا حل

(عام رواداری اور تالیف قلوب)

۳۹۔ غریب اور امیر کے فرق کو حتیٰ الوسع مٹانے کے لئے عالمگیر غلبہ والی قوم کے لئے سب سے بڑا مسئلہ مفتوح قوموں سے کامل رواداری کا مسئلہ ہے۔ عالمگیر امت بننے کا دعویٰ کرنے والی قومیں نری تلواروں سے ملکوں کو فتح نہیں کرتیں۔ خدا کی بنائی ہوئی اس کائنات میں صحیفہ فطرت کی نری "قانونی اور خشک آئتیں" اور احکام مثلاً "خوب زور آور بنو" "ہتھیار بناؤ" بے پناہ قتل کرکے سب کو ختم کردو وغیرہ وغیرہ کام نہیں آتیں۔ ہلاکو اور چنگیز نے بے پناہ قتل عام کیا مگر عالمگیر نہ بن سکے' ہٹلر اور نپولین اور سکندر کچھ کم نہ تھے مگر کچھ قائم نہ رکھ سکے۔ اس حساب سے فطرت کے نرے خشک احکام ہر جگہ کام نہیں آسکتے کیونکہ فطرت سے اخذ کئے ہوئے احکام تمام کائنات کی مخلوق کے لئے عام ہیں اور ان میں انسان کے مخصوص اور لطیف جذبوں کا عنصر موجود نہیں۔ یہ شے صرف وہ رحمان و رحیم خدا وحی کی ھدیٰ کے ذریعے سے دے سکتا ہے' یا انسان کو صدیوں کے تجربہ اور علم سے حاصل ہوسکتی ہے' خدا اور انسان کو پہچاننے والے انسانوں کے ذریعے سے ہی مل سکتی ہے' عالمگیر قوم ہونے کے لئے روا دار ہونا انتہائی طور پر لازمی ہے' قرآن عظیم نے باقی اقوام کے ساتھ اس قدر روا داری اختیار کرنے کا حکم دیا کہ ہر قوم کے عبادت خانوں کے متعلق اقرار کیا کہ ان میں خدا کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اور منع کیا کہ ان کو ایک دوسرے پر فتح حاصل کرنے کی کشمکش میں گرایا جائے:

الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ ولو لا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلوت و مسجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا" ولینصرن اللہ من ینصرہ

ان اللہ لقوی عزیز ○ ۴۰/۲۲۔

یہ حکمت کہ کن ہتھیاروں سے ایک امت عالمگیر امت ہو سکے اس وقت حاصل ہو سکتی ہے جب کہ انسان کو دوسری قوموں کے بارے میں وہی فراخ دلی اور وسیع نظری حاصل ہو جس کی تلقین قرآن عظیم نے کی۔ قرآن نے صاف اقرار کیا کہ بت خانوں اور گرجاؤں میں بھی خدا ہی پکارا جاتا ہے۔ قرآن نے زکوۃ کا ایک اہم حصہ دوسری قوموں سے تالیف قلوب کے لئے وقف کردیا **والمولفتہ قلوبھم** ○ ۶۰/۹۔ واضح حکم دیا کہ دوسری قوموں کے بتوں کو بھی گالی نہ دو کہ وہ تمہارے خدا کو گالی نہ دیں: **ولاتسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبواللہ عدوا بغیر علم** ○ ۱۰۹/۶۔ ضدی قوموں کو جو باوجود تمام رواداری کے عالمگیر اخوت میں شامل نہیں ہوئیں کہلوایا کہ تم ہماری طرف تو نہیں آتے' نہ آؤ لیکن ہمارے تم سے مل جانے کی امید بھی چھوڑ دو' البتہ ہم تمہارے دین کو نہیں چھیڑیں گے: **لکم دینکم ولی دین** ○ ۱۰۹/۱

۲۔ اس سے بڑھ کر جو عظیم الشان رواداری دین اسلام نے انسان کو عالمگیر غلبہ حاصل کرانے اور فطرت کا منشاء پورا کرنے کے لئے دی یہ تھی کہ علی الاعلان کہہ دیا کہ تمام انبیاء ایک ہی پیغام لائے' وہ سب کے سب خدا کی طرف سے تھے۔ ہر فرقہ میں خدا کا کوئی نہ کوئی پیغمبر آیا' ہر امت میں کوئی نہ کوئی نذیر خدا کی طرف سے پہنچا' سب پیغمبروں کی شان یکساں تھی' جو لوگ ایک پیغمبرؑ اور دوسرے پیغمبرؑ کے درمیان فرق کرتے ہیں وہ گویا خدا اور پیغمبروں کے درمیان پھوٹ ڈالنا چاہتے ہیں اور وہی دنیا میں سچے کافر ہیں: **اولئک ھم الکافرون حقا**" ○ ۱۵۱/۴۔ دین فطرت کی یہ بے مثال رواداری باوجود اس کے تھی کہ آج کسی ایک مذہب اور دوسرے مذہب میں ظاہرا طور پر کوئی یکسانیت نظر نہیں آتی' ایک مذہب نے خدا کا بیٹا بنایا ہوا ہے' دوسرا درختوں اور دریاؤں کو پوج رہا ہے۔ کسی نے پتھر کے بت بنائے ہوئے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اسلام کی غرض یہ تھی کہ انسان جیسی خود سر مخلوق میں کم سے کم ٹکراؤ پیدا ہو اور اس

بد قسمت زمین پر جس پر نسل آدم (باقی تمام مخلوق خدا کی فطرت اور عادت کی صریحاً خلاف ورزی کرکے) اپنی ہی نوع اور اپنی ہی جنس کے افراد کے لاکھوں اور کروڑوں انسانوں کا خون آئے دن بہا رہی ہے 'اتجعل فیھا من یفسد فیھا ویسفک الدما ○ (۳۰/۲) مذہب کی تفریق کے بارے میں خوشگوار صورت پیدا ہو اور اتحاد عالم کا منظر جو خدا کا حقیقی منشاء ہے' پیدا ہو۔ مسلمانوں نے تمام انبیاء کو یکساں سمجھنے میں' تاریخ شاہد ہے کہ ماسوا قرن اول کے (جب کہ تمام عرب مسلمان ہوگیا تھا) کوئی خصوصی سرگرمی اس کے بعد نہیں دکھلائی اگرچہ قرن اول کے بعد بھی قوموں کی قومیں مسلمان ہوتی رہیں اور ہندوستان میں خواجہ معین الدین اجمیری رحمتہ اللہ علیہ وغیرھم نے تبلیغ کے سلسلے میں ہندوؤں کے گیروے کپڑے پہن کر اور ان کی بود و باش اختیار کرکے ہی ہندوستان میں اسلام کے لئے دروازے کھول دیئے اور لکھو کھا انسان انہی کے عہد میں اسلام میں داخل ہوگئے لیکن اگر مسلمان فتح و ظفر کے ابتدائی سیلاب میں اس خاص رواداری کے بارے میں خاص طور پر کشادہ قلب ہوتے اور دوسری قوموں کا رنگ و روغن اختیار کرکے ان کے نبیوں کو اپنا سچا نبی صدق دل سے مان لیتے تو کیا عجب ہے کہ تمام دنیا دائرہ اسلام میں اسی وقت داخل ہو جاتی۔

قرآن حکیم نے تو یہاں تک کہہ دیا تھا کہ تورات اور انجیل میں ہدایت اور نور ہے: **فیھا ھدی و نورٌ** ○ ۴۴/۵۔ یہاں تک کہہ دیا تھا کہ تورات اور انجیل سے بڑھ کر کوئی ہدایت والی کتاب لاؤ: **قل فاتوابکتب من عند اللہ ھوا ھدے منھما** ○ ۴۹/۲۸۔ رسولؐ عربی سے یہاں تک کہلوا دیا کہ مجھے بھی وہی کچھ کہا گیا جو پہلے رسولوں کو کہا گیا تھا۔ **مایقال لک الا ماقد قیل للرسل من قبلک** ○ ۴۳/۴۱ وغیرہ وغیرہ۔ لیکن ابتدائی مسلمانوں نے بھی مذہب کے بارے میں انسانی ضد کچھ نہ کچھ ضرور کی اور ان احکام پر پورے طور سے عامل نہ ہوسکے اسی لئے وہ عالم آرا امت نہ بن سکے۔

۵۔ عالمی مرکز کا قیام

۴۰۔ عالمگیر غلبہ کی دعویدار امت کے لئے لازم ہے کہ اس کا ایک عالمی مرکز ہو تاکہ اقطار عالم کے سب مکین اس ایک مرکز کی طرف رجوع کریں اور اتحاد عالم کی عملی صورت پیدا ہو۔ اسی مقصد کے لئے قرآن نے بیت المقدس کے **قبلے** سے ہٹا کر مسلمانوں کو مکہ کا نیا قبلہ اختیار کرنے کا حکم دیا اور صاف کہہ دیا کہ صرف بیوقوف لوگ ہی اعتراض کرتے ہیں کہ کیوں قبلہ بدلا گیا: **سیقول السفہا ماولھم عن قبلتھم التی کانواعلیھا قل للہ المشرق والمغرب** ○ ۲/۱۴۲۔ وہ اس کی حکمت ہی نہیں سمجھتے کہ اگرچہ مشرق اور مغرب دونوں خدا کے ہیں لیکن اس نئے قبلہ کے ساتھ کسی قوم کا دیرینہ تعصب وابستہ نہ ہوگا بلکہ وہ **واد غیرذی زرع** ○ ۱۴/۳۷ میں واقع ہے تاکہ اس تک پہنچنا صرف تکلیف بردار لوگوں کا خاصہ بن جائے اور قوم کی طاقت برداشت اور مجاہدانہ قوتوں میں اضافہ ہو۔ سب کا ایک صبغتہ ہو: **ومن احسن من اللہ صبغتہ** ۲/۱۳۸ - **یاتین من کل فج عمیق** ○ ۲۲/۲۷ کا منظر ہر وقت لگا رہے۔ پھر لوگ اس مرکز کو دنیا کی تمام ترقیوں کا گھوارہ بنا کر اس کو انسانی اتحاد کی زندہ تصویر ثابت کر دیں اور بنی نوع انسان کے ایک امت ہونے کے بارے میں جو جانکاہ مشکلات در پیش ہیں ان کا کچھ نہ کچھ حل اس ایک مرکز بنانے کی تجویز سے بھی ہو۔

۶۔ موجودہ عالمی مشکلات کا حل

ا۔ علم کا حکم

۴۱۔ متذکرہ صدر تمام تصریح و تشریح میں جو روئے زمین پر ایک غالب اور عالمگیر امت

کے قیام کے بارے میں کی گئی' دین فطرت کی اس **ھدیٰ** کو واضح کیا گیا تھا جو قرآن حکیم به حیثیت آخری کلام دنیا میں لے کر آیا۔ ہر صاحب نظر اس تشریح سے جو اوپر ہوئی' صاف اخذ کر سکتا ہے کہ روے زمین کی بے شمار مختلف المزاج قوموں کی ایک غالب اور عالمگیر امت کا قیام جو **لیظھرہ علی الدین کلہ** ○ ۹/۳۳ کے الفاظ سے مقصود تھا' صرف اسی "**ھدیٰ**" سے ممکن ہے جو قرآن نے دی اور **قل ان ھدی اللہ ھو الھدی** ○ ۲/۱۲۰۔ کے ربانی الفاظ قطعی طور پر حقیقت ہیں۔ مسلمانوں نے ابتدا میں اس **ھدیٰ** پر عمل کیا اور وہ چشم زدن میں عالمگیر ہوتے گئے۔ اب بھی کہ مسلمان زوال کے انتہائی مرحلوں تک پہنچ چکا ہے اور وہ **ھدیٰ** قطعاً" ختم ہو چکی ہے 'مسلمانوں کی امت میں عالمگیر امت ہونے کے نشانات اور قوموں کے بالمقابل زیادہ ہیں اور وہ اگر اس **ھدیٰ** کو پھر پکڑ لیں تو عالمگیر ہو سکتے ہیں لیکن امریکہ اور انگلستان یا روس کی نئی پیدا کردہ کمیونزم کے متعلق گمان کرنا کہ وہ تمام روئے زمین کو ایک اخوت میں جکڑ سکیں گے ازبس محال ہے۔ جو امکان اس وقت ان طاقتوں کے رویئے سے ظاہر ہے یہ ہے کہ اگر ان میں سے کسی ایک کا عالم گیر غلبہ ہوگیا تو وہ تمام باقی اقوام کو کچل کر رکھ دے گی لیکن عالمگیر اخوت پیدا کر کے تمام انسانوں کو ایک حلقہ میں لانا کبھی گوارا نہ کرے گی۔ باایں ہمہ موجودہ حالات میں کہ بنی نوع انسان کے ایک امت بننے کے عنوان نظر نہیں آتے اور نہ موجودہ انسانی امتوں کے انداز اس قطع کے ہیں کہ وہ نسل 'رنگ' جغرافیائی حدود' قومی عصبیت 'تاریخی روایات' مذہبی تعصبات وغیرہ کے جھمیلوں سے نکل کر انسانی نوع کو کسی بلندافق نظر سے دیکھیں اور پست کن تعصبات سے بالا تر ہو کر روئے زمین کے باشندوں کا کوئی روشن مستقبل وضع کریں' قرآن عظیم قوموں کی باہمی کشمکش کا تہدیدی علاج یہ تجویز کرتا ہے کہ اگر انسان ایک امت نہ بنے اور جس مقصد کے لئے ان کو پیدا کیا گیا پورا نہ ہوا تو نہ صرف یہ کہ جو امتیں غیر صالح ہوں گی وہ روئے زمین سے پے در پے مٹتی جائیں گی جیسا کہ پہلے سے دستور چلا آرہا ہے بلکہ انسان کی کثیر آبادی کو اس آپس کے افتراق کی خونریز فضا میں کافی طور پر رکھ کر' **فساد**

فی الارض کے سمے کو اس قدر ہولناک بنا دیا جائے گا کہ انسانوں کی کثیر ترین مخلوق کو کسی جابر قوم کے ذریعے سے **ولنبلونکم بشی من الخوف والجوع ونقص من الاموال** ○ ۲/۱۵۵ کے ماحول میں مبتلا کرکے ' غلامی ' دکھ ' افلاس ' موت ' بھوک ' ننگ کے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ دنیا کی کثیر ترین آبادی میں خوف اور حزن کا یہ منظر سائنس کی نئی نئی ایجادوں اور ایٹم بم کے باعث اب پچھلے پچاس برس سے خاص طور پر پیدا ہو رہا ہے اور یورپ اور ایشیاء کی کئی غیر صالح قوموں کے مٹنے کے بعد امریکہ اور روس کی دو طاقتیں آخری نبرد آزمائی کے لئے اس لئے نمودار ہوئی ہیں کہ زمین کے مادی وسائل پر قبضہ کرکے باقی سب قوموں کو نیست و نابود کردیں اور زمین کی اجارہ داری کو اپنے ہاتھ میں لیں۔ یہ منظر ظاہر ہے کہ نوع انسانی کی نجات اور فلاح کا منظر نہیں اور نہ اس سے آفرینش کا مقصد پورا ہوسکتا ہے جو اس سے بہت بلند تر ہے کہ چند کروڑ انسانوں کی ایک مخلوق باقی کروڑ در کروڑ انسانوں کو اپنے مادی زور سے ہلاک کردے اور یہ زمین قطعاً" بے آباد ہو جائے۔ امریکہ یا روس کے سولہ یا سترہ کروڑ انسان اگر باقی زمین کے دو سو کروڑ انسانوں کو ہلاک کرکے اس زمین کی بادشاہت کی اجارہ داری لیں گے تو اولاً" یہ زمین اس چھوٹی سی آبادی کے لئے غیر موزوں طور پر وسیع ہوجائے گی اور وہ کشمکش جو رزق کی تلاش کے باعث اس وقت قوموں میں جاری ہے اور جس کے باعث سے تمام ترقی ہے قطعاً" ماند پڑ جائے گی' امریکہ یا روس کے لئے رزق کی فروانی کے باعث کوئی کام کرنے کا باقی نہ رہے گا۔ روئے زمین کے مادی وسائل کی جستجو جو اس وقت زمین کے کونے کونے میں ہو رہی ہے اور جس سے فطرت کے نئے نئے حقائق روز بروز واضح ہو رہے ہیں صرف پندرہ بیس کروڑ انسانوں کے باقی رہ جانے سے ختم ہو جائے گی اور نسلی تفوق کا نصب العین جو قوموں نے دین فطرت سے منحرف ہو کر اختیار کیا ہے بالاخر اس چھوٹی سی قوم کی بھی ہلاکت کا باعث ہوگا۔ دین اسلام یا دوسرے الفاظ میں دین فطرت تمام بنی نوع انسان کی مشترک اخوت چاہتا ہے اور نسلی تفوق کا قطعی طور پر دشمن ہے۔ **ان اکرمکم عنداللہ اتقکم** ○

۱۳/۴۹۔

الغرض ان خطرناک حالات میں جو روئے زمین پر سرمایہ داری' مشینی ایجادات' لامذہبیت اور نسل' قومیت اور وطن کے نئے تراش کردہ بتوں کی پرستش سے اب پیدا ہوئے ہیں' اسلام کا پیش کردہ علاج یہ ہے کہ بنی نوع انسان کے مختلف گروہوں میں حکومت کی بنیاد علم پر کر دی جائے اور سرمایہ داری' قومی عصبیت' نسلی تفوق یا کسی دوسرے محرک کی پیدا کردہ سیاست کو قطعاً" ختم کر دیا جائے **وکلا اتینا حکما" و علما"** ☆ ○ ۷۹/۲۱۔ علم کا پیدا کیا ہوا حکم دین فطرت کے اس علم پر ہے کہ سب انسان برابر ہیں' کسی قوم کے اغنیاء کو کوئی حق نہیں کہ وہ اپنے سرمایہ کے زور سے غریبوں کی ووٹیں خریدیں 'غریب کی ہر ملک میں بے پناہ اکثریت کے باوجود حکومت اپنے ہاتھ میں لے کر غریب کو کچلتے رہیں اور "جمہوریت" کا لفظی ڈھونگ رچا کر سرمایہ اور دولت کو انسان پر حکمران کردیں ۔ قرآن عظیم نے اسی رو سے کسی قوم کے امیر مقرر کرنے کا معیار صرف علم اور جسم قرار دیا۔ **وزادہ بسطتہ فی العلم والجسم** ○ ۲۴۷/۲ کو امارت کی صحیح بنیاد قرار دے کر یکسر فیصلہ کر دیا کہ دولت میں وسعت یعنی سرمایہ داری امارت کے لئے کوئی اہلیت نہیں **انی یکون لہ الملک علینا ونحن احق بالملک منہ ولم یوت سعتہ" من المال** ☆☆ ○ ۲۴۷/۲

الغرض ان حالات میں کہ دنیا کی کوئی ایک قوم باقی تمام اقوام پر مادی زور سے غالب آکر روئے زمین کی اجارہ داری چاہتی ہے' دین فطرت کا اولین منشاء یہ ہے کہ علم کی حکومت ہو اور چونکہ صحیفہ فطرت کا عالم فطرتاً" غریب طبقے کا فرد ہوتا ہے' اسلام چاہتا ہے کہ سرمایہ داری کی حکومت کو فنا کرنے کے لئے بنی نوع انسان کے دو طبقے یعنی غریب اور امیر ہر ملک میں الگ کر دیئے جائیں اور چونکہ غریب کی اکثریت ہر ملک میں ہے' عالم کو ہر ملک میں حکمرانی کے لئے وقف کر دیا جائے۔

اسی نقطہ نظر سے مزدور طبقہ بھی دنیا میں حکمرانی کے لائق اس لئے نہیں کہ وہ بے علم ہے اور بے علم کو دنیا کی حکمرانی سپرد کر دینا خلاف فطرت ہے۔ ادھر اگر غور

سے دیکھا جائے تو چونکہ دنیا کی کوئی مادی ترقی عالم کے علم کے بغیر نہیں ہوسکتی اور مزدور صرف عالم کی ایجادوں کو اپنے ہاتھوں کے زور سے اس کی ہدایت کے مطابق بنانے والا ہے اور سرمایہ دار صرف روپیہ خرچ کرکے ان ایجادوں کو وسیع پیمانہ پر دنیا میں پھیلانے والا ہے' انسان کے ہاتھ اور انسان کا سرمایہ دونوں عالم کے علم کے ماتحت ہیں' عالم پر حاکم نہیں ہوسکتے۔ اسی نقطہ کو پیش نظر رکھ کر قرآن حکیم نے گذشتہ اقوام کے انبیاء حکمرانوں کو جو اپنے اپنے زمانوں میں صاحب علم تھے (باوجود اس کے کہ دوسری سلطنتوں سے بلائے ہوئے گرانڈیل مزدور ان کا صنعتی کام کیا کرتے تھے) **ذوالاید والبصر** کہا۔ گویا کہا کہ یہی انبیاء ہاتھوں والے بھی تھے اور بصیرت والے بھی' دوسرے لفظوں میں مزدوری بھی ان کی بصیرت کے تابع ہی تھی۔

القصہ روئے زمین کے موجودہ دکھ کو دور کرنے کے لئے دین فطرت کا صحیح نسخہ یہ ہے کہ تمام انسانی اقوام میں عالم کی حکومت قائم کی جائے اور مزدور اور سرمایہ دونوں کو عالم کے حکم کے ماتحت کر دیا جائے۔ جب سب اقوام میں عالم حکمران ہوں گے' مزدور طبقہ ان کو غریب طبقے کا رکن سمجھ کر خود بخود اور بہ طیب خاطر اپنا حکمران منتخب کرے گا تو تمام دنیا کے عالم حکمرانوں کا واحد مقصد یہ ہوگا کہ بنی نوع انسان کی مجموعی بہبودی کے لئے زمین پر حکومت کی جائے ' سیاسی مقاصد یا نسلی تفوق کو مد نظر رکھ کر دنیا کی قوموں کو آپس میں نہ لڑایا جائے۔ صحیفہ فطرت کے عالم کا منتہائے نظر صرف صحیفہ فطرت ہے۔ اس کی نگاہ ان پست تعصبوں سے بلند تر ہے جو انسان کی موجودہ زندگی کو جہنم بنا رہے ہیں قرآن عظیم کے مشہور فیصلے **انما یخشی اللہ من عبادہ العلما** ○ ۳۵/۲۸ کے مطابق صرف عالم ہی ہے جو خدا سے صحیح معنوں میں ڈرتا ہے۔ عالم ہی انبیاء کی طرح نہ یہودی ہے' نہ عیسائی' نہ محمدی اور وہ انسان کی سب سفلی ضدوں سے پاک ہے اس لئے اقوام کو موجودہ جہنم سے نکالنے کے لئے کوئی نسخہ سوائے قرآن عظیم کے نسخے کے باقی نہیں رہا کہ علم کی حکومت ہو اور دنیا کو ہر قسم کی سرمایہ داری کی لعنت سے پاک کیا جائے' نہیں بلکہ دنیا میں مغربی جمہوریت اور مشرقی کیمونزم کی

دونوں لعنتوں کو جو غریب انسانوں اور کمزور اقوام کو کچلنے اور ایک قوم کی اجارہ داری کو قائم کرنے کے ڈھکوسلے ہیں' غریبوں کے حلقے امیروں سے الگ کر کے منطقی طور پر کچل دیا جائے۔ غریب جس وقت امیر سے سیاسی طور پر الگ ہوگیا سرمایہ داری اور مزدوری کے دونوں مسئلے صحیح طور پر حل ہو جائیں گے۔ غریب اپنی کثرت تعداد کے باعث جمہوری اصول کے مطابق حکمران ہوگا۔ امیر غریب کو زور زر سے کچلنے کی بجائے اپنی قلت تعداد کو پیش نظر رکھ کر ہر دم اس سعی میں لگا رہے گا کہ امیروں کی تعداد غریبوں سے زیادہ ہو جائے تاکہ وہ اصول جمہوریت کے مطابق دنیا پر پھر حکمران ہوسکے۔ قرآن حکیم نے انسانوں کی فطری تقسیم صرف دو طبقوں میں کی ہے یعنی اغنیا کا طبقہ اور فقرا کا طبقہ اور منع کیا ہے کہ مال کی گردش صرف دولت مندوں میں ہو۔ **کی لایکون دولته بین الاغنیاء منکم** ○ ۵۹/۷

حکومت کا طبعی تعلق عالم سے اور اس کی طبعی نفرت سرمایہ سے اس لئے ہے کہ سرمایہ دار حاکم کے سامنے سونے چاندی یعنی **یکنزون الذہب والفضته** کی پرستش عجل ہے۔ عالم غریب طبقے سے ہے اور "غریب دل" بھی ہے کیونکہ اس کا دل اس کے علم اور وسعت نظر کے باعث بہبودی انسان کی طرف مائل ہے۔ اسی لحاظ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی انجیل میں کہا تھا کہ "مبارک ہیں غریب دل لوگ کیونکہ زمین کی وارثت ان کی ہے"۔ انسان جیسی ذی شعور مخلوق پر حکومت کرنے کے فرض کو دولت مندوں کے درندہ طبقے کے سپرد کر دینا یا چند انسانوں کو یہ اختیار دے دینا کہ وہ اپنی رعیت کی تمام دولت کو جمع کر کے خود بڑے سرمایہ دار بن جائیں (جیسا کہ کمیونزم میں ہے) فطرت کے خلاف وہ گناہ عظیم ہے کہ قرآن حکیم اس کو کسی معنوں میں برداشت نہیں کرسکتا۔ قرآن نے اس کا علاج طبعی طور پر یہ تجویز کیا ہے کہ تمام انسان بلالحاظ دولت' رنگ و نسل برابر ہیں۔ وہ ایک قطار میں روزانہ کھڑے ہوں تاکہ ان کی برابری کا حس ہر دم قائم رہے۔ اسی برابری کی وجہ سے حکومت اسی گروہ کی ہے جو اکثریت میں ہے اور وہ طبقہ غرباء کا ہے اور چونکہ غرباء میں سے سب سے زیادہ مناسب

وہ لوگ ہیں جو صاحب علم ہیں اس لئے حکم یعنی حکومت کافطری تعلق علم سے ہے مال و دولت سے نہیں۔

۲۔ علم کے ذریعے مسئلہ وحدت مذہب کاحل

۴۲۔مادی ترقیوں کے باعث جو آج کل اکناف زمین میں ہو رہی ہیں' مذاہب عالم کے اکثر واہی اور لایعنی عقائد کا اثر اگرچہ انسان کے دلوں پر کم ہو رہا ہے لیکن مذہب یا مذہب کی پیدا کی ہوئی عصبیت کامجموعی تعصب اس تمام تنور کے باوجود قوموں میں کم ہوتا نظر نہیں آتا اور اس تعصب کاخصوصی اثر اب تک موجودہ سیاسی رہنماؤں پر بھی اتنا ہی ہے جتنا کہ پچھلے زمانوں میں تھا۔ قومیں اب تک دوسری قوموں سے اکثر سیاسی معاملات "عیسائی" اور "مسلمان" "بدھ"اور "ہندو" ہونے کی حیثیت میں کرتی ہیں اور وہ وسعت نظر جو بنی نوع انسان کو کسی بلند نقطہ نظر سے دیکھنے سے پیدا ہوتی ہے' اکثر معاملات میں غائب ہے۔ دین فطرت کا تقاضا ہے کہ سطح زمین کے تمام موجودہ مذاہب کے تعصب کو بالائے طاق رکھ کر ایسی فضاء پیدا کی جائے جس میں روئے زمین کے انسانوں کو مجموعی حیثیت سے دیکھا جائے۔ اسی تعصب کو عملاً" نیست و نابود کرنے کے لئے دین فطرت کا اعلان ہے کہ تمام انبیا کا پیغام ایک تھا مگر قوموں کا تعصب علمی تنور کے باوجود نہیں مٹا۔ اس تعصب کومٹانے کے لئے بھی عالم کی دنیا پر حکومت لازمی امر ہے۔ دنیا کے ہر ملک کے عالم حکمران ہی آپس میں بیٹھ کر عام اعلان کرسکتے ہیں کہ دنیا کی سب قوموں کے مذاہب ایک ہیں' ان میں کوئی بنیادی فرق نہیں۔ وہی قوموں کو اس مشترک یقین پر لاسکتے ہیں کہ سب پیغمبران دین ایک خدا کی طرف سے آئے تھے' ان کے مابین کوئی فرق نہیں' ان کو یکساں ماننا ہر فرد بشر پرلازم ہے' ان کی یکساں تعظیم و تکریم ہر قوم پر واجب ہے' یہ سب اس لئے کہ صرف عالم فطرت ہی وہ شخص ہے جس کو کسی خاص مذہب کا تعصب نہیں۔ وہ تمام انبیاء کو اپنے ہی گروہ کا ایک عضو سمجھتا ہے۔ **علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل** کا محاکمہ بھی صرف عالمان فطرت پر پورا اترسکتا ہے۔ عالم ہی دل سے یقین کرتا ہے کہ انبیاء اگر وہ درحقیقت خدا کے

بھیجے ہوئے پیغامبر تھے تو وہ ہرگز ہرگز انسان کی گروہ بندی کے لئے نہ آئے ہوں گے۔ ان کا واحد مقصد قانون کو ظاہر کرنا ہوگا۔ وہ صحیفہ فطرت سے ہی اخذ کئے ہوئے کسی قانون کو بنی نوع انسان پرواضح کرنے کے لئے آئے ہوں گے اور انسانوں کو صحیح راستے پر لگانا ہی ان کا مطمع نظر ہوگا۔ الغرض موجودہ حالات میں صرف عالم کی حکومت ساکنان زمین کو ایک مذہب پر لا سکتی ہے اور مذہب کا خطرناک حادثہ جس نے روئے زمین پر سب سے بڑی خونریزی انسان کی پوری تاریخ میں برملا کی ہے' روئے زمین پر سے ہمیشہ کے لئے ٹل سکتا ہے۔ انسان کی تاریخ میں یہ انقلاب کہ سب دنیا کے مذاہب نیست و نابود ہو جائیں اور صاحب علم حکمرانوں کے باہمی اتفاق سے دنیا کاایک مذہب دین فطرت ہو جائے دنیا کی تاریخ کا سب سے بڑا واقعہ لازما" ہوگا اور یہ وہ وقت ہوگا کہ بنی نوع انسان کئی ہزار سالوں کے فساد فی الارض کے بعد کہہ سکے گی کہ روے زمین پر انسان کی پیدائش کا پہلا مرحلہ ختم ہوا اور اب انسان کو منشائے فطرت کو پورا کرنے کے لئے اگلا قدم اٹھانا چاہیے!

انسان اس روئے زمین پر(بلکہ تمام کائنات میں) واحد ذمہ دار اور باشعور وجود ہے۔ وہی اس کائنات کے رنگ و روغن کو سمجھ سکتا ہے۔ وہی سمجھ سکتا ہے کہ کائنات کا رخ کیا ہے۔ وہ کس طرف جارہی ہے اور انسان کو کس طرف لے جانا چاہتی ہے۔ دوسری کسی مخلوق سے اس قسم کی کوئی توقع رکھنا عبث ہے ۔ ادھر اس نمایاں حیثیت کے باوجود انسان ابھی تک اس قدر پست خیالات میں پھنسا ہے کہ ان سے نکلنے کی کوئی امید ظاہر نظر نہیں آتی۔ ان حالات میں انسان کی آخری امید علم کی حکومت ہے۔ حکومت کو سیاسی درندوں کے ہاتھ میں دے دینا کہ عالمان فطرت کو اپنی گندی سیاست کا آلہ کار بنائے رکھیں' ان لوگوں کو جنہوں نے ہزارہا برس سے دن رات ایک کرکے اپنی ایجادوں سے زمین کو دلہن کی طرح سجا دیا ہے نہایت ادنیٰ تنخواہیں دے کر ملازم اور بے زبان بنائے رکھیں وہ آشکارا بدمعاشی ہے کہ اس سے بڑی بد معاشی اس روئے زمین پر موجود نہیں۔ ذی شعور انسان پر حکومت کرنے والا صرف ذی شعور انسانوں کا

طبقہ ہوسکتا ہے اور قرآن حکیم میں علم کی حکم سے پیوستگی وہ عظیم الشان ربانی حکمت ہے جس سے بڑھ کر حکمت اس روئے زمین پر موجود نہیں۔

قوموں کا زوال اور اس کا علاج

قومیں جب موت اور زوال کے چکر میں آجاتی ہیں تو کسی کو سوجھتا نہیں کہ بگاڑ کہاں ہے کونسا پرزہ ڈھیلا ہے کیا معاملہ ہے کہاں جھگڑا ہے، کیونکر گرے، کس طرف چل کر عروج تھا، کیا کریں، کہاں جائیں، کہاں سر پھوڑیں!! ادھر بیمار جسم کے صحیح علاج میں دیر اور فیس طلب اور مطلب پرست نہیں بلکہ نیک پرست اور بے غرض ہم حکیموں کے غلط نسخے طاقت کے زوال کو دوبالا کو دیتے ہیں اور مسئلہ لاینحل ہوتا جاتا ہے لیکن اگر کائنات فطرت کے ہر جس کا زوال اس لئے ہے کہ اس کے جسم کے حصوں نے اپنا اپنا عمل چھوڑ دیا ہے جگر اپنے فعل سے منکر ہے دل اپنی پہلی خوبی سے حرکت نہیں کرتا دماغ کا ایکشن درست نہیں ہے ہاتھوں میں اگلی سکت نہیں رہی بدن میں خون کا وہ دوران نہیں پیروں میں وہ چستی نہیں وغیرہ وغیرہ تو قوم کے جسم کا زوال بھی یقیناً اور لازماً اسی وجہ سے ہے کہ اس قوم کے اندر وہ پہلا عمل وہ فعل وہ حرکت وہ ایکشن وہ سکت وہ دوران وجہ چستی نہیں رہی اگر گوشت پوست والے کسی ہم کے اندر زوال کی یہ علامت ہے کہ اس کے جسم میں عمل نہیں رہا تو یقیناً یہی اس کی وجہ بھی ہے اور گوشت پوست والے جسم کو پھر تندرست کرے علاج خواہ کچھ بھی ہو وہ علاج کسی کو سوجھے یا نہ سوجھے اسی بڑے سے بڑے حکیم یا ڈاکٹر کے پاس اس مرض کی دوا ہو یا نہ ہو لیکن ایک قوم کو پھر زندہ پھر تندرست پھر چالو پھر طاقت پھر غالب کرنے کا علاج صرف ایک ہی ہے کہ اس میں پھر عمل اور پھر ایکشن پیدا کر دیا جائے قوموں کے زوال کا سچا باعث عدم عمل ہے یہی ان کے زوال کی علامت ہے لیکن اس کا واحد اور تیر بہدف علاج بھی بعینہ یہ ہے کہ اس قوم میں عمل فعل حرکت ایکشن سکت دوران اور چستی کے لوازمات پھر جمع کر دیئے جائیں پس اگر حقیقت کی نظر سے دیکھا جائے تو قوم کو بلند کرنے کے لئے کسی نسخے یا علاج بلکہ کسی حکیم یا ڈاکٹر کی ضرورت نہیں ہے قوم کا مرض خود ہی اس کے علاج کی طرف اشارہ کر رہا ہے اور جو قوم مریض ہو کر علاج اور حکیم کی تلاش میں ٹامک ٹوئیے مارتی پھرتی ہے اس کو کہہ دو کہ تمہارا علاج تمہاری مرض کے ماتھے پر لکھا ہے تم قوم کے ہر فرد میں ہمت طاقت چستی ولولہ حوصلہ پیروں کی حرکت ہاتھوں اور جسموں کی حرکت جانوں کی حرکت ارادوں کی حرکت الغرض عمل پیدا کرو پھر دیکھو قوم کیوں کر نہیں بنتی ! (خاکسار اعظم)

۳۔ علم کا میدان عمل تمام کائنات ہے

۴۳۔ بنی نوع انسان کو لا محالہ واحد غالب امت بنانے کی غرض و غایت خدا کے نزدیک یہ معلوم دیتی ہے کہ انسان آپس کے باہمی فساد اور آئے دن کی خونی لڑائیوں سے ہٹ کر اپنی پیدائش کے اصلی مقصد کی طرف توجہ کرنے کے قابل ہو اور وہ اصلی مقصد دنیا کی واحد حقیقت یعنی صحیفہ فطرت کی ماہیت کی دریافت ہے۔ خود زمین کی وسعت اور بیکرانی اس قدر مسلم ہے کہ انسان کی چھوٹی سی مخلوق ابھی تک علم کی اس حیران کن ترقی کے باوجود' اس چھوٹے سے کرے کے کونے کونے تک نہیں پہنچ سکی اور **انا جعلنا ما علی الارض زینته لھا لنبلوھم ایھم احسن عملا**" ○ ۱۸/۷ کا خدائی ارمان بھی ابھی تک انسان نے پورا نہیں کیا۔ اس میں شک نہیں کہ انسان کی باہمی جنگوں کے سلسلے میں زمین کی بہت سی اشیاء کا علم انسان کو حاصل ہوتا رہا ہے اور قرآن نے خونریزی اور جہاد کو بھی قوموں کی حیات کا بڑا باعث **لکم فی القصاص حیوۃ یا اولی الالباب** ○ ۲/۱۷۹ کے الفاظ کہہ کر قرار دیا ہے' لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو انسان لامحالہ اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ کروڑوں اور اربوں آسمانی کروں کی اس کائنات میں جو سب کی سب ناتلاش کردہ پڑی ہے اور جس کے متعلق ابھی تک یہ بھی تحقیق نہیں ہوا کہ ان میں کونسی مخلوق بس رہی ہے' انسان کا واحد باشعور مخلوق ہو کر صرف آپس میں لڑتے رہنا اور **یفسد فیھا** اور **یسفک الدما** کا مصداق ہونا جیسا کہ ملائکہ نے انسان کے بارے میں "طنزا" " کہا تھا اور **ونحن نسبح بحمدک و نقدس لک** کے بلند تر مقصد کا جو انہوں نے اپنے متعلق ظاہر کیا تھا' مصداق نہ ہونا' انسان کی پیدائش کا منتہا نہیں ہوسکتا۔ جہاں زمین کے پیدا کرنے کا مقصد قرآن نے اس کی زینت اور آرائش رکھا ہے اور وہ بھی اس غرض سے کہ بنی نوع انسان کو آزمایا جائے کہ ان میں سے کون سب سے زیادہ حسن عمل کرتا ہے' وہاں آسمانوں اور زمین کی تمام کائنات کی پیدائش کا مقصد بھی اسی قرآن نے یہ رکھا ہے کہ انسانوں کی مخلوق کو یہ تمام کائنات ان کے حسن عمل کے عوض میں بطور انعام

دی جائے **لیجزی الذین اساؤ بما عملوا ویجزی الذین احسنوا بالحسنیٰ** ☆

○ ۳۱:۵۳۔ یہ عظیم الشان معاملہ اس وقت انسانی فہم و فراست سے اس قدر بعید اور بالا تر ہے کہ انسان اپنی ان ممکنات کو دیکھ کر کہ وہ آسمانوں کی مخلوق پر بھی بالآخر قبضہ کرکے رہے گا' فی الحقیقت سٹ پٹا جاتا ہے۔ اس کے محدود ذہن میں ابھی تک آ ہی نہیں سکتا کہ وہ کیونکر اور کن وسائل سے اس گوشت پوست والے جسم کے ساتھ جو وہ لب رکھتا ہے اور ان گھومنے والی مشینوں کے ساتھ جو اس وقت اسے میسر ہیں' نزدیک سے نزدیک ستارے تک بھی پہنچ سکتا ہے اور پھر وہاں پہنچ کر اپنی زندگی کو قائم رکھ سکتا ہے۔ ابھی ابھی اس کو تجربہ ہوا ہے کہ زمین سے صرف پانچ میل اوپر جا کر اس کی گوشت پوست کی زندگی بڑی مدت کے لئے محال ہو جاتی ہے ۔ اس کو تجربہ ہوا ہے کہ بیس پچیس ہزار فٹ کی بلندی پر ہی اس کی نسوانی خواہشیں مٹ جاتی ہیں حتیٰ کہ اس کو ذہنی خواہشات مثلاً" تمباکو یا شراب پینا یا فرضی قصوں کا مطالعہ کرنا وغیرہ کا میلان بھی چنداں نہیں رہتا اور وہ اپنے آپ کو ایک نئے عالم اجسام میں متصور کرتا ہے۔ جب یہ معاملہ صرف چند ہزار فٹ کی چڑھائی پر ہے تو لاکھوں بلکہ کروڑوں میل اوپر چڑھ کر جو انقلاب اس کی جسمی ہیت میں ہونا لازم ہے' ظاہر ہے۔

الغرض روئے زمین پر علم کی حکومت قائم کرنے کے بعد انسان کے سامنے دوسرا مسئلہ آسمانوں کی تسخیر کا مسئلہ ہے۔ اس مسئلے کو علمی حدود کے اندر لانے کے لئے انسان کا موجودہ علم اس قدر ناقص ہے کہ اس پر بحث کرنا بھی چھوٹا منہ اور بڑی بات کے مترادف معلوم ہوتا ہے مگر قرآن عظیم بے دھڑک اور بے خوف و خطر اس امر کا دعویٰ کر رہا ہے کہ خدا نے آسمانوں اور زمین کی ہر شے انسان کے استعمال کے لئے مسخر کر رکھی ہے' نہیں بلکہ جو کچھ بھی آسمانوں اور زمین میں ہے اور جو کچھ بھی ان کے درمیان ہے اس لئے ہے کہ ایمان اور عمل صالح والے انسانوں کو ان کے حسن عمل کے بدلے میں بطور انعام دے دیا جائے۔ دین فطرت کا یہ بلند بانگ دعویٰ حقیقت کے قریب اس قدر ہے کہ دنیا کی کوئی دوسری حقیقت اس سے زیادہ سچی دکھائی نہیں

دیتی۔ یہ امر انتہائی طور پر غیر غالب ہے کہ صحیفہ فطرت جس کا زمینی حصہ آئے دن عالم فطرت کو وہ حیرت انگیز عجوبے دکھلا رہا ہے کہ انسان اپنی انگلیاں منہ میں لئے ہوئے ہے' اس صحیفہ فطرت کے لاکھوں کروڑوں بلکہ اربوں ستارے اور کرے بیکار ہوں' ان میں کوئی ایسی شے نہ ہو جو انسان(یا انسان سے بھی زیادہ افضل مخلوق) کے استعمال میں آسکتی ہو' وہ صرف رات کو چمکنے اور انسان کی آنکھوں کو ٹھنڈک دینے کے لئے بنائے گئے ہوں' ان کا مقصد انسان کو صرف تماشا دکھانا ہو اور بس۔ ان حالات کے ہوتے ہوئے انسان صرف اپنے عالم تخیل میں اندازہ لگا سکتا ہے کہ بہ حیثیت اشرف الخلق ہونے کے اس کے سامنے سعی و عمل کا کیا حیرت افزاء اور زہرہ گداز میدان ہے اور فطرت کا بتایاہوا دین انسان کے لئے کس قدر بلند افق پیش کرتا ہے۔ نہیں' بلکہ اگر بلند افق نظر سے دیکھا جائے تو ہر ہوش مند انسان اس نتیجے پر لامحالہ پہنچتا ہے کہ جب انسان کے سوا کوئی ذی شعور مخلوق اس دنیا میں نظر نہیں آتی اور فطرت کا صحیفہ انسان کی سمجھ دار آنکھ کو روز بروز محو حیرت کر رہا ہے تو دنیا میں نہ صرف انبیاء کا لایا ہوا کوئی دین' بلکہ منتہائے آفرینش کے متعلق دنیا کے تمام عالموں کی سوچی ہوئی رائے ماسوا اس کے ہو نہیں سکتی کہ یہ تمام ہنگامہ کائنات جس میں کروڑوں اور اربوں میل دور ستارے اور نہ صرف نظام شمسی بلکہ اس سے پرے کی بیکراں کائنات جس میں ہزاروں ستارے سورج سے ہزاروں گنا بڑے ہو کر اپنا اپنا الگ نظام بنائے ہوئے ہیں' صرف اس لئے پیدا کئے گئے ہیں کہ انسان ان کو اپنے دست تصرف میں لا کر اس قدر بلند ہو جائے کہ وہ **فاطر السموت والارض** کے قریب تر ہو۔ اس کے سوا انسان کا کسی اور فطری مذہب کا حامل اس دنیا میں ہونا عقل و ادراک کے منافی ہے۔

۴۔ علم کے ذریعے سے انسانی نجات

۴۴۔ روئے زمین پر حکم یعنی حکومت کی علم سے پیوستگی نہ صرف یہ کہ دنیا کی تمام قوموں کو مشترک ترقی اور تقدم کی کشادہ راہوں پر لازماً" لگا دے گی اور ساکنان زمین کو

آپس کی کشمکش کی الجھنوں سے نکال کر اس صراط مستقیم پر لے جائے گی جس پر چل کر علم کا عام طور پر بول بالا ہوگا بلکہ یقین ہوتا ہے کہ روئے زمین پر عالم کی عام حکومت کروڑ در کروڑ انسانوں کے سمع وبصر کو بھی صحیفہ فطرت کی طرف متوجہ کردے گی اور عالم حکمران کا از بس مقصد یہ ہو گا کہ انسانوں کو آپس میں قتل کروانے اور زمین کی آبادی کم کرنے کی بجائے زیادہ سے زیادہ انسانوں کا شغف صحیفہ فطرت سے کر دیا جائے تاکہ فطرت کے زیادہ سے زیادہ راز جلد از جلد کھل سکیں۔ باہمی اخوت اور مسامحت سے زمین کی آبادی بے اندازہ طور پر بڑھا دی جائے تاکہ باشندگان زمین میں آسمانوں کی نئی زمینوں پر قبضہ کرنے کی اجتہادی خواہش پیدا ہو۔ عالم فطرت ہی سمجھ سکتا ہے کہ روئے زمین پر کسی ایک چھوٹی سی قوم کا قبضہ باقی تمام اقوام کو چند قرنوں میں نیست و نابود کر دے گا۔ وہ ذہنی نقصان جو سیاسی طور پر کمزور قوموں کو نیست و نابود کرنے سے روئے زمین پر پیدا ہوگا بنی نوع انسان کا مجموعی نقصان ہوگا۔ اس نقصان سے صحیفہ فطرت کی تلاش کا کام ماند پڑ جائے گا۔ زمین کو تنگ گذرانی کے باعث چھوڑ کر آسمان کے ارب در ارب کروں تک جانے کی ہوس ختم ہو جائے گی۔ نہیں، بلکہ غلبے کے بعد بنی نوع انسان کے ایک چھوٹے سے حصے میں یہ اعضائی جمود نسل انسانی کے ارتقاء کے راستے میں سنگ گراں ثابت ہو کر رہے گا۔ علم کی بنی نوع انسان پر لازوال بخششوں کو چند روپوں کے عوض خرید کر عالموں کو سیاسی درندوں کا غلام بنا دینا علم کی صریح توہین ہے۔ علم کی حکومت ہی بنی نوع انسان کو اس راہ پر لے جاسکتی ہے جس راہ پر چل کر انسان بہ حیثیت مجموعی صحیفہ فطرت کے عظیم الشان راز کو کھولنے کے لئے بین الاقوامی اور اجتماعی جدوجہد کرسکتا ہے۔ انسانوں کے انسانوں کو قتل کرنے کے اوزار ایجاد کرنے کی بجائے ''صحیفہ فطرت سے جنگ کرنے'' کے ہتھیار بنا سکتا ہے۔ گھومنے والی مشینیں بنانے کی بجائے جو انسان کو ایک انچ ''فطرت کی روح'' کی طرف نہیں لے جاتیں، جن کا واحد مقصد نفع اندوزی اور فراہمی سرمایہ ہے، جن کی بنیاد یونان کے تین ارضی بتوں یعنی نقطہ، خط مستقیم اور دائرہ پر ہے اور جو زمین سے چند میل اوپر ''روح'' کی آسمانی

فضا میں جا کر بیکار ہو جاتی ہیں' ان "زندہ اشیاء" کا خالق بنا سکتا ہے جو انسان کو خدا سے قریب تر کرنے میں مدد دیں' فاطر زمین و آسمان کے نئے اوصاف نسل انسانی میں پیدا کریں' موجودہ ناقص علم سے ہٹا کر جس کی پیائش ' مساحت ' شمار اور حساب کی تمام اکائیاں غیر فطری ہیں جو ہزار ہا سال کی تحقیق و تدقیق کے باوجود اب تک یہ دریافت نہیں کر سکا کہ زندگی کیا شے ہے' جو یہ عظیم الشان عمل بھی سمجھ نہیں سکا کہ ایک ہی قسم کے **خلیوں** کا اجتماع و استعمار کیونکر اور کس قطع کے تعاون سے کسی جاندار کے بدن کے مختلف حصوں میں بہ یک وقت دل' جگر' دماغ' آنکھ اور کان بن جانے کی کیفیت پیدا کر سکتے ہیں' وغیرہ وغیرہ' علم کے متعلق فکر و تخیل کی وہ نئی راہیں کھول سکتا ہے' جو نئے ولولے سے صحیفہ فطرت کو مسخر کر سکیں اور انسان کو آج کل کی تخریبی ڈگر سے ہٹا کر کسی بالکل نئی تعمیری ڈگر پر چلا دیں۔

کسی گروہ کے ہاتھ میں حکومت کا ہونا ہی اس گروہ کے تخیل کو انسانوں کی کسی جماعت پر حاوی کر سکتا ہے۔ حکم کے بغیر کسی انسانی ہیئت اجتماعی میں اصلاح یا انقلاب تخیل محال ہے۔ **رب اغفرلی وھب لی ملکا لاینبغی لاحدمن بعدی** ○ ۳۸ /۳۵**رب ھب لی حکما" و الحقنی بالصلحین** ○ ۸۳/۲۶ کی دعاؤں کا جو انبیاء نے کیں' یہی منتہا و مقصد تھا کہ وہ حکومت ہاتھ میں لے کر قوموں کو نئی راہوں پر چلانے کے قابل ہو جائیں۔ عالم کی دنیا پر حکومت ہی دنیا کو علم کی راہ لگا سکتی ہے اور یہی بنی نوع انسان کے کثیر ترین افراد کو سمع و بصر اور قلب کے صحیح استعمال سے علم کی راہ پر لگانا قوموں کی نبوت ہے۔ قوموں کی ترقی اور فضیلت کی اسی کیفیت کو قرآن حکیم نے **اولئک الذین اتینھم الکتب والحکم والنبوۃ** ○ ۹۰/۶ (نیز ۴۵/۱۶) کے انتہائی طور پر جامع اور مانع الفاظ میں ادا کیا تھا اور مقصد یہ تھا کہ حکم (یعنی حکومت) کے ذریعے سے بنی نوع انسان میں علم اس قدر عام ہو جائے کہ قوموں کی قومیں نبوت (یعنی سمع و بصر اور قلب کے استعمال سے انتہائی باخبری) کے درجے تک پہنچتی جائیں اور انسانی نسل کا کثیر ترین حصہ اس عذاب جہنم سے بالاخر بچ جائے

جس کے متعلق خدائے عالمیاں نے انتہائی وضاحت اور تعمد سے اشارہ سورہ الاعراف کے حسب ذیل الفاظ میں کیا تھا اور جن الفاظ کو بار بار پڑھ کر قرآن حکیم کا طالب العلم بار بار حیران ہو جاتا ہے کہ خدا نے جن و انس کی تمام مخلوق کو صرف اس جرم میں کہ ان کو کان دیئے گئے مگر وہ صحیح معنوں میں سنتے نہیں ' آنکھیں دیں مگر وہ صحیح معنوں میں دیکھتے نہیں' ذہن دیا مگر وہ صحیح معنوں میں سمجھتے نہیں' کیوں ابدالاباد تک جہنم کو بھر دینے کا پورا عزم ظاہر کیا اور بار بار کہا کہ میرا یہ قول پورا ہو کر رہے گا **مایبدل القول لدی و ما انابظلام للعبید** ○ ۲۹/۵۰ کہہ کر بتلا دیا کہ میں اپنے قول کو بہر حال پورا کرکے رہتا ہوں اور میں انسان کو جو سزائیں دیتا ہوں ظلم سے نہیں بلکہ عدل و انصاف سے دیا کرتا ہوں۔ سورہ الاعراف کے یہ الفاظ اس سے پہلے کئی بار حدیث القرآن میں آچکے ہیں۔ دیکھو (۲۶) ا صفحہ ۸۵ **ولقد ذرانا لجھنم من کثیرا" من الجن و الانس لھم قلوب لایفقھون بھا ولھم اعین لایبصرون بھا ولھم اذان لایسمعون بھا اولئک کالانعام بل ھم اضل اولئک ھم الغافلون** ○ ۷/۱۷۹ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۸۵) ہر صاحب نظر جس قدر غور کرے گا لا محالہ اس نتیجے پر پہنچے گا کہ صحیفہ فطرت کو پورے غور و خوض سے نہ دیکھ کر خدا تک نہ پہنچنے کا جرم ہی وہ عظیم الشان جرم ہو سکتا ہے جس کی سزا پوری بنی نوع انسان کو جہنم میں جھونک دینے کی ہو سکتی ہے' اس سے کمتر جرم پر یہ سزا ناممکن ہے۔

۵۔ اقوام کی نبوت اور صحیفہ فطرت کے ذریعے سے خدا کی تلاش!

۴۵۔ اقوام کو نبوۃ کے بلند درجے تک پہنچانے سے قرآن حکیم کا مقصد یہ ہے کہ انسان باہمی خونریزی اور فساد کے پست تخیل سے نکل کر صحیفہ فطرت کی تسخیر و تلاش کے بلند درجے تک پہنچے۔ اس منزل پر پہنچ کر انسانی آنکھیں جو عدم بصیرت کے باعث اب

تک نہایت ادنیٰ نصب العینوں پر لگی ہیں اور روس اور امریکہ' جرمنی اور جاپان' مصر اور ایران کے نہایت خسیس جھگڑوں میں پھنسی ہیں' بلند تر ہو کر صحیفہ فطرت کے " جھگڑے" میں لگیں جو اس کائنات کا سب سے بڑا "جھگڑا" ہے۔ جس جھگڑے کو انسان نے ابھی تک یہ کہہ کر ٹالا ہے کہ صحیفہ فطرت کے راز کا کھوج لگانا انسان کے بس کی بات نہیں' جس کی بابت انسان کا تخیل ' آنکھیں ہو ہوا کر' اس شرمناک طور پر پست ہے کہ وہ خدا کو صرف "ہاتھ جوڑنے" "سجدہ کرنے" اور "پوجنے" کی شے سمجھتا ہے اور باوجود یکہ خدا نے خود کہہ دیا ہے کہ میں نے انسان میں اپنی روح پھونک دی یا ازروئے انجیل کہا کہ " خدا نے انسان کو اپنی تصویر پر پیدا کیا" یہ کہ باوجود خدا نے نہایت فراخدلی سے اس وقت کے انسان **لم یکن شیا مذکورا**" ○ ۷۶:۱ تھا' اعلان کر دیا کہ انسان اس زمین پر میرا خلیفہ اور قائم مقام ہے' انسان نے کوئی اجتماعی کوشش اس بارے میں نہیں کی کہ صحیفہ فطرت کے ذریعے سے خدا کی تلاش کی جائے۔ اپنی خدا داد صلاحیتوں کو اس قدر مکمل اور کار آمد کر دیا جائے کہ ہم خدا کو معلوم کر سکیں۔ اس کو عیاں طور پر محسوس کریں' اس کو پا سکیں۔ خدا کی طرح سمیع و بصیر ہو کر خدا کی طرح جبار و قہار ہو کر اس روئے زمین پر وہ بے اندازہ ایجادیں' وہ دنگ کر دینے والی مخلوق خدا پیدا کریں کہ خدا معاذ اللہ بے اختیار ہو کر پردے سے باہر نکل کھڑا ہو! جس بے پناہ طور پر اس نے تحسین و آفرین کے نعرے آج سے کئی ہزار برس پہلے انبیاء کے چھوٹے چھوٹے اعمال پر (جن کی کوئی حقیقت آج کل کی ایجادوں کے بالمقابل نہیں) لگائے ہیں اور ان پر اپنا سلام بھیجا ہے' اس سے کئی ہزار گنا زیادہ بے پناہ ولولے سے وہ پردہ سے نکل کر ماہرین فطرت کو **سلام علیکم طبتم** ۳۹/ ۷۳ ○ کے الفاظ کہہ کر مصافحہ کرے اور تخلیق کائنات کا مقصد پورا ہو۔ لقائے رب کی یہ وہ ہنگامہ خیز منزل ہے جو بنی نوع انسان کی نجات کی فی الحقیقت آخری منزل ہے!

۶۔ علم کی حکومت سے اقوام عالم میں نبوت کا ہیجان

۴۶۔ دنیا کی حکومت صحیفہ فطرت کے ان ماہرین کے ہاتھ میں دے دینا جنہوں نے اس زمین کی ہر شے کو جو اس کے کونے کونے میں بیکار پڑی تھی' زمین کی زینت اور زیور بنا دیا' عدل و انصاف کا پہلا تقاضا ہے' یہی مردان حق اپنی نکوکاری اور سادہ بلکہ غریبانہ زندگی سے جو ہر متلاشی حقیقت کے ساتھ لازم و ملزوم ہے' دنیا کو قسط و عدل کی راہ پر لگا سکتے ہیں' اس رو کو دریافت کرسکتے ہیں جس رو پر فطرت انسان کو چلانے کی خواہاں ہے' نسل انسانی کو مجتمع اور متحد الغرض کرکے اس میں وہ نبوت اور باخبری پیدا کرسکتے ہیں جس سے بنی نوع انسان کا مجموعی ارتقاء کسی اعلیٰ مخلوق یعنی خلق جدید تک ہوتا جائے۔ فطرت کی حیوانی جنسیں ایک جنس سے دوسری جنس تک ارتقاء بحیثیت مجموعی ہی کرتی رہی ہیں۔ اگر غیر مفصلی مخلوق کی کسی جنس نے (یعنی اس مخلوق نے جس میں ریڑھ کی ہڈی نہ تھی) لاکھہا یا کروڑہا برسوں پہلے کشمکش حیات کے عظیم الشان معمل میں ہزار ہا یا لاکھ ہا برس کی مسلسل جدوجہد کے بعد مچھلی کی مفصلی مخلوق کی طرف ارتقاء کیا تھا تو پوری جنس نے بہ حیثیت مجموعی کیا تھا۔ پوری جنس کی جنس کشمکش حیات کی ایک جانکاہ منزل پر ناگزیز "سمجھ" رہی ہوگی کہ اس جنس کے ہر فرد کے جسم کے اوپر کے حصے میں کوئی ٹھوس مگر جسم کو ہر طرف آسانی سے موڑنے والی ہڈیاں ہوں جو جسم کو پیٹ کے بل رینگوانے کی بجائے اس میں اپنے آپ کو "کھڑا" ہونے کی اہلیت پیدا کردیں۔ کشمکش حیات کے زہرہ گداز عمل نے اس نوع کو ضرور سبق دیا ہوگا کہ جب تک جسم میں کسی سخت ڈھانچے پر کھڑا ہونے کے سامان پیدا نہ ہوں' پیٹ کے بل رینگ رینگ کر اپنے آپ کو قائم رکھنا اور اس خوراک کی تلاش کرنا جو کوسوں دور ہے' محال ہے۔ اس عام احساس سے جو تمام نوع میں ہوا ہوگا فطرت نے رینگنے والے جانوروں کی "کمر" پر آہستہ آہستہ "سختی" پیدا کی ہوگی اور یہ "سختی" ہزار ہا برس کی مزید تگ و دو اور "باطنی احساس" سے ہڈیوں میں بدل گئی۔ ریڑھ کی ہڈیاں پیدا ہوتے ہی دوسرا احساس مچھلیوں کو یہ ہوا ہوگا کہ جب ہم پانی کی تہہ سے "اٹھنے" کے

قابل ہوگئے ہیں تو اب ہمارے پاس دو پر بھی ہونے چاہئیں تاکہ ہم پانی میں حرکت کر کے اپنی خوراک آسانی سے ڈھونڈ سکیں۔ پھر یہی مچھلی کے دو پر آگے چل کر دو پاؤں ہو گئے اور جب کشمکش حیات کی جانکاہ منزلوں میں دو پاؤں کا ہونا خوراک کی تلاش کے لئے ناکافی نظر آیا تو یہی بالاخر چار پاؤں بنتے گئے اور اعضاء کی تقویم پوری ہوئی۔

الغرض اگر غور سے دیکھا جائے تو نسل انسانی کا انسان سے بہتر مخلوق کی طرف ارتقا بھی اسی "مجموعی احساس" سے ہو سکتا ہے جو سب حیوانی اجناس میں روز آفرینش سے اب تک ہوتا چلا آیا ہے اور یہی "مجموعی احساس" انسانی اقوام کی "نبوت" ہے۔ یہ وہ بڑی باخبری ہے جس سے انسان کی آئندہ ضروریات کے مطابق اس کے موجودہ اعضاء میں تبدیلی کی ضرورت محسوس ہو سکتی ہے۔ انسانی اقوام جب تک آپس کی کشمکش میں لگ کر ایک دوسرے کو قتل کرنے میں لگی ہیں وہ مجموعی احساس پیدا نہیں ہو سکتا جو جنسوں کو دوسری جنسوں میں تبدیل ہونے پر مجبور کر دیتا ہے۔ مثلاً" جب تک نسل انسانی کو یہاں اس زمین کے خزانے کافی ہیں' انسان کو کیا پڑی ہے کہ وہ بہ حیثیت مجموعی اس زمین سے نکل کر خدا کی بنائی ہوئی دوسری زمینوں پر جو آسمان میں ہیں قبضہ کرے' نہیں بلکہ اس خواہش کے ابھرنے کے دوران میں ہی کہ سطح زمین انسانی ضروریات کے لئے ناکافی ہے تمام نسل انسانی کے جسموں کے اعضاء میں وہ تبدیلی آہستہ آہستہ ہوتی جانی چاہیے جو اس کے فاضل حصے کو جو زمین پر اپنی زندگی برقرار نہیں رکھ سکتا' زمین سے باہر کسی دوسرے ستارے تک (بذریعہ مشین یا کسی اور طرح) اڑ کر پہنچنے کی اہلیت پیدا کر دے۔ ابھی ابھی کہ صحیفہ فطرت کے عالموں نے قرنوں کی جدوجہد کے بعد زمین سے صرف پانچ میل اوپر کوہ ایورسٹ کی چوٹی پر چڑھ کر اس کو سر کیا ہے' ان کو محسوس ہوا ہے کہ اس چھوٹی سی بلندی پر جا کر ہی انسان کے بعض سفلی محسوسات ختم ہو جاتے ہیں۔ مثلاً" ان لوگوں کو محسوس ہوا ہے کہ عورت سے ہم بستری کی خواہش اوپر جا کر کالعدم ہو جاتی ہے سگرٹ پینے کی خواہش ماند پڑ جاتی ہے' انسانی اعضا مثلاً" ہاتھ پاؤں اس آب و ہوا کو برداشت نہیں کر سکتے اور ان پر کہر کی

وجہ سے شدید زخم ہو جاتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ پس جب انسان بہ حیثیت مجموعی اپنی خوراک یا ضرورت زندگی کی تلاش میں زمین سے اوپر جایا کرے گا تو نہ معلوم کیا انقلابات اس کے اعضاء میں اس وقت تک ہو جائیں گے تاکہ وہ اس کا اہل بن سکے۔ یہ نکتہ صرف ان ماہرین فطرت پر واضح ہو سکتا ہے جنہوں نے طبقات زمین میں ہزاروں اجناس حیوانی میں حیرت انگیز اعضائی انقلاب ایک طبقے سے دوسرے طبقے تک چڑھتے ہوئے بہ چشم خود دیکھے ہیں۔

۷۔ علم کی حکومت سے انسانی ارتقاء

۴۷۔ الغرض نوعی یا جنسی ارتقاء کسی مخلوق میں بغیر کسی اشد شدید ضرورت کے پیدا نہیں ہوسکتا اور جب تک پوری نوع یا کم از کم اس کی کوئی اعلیٰ ترین جنس اس ارتقاء کی ضرورت کو شدید طور پر محسوس نہ کرے' اعصابی انقلاب کا واقع ہونا محال ہے' سطح زمین پر انسانی ارتقاء کی منزل اسی وقت نمودار ہوسکتی ہے کہ ساکنان زمین سب سے پہلے آپس کے مذہبی' نسلی' مقامی اور جغرافیائی جھگڑوں سے جو ہزاروں سالوں سے زمین پر خون کی ندیاں بہا رہے ہیں' دست بردار ہو جائیں' نسل انسانی پہلے زمانے کے انبیاء کی وجہ سے پیدا شدہ تفریق سے عقیدتاً" اور عملاً" آزاد ہو جائے۔ روئے زمین پر صرف ایک امت ہو' نوع انسانی کا واحد منتہا صحیفہ فطرت کی تلاش ہو جو اس کائنات میں واحد حقیقت ہے' نہیں' بلکہ منتہا یہ ہو کہ انسان آپس کی باہمی جنگوں اور فساد فی الارض سے ہٹ کر وہ عظیم الشان اور ہولناک ہتھیار صحیفہ فطرت سے جنگ کرنے اور اس کو مسخر کرنے کے لئے تیار کرے جو فطرت کے راز کو یکسر کھول کر انسان کو خدا کا ہمسر کردیں اور کائنات کا یہ ہنگامہ عظمیٰ بالآخر اس مرحلہ پر آکر ختم ہو کہ کائنات کی آفرینش کا مقصد پورا ہوگیا اور انسان کے خدا تک پہنچنے کی منزل طے ہوگئی!

یہ عظیم الشان عمل ظاہر ہے کہ علم کی حکومت اور علم کی حکومت کے بعد اقوام عالم کی انتہائی نبوت کے بغیر پورا نہیں ہوسکتا۔ انسانی اقوام میں نبوت کے وہ انداز بھر

دینا جس سے انسان کا تن خدا کی تلاش میں اسی طرح گداز ہو جائے جس طرح پر کہ عرب کے آخری نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا تن آسمانوں کی طرف چڑھنے کے لئے معراج کی شب کو ہوا تھا' یا ان پر وہ کیف لے آنا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر زمین و آسمان کی ملکوت دکھلا دینے کے بعد طاری ہوا تھا **وکذالک نری ابراھیم ملکوت السموت والارض** ○ ۷۶/۶ موجودہ درندگی کے عالم میں جو انسان نے اختیار کی ہے' محال ہے۔ اس درندگی میں سوائے اس کے کہ انسان نفس کی ادنیٰ شہوتوں کی طرف متوجہ ہو کر عالمگیر خونریزیاں کرے اور آفرینش کے مقصد سے قطعی طور پر غافل ہو جائے۔ اور کچھ اُمید رکھنا عبث ہے۔ اس میں شک نہیں کہ انسان کی روز اول سے درندگی اس زمین پر کشمکش حیات کی وجہ سے ہے اور ہر قوم دوسری قوم کی زمین کو اس لئے چھیننا چاہتی ہے کہ اس کے لئے اس کے اپنے ملک میں جگہ نہیں رہی لیکن یہ سب منظر غیر فطری اس لئے ہے کہ سفلی حیوانی امتوں میں اعضاء اور شکل و صورت کی مماثلت ہوتے ہوئے کسی "بدترین" جنس حیوانی نے بھی اپنی جنس کے افراد کے ساتھ مقاتلہ نہیں کیا۔ ہر جنس اپنی جنس کے افراد کے ساتھ عام طور پر نہ صرف کامل مصالحت سے رہی ہے بلکہ تلاش رزق کے معاملے میں ایک جنس کے گروہ نے اپنی جنس کے دوسرے گروہ کے ساتھ مسامحت روا رکھی ہے اور نوبت اس تلک نہیں پہنچی کہ وہ ایک دوسرے کو کاٹ کھائیں۔ یہ وطیرہ بڑے سے بڑے درندہ حیوانوں نے بھی تنگ گذرانی کی کسی منزل پر اختیار نہیں کیا بلکہ تنگی معیشت کا فطرتی میں عام طور پر نتیجہ یہ ہوا ہے کہ وہ تمام کی تمام جنس عام بھوک کے باعث آہستہ آہستہ چھوٹے جسم کی مخلوق بن کر بالاخر اس روئے زمین پر (افریقہ کے قصیرالجسم ہاتھی کی طرح) کمیاب ہوگئی ہے۔ یا **العجیدۃ الوسطیٰ** کے خوفناک طور پر بڑے بڑے حرزونوں کی طرح قطعی طور پر ناپید ہوگئی۔ اس میں شک نہیں کہ انسانی مقاتلوں کے سلسلے میں جو زمین پر ہوتے رہے ہیں' ایک قوم نے دوسری قوم کو اکثر اوقات اس قدر کچل دیا ہے کہ وہ ساری کی ساری **یاکلون کماتاکل الانعام** ○ ۱۲/۴۷۔ یعنی مویشیوں کی زندگی

بسر کرنے یا **کونوا قردۃ خاسئین** ○ ۲/۶۵ یعنی صرف انسان نما بندر بن جانے تک ہو کر رہ گئے ہیں لیکن یہ انقلاب مظلوم قوموں میں اعضائی انقلاب یا خلق جدید کی حد تک نہیں پہنچا اور تاریخ انسان کی یہ داستان یا قرآن حکیم میں یہ حکائتیں صرف تمثیلی ہیں۔ اس لحاظ سے اگر غور سے دیکھا جائے تو انسانی جنس تمام روئے زمین پر رنگ، نسل، مذہب، مقام وغیرہ کے تمام اختلافات کے باوجود ایک ہے اور فطرت کا منتہا اس تمام جنس کے بارے میں صرف ایک ہی ہو سکتا ہے کہ وہ ایک امت بن کر رہے، زمین پر جو تمام جنس کی مشترک وراثت ہے کامل مصالحت سے رہے۔ اس زمین کی تمام اشیاء کو جو اس کے استعمال کے لئے ہیں، مشترک طور پر اور باہمی مصالحت سے استعمال کرے، اغنیاء اور فقراء میں جہاں تک ممکن ہے دولت کی مساوات پیدا کر دی جائے۔ انسانی افراد کی خواہ وہ امیر ہوں یا غریب، ذہنی مساوات ہر دم قائم رہے اور جب آپس کی مصالحت اور رواداری سے انسانی آبادی روئے زمین پر اس کثرت سے ہو جائے کہ کھوے سے کھوا چھلتا ہو اور زمین کی ہر غذائی یا غیر غذائی شے انسان کے مصرف میں پورے طور پر آچکی ہو، انسان یا تو کمی غذا کے باعث اس قدر مجبور و مقہور ہو جائے کہ اپنی نااہلی کے باعث آہستہ آہستہ پست قد یا قصیر الجسم ہوتا جائے حتیٰ کہ نابود ہو جائے یا اپنے سمع و بصر کے زور سے اتنا طاقتور ہو جائے کہ اس چھوٹی سی زمین سے باہر نکل کر آسمانوں کی زمینوں پر قبضہ کرنے کی کوشش کرے اور اسی قبضہ کرنے کی کوششوں میں اپنی حرکتوں، اپنی بود و باش اپنے طریقہ ہائے رہائش، اپنے اعضائے جسمانی میں اس طور پر انقلاب پیدا کرتا جائے کہ وہ بحیثیت مجموعی اپنے سے زیادہ اعلیٰ ترین جنس کی طرف ارتقاء کرے۔ قرآن عظیم میں ہے **و مالکم لاترجون للہ وقارا"** ○ **وقد خلقکم اطوارا"** ○ ۷۱/۱۳-۱۴۔ یعنی جب تم انسانوں کا ارتقاء نہایت ادنیٰ درجے کے حیوانوں سے شروع کر کے احسن **الخلق** انسان تک کیا ہے تو تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ سے اور زیادہ عزت کی امید نہیں رکھتے۔ ایک دوسری جگہ ہے **فلا اقسم بالشفق** ○ **والیل وما وسق** ○ **والقمر اذاتسق** ○

لترکبن طبقاً عن طبق ○ فمالھم لایومنون ○ واذا تری علیھم القرآن لایسجدون ○ ۲۱/۸۴-۱۲: یعنی انسان کا ایک درجہ سے دوسرے درجے تک چڑھنا چاند کی طرح مکمل ہوگا اور کیاہوگیا ہے انسان کو کہ وہ اس پر ایمان نہیں لاتا۔ اور جب قرآن کی عظیم الشان حقیقتیں سنائی جاتی ہیں تووہ لڑکھڑا کر سجدے میں نہیں گرتا۔ تنگ بین نگاہوں میں جو حقائق میں یہاں پر کھول رہاہوں محض نظریات (یعنی تھیوریز) معلوم ہوتی ہیں لیکن اگر یہ سب کچھ جو میں نے سوچ سمجھ کر کہا نظریے ہیں تو قرآن حکیم کی (یہ) آیتیں معاذ اللہ شاعری ہیں۔

۸۔ طریق پیدائش انسان میں انقلاب وارتقا

۴۸۔ اعضائی انقلاب کے سلسلے میں قرآن حکیم نے انسان کی پیدائش کے بارے میں بار بار اس کی توجہ اس طرف ولائی ہے کہ وہ منی کے ناپاک پانی سے پیدا کیا گیا۔ کہا گیاکہ اس کو اپنی پیدائش پر شرم نہیں آتی اور باوجود اس کے کہ اس کی اصل اس قدر ذلیل ہے' وہ خدا کا کھلا دشمن ہے۔ **فاذا ھوخصیم مبین** ○ ۱۶/۴' ۳۶/۷۷۔" کھلا دشمن" ہونے کے یہ معنی ہیں کہ انسان خدا کے قانون کو خاطر میں نہیں لاتا اور سخت ترین نافرمانیاں کرتا رہتا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ یہ آیتیں باریک مگر مضبوط اشارہ اس طرف ہوں کہ جب انسان خدا سے "کھلی دوستی" کی طرف آجائے گا اور نہ صرف یہ کہ اس کے قانون کاہمہ تن پابند ہوگا بلکہ خدا کو تلاش کرنے کی جدوجہد میں اس سے دوستانہ ملاقات کا آرزو مند ہوتا جائے گا تو اس کی یہ ذلیل طور پر پیدائش بھی ختم کردی جائے گی۔

انسان کی مرد اور عورت کے جسم کے پلید ترین حصوں سے پیدائش اگرچہ سفلی حیوانات کی طرف سے کروڑوں برس پرانا ورثہ ہے مگر انسان کے لئے جو صحیفہ کائنات کی بلندترین حقیقتوں کو اپنی جدوجہد سے تلاش کرنے کے بعد فاطر زمین و آسمان کے عرش تک پہنچنے کا خواہاں ہے' فی الحقیقت باعث شرم ہے۔ انسان کے لئے فی الحقیقت

یہ امر باعث ننگ ہے کہ **نفخت فیه من روحی** اور **انی جاعل فی الارض خلیفته** کا مصداق ہو کر حیوانات کی طرح پیدا ہو۔ اس راستے سے پیدا ہو جس راستے سے جسم کا تمام رد کردہ فضلہ نکلتا ہو' اس کی پیدائش اور نمو جسم کے اس حصے میں ہو جہاں جسم کی تمام آلائش جمع ہوتی ہے' اس حصے میں اس کا مسکن ہو جس حصے کو انسان اس کی گندگی کی وجہ سے چھپائے پھرتا ہے' جس حصے کو ننگا کرنے سے اس کا وقار جاتا ہو' وغیرہ وغیرہ۔ قرآن حکیم کا بار بار اس نکتے کی طرف رجوع کرنا اور ساتھ ہی اپنے متعلق اپنی بے مثال کبریائی کو ظاہر کرنے کے لئے **لم یلد ولم یولد** ○ ۱۱۲/۳ کہنا' یعنی یہ کہنا کہ خدا وہ بے مثال و بے ہمتا اور ہمیشہ رہنے والا **اللّٰہ الصمد**' اور **لم یکن له کفوا" احد** ○ ۱۱۲/۱ ہے کہ نہ وہ آلہ توالدو تناسل کے ذریعے سے پیدا کرتا ہے اور نہ خود اس ذلیل طرح سے پیدا ہوا ہے' میری نگاہ میں صاف اس طرف اشارہ ہے کہ اگر انسان کو خدا تک پہنچنا ہے تو آگے چل کر اس کو اس طریق پیدائش سے مستغنی ہونا پڑے گا۔ وہ خدا سے روبرو ملاقات کا تبھی اہل ہو سکتا ہے کہ خدا کی طرح سمیع وبصیر ہوتے ہوئے اسی کی طرح **لم یلدو لم یولد** کا مصداق بھی ہو۔ انسان کے طریق پیدائش کی طرف قرآن حکیم کے یہ بار بار اشارے لازم ہے کہ کسی عظیم الشان حکمت کے حامل ہوں' ان کو بے معنی سمجھنا یا شاعری کہہ کر ٹال دینا میرے نزدیک قرآن عظیم کی روح کو نہ سمجھنا ہے' لیکن میرے نزدیک ان سے بدرجہا واضح تر الفاظ میں سورہ طارق میں خدا نے آسمان اور اس کے عظیم الشان مناظر کو گواہ بنا کر یا بعض کی نظروں میں ان کی قسم کھا کر انسان کی پیدائش کے متعلق حسب ذیل لرزہ خیز انکشاف کیا ہے جو انتہائی طور پر قابل غور ہے۔

فینظر الانسان مما خلق ○ **خلق من ماء دافق** ○ **یخرج من بین الصلب والترائب انه علی رجعه لقادر** ○ ○ ۸۶/۵-۶- پس انسان کو چاہیے کہ اس پر غور کرے کہ وہ کس شے سے پیدا ہوا۔ وہ اچھلنے والے پانی سے پیدا ہوا جو پیٹھ اور پسلیوں میں سے نکلتا ہے۔ بے شک اور بالضرور انسان اس پانی کو واپس کر دینے پر

قادر ہے۔

آگے چل کر اسی عظیم الشان حقیقت کے متعلق **انہ لقول فصل ○ وماھوبالھزل** ○ ۸۶/۱۳۔۱۴ کے الفاظ ہیں یعنی جو کہا گیا وہ ایک فیصلہ کن قول ہے اور ہنسی ٹھٹھا نہیں ہے۔ اس لئے مجھے مفسرین قرآن کی تمام تشریحوں کے باوجود جو انہوں نے سورہ طارق کی کی ہیں' سنجیدہ طور پر شک پڑتا ہے کہ **انہ علی رجعہ لقادر** کے معنی وہی ہیں جو میں نے کئے اور مراد یہ ہے کہ انسان کو سوچنا چاہیے کہ اس کی ادنیٰ حیوانوں کے طریق پر ایک "اچھلتے ہوئے پانی سے (جو انتہائی طور پر ناپاک ہے) پیدائش انتہائی طورپر باعث شرم ہے اور چونکہ قطرہ منی کے ذریعے سے پیدائش تمام سفلی مخلوق کاخاصہ ہے' انسان اگر مناسب جدوجہد کرے گا تو ضرور ہے کہ وہ اس امر پر قادر ہو جائے کہ اس گندے پانی سے پیدائش کو حیوانات کی طرف ہی لوٹا دے اور خود اس سے آزاد ہو جائے۔ پھر کہا کہ کئی بڑی بڑی قسمیں کھا کر جو یہ بات کہی گئی کہ انسان اپنی پیدائش پر غور کرے' تو یہ بات کہ وہ اس "پانی کی واپسی" پر پورے طور پر قادر ہے ایک فیصلہ کن قول ہے محض بکواس نہیں کہ بشرطیکہ انسان اس سعی و عمل کی طرف اپنے آپ کو ہمہ تن لگا دے جو اس کو اس ذلیل پیدائش سے آزاد کرا سکتا ہے۔

اگر ان آیات کے یہی معنی ہیں جو میں نے بیان کئے تو لامحالہ قرآن عظیم نے انسان کے سامنے اس کے آئندہ اعضائی انقلاب کے متعلق عجوبات کا ایک نیا دفتر کھول دیا ہے جو مسئلہ ارتقاء کی جان ہے اور جس کی روح کو سمجھ کر انسان اندازہ لگا سکتا ہے کہ اس کا اس بیکراں کائنات میں جو کروڑوں سال سے ہے اور جو ہزاروں سال سے حضرت انسان کو محو حیرت کر رہی ہے' **مآل** اور معاد کیا ہے۔ میرے نزدیک اگر انسان فی الحقیقت اس کا مصداق ہے کہ اس میں خدا کی روح پھونک دی گئی ہے اور وہ "خدا کی تصویر" ہے تو جس جسم میں خدائی روح پھونکی گئی ہے اور جس جسم نے تمام کائنات کے کونے کونے پر حاوی ہو کر بالآخر فاطر زمین و آسمان سے دو بدو ملاقات کرنی ہے' اس

جسم کی یہ ہیت کذائی' اس کی یہ پلید ذہنی' اس کی یہ نفسانی شہوتیں' اس کا صبح سے شام تک عورتوں سے عشق' اس کا ہر ہم بستری کے وقت گندگی سے کھیل' اس کے جسم کے اندرونی حصوں میں ہر وقت شہوت کی آگ' اس کی ہر دوسری خوبصورت عورت پر نظر' الغرض یہ تمام حیوانی سلسلہ جو اس کے تمام ربانی کردار کے باوجود اس کے ساتھ نطفہ منی کی حدت کی وجہ سے لگا ہے اور جو ہر دم اس کو یاد دلائے رکھتا ہے کہ وہ علو کردار کی انتہائی بلندیوں پر بھی حیوان ہی ہے انسان کو شرم دلاتا ہے کہ اس کا موجودہ جسم اس کا اہل نہیں کہ وہ وہاں کے ماحول کو برداشت کرسکے۔ ابھی ابھی اس نے تجربہ کیا ہے کہ صرف پانچ میل کی ایورسٹ کی چوٹی پر چڑھ کر زن و مرد کی شہوت ختم ہو جاتی ہے۔ وہ پانچ میل بلند نہیں ہوسکتا جب تک اس کے بدن پر کئی غلاف ایسے نہ ڈالے جائیں جن سے وہ ہوا کے دباؤ کا مقابلہ کرسکے' دل کی حرکت کو صحیح رفتار پر رکھنے کے لئے ہی کئی طرح کے علمی اوزار بدن کے ساتھ لگانے پڑتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ انسان کے بدن اور اعضاء کی اگر یہی صورت پانچ میل کی بلندی پر ہے تو کروڑوں اور اربوں میل کی بلندی پر نہ معلوم اس کے جسم کا کیا حشر ہو گا۔

۹۔ انسان کے اعضائی ارتقا کے متعلق تین واقعات قرآنی

۴۹۔ نسل انسانی کو اس کی پیدائش کے ابتدائی مرحلوں میں ہدایت دینے والے انبیاء کے متعلق یہ کہنا کہ ان کا دعویٰ کہ وہ خدا کی طرف سے پیغام لے کر آئے تھے نرا دھوکہ تھا' اب کسی صاحب نظر کے نزدیک قابل تسلیم نہیں رہا۔ اب قابل یقین امر یہ ہے کہ انبیاء اور علی الخصوص وہ مشہور انبیاء جن کی امتیں ابھی تک روئے زمین پر باقی ہیں بے شک ان انتہائی طور پر باخبر انسانوں میں سے تھے جنہوں نے انسانی معاشرے کے صحیح اصول ہمیشہ کے لئے واضح کئے' انہوں نے حیوان نما انسان کو جس کی زندگی آفرینش کے

ابتدائی زمانوں میں درندوں سے بدتر تھی' باہم مل کر رہنے کے صحیح طریقے سکھلائے 'عقل و ہوش اور فہم و ادراک کے عطیات ربانی کے باعث جو خود سری اور خود رائی' ظلومیت اور جہولیت' تشدد اور نفسانیت انسان میں پیدا ہوگئی تھی اور جن کے باعث انسان روز اول سے انسان کے خلاف ' فطرت کے تمام معمول کو برطرف کرکے' برسرپیکار اور ایک دوسرے کا گلا کاٹتا رہا' انبیاء نے اس تمام فساد فی الارض کو صحیح طور پر روکا' عقل و ادراک☆ کی امانت کو جس کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں نے قبول کرنے سے انکار کیا تھا او ر صرف ظلوم و جہول انسان نے اٹھا لیا تھا' انبیاء نے اس حیرت انگیز باخبری سے انسان کے لئے بابرکت بنا دیا کہ ہر صاحب نظر کی عقل ان کے لائے ہوئے یا بنائے ہوئے قوانین پر دنگ ہے۔ کمتر حیوانوں میں ہر شخص جانتا ہے کہ تلاش خوراک وغیرہ کے بارے میں کوئی اخلاق یامعاشری قوانین موجود نہیں۔ ہر حیوان جہاں سے اور جس طرح میسر ہو اپنی مناسب خوراک خزانہ فطرت سے بہر نوع وصول کرلیتا ہے اور دیانت داری اور بددیانتی کا سوال پیدا نہیں ہوتا' لیکن ہر شخص آج اندازہ لگا سکتا ہے کہ اگر "گناہ" کا ابتدائی احساس ابتدائی انسان کو نہ دیاجاتا تو انسانی معاشرہ آج کس محشر انگیز فتنہ میں مبتلا ہوتا۔ خدا کے ہونے کا یقین اگرانسان کو شروع سے نہ ہوتا تو انسان کس قصاب خانہ زمین پر بستا۔ چوری' قتل ' خیانت' دھوکہ' جھوٹ' وغیرہ وغیرہ کے خلاف جذبات کو رواج نہ دیا جاتا تو انسانی زندگی کس قدر تاریک ہو جاتی۔ اس نقطہ نظر سے جہالت کے ان تاریک زمانوں میں انبیاء فی الحقیقت معمولی انسان ہرگز نہ تھے اور جس دروں بینی' صداقت اور "صحیح خبر" سے انہوں نے انسانی زندگی کو بہتری اور بہبودی کی راہوں پر لگایا سچ مچ حیرت انگیز ہے۔ لیکن انبیاء کی فضیلت یہیں پر بس نہیں ہوتی بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کارخانہ فطرت کو اس سے بھی بہت بلند نظر سے دیکھ رہے تھے اور ان کی مدت العمر کی سب سے بڑی دھن یہ تھی کہ اس کارگاہ جہاں کے پیدا کرنے والے تک اپنے روحانی سعی و عمل اور بصیرتی جدوجہد سے پہنچ کر اس تمام ہنگامے کی جو آنکھوں کے سامنے نظر آرہا ہے' کنہ ماہیت

دریافت کریں اور نسل انسانی کو خدا سے ملا دیں۔

انبیاء کا نسل انسانی پر حیرت انگیز اثر جو آج تک اس شدت سے نمایاں ہے' ہر صاحب نظر کو اس امر پر مجبور کردیتا ہے کہ وہ ان کی صداقت اور تبحر علم و عمل کو کھلے دل سے تسلیم کرے' ان کے بتائے ہوئے علم اور نباء کو انسانی معاشری علم کی بنیاد یقین کرے۔ وہ اختلاف اور افتراق جو ان کے مختلف انسانی گروہوں میں نمودار ہونے کی وجہ سے زمین پر پیدا ہوگیا ہے بے شک درد ناک بلکہ تاریخ انسانی کا سب سے زیادہ ہولناک حادثہ ہے لیکن یہ سب کچھ انسان کی اپنی بغاوت' خودرائی اور ضد کا منصوبہ ہے انبیاء اس گناہ عظیم کے مجرم ہرگز نہ تھے۔ ان کے ارادوں کی عظمت اس امر کی گواہ ہے کہ وہ انسان کو "صحیح راہ" پر چلانے کے بارے میں کامیاب انسان تھے اور ان عظیم الشان جیسا انسان ان کے بعد مجامع انسانی میں بہت کم پیدا ہوا۔

اس تمہید کے بعد کیف و حال کا کچھ نہ کچھ اندازہ ضرور ہوسکتا ہے۔ جو انبیاء کے ذہنوں میں صحیفہ فطرت کی چیستاں کے متعلق مدۃ العمر رہا ہوگا۔ قرآن حکیم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا "آسمان و زمین کی ملکوت" کو دیکھنے کا واقعہ (**کذلک نری ابراہیم ملکوت السموت والارض** ○ ۶/۷۵' حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کوہ طور پر "خدا سے ہمکلامی" ہونے کا واقعہ (**وکلم اللہ موسی تکلیما**" ○ ۴/۱۶۴ **خرموسی صعقا**" ○ ۷/۱۴۳۔ اور رسول خدا ﷺ کا "معراج" کا واقعہ (**اسری بعبدہ لیلا" من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی برکنا حولہ لنریہ من ایتنا** ○ ۱۷/۱)' تینوں خرق عادت واقعات معلوم ہوتے ہیں اور تینوں کا بیان قرآن حکیم میں نہایت مختصر الفاظ میں ہے' ان واقعات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تینوں مخصوص کیف و حال میں ہوئے ہونگے اور ان واقعات کے دوران میں ضرور کوئی نہ کوئی اعضائی جسمانی انقلاب ان انبیاء کے بدنوں میں اس وجہ سے پیدا ہوا ہوگا کہ آسمانوں پر جا کر دیکھنے کے دونوں واقعات موجودہ جسموں سے نہیں ہوسکتے تھے اور خدا سے ہمکلامی کا واقعہ اگرچہ بے ہوشی کی حالت میں ہوا تھا مگر وہاں بھی

لنریک من ایتنا الکبری ○ ۲۰/۲۳ کے الفاظ موجود ہیں۔ میرے نزدیک یہ تینوں واقعات (اگر یہ نزاد ھوکہ نہ تھے) اس امر کی دلیل بلکہ اس امر کی طرف اشارہ ہیں کہ اقوام کی نبوت کے مرحلے پر جو نسل انسانی کی تگ و دو کے ضمن میں ایک نہ ایک دن آنے والا ہے' انسان کا آسمانوں پر جا کر اس کی ملکوت کو "بچشم خود" ملاحظہ کرنا اٹل ہے۔ انبیاء اگر اپنے روحانی زور علم سے اس امر پر قادر ہوگئے تھے کہ خدا کی ملکوت کو بہ چشم خود (**لنریہ من اتینا** اور **کذلک نری ابراھیم** کے الفاظ اس کیفیت پر دلالت کرتے ہیں) دیکھیں تو انسان کی پوری نسل کو بھی یہ واقعہ ایک نہ ایک دن پیش آنے والا ہے اور اس کا بھی ایک نہ ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح سمیع و بصیر ہو جانا(**انہ ھو السمیع البصیر** ○ ۱/۱۷) اٹل ہے۔ حضرت موسیٰؑ علیہ السلام کے خدا کو دیکھنے اور اس سے ہمکلامی کا واقعہ قرآن حکیم میں انتہائی عمیق و بلیغ الفاظ میں ہے اور اس کے کیف و حال کو پہنچنا غیر روحانی انسان کے لئے جو ابھی تک زمین سے پانچ چھ میل اوپر بھی اپنے جسم کے ساتھ نہیں ہوا ازبس مشکل ہے لیکن وہاں بھی **لن ترانی**[۱] ۷:۱۷ کے الفاظ کے باوجود **لنریک من ایتنا الکبریٰ** ○ ۲۰:۱ (یعنی تاکہ ہم تم کو اپنی بڑی بڑی نشانیاں ان آنکھوں سے دکھلا دیں) کے الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ وہ بھی انسانی بصیرت کا ایک عظیم الشان مرحلہ تھا جو اس نبی کو اپنی بصیرتی جدوجہد کے سلسلے میں ملا۔ اسی بصیرتی جدوجہد کے ایک مرحلے پر حضرت موسیٰؑ کو کوئی "آگ" محسوس ہوئی ہوگی جس کے متعلق انہوں نے کہا کہ شاید اسی "آگ" سے مجھے کوئی "ہدایت" کا راستہ مل جائے (**اذرا نارا" فقال لاھلہ امکثوا انی انست نارا لعلی اتیکم منھا بقبس او اجد علی النار ھدی** ○ ۱۰/۲۰)۔

الغرض یہ تینوں واقعے انسان کی بصیرت کی تاریخ میں عظیم الشان اشارے اس امر کی طرف ہیں کہ انسان کی آنکھیں عام حالات میں اگرچہ صحیفہ فطرت کی صرف محدود اشیاء کو دیکھ سکتی ہیں مگر ہزار در ہزار اشیاء فطرت میں ایسی ہیں جن کو انسان صرف اپنے جسم کے خاص کیف و حال میں محسوس کرسکتا ہے۔ اس خاص بصیرت کی زندہ مثال آج

کل روشنی کی بے شمار شعاعیں جن کا علم انسان کو اس موجودہ آنکھ سے اس لئے حاصل نہیں ہوا کہ ان کی طویل موج (ویو لینگتھ) انسان کے پردہ چشم کو متاثر نہیں کرتی مگر وہ اپنے انعکاسی عمل (ریڈیو ایکٹویٹی) سے جو وہ دوسری اشیاء پر کرتی ہیں، اپنے وجود کا بین ثبوت دیتی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ جہاں سماعت اور بصیرت کی انتہا آج علمی ترقی کے اس زمانے میں یہاں تک ہو چکی ہے کہ انسان ہزاروں میل کی آوازیں اور کروڑوں میل دور سے نکلی ہوئی شعاعیں اپنے علمی آلات کے ذریعے سے قید کر کے اپنے کانوں اور آنکھوں تک پہنچا سکتا ہے، وہاں سماعت اور بصیرت کے اور بالاتر مراحل بھی ہیں جن کا تعلق انسان کے قلب یعنی ذہن سے ہے اور جو اسی وقت حاصل ہوتے ہیں جب کہ انسان کی ذہنی کیفیت تن کو اس قدر گداز کردے کہ اسمیں اعضائی انقلاب ایسے طریقے سے واقع ہو کہ آنکھ اس شے کو دیکھ سکے جو معمولی آنکھ دیکھ نہیں سکتی اور کان اس شے کو سن سکے جو معمولی کان سن نہیں سکتے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدا سے ہمکلامی کا واقعہ آنکھ اور کان کا اسی قبیل کا واقعہ معلوم ہوتا ہے اور اگر انبیاء کو اپنی انتہائی بصیرت سے یہ مرحلہ نصیب ہوگیا تھا تو کوئی وجہ نہیں کہ عالم فطرت کو اوراس کے بعد اقوام کی نبوت کے سلسلے میں نسل انسانی کو بہ حیثیت مجموعی یہ مرحلہ بالآخر نصیب ہو کر نہ رہے۔ انسان میں اگر از روئے قرآن "خدا کی روح" پھونک دی گئی ہے تو "خدا کی روح" کا پہلا تقاضا ہے کہ وہ "خدا سے ملنے" کی سبیل نکالے۔ ابھی تک انسانی علم کی غیر فطری بنیادیں جو اس کو زیادہ سے زیادہ گھومنے والی مشینوں تک لے گئی ہیں اس امر کی ضامن نظر نہیں آتیں کہ وہ ان مشینوں کے ذریعے اس زمین سے کسی بڑے فاصلے تک پرواز کر سکے لیکن جب اس نے اپنے علم کی بنیاد فطری اکائیوں پر استوار کر کے اس زمین پر زندگی کے راز کو دریافت کرلیا اور خود بے جان مشینوں کا خالق ہونے کی بجائے صحیح معنوں میں زندہ اشیاء کا خالق بن گیا، تو اس کی فطرت میں "خدا کی روح" کا پہلا انکشاف عملی طور پر ہوگا اور انبیاء کی طرح اس کی بصیرت کا یہ مرحلہ اس کو آسمانی کروں تک کسی ایسے اعضائی انقلاب کے ساتھ لے

جائے گا جس میں اس کی بنائی ہوئی گھومنے والی مشینوں کا دخل تک نہ ہو۔ یہ مشینیں اس وقت کسی ناقص اور غیر فطری علم کی پرانی یادگار کے طور پر رہ جائیں، موجودہ علم ریاضی جس سے وہ فطرت کی تقدیر و تخمین کے اندازے علم حساب کے ایک دو چار اور علم جبرو مقابلہ کے الف اور بے سے بنائی ہوئی مساواتوں کے ذریعے سے کرتا ہے اور خدا کو انسان کے اپنے وضع کئے ہوئے علموں کا ماہر یقین کرتا ہے، سب کا سب مضحکہ انگیز نظر آئے، اس پر صحیفہ فطرت کے متعلق ایک نئے اور "خدائی علم" کا طلوع ہو اور کاغذ پر اور قلم سے لکھی ہوئی کتابوں کی بجائے وہ "کتاب فطرت" کا مطالعہ "خدائی آنکھ" سے کرے اور نہال ہو جائے!۔

میرے یقین میں قرآن حکیم جیسی بلند کتاب میں پرانے زمانے کے انبیاء کی بصیرت کے متعلق یہ بلند اشارے جو انسانی فہم و ادراک سے بالاتر نظر آتے ہیں، قرآن حکیم کو قصوں اور افسانوں کی کتاب نہیں بناتے بلکہ انسان پر نبوت یعنی کمال باخبری کی حقیقت کو ظاہر کرتے ہیں اور صاف اشارہ اس امر کی طرف ہیں کہ انبیاء وہ لوگ تھے جو اپنے اپنے زمانے میں اپنی کمال بصیرت کے باعث **نفخت فیہ من روحی** اور **جاعل فی الارض خلیفہ** کے صحیح مصداق اپنے زمانے کے معیار علم کے مطابق بنے اور چونکہ یہ فضیلت تمام نسل انسانی پر عائد ہے، تمام نسل انسانی بھی اسی فضیلت تک پہنچ سکتی ہے بشرطیکہ وہ تمام کی تمام نبوت کے درجے تک پہنچ جائے۔!

۱۰۔ طریق پیدائش انسان میں اعضائی انقلاب کا قرآنی واقعہ

۵۰۔ انسان کے جسم میں اعضائی انقلاب کے موضوع کے متعلق ایک اور عظیم الشان واقعہ حضرت مریم علیہ السلام کے بطن سے حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کا واقعہ ہے جس کا ذکر قرآن حکیم میں ہے۔ اس واقعہ کے متعلق مذہبی جذبات کچھ ہی کیوں نہ ہوں مگر

علمی نقطہ نظر سے جو نتائج پیدائش انسان کے بارے میں قرآن کے استدلال سے واضح ہوتے ہیں نسل انسانی کے لئے ایک اہم اشارہ ہیں۔ مرد اور عورت کی شرمگاہوں کی حفاظت کے متعلق قرآن حکیم میں چار جگہ واضح طور پر تاکید ہے کہ یہ حفاظت ہر مرد اور عورت پر فرض ہے (دیکھو ۵/۲۳' ۳۰/۲۴' ۳۵/۳۳' ۲۹/۷۰)۔ ایک قانونی کتاب میں زنا نہ کرنے کے متعلق یہ تاکیدیں لازمی تھیں اور **فاطر السموت والارض** کے بارے میں جس نے انسان کا سلسلہ توالد تناسل خود قائم کیا' "شرمگاہ" کا لفظ استعمال کرنا بھی کچھ معیوب نظر نہیں آتا لیکن دنیا کے ایک بڑے عظیم الشان نبیؑ کی عظیم المرتبت والدہ حضرت مریم بنت عمران علیہا السلام کی شرمگاہ کاخاص طور پر ذکر کرکے ان کے متعلق دوبار خاص الخاص طور پر یہ کہنا کہ حضرت مریم علیہ السلام نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی اور کسی اور مرد کو پاس پھٹکنے نہ دیا خالی از علت نہیں ہو سکتا۔ سورہ انبیاء میں بہت سے انبیاء کے عمدہ اعمال کو انتہائی طور پر سراہنے کے بعد ہے۔ **والتی احصنت فرجھا فنفخنا فیھا من روحنا و جعلنھاوابنھا ایتہ للعلمین** ○ ۹۱/۲۱ یعنی اور "اس (عظیم الشان) عورت کا ذکر کرنا مجھے بھلا معلوم دیتا ہے) جس نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی' پھر ہم نے اس عورت میں اپنی روح پھونک (کر اس کو بغیر مرد کے نطفے کے رحم میں داخل ہونے کے اس قابل بنا دیا کہ اس کے پیٹ میں حضرت عیسیٰؑ کا حمل ٹھیر جائے اور جب وہ حمل ٹھیر گیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوگئے) تو پھر ہم نے مریم علیہ السلام اور اس کے بیٹے دونوں کو تمام دنیا کے لئے (عجوبہ روزگار) نشانی بنادیا" مریم علیہ السلام اور ان کے بیٹے کو تمام کائنات کے لئے ایک "یادگار نشانی بنادینا" صرف اسی عجیب وغریب واقعے سے ہوسکتا ہے کہ جب حضرت مریم کو بغیر خاوند کے نطفے کے حمل ٹھیر گیا تھا اور حضرت عیسیٰ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے' اور کسی وجہ سے ہر گز نہیں ہوسکتا۔ یہی نکتہ سورہ مومنون میں ہے۔ **وجعلنا ابن مریم وامه ایه**" ○ ۵۰/۲۳ اگرچہ یہاں شرمگاہ کی حفاظت کا ذکر نہیں۔ تیسری جگہ سورہ تحریم میں ہے **ومریم ابنت عمران التی احصنت فرجھا**

فنفخنا فیہ من روحنا وصدقت بکلمت ربھا و کتبہ فکانت من القنتین ○ ۶۶/۱۲ یعنی "اور (ایک قابل ستائش عورت جو خدا کی فرمانبردار عورت تھی) مریم بنت عمران تھی جس نے اپنی شرم گاہ کو محفوظ رکھا۔ پھرہم نے اس کی شرم گاہ میں اپنی روح پھونک دی (اور بغیر مرد کے نطفے کے اس کے پیٹ میں حمل ٹھہرا دیا) اور وہ وہ عورت تھی جس نے اپنے پروردگار کے کہے ہوئے کلمات پر (والہانہ) عمل کرکے ان کو سچ کر دکھایا تھا اور وہ انتہائی طور پر اطاعت کرنے والی عورتوں میں سے تھی "۔ یہاں جو بات قابل غور ہے یہ ہے کہ سورہ انبیاء میں **فنفخنا فیھا من روحنا** اور سورہ تحریم میں **فنفخنا فیہ** میں **روحنا** کے الفاظ ہیں۔ اول الذکر میں خدائی روح کو حضرت مریم میں (یعنی ان کے تمام جسم کے اندر) اور موخرالذکر میں خدائی روح کو حضرت مریم کی شرم گاہ میں (کیونکہ فرج کا لفظ مذکر ہے اور اسی لئے "ہ" کی ضمیر استعمال کی گئی ہے) پھونکنے کا ذکر ہے۔ ان سے بڑھ کر قابل توجہ بات ف کا حرف ہے جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ چونکہ مریم علیہا السلام نے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی تھی اور کسی مرد کو نزدیک پھٹکنے نہ دیا تھا اس لئے اس مشکل کے علاج کے طور پر خدا نے حضرت عیسیٰؑ کو ان کے پیٹ سے بن باپ کے نطفے کے پیدا کرنے کے لئے اپنی روح پھونک دی، ادھر چونکہ : **نفخت فیہ من روحی** ○ ۲۹/۱۵، ۳۸/۷۲ کے بعینہ یہی الفاظ انسان کی پیدائش کے متعلق بھی استعمال کئے گئے ہیں اور ان کا صریح مفہوم یہ ہے کہ انسان کو اس کا اہل بنا دیا گیا ہے کہ وہ خدا کی خاصیتوں کا حامل ہو کرخدا کا مماثل بنے اور اپنی لازوال اہلیتوں کو اپنی جدوجہد اور علم حقائق الاشیاء سے اوج کمال تک پہنچائے اس لئے **نفخت فیہ من روحی** کے ربانی عمل سے، جو انسان کی نسل اور مریم علیہا السلام دونوں پر یکساں ہوا، ایک ہی نتیجہ نکل سکتا ہے، وہ یہ کہ جس طرح اس روح ربی کو حضرت مریم کے جسم میں پھونک دینے سے وہ مرد کی ہم بستری سے بے نیاز ہوگئی تھیں، اسی طرح انسان بھی اپنے ارتقاء کے آخری مرحلوں میں جب کہ وہ خدا کا مماثل بنتا جائے گا، کسی ایسے اعضائی انقلاب کا حامل ہو کر رہے گا

جس اعضائی انقلاب کے باعث اس کو حاجت ہی نہ رہے گی کہ وہ اپنی پیدائش مرد اور عورت کی مجامعت سے کرے اور یہ مرحلہ وہ ہوگا کہ وہ نطفہ منی کے رسوا کن طریق پیدائش سے نکل کر کسی ایسے باعزت طریق پیدائش کی طرف آئے گا جو مریم علیہا السلام کو خدا کے حضور سے ارزانی ہوا تھا!

میری نگاہ میں ایک جلیل القدر اور پاکیزہ عورت کے متعلق ایسے رسوا کن الفاظ کااستعمال کرنا جیسے کہ قرآن حکیم نے کئے بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر نبی کی پیدائش کو باقی تمام انبیاءؑ کی پیدائش سے مختلف کرکے ان کو تمام دنیا میں ہمیشہ کے لئے انگشت نما کرا دینا (بلکہ یہودیوں سے طعنے دلوانا کہ معاذ اللہ حضرت مریم نے زنا کیا ہوگا) بہ جز اس علت کے نہیں ہوسکتا کہ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، اور رسول خدا ﷺ کو آسمانوں تک پہنچا کر یا خدا سے ہمکلام کروا کر انسان کو آسمانوں تک جانے کااشارہ دینا تھا اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کو بن باپ کے جنوا کر انسان کو اشارہ اس امر کا دینا تھا کہ انسان کے آئندہ ارتقاؤں کے مرحلوں میں جو **نفخت فیہ من روحی** سے متعلق ہوں گے) ایک مرحلہ ضرور ایسا آنے والا ہے کہ وہ نطفہ منی کی پلید پیدائش سے آزاد ہوکر رہے گا اور اسی ارتقاء کے ضمن میں اس کے اعضاء کے اندر وہ عظیم الشان انقلاب پیدا ہوگا کہ اس کے تمام پاؤں دل اور جگر، آلات تناسل وغیرہ الغرض اس کا تمام ڈھانچا اسی طرح بدل کر رہے گا جس طرح کہ سفلی حیوانوں سے کروڑ ہا سالوں میں ترقی کرکے اس کا موجودہ ڈھانچہ قطعی طور پر بدل کر رہا ہے اور وہ ڈھانچہ آئندہ چل کر "خدا کے ڈھانچے" کے لگ بھگ ہوگا جس کا تصور بھی ابھی انسان کے ذہن میں نہیں آسکتا۔ ایک ایسے قرآن میں جو **فلن تجدلسنتہ اللہ تبدیلا" ولنتجدلسنتہ اللہ تحویلا"** ○ ۴۳/۳۵ پکار کر کہتا ہے اور کہتا ہے کہ قانون خدا میں ہرگز تبدیلی نہیں ہوسکتی اور جس کی تعلیم کی تمام تر بنیاد صحیفہ فطرت ہے، انبیاء کے "آسمان پر جانے" اور حضرت عیسیٰؑ کے "بن باپ" پیدا ہونے کے یہ چاروں واقعات کھلے طور پر بیان ہونا جو آج خرق عادت اور خلاف

فطرت نظر آتے ہیں کسی اور توجیہ سے ہرگز نہیں ہوسکتے! فتدبر۔

میرے نزدیک یہی باعث ہے کہ قرآن حکیم نے اور جلیل القدر انبیاء کو چھوڑ کر صرف عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت مریم علیہا اسلام کے متعلق **انما المسیح عیسیٰ بن مریم رسول اللہ وکلمتہ القھا الی مریم و روح منہ** ۴/۱۷۱ کے الفاظ استعمال کئے۔ یعنی مسیح عیسیٰؑ جو مریم کا بیٹا تھا(خدا نہیں تھا جیسا کہ تم لوگ اس کے بن باپ پیدا ہونے سے گمان کر رہے ہو بلکہ) وہ صرف خدا کا بھیجا ہوا ایک پیغمبرؐ تھا اور اسی کا ایک کلمہ (یعنی فطرت کا ایک عجوبہ) تھا اور اس "**کلمۃ**" کو خدا نے مریم کی طرف ڈال دیا تھااور وہ (وہی) "روح" تھا(جو مریم کے جسم میں) خدا میں سے (خود ڈالی گئی) تھی۔ الغرض اس تکلف اور آورد سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا "**روح منہ**" کے انوکھے الفاظ سے یاد کرنا اور پھر تاکید سے کہنا کہ خدا صرف ایک ہے **انما اللہ الہ واحد** ۴/۱۷۱' وہ اس سے بلند تر ہے کہ اس کا کوئی بیٹا ہو(جیسا کہ تم خدا کی روح کو مریم کے جسم میں ڈالنے کی وجہ سے سمجھ رہے ہو): **سبحانہ لہ ان یکون لہ ولد** ۴/۱۷۱ یا کہنا کہ مت کہو کہ خدا تین ہیں۔ (وہ تو وہی ایک ہی ہے) **لاتقولوا ثلثتہ** ۴/۱۷۱۔ الغرض یہ تمام قرآنی اشارات جو صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے مخصوص ہیں اور کسی دوسرے نبی کے بارے میں استعمال نہیں کئے گئے اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ **نفخت فیہ من روحی** کا ربانی عمل انسانی ارتقاء کا ایک عظیم الشان مرحلہ ہے جو آج سے ہزاروں یا لاکھوں برس بعد ضرور منصہ شہود پر آکر رہے گا۔ اور اسی طرح فطرت کا ایک جز ہوگا جس طرح کہ فطرت کی اور حقیقتیں آج کل ہیں۔ اگر ہزار ہا مزید سالوں کی جدوجہد کے بعد نسل انسانی صحیفہ فطرت کے علم کے زور سے اسی طرح سمیع و بصیر ہوتی گئی' اگر انسان نے آگے چل کر علم فطرت کی بنیادیں فطری طور پر استوار کرلیں اور وہ فی الحقیقت **نفخت فیہ من روحی** کا پورا مصداق بنتا گیا تو اس پر ایک مرحلہ ضرور بالضرور آنے والا ہے کہ وہ حضرت عیسیٰؑ کی طرح بن باپ کے پیدا ہوا کرے گا۔ اس

مرحلہ پر آکر مرد اور عورت کی تفریق ختم ہوجائے گی(جیسا کہ ابتدائی قسم کے خورد بینی حیوانات میں آفرینش کے ابتدائی مراحل میں تھی)۔ وہ اس وقت آسمانوں کے لاتعداد کروں تک دوڑ لگانے کے قابل ہوگا۔ یہ ہاتھ' یہ پاؤں' یہ دل' یہ جگر' یہ گردے' یہ ذہن کان آنکھ سب کے سب کسی ایسے مناسب تر اعضاء میں تبدیل ہو جائیں گے جو اس کو موجودہ گوشت پوست والے انسانوں سے بالکل مختلف پیدائش (یعنی **خلقا" اخر**) کا "انسان" بنا دیں گے اور اس زمین پر بلکہ اس تمام کائنات میں کسی ایسی خلق جدید کا ظہور ہوگا جو اپنی خاصیات میں خدا کا مماثل ہو تا کہ کسی ایک آخری مرحلہ پر فاطر زمین و آسمان تعالٰی اس سے مساویانہ سطح پر ملاقات کرنے کے لئے تیار ہو جائے!

اا۔ مسئلہ ملاقات رب اور انجام کائنات

۵۱۔ الغرض بنی نوع انسان کی نبوت کے اس مرحلے پر جو بیان ہوا انسان کا کسی انتہائی طور پر اعلی مخلوق میں منتقل ہو جانا اٹل ہے۔ یہ منزل بہت ممکن ہے کہ "نیم جسمانی" اور نیم "روحانی" یا صرف "روح" کی منزل ہو۔ بہت ممکن ہے کہ ارتقاء کی آخری منزلوں میں جسم کی پلیدی انسان سے قطعی طور پر علیحدہ ہو چکی ہو اور انسان میں مرد اور عورت کی تمیز بالکل غائب ہو جائے۔ انسان صرف روح کا ایک مفغہ رہ جائے جو زمین سے کروڑوں میل دور اپنی نئی سمع وبصر سے اسرار خدا کی تلاش میں محو ہو' اس کو معرفت خدا بڑی حد تک ہو چکی ہو' ایک بھید کے بعد دوسرا بھید یک بیک کھلتا جائے' روز بروز صحیفہ فطرت کے عظیم الشان اسرار اس طور پر نئی مخلوق پر کھلیں کہ خدا کی پہچان میں ادنٰی کسر باقی نہ رہے اور معاذ اللہ خدا خود "حیران ہو جائے کہ یہ "ظالم" انسان کہاں تک پہنچ گیا! اور جب فاطر السموات والارض تعالٰی کی یہ حیرانی تحسین و آفرین میں بدل جائے تو انسان کا یہ روحانی ڈھانچہ خدا کی روح سے کچھ اس طرح "ملاقاتی" ہو کہ کائنات کے ایک گوشے سے لے کر دوسرے گوشے تک ایک تہلکہ انگیز زلزلہ پیدا ہو جائے جس زلزلے میں یہ تمام کائنات اس بناء پر ختم ہو کہ موجودات کی

پیدائش کا مقصد ختم ہو چکا اور انسان کی روح اپنے پیدا کرنے والے خدا سے مل کر ایک ہوگئی! خدائے تعالیٰ عالمیان کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کوہ طور پر ملاقات کا ایک منظر قرآن عظیم نے حسب ذیل الفاظ میں ادا کیا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اگر آفرینش کے آخری مرحلوں میں یہ ملاقات حضرت انسان کی خدا سے ہوگئی تو اس کائنات پر کیاانقلاب اور کیا تباہی ہو کر رہے گی سورہ اعراف میں ہے **فلما تجلے ربه للجبل جلعه دکا و خرموسی صعقا"** ○ ۷/۱۴۳ ترجمہ: تو جب پروردگار عالم نے اپنا جلوہ پہاڑ پر دکھلایا تو اس پہاڑ کے پرزے اڑ گئے اور موسیٰ علیہ السلام لڑکھڑا کر گر پڑا!

۱۲۔ انجام کائنات کی طرف اقدام اور انسان کا آئندہ عمل!

۵۲۔ انجام کائنات کے متعلق میرے یہ وہ حسابی نظریات ہیں جو قرآن حکیم کے گہرے مطالعے اور کائنات پر مجموعی غور و فکر کے بعد مجھے ارزانی ہوئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ نظریات وہ ہیں جن پر انسان کی آئندہ ترقی کی تمام نبیاد ہے۔ ان نظریات کو منطقی طور پر صحیح سمجھنے اور ملاقات رب کا سچا ولولہ پیدا کرنے کے بغیر نسل انسانی تقدم اور ترقی کی کسی بڑی منزل تک ہرگز نہیں پہنچ سکتی!

بنی نوع انسان کا فرض ہے کہ قرآن حکیم کی اس تعلیم سے سبق لے اور ابھی کہ وقت ہے سمجھ لے کہ بہ حیثیت مجموعی انسان کا اس کائنات کے بارے میں کیا فرض ہے۔

اس وقت لازمی ہے کہ روئے زمین کے ہر ملک میں وہ مردان حق پیدا ہو جائیں جو جمہوریت کے موجودہ مکروفریب کو بدل کر اکثریت کی حکومت آبادی کے تناسب سے قائم کریں۔ غریب طبقے کی حکومت قائم کرنے کے بعد حاکم ہونے کا معیار علم اور جسم

قائم کریں۔ علم کی حکومت قائم کرنے کے بعد اتحاد عالم کے مسئلے کی طرف رجوع کریں۔ تمام نسلی' مذہبی 'وجاہتی 'جغرافیائی تفریق کو خیرباد کہہ کر ساکنان زمین کا منتہا بنی نوع انسان میں اتحاد' اور صحیفہ فطرت کی مکمل تفتیش و تلاش قائم کریں' صاف لفظوں میں اعلان کردیں کہ اس کائنات میں صحیفہ فطرت کے ماسوا کوئی حقیقت نہیں اور اس حقیقت کی تہہ تک پہنچنا انسان کا واحد فرض ہے۔ اس تفتیش و تلاش کے منتہا کو نتیجہ خیز کرنے کے لئے موجودہ ناقص علم کی نئی بنیادیں قائم کریں۔ صحیفہ فطرت کے عالموں کا ایک مستقل گروہ علم کے نئے بنیادی ارکان وضع کرے' صحیفہ فطرت کو صحیح بنیادوں پر تلاش کرنے کے لئے صحیفہ فطرت کی پیائش اور دریافت کی نئی اکائیاں وضع کی جائیں۔ علم کا رخ اکثر اس طرف ہو کہ دریافت کیا جائے کہ زندگی کیا ہے۔ زمین سے باہر کی سرزمینوں کی تسخیر کیونکر ہو سکتی ہے۔ بنی نوع انسان کی صحیفہ فطرت کی دریافت کے متعلق ذمہ داریاں انسان کو سمجھائی جائیں اور انسان کے قلب میں اس امر کا سچا اور روحانی احساس پیدا کیا جائے کہ صحیفہ فطرت کی چیستان کو حل کرنے سے ہی فاطر زمین و آسمان سے ملاقات ہوسکتی ہے اور یہی سب سے بڑی ذمہ داری ہے جس سے عہدہ برآ ہونے کا تمام تر بوجھ انسان پر ہے۔

سرمایہ داری 'حیوانیت' درندہ پن اور ذہنی جہالت کا جو دور اس وقت بنی نوع انسان پر گذر رہا ہے وہ سیاہ دور ہے جس میں نسل انسانی ماسوا اس کے کہ وہ اپنے آپ کو دکھ اور بربادی کے جہنم میں لبالب جھونک دے' کسی اور مآل تک نہیں پہنچ سکتی۔ اگر یہ ہوا تو ممکن ہے کہ بنی نوع انسان 'من حیث النوع' تمام کی تمام مٹ جائے اور فاطر زمین و آسمان کی مشیت اس لئے کہ کائنات کا راز انسان سے کھل نہ سکا اور وہ اس عظیم الشان امتحان میں ناکام ہو گیا کسی نئی مخلوق کو اس زمین پر لا کر بسا دے جو انسان سے بہتر' زیادہ ہوش مند' زیادہ معاملہ فہم اور اس کائنات کو زیادہ سمجھنے والی ہو۔ اس قطع کی دھمکی قرآن حکیم میں چودہ سو برس پہلے سے موجود ہے: **یاایہاالناس انتم الفقرا الی اللہ و اللہ ہو الغنی الحمید ○ ان ایشا یذہبکم ویات**

بخلق جدید ○ وما ذالک علی اللہ بعزیز ○ ۳۵/۱۵-۱۷

اے انسانو! تم (ہر حالت میں) فاطر زمین و آسمان کے محتاج ہو اور اللہ تو بالکل بے نیاز اور سزا وار حمد ہے۔ وہ اگر مناسب سمجھے گا تو تم سب کو اچک لے گا اور کسی نئی (اور ترقی یافتہ پیدائش کو لا بسائے گا) اور (یاد رکھو کہ) یہ (تبدیلی پیدا کرنا) اس کے لئے کچھ مشکل نہیں۔

محمد عنایت اللہ خان المشرقیؒ

۱۹ اگست ۱۹۵۳ء۔ بوقت گیارہ بجے دن

شاہراہ معراج و غلبہ

دنیا اسی قوم کو ملا کرتی ہے جو دنیا کی عاشق نہ ہو زندہ قومیں زندہ اس لئے ہیں کہ ان میں خدا کے تکلیف دہ حکموں کے سوا کسی شے سے محبت نہیں ہوتی ان میں مال و دولت فرزند وزن، جاہ و غرض کے بت اکثر نہیں ہوتے وہ صرف خدا کو مانتی ہیں خدا کے سوا کسی کے حکموں کو نہیں مانتی قرآن نے صاف کہہ دیا تھا کہ مسلمانو! تمہارے مال اور اولاد صرف ایک فتنہ ہیں ہم انہیں دے کر آزماتے ہیں کہ تم ان کی محبت میں کس قدر پھنستے ہو ورنہ یاد رکھو کہ ہم دنیا میں عروج اسی قوم کو دیں گے جو ان کی محکوم نہ ہو اور میری محکوم میری غلام اور میری تابع فرمان بن کر رہے!

(المشرقیؒ)

ملی احتساب

کوئی شے ان کے ہاں پنپ نہیں سکتی۔ جب تک کہ اس میں سر تا پا سچائی اور بے نفسی اور اول سے آخر تک راستی نہ ہو۔ ان کے امتحان اور احتساب کا معیار اس قدر سخت ہے کہ اور قوموں کے بہت سے راہنما جو اپنی اپنی جگہ سورج اور چاند بن کر چکے ہیں۔ مسلمانوں کے ہاں ہوتے تو شاید ایک شعلہ خس سے زیادہ روشنی نہ رکھتے۔

(علامہ مشرقیؒ)

قرآن کی مسلسل کہانی

قرآن حکیمؒ کی تعلیم کے ما حصل کو مسلسل طور پر سمجھنے کے لئے مزید تشریح اس تحت المتن میں کر دی جاتی ہے: **لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم** ۹۵/۴ اور **فضلنھم علٰی کثیر ممن خلقنا تفضیلا**" ○ ۱۷/۷۰ سے انسان کی فضیلت اس زمین پر ظاہر ہے۔ مگر اکثر آسمانی مخلوق کی فضیلت ظاہر کرنے سے انسان کی اہمیت صدہا گنا بڑھ جاتی ہے۔ فضیلت کا احساس دلانے سے مقصد یہ ہے کہ اس کے بعد انسان سنجیدگی سے اپنے فرائض اس کائنات میں ہر وقت سمجھے اور بہ حیثیت مجموعی وہ کام کرے جس سے منشائے کائنات پورا ہو۔ **اخرجکم من بطون امھاتکم لاتعالمون شیاہ و جعل لکم السمع والابصار والا فئدۃ لعلم تشکرون** ○ ۱۶/۷۸ سے ظاہر ہے کہ کہ اگرچہ انسان ماں کے پیٹ سے نکلنے پر مطلق جاہل ہوتا ہے لیکن کان آنکھ ذہن ساتھ لگا دیئے تاکہ ان کی سچی قدر کرکے ان سے علم خود حاصل کرے۔ حیوانوں کے پاس صحیفہ فطرت کو دیکھ کر علم دینے والے کان آنکھ ذہن موجود نہیں اس لئے ان کو جو کچھ پڑھانا تھا پہلے پڑھا دیا: **اعطی کل شی" خلقہ ثم ھدی** ○ ۲۰/۵۰ (طہ)۔ یہی انسان کی اور حیوانوں پر فضیلت کیؒ وجہ ہے۔ اسی لئے خدا نے اپنی خلافت یعنی قائم مقامی کے لئے انسان کو منتخب کیا اور فرشتوں کی درخواست کو بھی رد کردیا کہ وہ خدا کی پیدا کی ہوئی اشیاء (یعنی صحیفہ فطرت) کو سمجھ نہ سکتے تھے۔ خدا کی خلافت بھی انسان کو انتہائی علم سے حاصل ہوگی جو **علم ادم الاسماء کلھا** ○ ۲/ ۴ کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ یعنی جب تک انسان تمام فطرت پر حادی نہ ہوگا خلیفہ نہ بن سکے گا۔ انسان پر یہ ظاہر کرنے کا کہ وہ کمتر مخلوق کے ارتقاء سے پیدا ہوا ہے اور اوپر چڑھتا جائے گا 'مقصد یہ ہے کہ اس کے سامنے علم و عمل اور جدوجہد کا ایک عظیم الشان میدان ہے۔ یہ میدان صحیفہ فطرت کی دریافت' اس کے "اشاروں" پر جو اس کا علم حاصل کرنے سے ملتے ہیں عمل' اور اشیاء فطرت کو اپنی دنیاوی بہبودی کے لئے استعمال میں لانے کا میدان ہے۔ ادھر چونکہ صرف انسان ہی صحیفہ فطرت کو سمجھ سکتا

ہے، صاف کہہ دیا کہ یہ دنیا پیدا ہی اس غرض کے لئے کی گئی ہے کہ انسان کو اس کے سعی و عمل کے بدلے میں زمین بلکہ آسمان کی تمام چیزیں بطور انعام دے دی جائیں۔ گویا انسان کی واحد جولا نگاہ صحیفہ فطرت ہے۔ اس کے سوا کچھ نہیں۔ اسی لئے صحیفہ فطرت کو واحد حقیقت کہا۔ نیز کہا کہ جو اس کو باطل سمجھتے ہیں کافر ہیں۔ خدا کے متعلق کہہ دیا کہ چونکہ وہی خالق زمین و آسمان ہے اس لئے قانون بھی اسی کا چلنا چاہیے۔ اسکا حق ہے کہ کسی دوسرے حاکم کا قانون نہ چلنے دے۔ جو دوسرے حاکموں کا حکم مانے اس کو فنا کردے۔ یہ قانون یا خدا کی بھیجی ہوئی غیر محرف کتابوں کی آیات میں ہے یا زمین و آسمان کی آیات میں ہے **ان فی السموت والارض لایت للمومنین** ○

۳/۳۵۔ پیدائش کے ابتدا میں چونکہ انسان جاہل مطلق تھا اور وہ اپنے کان آنکھ ذہن کافی طور پر استعمال نہ کر سکتا تھا اس لئے راہ راست سے کافی طور پر بھٹکتا رہا۔ اس کی زندگی بالعموم حیوانوں کی سی تھی۔ وہ آپس میں چوریاں، قتل، زنا، بے ایمانیاں، بددیانتیاں وغیرہ وغیرہ کرتا تھا۔ بدن کی صفائی نہ تھی، دوسروں کی پیدا کی ہوئی جائداد کا احترام نہ تھا، بھائی بہن سے الفت نہ تھی، ماں باپ کا احترام نہ تھا، رشتہ داروں کا لحاظ نہ تھا، یتیموں پر مظالم تھے، چاند سورج، درختوں، ندیوں، دریاؤں، حیوانوں وغیرہ کی پوجا تھی۔ وغیرہ وغیرہ۔

اس لئے کئی باخبر انسانوں نے جو ان برائیوں کو محسوس کرتے تھے قوموں کو نصیحت کرنی شروع کی کہ باز آؤ ورنہ مارے جاؤ گے۔ تمہاری قوم تباہ ہو جائے گی۔ یہ لوگ انبیاء تھے جو ہر جگہ ظاہر ہوئے اور سب نے ایک ہی سبق دیا جو خدا کا قانون تھا۔ انسان کے مناسب حال تھا، حقیقت تھی، صحیفہ فطرت سے اخذ کیا ہوا سبق تھا، الغرض خدا کا پیغام تھا۔ لوگ ان انبیاء کے پیچھے لگ گئے۔ انہوں نے انسان کو باہم مل کر خوش اسلوبی سے رہنے کا سبق دیا۔ انسان کی ہیئت اجتماعی میں امن پیدا کیا، ایک مرد کی ایک عورت سے شادی کر کے کنبے کی بنیاد ڈالی، معاشری برائیاں دور کیں وغیرہ وغیرہ۔ لیکن چونکہ انسان ابھی اشد شدید طور پر جاہل تھا اور اس کائنات کو بہ حیثیت مجموعی دیکھنا تو کیا، اس

کائنات کی ابجد بھی نہ سمجھ سکتا تھا' بلکہ خدا کو اس تمام کائنات کا واحد خالق سمجھنے یا اس کائنات کو دیکھ کر اس سے کوئی خدا کا قانون اخذ کرنے کی بجائے بار بار خدا کو چھوڑ کر چاند' سورج' درختوں وغیرہ کی پرستش شروع کر دیتا تھا اس لئے اس کی کم نگاہی اس کو اس طرف لے گئی کہ یہ انبیاء لوگ جن کے پیچھے ہزاروں اور لاکھوں آدمی لگ گئے ہمیں اپنے گروہ میں شامل کرنے کے لئے آئے تھے۔ ہم کسی دوسری قوم کے نبی کو ہرگز اپنا نبی نہ مانیں گے' صرف ہماری قوم کا نبی خدا کی طرف سے تھا' صرف وہی پیغام جو ہماری زبان میں آیا تھا درست ہے' صرف زبور درست ہے' صرف تورات درست ہے' اور انجیل درست ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف عیسائی قوم بنانے آئے تھے' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صرف یہودیوں کا گروہ بنایا۔ انسان کی اس ابتدائی جہالت میں لوگ نبیوں کے پیچھے لگ کر فرقہ بند ہوگئے اور اگرچہ انبیاء کی وجہ سے ان کی اپنی قوموں میں کافی اصلاح پیدا ہوگئی لیکن "مذاہب" پیدا ہوگئے۔ ایک مذہب دوسرے مذہب کے خلاف اور ایک قوم دوسری قوم کے مقابلے میں صف آراء ہوگئی حالانکہ سب انبیاء ایک ہی قانون لائے تھے۔ سب کے سب علم لائے تھے' حقیقت لائے تھے۔ علم کو چاہیے تھا کہ سب کو جوڑ دیتا لیکن بروبحر میں فساد پڑ گیا۔ اس بنا پر انبیاء کی بعثت کو حدیث القرآن میں "حادثہ" کہا گیا ہے اور یہ اس زمین پر بدقسمت انسان کے لئے سب سے بڑا حادثہ ہے۔ انسان کی اس ابتدائی جہالت کا حیرت انگیز اثر آج بھی انسان کی رگ رگ میں زمین کے ایک کونے سے لے کر دوسرے کونے تک اس شدت سے باقی ہے کہ ہوش مند انسان انگلیاں منہ میں لے کر کاٹتا ہے۔ دنیا کی اکثر خونریزیاں آج بھی مذہب کی بناء پر ہو رہی ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ سب انسان اندھے ہوگئے ہیں۔ قرآن نے انسان کی ان غلط فہمیوں کو پکار پکار کر درست کیا' صاف کہا کہ سب نبی ایک قانون لائے تھے۔ ایک ہی الکتب تھی' ایک نبی اور دوسرے نبی میں کوئی فرق نہیں' جو فرق کرے گا سچا کافر ہے' نبی نہ یہودی تھے نہ نصرانی' جو لوگ صحیح معنوں میں الکتٰب پڑھتے ہیں وہ خواہ کسی زبان میں ہو اس کو جھٹ اسی طرح پہچان

لیتے ہیں جس طرح کہ اپنے بیٹوں کو خواہ وہ کسی لباس میں ہوں **(الذین اتینھم الکتب یعرفون کمایعرفون ابناء ھم** ○ ۲/۱۴۶'۶/۲۵)'وغیرہ وغیرہ۔ قرآن نے کہا کہ جو کچھ اختلاف انسانوں کے درمیان انبیاء کے آنے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے ضد اور بغاوت سے ہے **وما اختلف الذین اوتوا الکتاب من بعد ما جاء ھم العلم بغیا" بینھم** ○ ۳/۱۹۔ اس کا فیصلہ یوم قیامت کو ہوگا۔ ہم درد ناک سزائیں دیں گے' ہم انبیاء سے اس روز پوچھیں گے کہ کیا تم نے انسانوں کو اپنے پیچھے لگایا' وغیرہ وغیرہ۔ الغرض یہ سب اس لئے کہ خدا انسان کو ایک امت بنانا چاہتا تھا۔ **ولوشا ربک لجعل الناس امت واحدۃ"** (۱۱/۱۱۸) **وکان الناس امتہ واحد"** ○ ۲/۲۱۳۔ اسی مقصد کے لئے اس کو پیدا کیا گیا تھا۔ **(ولذالک خلقھم** ○ ۱۱/۱۱۸۔۱۱۹۔ لیکن وہ ہر دم اختلاف کرتے رہتے ہیں۔ **(لایزالون مختلفین الا من رحم ربک** ○ (۱۱/۱۱۸۔۱۱۹)۔ الغرض سطح زمین پر آج اس حیرت انگیز ترقی کے باوجود انسان اس قدر جاہل مطلق ہے کہ مذہب کی ضد سے اب تک نہیں ہٹا اور تمام روئے زمین مختلف قوموں اور قبیلوں میں سب سے زیادہ مذہب کی وجہ سے' نیز جغرافیائی' سیاسی' نسلی' لونی وجوہات سے پھٹی ہوئی ہے۔ اور اگر انسان چندرے اور اپنے کان آنکھ اور ذہن کو کام میں نہ لایا اور اسی طرح ایک دوسرے کے خلاف صف آراء رہا تو وہ خونریز لڑائیوں' قتل وغارت' دکھ اور بربادی کے خطرناک جہنم میں ابدالا باد تک پڑا رہے گا۔ دوسرے الفاظ میں **من یفسد فیھا و یسفک الدماء** ○ ۲/۳۰ کا افسوسناک منظر جس کے متعلق فرشتوں نے بھی انسان کے خلیفہ خدا بنائے جانے کی تجویز کے وقت طعنہ دیا تھا' انسان کی بصیرت کی کمی کا منظر ہے' منشائے فطرت نہیں۔ اسی لئے قرآن نے کہا کہ اگر انسان ایک امت نہ بنے تو خدا کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا کہ میں دنیا کے جن وانس کو جہنم سے بھر دوں گا (**ولذلک خلقھم و تمت کلمتہ ربک لا ملئن جھنم من الجنتہ والناس اجمعین** ○ ۱۱/۱۱۸۔۱۱۹) **ولو شئناء لاتینا کل نفس ھداھا ولکن حق القول منی لاملئن جھنم**

من الجنته والناس اجمعين ○ ۳۲/۱۳۔ انسان کی اسی بے بصیرتی کو پیش نظر رکھ کر خدا کا آخری دین یعنی دین اسلام آیا اور اس کا واحد مقصد تمام بنی نوع انسان کو متحد کرنا تھا۔ (**یاایھا الناس انی رسول اللّٰہ الیکم جمعیا**" ○ ۱۵۸/۷۔ **ادخلوا فی السلم کافتہ**" ○ ۲۰۸/۲)' واحد مقصد یہ تھا کہ دین الحق باقی سب دینوں پر غالب آ جائے (**لیظھرہ علی الدین کلہ** ○ ۳۳/۹)۔ اس دین نے برملا تمام اہل کتاب کو دعوت دی کہ آؤ ہم اس مشترک حقیقت پر جمع ہو جائیں کہ تمہارا اور ہمارا خدا ایک ہے اور تمام دنیا کو ایک نقطے پر لے آئیں۔ ادھر چونکہ ابتدائے آفرینش سے ہی فاطر زمین و آسمان تمام بنی نوع انسان کو ایک امت بنانا چاہتا تھا اس لئے کسی ایک دین کا باقی تمام ادیان پر غالب آجانا ہی دین الحق ہے اور اسی دین الحق کو وقتاً" فوقتاً" تمام انبیاء لے کر آئے **شرع لکم من الدین ماوصی بہ نوحا" والذی اوحینا الیک وما وصینا بہ ابراہیم و موسے و عیسی** ○ ۱۳/۴۲۔ بلکہ یہی ایک قوم کا باقی تمام قوموں پر غالب آکر سب بنی نوع انسان کو ایک امت کر دینا ہی وہ مضبوط دین ہے جس پر فطرت انسانی مجبول ہے **ان اقیموالدین ولا تتفرقوا فیہ** ○ ۴۲/ ۱۳ **فطرت اللّٰہ التی فطر الناس علیھا لا تبدیل لخلق اللّٰہ ذالک الدین القیم** ○ ۳۰/۳۰۔ گویا دوسرے لفظوں میں غلبے کا دین ہی دین الحق ہے خواہ وہ کسی امت میں ہو۔ رسول خدا ﷺ بھی اسی دین اور ھدیٰ (قرآن) کو لے کر آئے تھے کہ اس کو باقی سب دینوں پر غالب کر دیں۔ **ھوالذی ارسل رسولہ بالھدے و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ** ○ ۳۳/۹ زندہ قوم کا دین آج کل بھی یہی ہے کہ وہ سب قوموں پر غالب آنا چاہتی ہے لیکن ہر قوم کی ھدیٰ (یعنی وہ لائحہ عمل جس کے ذریعے ایک قوم سب پر غالب آتی ہے) الگ الگ ہے اور قرآن عظیم کا دعویٰ ہے کہ صرف خدا کی دی ہوئی ہدایت ہی صحیح ہدایت ہے **قل ان اللّٰہ ھو الھدیٰ** ۶/ ۹۔ الغرض انسانی تفریق کے بعد اب ہر زندہ قوم اس کشمکش میں لگی ہے کہ باقی سب پر غلبہ حاصل کرے اور اس مطلب کے لئے اپنی اپنی ھدیٰ اپنے دائرے میں زور سے

جاری کرے۔ ادھر دین اسلام کی رو سے کسی جماعت کو غالب کرنے کے لئے ان دس اصول پر عمل کرنا لازمی ہے ورنہ وہ قوم لازماً اپنا غلبہ قائم نہیں رکھ سکتی' (۱) توحید فی العمل (۲) وحدت الامتہ (۳)اطاعت امیر' (۴) جہاد بالسیف' (۵) جہاد بالمال (۶) ہجرۃ (۷) استقامتہ فی السعی' (۸) علم صحیفہ فطرت' (۹) مکارم اخلاق'(۱۰) ایمان بالاخرہ۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دس اصول صحیفہ فطرت سے اخذ کئے ہوئے اصول ہیں اور ہر جماعت کے داخلی استحکام اوراس کے غلبے کو قائم رکھنے کے لئے لازمی ہیں۔ ان کے بغیر از روئے قرآن کوئی قوم ایمان اور صراط مستقیم پر نہیں رہ سکتی۔ اس لحاظ سے قرآن حکیم کے تمام بقیہ اوامر و نواہی (مثلاً" صلوٰۃ زکوٰۃ وغیرہ) انہی دس اصول کو قائم کرنے کے لئے ہیں اور ھدیٰ میں داخل ہیں۔ الغرض انفرادی طور پر ہر امت اپنا مقامی غلبہ قائم رکھنے کے لئے ان اصول پر چل سکتی ہے مگر دین اسلام یہاں پر بس نہیں ہوتا۔ دین فطرت (یعنی دین اسلام یا دین الحق) تمام باقی ادیان(یعنی اقوام عالم) پر مستقل غلبہ حاصل کرلینے کے بعد تمام انسانوں کی ایک امت چاہتا ہے اور اس عالمگیر حیثیت کو حاصل کرنے کے لئے مزید ھدیٰ پیش کرتا ہے۔ وہ ھدیٰ یہ ہے کہ عالمگیر غلبہ حاصل کرنے والی قوم روئے زمین پر صرف خونریزی کرکے غلبہ حاصل نہ کرے اور باقی سب امتوں کو نیست و نابود کر دے بلکہ اس کو یقین ہو کہ تمام بنی نوع انسان بلالحاظ رنگ و نسل اور بلالحاظ مقام و قومیت ایک ہی نسل ہیں' یقین ہو کہ وہ سب کے سب ایک ہی مرد اور ایک ہی عورت سے پیدا ہوئے اس لئے ان سب کو ایک اخوت کے حلقہ میں داخل کرنا لازمی ہے۔ جو قومیں مغلوب ہونے کے بعد اس دائرے میں شامل ہو جائیں ان کو حقیقی معنوں میں بھائی بنا لینا اور فاتح اور مفتوح کے درمیان کوئی فرق نہ کرنا لازمی ہے۔ قرآن کے نزدیک **اشداء علی الکفار** ہونے کے بعد **رحماء بینھم** کا ماحول پیدا کرنا ہی غلبے کے اثر کو وسیع کرسکتا ہے۔ غلبہ حاصل ہونے کے بعد کمزور قوموں کو نیست و نابود کر دینا یا نسلی تفوق کی بناء پر صرف جسمانی زور سے غلبہ حاصل کرنا ازروئے اسلام کوئی غلبہ نہیں اور نہ وہ غلبہ عالمگیر ہو سکتا ہے۔ الغرض انسانی

مساوات اور اخوت کے تخیل کو عالمگیر کرنے کے بعد دین فطرت کی تجویز یہ ہے کہ عالمگیر غلبے کی مدعی قوم انسان کی مالی تفریق (یعنی امیر اور غریب کے فرق) کو مٹانے کی حتیٰ الوسع کوشش کرے۔ کسی کے حق ملکیت کو چھیڑنے کے بغیر ایسا نظام قائم کرے جس سے امیر کی دولت کا ایک مستقل حصہ غریب کی بہتری میں ہمیشہ کے لئے صرف ہو۔ دین فطرت کا یہ نظام زکوٰۃ کا عظیم الشان نظام ہے جو امیر سے اس کی بچت کا چالیسواں حصہ ہر سال حکومت کے خزانے میں ڈال دیتا ہے اور چالیس برس کے اندر اندر کسی شخص کے پاس اس کی جمع کی ہوئی دولت میں سے کچھ نہیں رہ سکتا۔ لیکن چونکہ دین فطرت ہر انسان کو اس کی جائز کمائی پر پورا حق ملکیت دیتا ہے اور ہر دولت مند کو اجازت دیتا ہے کہ وہ اپنی کمائی کو جس طرح چاہے اپنی ذاتی زیب و زینت پر خرچ کرے اس لئے زکوٰۃ کا نظام امیر اور غریب کے فرق کو پورے طور پر نہیں مٹاتا بلکہ صرف ایک حد تک کم کر دیتا ہے۔ اس فرق کو اور مٹانے کے لئے (بلکہ ایک نقطہ سے قطعی طور پر مٹا دینے کے لئے) دین فطرت نے الصلوٰۃ کا نظام تجویز کیا ہے کہ امیر اور غریب دن میں پانچ وقت ایک قطار میں کھڑے ہوں اور خدا کے آگے سجدہ کریں تاکہ دولت کا غرور مٹے اور امیر کا غریب سے عملی تعاون اور نمایاں ہو۔ دین فطرت یہاں پر بھی بس نہیں ہوتا بلکہ انسانی اخوت کو اور مستحکم کرنے کے لئے عام رواداری اور تالیف قلوب کے احکام دیتا ہے۔ مطلق طور پر اعلان کرتا ہے کہ سب انبیاء برابر درجے کے رہ نما تھے۔ وہ یہودیوں اور نصرانیوں اور محمدیوں کا کوئی الگ الگ فرقہ بنانے نہ آئے تھے' ان کا مقام خدا کے نزدیک یکساں ہے۔ جو نبیوں کے مابین فرق کرے وہ سچا کافر ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ اس لئے کے مغلوب قوموں میں غالب قوم سے الفت پیدا ہو اور وہ پورے طور پر اس اخوت میں شامل ہو جائیں۔ زکوٰۃ سے حاصل کردہ مال کے ایک حصے کو مغلوب قوموں کے ساتھ تالیف قلوب پیدا کرنے کے لئے مقرر کیا' ان سے **لکم دینکم ولی دین** کی حکمت عملی پر عمل کرنے کے لئے کہا وغیرہ وغیرہ۔ بنی نوع انسان کو ایک امت بنانے کے سلسلے میں دین فطرت نے ان تمام ترکیبوں

کے بعد یہ نظام بھی قائم کیا کہ غالب قوم کا ایک مرکز ہو جس کی طرف تمام باقی قومیں رجوع کریں تاکہ مزید استحکام پیدا ہو۔ الغرض کلمہ شہادت، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج کے پانچ عمل جن کو دین کے ارکان کہا گیا ہے، اگر غور سے دیکھا جائے تو بنی نوع انسان کو ایک اخوت میں شامل کرنے کے مختلف وسیلے تھے جن کی وجہ سے قرون اولیٰ میں مسلمانوں کی عالمگیری میں حیرت انگیز ترقی ہوئی اور قوموں کی قومیں چشم زدن میں "مسلمان" ہوتی گئیں۔ آج کل کی غالب قومیں جو درندگی میں یکتاء دہر ہیں ان سے توقع رکھنا کہ وہ تمام بنی نوع انسان کو ایک امت بنا سکیں گی، قریباً" محال ہے۔ اس نقطہ نظر سے کہا جا سکتا ہے کہ جہاں تک دین فطرت کا مسلمانوں سے تعلق ہے انہوں نے اس کو صرف چند قرنوں تک اپنے ابتدائی دور میں جزوی طور پر اختیار کیا تھا لیکن جلد ہی وہ **ان قومی اتخذ وهذا القرآن مهجورا**" ○ ۲۵/۳۰ (یعنی قرآن کے دستور العمل کو ترک کر دینے کے جرم میں) پہلوں کی طرح انبیاء سے عداوت کرنے کے مجرم بن گئے **(كذالك جعلنا لكل نبی عدومن المجرمين)** اور اب جب تک قرآن حکیم کو پھر زندہ کرنے کی کوئی عالمگیر کوشش کسی ایماندار اسلامی حکومت کی طرف سے نہ ہو، رسول خدا ﷺ کی روز قیامت کو ان کے حق میں شفاعت بہ باعث اس عداوت کے قطعی طور پر ناممکن ہے۔ گویا جہاں مسلمانوں کی دنیا یقینی طور پر خراب ہوئی اب ان کی عاقبت بھی خراب ہے۔ ادھر جہاں تک دین فطرت کا تعلق موجودہ قوموں سے ہے انہوں نے اس کو قطعاً" اختیار نہیں کیا اور وہ درندہ پن کے اصول پر چل کر بنی نوع انسان کو ایک ایسے جہنم کی طرف دھکیل رہی ہیں جس میں اکثر قومیں کسی ایک غالب قوم (مثلاً" امریکہ یا روس) کی محکومیت میں ہو کر ابدالا باد تک غلامی، دکھ، افلاس، بھوک اور ننگ کے جہنم میں پڑی سسکتی رہیں گی اور بالآخر سب کی سب مٹ جائیں گی جیسا کہ یورپ اور امریکہ کی استعماری حکمت عملی کی پوری پوری تاریخ ثابت کر رہی ہے۔ اس صورت میں یہ تمام زمین بے آباد ہو جائے گی اور صرف ایک قوم جس کی آبادی زیادہ سے زیادہ پندرہ یا بیس کروڑ ہو گی اس زمین کی واحد مالک ہو گی۔ قرآن حکیم

ـنے اسی درد ناک منظر کو سامنے رکھ کر غالباً" کہا تھا۔ **یا عبادی الذین امنوا ان ارضی واسعته فایای فاعبدون ○ کل نفس ذائقة الموت ثم الینا ترجعون** ○ ۲۹/۵۶ـ۵۷ یعنی اے وہ میرے بندو جو ایمان لے آئے ہو (اگر غور کرو تو) میری زمین بے شک بڑی وسیع ہے (اس میں ہر قوم' رنگ' نسل' مذہب کی قوموں کی گنجائش ہے اس لئے قوموں اور قبیلوں کو نیست و نابود کرنے کی کوشش کرکے اپنے لئے زمین کی نعمتوں اور اس کے پیدا کئے ہوئے رزقوں کو صرف اپنے لئے مخصوص کرنے کی ظالمانہ سعی نہ کرو اور صرف میرے چلائے ہوئے فطری قانون اوردین فطرت پر عمل کرکے) میرے ہی ملازم بنے رہو۔ ہر متنفس (ایک نہ ایک دن) موت کا شکار ہوگا پھر تم ہماری طرف لوٹا دیئے جاؤ گے (کہ اپنے اعمال کا حساب دو)۔ ان آیات ربانی کی یہ تشریح جو میں نے کی ہے اس لئے صحیح ہے کہ دو آئتوں کے بعد آگے چل کر اسی رزق کا جھگڑا بیان کیا: **وکائن من دابته" لا تحمل رزقھا اللّٰہ یرزقھا وایا کم وھوا السمیع العلیم** ○ ۲۹/۶۰۔ گویا دلیل کے طورپر کہا کہ (اسی روئے زمین پر) ہزار در ہزار حیوانات ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے' انہیں اللہ ہی رزق دیتا ہے اور (اسی طرح) تم قوموں کو (جو رزق کی خاطردوسری قوموں کوتباہ کر رہی ہیں) بھی اللہ ہی رزق دے گا اور وہ (ہرقوم کی ضروریات کو) سمجھنے والا اور (تمام زمین کی معاشی حالت کو جاننے والا ہے۔ الغرض موجودہ قوموں کے ذریعے سے روئے زمین پر کسی طرح کی عالمگیر اخوت یا ایک امت کا پیدا ہو جانا اگر ناممکن نہیں تو محال ضرور ہے۔ اوربظاہر یہ نظر آتا ہے کہ تمام جن و انس کو جہنم سے بھر دینے کا واقعہ ضرور ہو کر رہے گا۔ آئے دن یورپ اور امریکہ کی ترقی یافتہ قومیں اس ہولناک سازش میں لگی ہیں کہ دنیاکی کمزورقوموں کو جن کے پاس ضروریات زندگی اور رزق کی کثرت ہے (اور یہ ایک امرواقع ہے کہ وہی قومیں اکثرکمزور ہیں جن کے پاس رزق کی کثرت ہے اور یہی ان کی کمزوری کا باعث ہے) علم کی پیدا کی ہوئی ایجادات کے زور سے ہلاک کر دیاجائے اور دنیا میں بالاخر (صرف ایک قوم کا بول بالا ہو۔ آئے دن بڑی بڑی طاقتور

قومیں (مثلاً" جرمنی' اٹلی' جاپان' فرانس) اپنے سے زیادہ طاقتور قوموں مثلاً" روس امریکہ اور انگلستان کے سامنے ہتھیار ڈال کر ثانوی درجے کی طاقتیں بن رہی ہیں اور وہ قومیں جنھوں نے صحیفہ فطرت سے کوئی علم حاصل نہیں کیا ان کی ہستی صفر کے برابر ہو رہی ہے۔ اس وقت صحیح حالت بنی نوع انسان کی یہ ہے کہ دنیا کی دو سو کروڑ کی آبادی امریکہ یا روس کی بیس کروڑ آبادی سے سخت ہراساں ہے اور اس انتظار میں ہے کہ کسی روز امریکہ اور روس کے ایٹم بموں سے چشم زدن میں ہلاک کر دی جائے۔ قرآن حکیم کا چونکہ اپنے متعلق دعوے ہے کہ اس میں دین فطرت کی تکمیل ہو چکی ہے۔ : **الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی** ○ (۵/۳) اس لئے ناممکن تھا کہ خدا کے بھیجے ہوئے آخری رسولؐ کا لایا ہوا دین ان پیچیدہ حالات میں کوئی مکمل اور آخری علاج تجویز نہ کرتا۔ چنانچہ قرآن نے بار بار پچھلی قوموں کی مثال دے کر جن کے رہنما انبیاء تھے واضح کیا کہ ان قوموں کے رہبر صاحب علم لوگ تھے اور اسی علم کے باعث انہوں نے اپنی اپنی قوموں کو تمام دنیا کی قوموں پر فضیلت دلائی تھی' (**ولقد اتینا داؤد و سلیمن علما"** ○ **وقالا الحمد اللہ الذی فضلنا علیٰ کثیر من عبادہ المومنین** ○ ۱۵/۲۷)۔ یہاں جو نکتہ انتہائی طور پر قابل غور ہے یہ ہے کہ انبیاء کا علم خدا کے نزدیک اس زمانہ کی ترقی کے لحاظ سے باقی قوموں کے رہنماؤں سے اس قدر زیادہ مکمل تھا کہ ان کی قوموں کو دنیا کی باقی مومن قوموں سے بھی زیادہ فضیلت دی گئی تھی۔ اسی طرح بار بار حکومت کو علم سے پیوست کر کے قرآن حکیم نے یہ معنی خیز اشارہ کیا کہ صاحب علم لوگوں کی حکومت کے بغیر قومیں فضیلت کی کسی منزل تک نہیں پہنچ سکتیں چنانچہ سلیمان علیہ السلام اور باقی سب انبیاء کے بارے میں **وکلا" اتینا حکما" و علما"** ○ ۲۱/۷۹ کہا' حضرت لوط علیہ السلام اور یوسف علیہ السلام کے بارے میں یہی **اتینہ حکم و علما"** ○ ۲۱/۷۴' کہا وغیرہ وغیرہ۔ ان سب معنی خیز ہدایات کا مقصد فاطر زمین و آسمان کے نزدیک ایک ہی تھا کہ زمین پر علم کی حکومت قائم کی جائے۔ چنانچہ ایک اور جگہ امارت اقوام کے مضمون

کو طالوت اور جالوت کے سلسلے سے پیوست کرکے انتہائی طور پر واضح کر دیا کہ خدا کے نزدیک قوموں کا صحیح امیر وہی ہے جس کو کثرت کے ساتھ علم اور جسم عطا کیا گیا ہو: **زادہ اللہ بسطتہ" فی العلم والجسم** ○ ۲/۲۴۷)۔ الغرض اگر غور سے دیکھا جائے تو موجودہ خطرناک حالات میں جو روئے زمین پر ظاہر ہو رہے ہیں دین فطرت کا صحیح علاج یہ ہے کہ دنیا کی تمام قوموں اور علی الخصوص ان کمزور قوموں میں جو زور آور قوموں کے آئے دن کے مظالم سے سخت خوف و ہراس میں ہیں عالم کی حکومت قائم کی جائے اور عالم کو غریب طبقے سے منسوب کرکے غریب اور امیر کے حلقے ہر ملک میں الگ کر دیئے جائیں۔ اس میں شک نہیں کہ پچھلے چار سو برس سے جو قیامت روئے زمین پر کمزور اقوام کے کچلنے کی برپا ہو رہی ہے اور جس کی وجہ سے ایشیاء کا براعظم کئی پشتوں سے یورپ کا محکوم بن کر اپنی زندگی کے آخری دن کاٹ رہا ہے' اس کی تہہ میں تمام تر یورپ اور امریکہ کی بے پناہ سرمایہ داری ہے جو آئے دن کی "سرد" اور "گرم" عالمگیر جنگوں کی بناء بن رہی ہے۔ یہ سرمایہ داری وہ بے پناہ طاقت ہے جو کسی ملک میں بھی غریب کی حکومت کو قائم کرنے نہیں دیتی حالانکہ غریبوں کی تعداد ہر ملک میں اغنیاء کے بالمقابل دس گناہ زیادہ ہے۔ یہی سرمایہ داری روپیہ کے زور سے "جمہوریت" کے دعوے دار ممالک میں بھی غریب کی ووٹوں کو خریدتی ہے اور یہی سرمایہ داری روپیہ کے زور سے قوموں کے سیاسی حاکموں کو مجبور کر دیتی ہے کہ سرمایہ داروں کے ذاتی نفعوں کی خاطر وہ دنیا میں عالمگیر جنگیں آئے دن چھیڑیں اور کمزور ملکوں کی اقتصادی حالت کو تباہ کرکے ان کو موت کے گھاٹ اتاریں۔ سرمایہ کی پرستش انسان کی پیدائش کے پہلے دن سے ہی انسانی بربادی اور ہلاکت کا سب سے بڑا باعث رہی ہے اور یہ امر مسلم ہے کہ روز اول سے ہی سرمایہ دار نے غریب کو کچلنے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اب جبکہ پچھلی تین صدیوں سے افراد کے گروہوں سے قطع نظر' سرمایہ دار قومیں غریب قوموں کے بالمقابل خم ٹھونک کر میدان میں آئی ہیں اور افراد کی جگہ اقوام کی ہلاکت کی قیامت کبریٰ روئے زمین پر نمودار ہو رہی ہے' دین فطرت کا

بنایا ہوا آخری علاج یہ ہے کہ عالم کی حکومت ہر ملک میں قائم اس لئے کردی جائے کہ عالم ہمیشہ غریب طبقے میں سے رہا ہے' غریب طبقہ ہمیشہ سے امیر طبقہ کے بالمقابل دس گنا زیادہ اکثریت میں ہے' غریب کی حکومت قائم کرنے سے امیراور اس کا سرمایہ ایک ایسی اقلیت میں آجائیں گے جس کی وجہ سے سرمایہ بجائے اس کے کہ دنیا کی سیاست پر حاکم ہو' صاحب علم حاکم کا محکوم بن کر رہ جائے گا اور عالم کو موقع ملے گا کہ وہ سرمایہ دار اور سیاسی مداریوں کے ظالم پنجوں سے نکل کر دنیا کی حکومت صحیفہ فطرت کے قانون کے مطابق کریں' بنی نوع انسان کو قوموں میں ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی بجائے بہ حیثیت مجموعی دیکھیں' دنیا میں انسان کا انسان سے جنگ و جدال قطعی طور پر منسوخ کرکے زمین پر اپنی علمی ایجادوں کے بہشت کے علاوہ سیاست اور حکومت کا ایک نیا بہشت پیدا کریں جو بنی نوع انسان کو بالاخر صحیفہ فطرت کے علم کے زور سے ایک امت پھر بنا کر رہے اور منشائے فطرت پورا ہو کہ انسان فی الحقیقت ایک امت ہیں کیونکہ وہ ایک ہی ماں اور ایک ہی باپ کی اولاد سے ہیں۔ سرمایہ کی حکومت کو کچل دینے کے بعد علم کی حکومت کا فطری میلان اس طرف ہوگا کہ روئے زمین کے تمام انسانوں کو صحیفہ فطرت کی واحد حقیقت کی طرف متوجہ کرے۔ تاکہ فطرت کے زیادہ سے زیادہ راز جلد از جلد کھل سکیں۔ روئے زمین کے اکثر انسان اپنے سمع و بصر اور ذہن کا صحیح استعمال کریں اور وہ اس جہنم کے عذاب سے بچ سکیں جس کی دھمکی خدا نے جن و انس کی اس اکثریت کو دی ہے جو ان عطیات الٰہی کو صحیح طور پر استعمال نہیں کرتی۔ علم کی حکومت ہی زمین پر تمام مذاہب کے اختلافات کو دور کرسکے گی کیوں کہ عالم فطرت کے نزدیک ہی دنیا کے تمام پیغامبر ایک مقصد لے کر آئے تھے اور وہ مقصد فطرت کو واضح کرنا تھا۔ عالم فطرت ہی انبیاء کی طرح کسی خاص مذہب مثلاً" یہودی یا نصرانی یا محمدیؐ گروہ سے تعلق نہیں رکھتا اس کے نزدیک ہی سب انبیاء برابر ہیں۔ اس کا مطمع نظر خالصتہ" یہ ہوگا کہ دنیا میں انسان کی انسان سے لامتناہی جنگیں برقرار رکھنے کی بجائے باہمی اخوت اور مسامحت سے زمین کی آبادی بے اندازہ طور پر بڑھا دی جائے

تاکہ باشندگان زمین میں آسمانوں کی نئی زمینوں پر قبضہ کرنے کی خواہش پیدا ہو۔ علم کی حکومت ہی قرآن حکیم کے اس اعلان پر صحیح معنوں میں عمل پیدا کرسکتی ہے کہ زمین پر جوشے ہے وہ زمین کی زینت کے لئے ہے۔ **انا جعلنا ما علیہ الارض زینتہ لھا لنبلوھم ایھم حسن عملا**" ○ ۱۸/۷۔ اس امر کا روئے زمین کے انسانوں کو پورا احساس دلا سکتی ہے کہ نہ صرف زمین کی ہر شے بلکہ آسمانوں کے لا تعداد ستارے اور کرے خدا نے انسان کے حسن عمل کی پاداش میں بطور انعام محفوظ کئے ہوئے ہیں (**وللہ ما فی السموت وما فی الارض لیجزی الذین اساء وابما عملوا ویجزی الذین احسنو بالحسنی** ○ ۵۳/۳۱۔ انسانوں کو انسانوں سے لڑا کر زمین کو بے آباد کر دینے سے فاطر فطرت تعالیٰ کے یہ عظیم الشان مقاصد پورے نہیں ہوسکتے۔ علم کی حکومت ہی انسان کے موجودہ علم کو جس کے ذریعے سے اب تک صرف گھومنے والی مشینیں بنی ہیں اور جس علم کی بنیاد نقطہ' خط مستقیم اور دائرہ کی غیر فطری شکلوں پر استوار ہوئی ہیں' ناقص ٹھہرا کر انسان کی توجہ اس علم کی طرف لگا سکتی ہے جس کی بنیادیں فطری اصولوں پر ہوں۔ یہ گھومنے والی مشینیں انسان کو زمین سے چند میل اوپر بھی نہیں لے جاسکتیں چہ جائے کہ ان کے ذریعے سے انسان کا قبضہ آسمانوں کے لا تعداد ستاروں اور کروں پر ہو۔ علم کی حکومت ہی اس مسئلے پر غور کرنے کے بعد دنیا کے تمام ملکوں کے عالمان فطرت حاکموں کی ایک مشترک کانفرنس منعقد کرسکتی ہے جس میں علم صحیفہ فطرت کو اس نئے نقطہ سے مسخر کرنے کے لئے علم کی نئی بنیادیں قائم کی جائیں' صرف بے جان اشیاء کی ماہیت دریافت کرکے گھومنے والی بے جان مشینوں کو بنانے کی بجائے فطرت میں زندہ اشیاء کی ماہیت اور زندگی کا راز دریافت کیا جائے' انسان کو زندہ اشیا کا خالق بنا کر خدا سے قریب تر کیا جائے' نسل انسانی میں خدائی اخلاق کی وہ خاصیتیں پیدا کی جائیں جس کے ذریعے سے وہ روز بروز خدا کا مماثل بنتا جائے ۔ تاکہ وہ خدا سے ملاقات کرنے کا اہل بنے اور کائنات کی آفرینش کا مقصد پورا ہو۔ الغرض علم کی حکومت سے ہی وہ تمام رکاوٹیں انسان کے

رستے سے دور ہوسکتی ہیں جن کے باعث وہ اب تک صرف ایک دوسرے کو کاٹ کھانے والا حیوان بنا ہوا ہے۔ اس کے سامنے صرف ایک دوسرے کے ملک پر قبضہ کر کے کمزور قوموں کو فنا کرنے اور ایک قوم کی عالمگیر حکومت قائم کرنے کے سوا کوئی مقصد نہیں۔ اس کی نگاہ زمین کے چھوٹے چھوٹے مسائل مثلاً" سفید اور سیاہ رنگ کی قوموں میں باہمی جنگ و جدال یا مذہبی تفریق کے باعث آئے دن کے مقاتلوں یا سرمایہ داری کے ظلم وغیرہ سے ہٹ کر کائنات کے بڑے بڑے مسائل کی طرف نہیں لگتی۔ وہ مقامی الجھنوں میں جو شرمناک طور پر ادنیٰ اور بے نتیجہ ہیں پڑ کر فطرت کے بلند مقاصد کو دیکھنے سے قاصر ہے اور فطرت کی چیستاں کو آپس میں مل کر حل کرنے سے کوسوں دور ہو رہا ہے بلکہ نسل انسانی کو دائمی جہنم میں ڈال کر اس کے بالاخر ناپید ہو جانے کے اسباب پیدا کر کے انسان کو ذلیل کر رہا ہے۔ روئے زمین کے ہر کمزور یا زور آور ملک میں سرمایہ داری کی حکومت کی بجائے عالمان فطرت کی حکومت قائم کرنے سے زمین پر انسانی ترقی کی بالکل نئی شاہراہ کھل جائے گی' اقوام عالم میں صرف چند افراد کے حامل علم ہونے کی بجائے قوموں کی قومیں صحیفہ فطرت کی طرف متوجہ ہوں گی' حقیقت کی طرف جانے کا مشترک بلکہ انقلاب انگیز احساس پیدا ہوگا۔ ملکوں کے عالم حکمران اس وقت ایک مستقل برادری ہوں گے جن کا مقصد تمام نسل انسانی کی مجموعی بہبودی ہوگا۔ وہ ایک دوسرے سے برسرپیکار ہو کر قوموں کو آپس میں لڑانے کی بجائے قوموں کی تمام اہلیتیں اس مقصد کی طرف موڑ دیں گے کہ صحیفہ کائنات کو مجموعی طور پر مسخر کر سکیں۔ وہ تمام نسل انسانی میں علم و خبر کا ہیجان پیدا کر کے قوموں کو اجماعی طور پر نبوت کی طرف لے جائیں گے تاکہ افراد کی جگہ اقوام کی نبوت پیدا ہو (اور تمام نسل انسانی کے مجموعی جہنم سے بچنے کی کوئی صورت پیدا ہو دیکھو (۲۶) (ا صفحہ ۸۵ پھر اقوام کی مجموعی نبوت سے نسل انسانی میں اسی طرح کے اعضائی انقلاب کی علامتیں پیدا ہوں جس طرح کے انبیاء کے بدنوں میں خاص خاص موقعوں پر پیدا ہو گئی تھیں جن کے باعث وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح زمین و آسمان کی تمام ملکوت کو بہ

چشم خود دیکھنے' حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح فاطر زمین و آسمان سے ملاقات کر کے ہم کلام ہونے اور رسول خدا ﷺ کی طرح "آسمانوں پر جا کر" خدا سے بقدر دو کمان قریب ہو جانے کے اہل بن گئے تھے۔ انسان کے موجودہ اعضا اگر کسی بہتر اعضاء کی طرف ارتقاء کر کے موجودہ انسان کو اس سے بھی بہتر مخلوق بنا سکتے ہیں تو یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ نہ صرف چند عالم افراد (جو آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں) بلکہ نسل انسانی کا اکثر حصہ اس انتہائی بصیرت اور نبوت میں لگ جائے جس میں کہ انبیاء لگ گئے تھے۔ تمام نسل انسانی کے سامنے صحیفہ فطرت ایک ایسی واحد حقیقت عیاں طور پر نظر آئے جس حقیقت تک جلد از جلد پہنچنے کے لئے ان کی آنکھیں ان کے کان' ان کے ذہن' دن رات لگے ہوں' نسل انسانی پر بہ حیثیت مجموعی خدا کی معرفت اور دریافت کے بارے میں وہی کیفیت طاری ہو جو انبیاء اکرام پر طاری ہوا کرتی تھی۔ وہ دھوکہ اور فریب' ظلم اور قتل' بربادی اور ویرانی کی بجائے حقیقت اور سچائی تک پہنچنے کی دھن میں لگی ہو۔ اس کے سامنے کائنات کا یہ حیرت انگیز منظر کسی منار کی طرح روشن ہو جس منار تک پہنچنے کے لئے ہزاروں اور لاکھوں جانیں روزانہ اسی طرح قربان ہوتی جائیں جس طرح کہ آج کوہ ہمالیہ کی چوٹیوں پر پہنچنے کے لئے علمائے فطرت کی جانیں قربان ہوتی ہیں۔ الغرض زمین کے موجودہ خطرناک مسئلوں کا حل' جن کے نہ حل ہونے سے یقینی طور پر جہنم اور نسل انسانی کا بالآخر منقطع ہو کر ہلاک ہو جانا لازمی ہے' ازروئے قرآن یہ ہے کہ ہر ملک میں علم کی حکومت قائم کی جائے نسل انسانی چونکہ آج کل "جمہوریت" کے طلسم میں پھنسی ہے اور اسی جمہوریت کے فریب کے باعث جو سرمایہ داری نے زمین پر پھیلا دیا ہے' بے مثل دکھ اٹھا رہی ہے اس لئے ہر ملک اور قوم میں عام ہیجان پیدا کر دیا جائے کہ جمہوریت کے معنی سرمایہ داری کا عروج نہیں بلکہ اس طبقے کی حکومت ہے جو اکثریت میں ہے اور چونکہ ہر ملک اور قوم میں غریب اکثریت میں ہیں' اس لئے جمہوریت کے صحیح معنی صرف غریب کی حکومت ہے۔ غریب کی حکومت ہر ملک میں قائم کرنے کے لئے لازمی ہے کہ غریب

کاحلقہ امیر سے الگ ہو تاکہ سرمایہ دار غریب کے ووٹ کو خرید نہ سکے اور چونکہ غریب کے حلقے میں عالمان فطرت(جن کی ماہانہ آمدنی عموماً" تین چار سو روپیہ نصف صدی قبل سے زیادہ نہیں ہوتی) شامل ہیں' اس لئے جمہوریت کا لازمی نتیجہ عالم کی حکومت ہے۔ الغرض قرآن حکیم کی تعلیم موجودہ دکھی دنیا کے لئے وہ نور ہدایت ہے جو زمین کے سب ناقابل حل مسئلوں کو قطعی طور پر حل کر کے کائنات کی پیدائش کے مقصد تک اس تیز رفتاری سے لے جا سکتی ہے کہ کوئی دوسرا ارضی قانون اس تیز رفتاری سے لے جا نہیں سکتا۔ مسلمانوں میں اگر یہ تعلیم اس نئے نقطہ نظر سے رائج ہو کر قرآن حکیم کے نئے مبلغ دنیا کے طول و عرض میں پیدا کر گئی تو کچھ عجب نہیں کہ دین اسلام اگلے پچاس برس میں ہی پھر دنیا پر غالب آجائے اور **لیظھرہ علی الدین کلہ** کا نصب العین مسلمانوں کو ایک بار پھر حاصل ہو جائے۔ قرآن کو اگر دنیا میں پھر زندہ کرنا ہے تو آج اس تنور اور تقدم کے زمانے میں دنیا کسی اور طریقے سے قرآن کو سننے کے لئے تیار نہیں۔ نہ دین اسلام کسی اور طریقے سے زندہ ہو کر عالمگیر ہو سکتا ہے۔

فقط

محمد عنایت اللہ خان المشرقی

۲۵ اگست ۱۹۵۳ء

خوفناک منظر

امریکہ کا تسلط ہے وہ خوفناک منظر!
کہ زمیں تصور اس کے ہے ہر اس میں دبی ہے
یہ سمجھ لو قوم اک کا ہوا غلبہ گر زمیں پر!
تو مچے گی دھاندلی وہ کہ نہ اک کی خیر ہی ہے

(حضرت علامہ المشرقیؒ)

قرآن کو سمجھنے کے لئے بلندی نگاہ کیا ہو!

کسی کتاب کے مفہوم کو جو مصنف کے ذہن میں ہے سمجھنے کے لئے اس کے مصنف کی حیثیت کو پیش نظر رکھنا بھی لازمی ہے' قرآن اگر اس بے مثال وجود کا کلام ہے جس نے آسمان کے کروڑ در کروڑ ستاروں اور سیاروں کو پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ اس زمین کو بھی پیدا کیا اور یہ کلام اس وسیع زمین کے ایک چھوٹے سے وجود یعنی انسان کو اس ناپیدا کنار مخلوق میں راہ دکھلانے کے لئے ہے تو لازمی ہے کہ اس کلام میں اس حد تک بڑائی ہو کہ اس کا تصور بھی انسان کے ذہن میں نہیں آ سکتا۔ یہ بڑائی ظاہر ہے کہ سمجھ میں نہیں آسکتی جب تک کہ انسانی نگاہ بھی کافی وسیع اور بلند نہ ہو' انسان کی بلندی نگاہ یہ ہے کہ وہ قرآن کو سمجھتے وقت تمام کائنات(بلکہ اس کی پچھلی داستان کو جب سے وہ پیدا ہوئی) آنکھوں کے سامنے رکھے' قرآن کے نقطہ نظر کو سمجھنے کے لئے اپنے آپ کو آسمان کے افق اعلیٰ تک بلند کرے اور پھر وہاں کھڑا ہو کر سمجھنے کی کوشش کرے کہ قرآن نے کیا کہا۔

مثلاً" **ان فی السموات والارض لایات للمومنین** ○ ۴۵/۳ سات الفاظ کی ایک چھوٹی سی آیت قرآن میں ہے جس میں دو تاکیدی الفاظ **ان** یعنی (درحقیقت) اور "ل" یعنی (ضرور) کے ہیں اور ترجمہ یہ ہے کہ "بے شک آسمانوں اور زمین میں ایمان رکھنے والوں کے لئے ضرور بہت سے اشارے ہیں"۔ پست نظر انسان کی نگاہ جس نے آسمانوں اور زمین کو غور سے دیکھا ہی نہیں کہ یہ کارخانہ کیا ہے' ان دو تاکیدی الفاظ کے باوجود اس آیت کی اہمیت کو نہ سمجھے گی کہ قرآن نے انسان کو کیا کہا"ایمان والوں" پر کیا فرض عائد کیا' "آیات" کا لفظ کہہ کر کیا مفہوم سمجھایا' اور ان آیات کو پڑھنے کے بعد بغیر کسی تعجب کے بغیر کسی حرکت اور ولولے کے بغیر کسی ارادہ بنانے یا عمل کی راہ تیار کرنے کے' وہ اس کو ایک بے معنی سی بات سمجھ کر گذر جائے گا۔ اور اس آیت کا کوئی "غم" ذہن میں نہ رکھے گا۔ حالانکہ یہ سات لفظ تیرہ سو ستر برس ہوئے اس فاطر زمین و آسمان نے کروڑوں اور اربوں برس کی مدت کے بعد) نہیں' لاکھوں اور

کروڑوں برس کی محنت کے بعد ہوش اور سمجھ والے انسان کو پیدا کر کے پہلی دفعہ اس کو یہ سمجھانے کے لئے کہے ہیں کہ "دیکھو اس وقت تک تو کوئی دوسری مخلوق ان میرے الفاظ کو اگر میں کہہ بھی دیتا' سمجھنے کی اہل نہ تھی کیونکہ ذہن ہی نہ رکھتی تھی لیکن اب تم انسانوں کو آخری پیغمبرؐ کے ذریعے سے کہتا ہوں کہ تم کافی سوچ اور سمجھ والے بن چکے ہو' میں نے ان کروڑوں ستاروں اور سیاروں اور زمین کی ہر شے میں جو میں نے بنائی ہے ان انسانوں کے لئے جنہیں یقین ہے کہ میں نے کوئی شے بے مطلب نہیں بنائی اور جو ان کے مفید ہونے پر ایمان رکھتے ہیں' لا انتہا فائدے نسل انسانی کی بہتری اور بہبودی کے لئے رکھے ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ انسان ان سے فائدہ اٹھا کر اپنا آئندہ مقام حاصل کرے۔ گویا یہ تمام سلسلہ کائنات ہی تم سمجھ دار انسانوں کے لئے بنایا ہے۔!

اس طرح کی یا بلند نگاہ سے کہی ہوئی اور صدہا آیتیں قرآن میں ملیں گی۔ بڑی شخصیت کا کلام ہونے کی وجہ سے کئی جگہ ایک آیت کا تعلق ساتھ کی آیت سے واضح نہیں ہوتا۔ کئی جگہ ذہن پریشان ہوتا ہے کہ بات کیا ملانوں والی کہہ دی' کئی جگہ تمام سورت پڑھ لینے کے بعد بھی کسی نتیجے پر پہنچا نہیں جاسکتا۔ قرآن میں کئی جگہ ایک آیت کے ایک حصے کا ربط اس کے دوسرے حصے سے نہیں ہوتا وغیرہ وغیرہ' یہ سب اس لئے کہ اتنی بڑی شخصیت کے مصنف کے شایان شان نہیں کہ وہ انسان کو بچوں کی طرح سمجھائے۔ انسان میں خود وہ ذہن موجود ہے کہ وہ اس تمام کائنات کو بہ حیثیت مجموعی سمجھ کر مالک زمین و آسمان کے کلام کے مفہوم کو سمجھنے کی کوشش کرے۔ یہی مشکل صحیفہ فطرت میں ہے' ہزاروں برس کی تحقیق و تلاش کے بعد اب انسان نے آگ یا تیل سے چلنے کا انجن یا بڑی ہلاکت پیدا کرنے والا ایٹم بم بنایا ہے' اور ابھی نہ جانے آگے چل کر اور کیا بنائے گا۔

پس قرآن سے صحیح نتائج اخذ کرنے کے لئے ضروری ہے کہ

(ا) ہر آیت کے متعلق اس کے مفہوم سمجھنے کا زاویہ نگاہ بلند ہو۔

(۲) قرآن کے الفاظ کو ان کے اس وقت کے مفہوم اور معنوں میں دیکھا جائے جب کہ قرآن نازل ہوا تھا' جو معنی اب رسم و رواج کے باعث "ملائی" بن چکے ہیں نہ لئے جائیں

(۳) کسی لفظ کے معنی کی شرح خود قرآن سے لی جائے الا یہ کہ وہ لفظ کسی دوسری جگہ موجود نہ ہو اور اس صورت میں مجبوراً" لغت سے کام لیا جاسکتا ہے۔

(۴) مختلف جگہوں پر ایک ہی مضمون کی آیتوں کو سامنے رکھ کر اور مقابلہ کرکے مفہوم تلاش کیا جائے۔

(۵) قرآن کے ہر حصے کو یکساں طور پر ضروری اور واجب العمل سمجھا جائے خواہ وہ سردست سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔

(٦) اس بات کا لحاظ رکھا جائے کہ سینکڑوں یا ہزاروں برس کے واقعات کو چند لفظوں میں بیان کرنے میں' یا پوری کائنات کی کسی حقیقت کو ایک قاعدے کے تحت لانے میں کس قدر دقت ہے اور ان چند لفظوں سے ہی حقیقت پر حاوی ہونے کی سعی کی جائے۔

(۷) سب سے ضروری یہ امر کہ یقین اس بات کا ہو کہ قرآن کے الفاظ زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے خدا کے الفاظ ہیں اس لئے اگر ان کا صحیح مفہوم معلوم ہوگیا تو بنی نوع انسان کے لئے مفید ہوگا۔

(۸) قرآن کو غرض صرف رسمی مسلمانوں سے نہیں سب نوع انسان سے ہے۔

(۹) اگر قرآن کہتا ہے کہ زمین کے وارث صالح لوگ ہیں تو جو قومیں زمین کی اس وقت وارث ہیں اسی نسبت سے جس قدر وہ وارث ہیں صالح ہیں یا اگر قرآن کہتا ہے کہ کافر کو ہمیشہ شکست اور مومن کو ہمیشہ فتح ہے تو جس قوم کو شکست مل رہی ہے وہ کافر اور جس کو فتح ہو رہی ہے وہ اسی نسبت سے مومن ہے۔ گویا قرآن کا تعلق صرف مسلمانوں کی موجودہ ملت سے نہیں سب سے ہے اور سب قرآن کی مخاطب ہیں۔

ان تصریحات کے بعد جو باتیں قرآن کے متعلق سمجھنے والی ہیں وہ یہ ہیں:-

۱۔ قرآن کوئی "مذہبی" کتاب مسلمانوں کی نہیں جس سے انسانوں کے اس فرقہ کے مذہبی نشان اور شعائر(مثلاً" داڑھی رکھنا یا تہمد پہننا' یا تسبیح ہاتھ میں رکھنا وغیرہ وغیرہ) معلوم ہوتے ہیں جس کا نام "مسلمان" ہے بلکہ وہ تمام بنی نوع انسان کے لئے خدا کا قانون ہے۔ قرآن انکار کرتا ہے کہ ابراہیم یہودی تھا یا نصرانی بلکہ وہ خالص "مسلم" تھا (یعنی خدا کے حکموں کو ماننے والا)۔ اسی طرح قرآن میں مسلم وہ قوم ہے جو حکموں کو عملاً" مانتی ہے' عقیدۃ" قرآن کو ماننے والی قوم قرآن کے نزدیک کچھ نہیں۔ پیغمبر کوئی فرقہ بنانے نہ آئے تھے' نہ رسول خدا ﷺ نے کوئی گروہ "مسلمان" بنایا۔

۲۔ قرآن میں کئی جگہ **لقوم یعلمون' لقوم یتقون' لقوم یسمعون' لقوم العملون** وغیرہ وغیرہ کے الفاظ ہیں اس لئے قرآن کا خطاب انسان کی ہر اس قوم کی طرف ہے جو عمل کرے' علم حاصل کرے' ڈرے' سنے' ایمان لائے وغیرہ وغیرہ مسلمان قوم کی کوئی تخصیص نہیں

۳۔ قرآن میں آدمؑ کی کہانیاں کسی حضرت آدمؑ کی کہانیاں نہیں بلکہ نوع انسان کے متعلق انسان کا اس دنیا میں مقام ظاہر کرنے کے لئے ہیں۔ دنیا میں کوئی ایسا واقعہ نہیں ہوا کہ پہلے صرف ایک مرد اور ایک عورت پیدا ہوئی اور اس سے نسل پھیلی۔ زمین کی پچھلی تاریخ ثابت کرتی ہے کہ ادنیٰ حیوانوں کی نسلیں لاکھوں برسوں میں آہستہ آہستہ چڑھتے چڑھتے انسان کی ہم شکل بن گئیں۔ پہلے انسان بڑے وحشی تھے پھر آہستہ آہستہ مہذب ہوتے گئے' پھر اکھٹے رہنے لگے پھر جوں جوں سمجھ آتی گئی ان میں رحم' ہمدردی' انصاف' دیانت' نیکی وغیرہ وغیرہ کی خصلتیں آتی گئیں' قرآن میں آدمؑ کا ذکر تمثیلی معنوں میں ہے' ممکن ہے لاکھوں برس بعد کوئی حضرت آدمؑ علیہ السلام بھی ہوئے ہوں لیکن اس وقت انسانی نسل مکمل ہو چکی تھی۔

۴۔ شیطان اور فرشتوں کا ذکر قرآن میں بطور خدائی قوتوں کے ہے جو خدا کے حکموں

کی تعمیل اسی طرح کرتی ہیں جس طرح سورج چاند ستارے وغیرہ یا درخت' حیوان' جمادات وغیرہ لیکن وہ صرف قوتیں ہیں۔ انسان ان سے بہت اعلیٰ تر پیدائش ہے۔

۵۔انبیا علیہم السلام کے قصے نہایت مختصراور مغلق ہیں ان کو سمجھنا آسان نہیں۔

۶۔ چھوٹی چھوٹی سورتیں جو اکثر قرآن کے اخیر میں ہیں نہایت پیچیدہ معانی رکھتی ہیں ان کی تہہ میں پہنچنا آسان نہیں۔

۷۔ قیامت' آخرت' عاقبت' وغیرہ کے الفاظ کے معانی قرآن حکیم میں ان سے بالکل مختلف ہیں جو لوگوں نے رواج دیئے ہیں۔

۸۔ قرآن کی کوئی ایک سورۃ مکمل مضمون ہے اور رکوع اس کے وہ وقفے ہیں جہاں سے نیا مضمون شروع ہوتا ہے' لازم ہے کہ ایک سورۃ کے اندر کوئی مستقل سبق ہو اور اس کا استدلال مربوط ہو۔

۹۔ اگر کسی جگہ قرآن کی ایک آیت کا بعد کی آیتوں سے ربط پورے طور پر نہیں بیٹھتا تو مطالب کے سمجھنے میں خرابی ہے' قرآن کا نقص نہیں۔

۱۰۔ ہر لفظ یا اصطلاح کا پورا مفہوم قرآن میں موجود ہے اور مختلف جگھوں پر اس لفظ یا اصطلاح کے واقع ہونے والی آیتوں کا مقابلہ کرکے پورا مفہوم معلوم ہوتا ہے۔

آخری بات جو قرآن کے متعلق ذہن میں رکھنے والی ہے یہ ہے کہ کروڑوں اور اربوں سال کی کامل خامشی کے بعد مہذب (یعنی متمدن) اور کافی طور پر ترقی یافتہ انسان کے ساتھ فاطر زمین و آسمان تعالیٰ کی پہلی علمی بات قرآن ہے اور یہی خدا کی آخری بات بھی ہے (جو اب تک پچھلی تیرہ سو ستر برس کی تاریخ سے ثابت ہے)۔ ایسی آخری بات میں لازم تھا کہ خدا اپنی کروڑوں اور اربوں سال کی مدت میں بنائی ہوئی فطرت کا بڑے شدومد سے ذکر کرتا' انسان کو کہتا کہ دیکھو یہ میرا واحد کارنامہ ہے' پہلے انبیاء کے وقت میں تو انسان کا ذہن اتنا ترقی یافتہ نہ تھا کہ فطرت کے متعلق میری پوری بات سمجھ سکتا' اب میں پوری بات بتا کر تم سے رخصت ہوتا ہوں کہ اس کارخانہ فطرت کا ایک ایک ذرہ اور گوشہ تلاش کر مارو' اسی کے اندر سب کچھ ہے' اسی

کے اندر تمہاری نجات ہے' میں نے اسی لیئے کہ کوئی مخلوق میری حیرت انگیز صحیفہ فطرت کو سمجھ کر میری بڑائی کو پہچانے' انسان کو پیدا کیا اور یہی آفرنیش کا منشاء ہے! چنانچہ اسی واسطے اس آخری کتاب میں اس شدومد سے صحیفہ فطرت کا ذکر ہے۔

مورخہ: ۱۹ اگست ۵۴ء سنہ

رہنما

خدا رب العالمین ہے۔ مسلمان چاہتا ہے کہ اس کا سردار اور رہنما بھی رب القوم ہو۔ آپ خواہ ایک ہزار بتوں کی پرستش کرتا ہو۔ اولاد کا غلام ہو۔ دولت کا بندہ ہو۔ گناہوں میں پھنسا ہو مگر اس بدبختی کے باجود چاہتا ہے کہ اس کو رستہ دکھلانے والا بالکل بے عیب ہو۔

(علامہ مشرقیؒ)

ایشیاء اور یورپ کی یونیورسٹیوں میں تعلیمی ریکارڈ قائم کرنے اور علم و خبر کے مفکر اعظم 'نقیب فطرت 'بیلچہ بردار قائد انقلاب علامہ مشرقیؒ خاکساروں کی پانڈو کی میں قائم پہلی جماعت کے ساتھ صف اول میں عسکری مارچ کرتے ہوئے۔

صلائے عام بہ ساکنان زمین!

دنیا کے ہوشمند انسانوں کو خطاب!

ا۔ ہوشمند انسانوں کو جو روئے زمین کے انسانی مسائل کو بلند نظر سے دیکھنے کے لئے تیار ہیں پہلا مسئلہ جو حیران کر دیتا ہے حسب ذیل ہے۔

اربوں اور کھربوں میل کی دوریوں تک آسمانی فضا میں لاتعداد کرے موجود ہیں جن کے متعلق انتہائی کاوش کے بعد بھی اب تک انسان کو معلوم نہیں ہوسکا کہ ان میں کوئی جاندار آبادی موجود ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو وہ اعضائی لحاظ سے انسان سے بہتر ہے یا کمتر۔ عقل باور نہیں کرتی کہ یہ سب ارب در ارب کرے جو زمین سے کروڑ ہا گنے بڑے ہیں ویران پڑے ہوں۔ کیا فطرت اس لا متناہی حد تک فضول خرچ ہے کہ صرف اس زمین پر فطرت کو سمجھنے والی مخلوق یعنی انسان پیدا کیا ہو اور ذی ہوش مخلوق کسی اور جگہ نہ ہو' فطرت نے اگر ان میں انسان سے بہتر کوئی مخلوق پیدا نہ کی تو تعجب ہے اور اگر پیدا کی ہے تو وہ مخلوق کیا کر رہی ہے' کن اعضا سے مرتب ہے کن احوال میں زندہ ہے' اس مخلوق کا ہم انسانوں سے کوئی ربط ضبط اب تک کیوں پیدا نہیں ہوا۔ اور چونکہ پیدا نہیں ہوا اس لئے غالب گمان یہ ہے کہ وہ مخلوق انسان سے ذہن میں برابر یا کمتر ہے اور اس بنا پر صرف انسان ہی اشرف المخلوقات ہے اور اس کے ذمہ اہم ترین فرض ہے کہ اس کا کام لامتناہی مخلوق کو دریافت بلکہ مسخر کرے لیکن حال یہ ہے کہ وہ ابھی صرف زمین ہی کی مخلوق کا کروڑواں حصہ مسخر نہیں کرسکا' نزدیک سے نزدیک ستارے کو مسخر کرنا تو درکنار رہا!

چند ارب انسانوں کا اس زمین پر وجود صحیفہ فطرت کی بیکراں پہنائی کے مقابلے میں بہ منزل صفر کے ہے۔ کیا یہ چھوٹی سی ایک نقطہ سے بھی کم آبادی کبھی نہ کبھی تمام صحیفہ فطرت کو مسخر کر لے گی وہم میں نہیں آتا۔ لیکن اگر اور کوئی مخلوق انسان سے بہتر کسی جگہ نہیں تو صحیفہ فطرت کو مسخر کرنا صرف انسان کا کام ہے۔ اور اگر ہوشمند

مخلوق کے ذریعہ سے فطرت کو دریافت اور مسخر کرنا فاطر زمین و آسمان کا منشاء نہیں ہے تو پھر اس نے یہ عظیم الشان کارخانہ کیوں پیدا کیا؟ یہ بھی باور نہیں آتا کہ یہ تمام حیرت انگیز اور مفید کائنات بے مطلب پیدا کی گئی ہے!

ادھر انسان کی یہ حالت ہے کہ کروڑ در کروڑ انسان اپنی اپنی کشمکش حیات میں لگے ہیں' ان کو صحیفہ فطرت کو دیکھ کر کچھ تعجب نہیں ہوتا' ان کو فرض کا احساس تو الگ یہ بھی معلوم نہیں کہ ان کے ذمے کوئی فرض ہے۔ ہزاروں اور لاکھوں انسانوں میں سے صرف چند ہیں جو صحیفہ فطرت کی طرف انسانی مفاد کی خاطر لگے ہیں' ان چند میں سے لاکھوں اب تک اسی جستجو میں اپنے آپ کو ہلاک کرنے کے باوجود کسی بڑی منزل تک نہیں پہنچے۔ چند گھومنے والی مشینیں بنا سکے ہیں جو کچھ تیز حرکت کر سکتی ہیں' لیکن صحیفہ فطرت کے کروں کی حرکت کے مقابلے میں یہ حرکت کچھ شے نہیں۔ یہ لوگ چند میل سے زیادہ اوپر نہیں جا سکتے۔ چند میل سے زیادہ کی آواز سن نہیں سکتے۔ دور بین کے ذریعے کروڑوں میل تک کچھ نہ کچھ دیکھ سکتے ہیں لیکن یہ فاصلے بھی صحیفہ فطرت کے فاصلوں کے مقابلے میں کچھ وقعت نہیں رکھتے' الغرض صرف چند لوگ بصیرت رکھتے ہیں باقی تمام مخلوق انسانوں کی اندھی بہری اور گونگی ہے۔

ادھر انسان کی ایک اور حالت یہ ہے کہ مذہب' نسل' رنگ' قومیت' خواجگی' غلامی' سرمایہ داری' مزدوری' تعصب' جمہوریت' اشتراکیت وغیرہ وغیرہ کے لامتناہی جھگڑوں میں پھنسا ہے' جب سے اس کا ظہور اس زمین پر ہوا لاتعداد جنگیں بے انتہا فساد اس زمین پر برپا ہیں۔ قوم سے قوم الگ ہے اور کوئی صورت انسان کے ایک امت بن جانے کی نظر نہیں آتی تاکہ صحیفہ فطرت کو اپنی مجموعی قوت سے ہی فتح کر سکے۔ جو وحوشت اور درندگی انسان میں ہے خدا کی کسی اور مخلوق میں ہرگز نہیں اور تمام صحیفہ فطرت میں صرف انسان ہی ایک وجود ہے جو ایک جنس کا ہو کر آپس میں برسرپیکار ہے' فساد کا سب سے بڑا محرک اب بھی مذہب ہی ہے جو انسان کو ایک وحدت میں پرونے نہیں دیتا' دوسرے محرک بھی ہزاروں ہیں جو انسانی امت کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے اس

کی اجتماعی قوت کو ضائع کر رہے ہیں۔

۲۔ دوسرا مسئلہ جو ہوشمند انسان کے لئے تعجب خیز ہے حسب ذیل ہے:۔

کشمکش حیات جس میں انسان مبتلا ہے زیادہ تر انسان کی آپس کی جنگوں کی وجہ سے ہے' صحیفہ فطرت سے براہ راست جنگ کی وجہ سے نہیں۔ روئے زمین پر اب بھی انسانی خوراک اور ضروریات کے وسائل اس قدر کثرت سے ہیں کہ اگر سب انسان مل جل کر زمین کے خزانوں کو مسخر کریں اور ایک قوم دوسری قوم کو کمزور اور مغلوب کرکے اس کو ہلاک کرنے کی کوشش نہ کرے تو موجودہ آبادی سے دس پچاس یا ہزار گنا آبادی بھی ایک معتدل معیار زندگی قائم رکھ سکتی ہے۔ اگر ایک قوم (مثلاً" امریکہ یا روس کی قوم جن کی آبادی بہ مشکل ۲۵ کروڑ ہے) دنیا میں باقی سب قوموں پر غالب آگئی تو بالاخر زور آور قوم کے دست تظلم کی وجہ سے زمین کی آبادی اور کم ہو جائے گی اور غالب قوم کی کشمکش حیات بھی اسی تناسب سے کم۔ ایسی حالت میں غالب قوم کو اپنی چھوٹی سی آبادی کو زندہ رکھنے کے لئے زیادہ آسانیاں ہو جائیں گی اور وہ غالب قوم بالاخر کاہل ہو کر ہلاکت کے نزدیک خود بخود آ پہنچے گی۔

تقاضائے فطرت یہ ہے کہ کسی جنس کی کشمکش حیات کثرت آبادی کی وجہ سے مجموعی طور پر اس حد تک پہنچ جائے کہ وہ جنس وسائل حیات کو زیادہ عمدہ طور پر حاصل کرنے کے لئے نئی زمینوں کی تلاش کرے اور ساتھ ہی ساتھ اس میں اعضائی ارتقاء بھی پیدا ہوتا جائے جو حیات کے وسائل زیادہ عمدہ طریقہ پر فراہم کرے۔ ایک چھوٹی سی انسانی قوم کے باقی سب انسانی قوموں پر غالب آنے سے یہ تقاضا پیدا نہیں ہوسکتا۔ نہ اس زمین سے باہر کسی دوسری زمین کی تلاش کرنے کا ولولہ پیدا ہوسکتا ہے۔

دوسری دقت یہ ہے کہ ایک قوم کے دوسری قوموں پر غالب آجانے سے صحیفہ فطرت کے وسائل کی تلاش بھی کم ہو جائے گی اور جس سرعت سے زمین کے تمام وسائل کو مسخر کرنے کے بعد نئی زمینوں کو مسخر کرنے کی خواہش پیدا ہوسکتی ہے وہ سرعت بھی نہ رہے گی۔

القصہ یہ کہ انسان کی آپس میں ایک دوسرے کو مغلوب کرنے کی کوشش غیر فطری ہے اور اس کا نتیجہ انسان کی نسلی ہلاکت ہے۔ دوسرا نتیجہ ہے کہ انسان صحیفہ فطرت کو مسخر کرنے سے رہ جائے گا۔

۳۔ ان حالات میں انسان کے سامنے فطری طور پر حسب ذیل مسائل پیش ہو جاتے ہیں:۔

انسان اس روئے زمین پر اپنی آبادی کو زیادہ سے زیادہ کثرت سے کرے تاکہ کشمکش حیات زیادہ سے زیادہ پیدا ہو' انسان آپس کے تمام تعصبات جو مذہب رنگ نسل وغیرہ کی وجہ سے پیدا ہوئے ہوں چھوڑتا جائے' مقصد آپس میں جنگ نہ ہو بلکہ صحیفہ فطرت کے وسائل سے جنگ ہو۔ موانست بلکہ اخوت قائم کرے' جیسا کہ ادنیٰ اجناس حیوانی میں ایک جنس کے اندر ہے' صرف چند لوگ ہی نہیں بلکہ نسل انسانی کا اکثر حصہ (سوفیصدی تک) فطرت کے استعمال دریافت اور تسخیر میں لگ جائے تاکہ نہ صرف یہ کہ زمین کے تمام وسائل ختم ہونے کو آ جائیں بلکہ پیہم عمل سے ایجادات میں انتہائی ترقی ہو تاکہ زمین سے باہر کی دوسری زمینوں پر قبضہ کرنے کے سامان پیدا ہوں انسانی دماغ میں بحیثیت مجموعی ارتقاء پیدا ہوتا جائے اور انسان کے اعضاء بھی اسی طرح ارتقاء کریں جس طرح کے ادنیٰ حیوانوں نے اب تک ارتقاء کیا۔

۴۔ (ا) انسان کے آپس کے جھگڑوں کے مٹانے کا مسئلہ اس قدر حیرتناک طور پر مشکل ہے کہ اس کا حل ناممکن نظر آتا ہے۔ "مذہب" کے مخمصے کے متعلق اگرچہ صاف طور پر ظاہر ہے کہ ایک خدا کی طرف سے بھیجے ہوئے کئی ہزار نبی بھی بدیہی طور پر الگ الگ پیغام نہیں لاسکتے اور یا سب جھوٹے ہیں یا اگر وہ سچے ہیں تو ان کے پیغام کو انسان نے ضد اور ہٹ دھرمی کے باعث غلط لیا ہے لیکن انسان کو ابھی تک یہ بات سمجھ نہ آئی کہ یہ دلیل قطعی طور پر درست ہے' خدا کا منشاء ہرگز یہ نہیں ہوسکتا کہ اس کے بنائے ہوئے بندے آپس میں ایک دوسرے کے خلاف صف آرا ہوں اور یہ زمین فساد کا گھر بن جائے' اگر انسان کسی کشمکش میں مبتلا ہو سکتا ہے تو مجموعی طور پر صرف فطرت

کے خلاف ہو سکتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس نسلی' جغرافیائی' قومیت' سرمایہ داری اور مزدوری' آقائی اور غلامی کے جھگڑوں کے متعلق بنی نوع انسان کو سمجھانا کہ یہ سب غیر فطری ہیں اور انسان کی اعلیٰ ترقی یافتہ جنس کے لئے انتہائی طور پر ناموزوں' کسی ایک کانفرنس یا بڑے فلسفی کے وعظ کا کام نہیں' انتہائی ذہنی ترقی کے باوجود انسان میں بہ حیثیت مجموعی وہ تدبر ہی نہیں کہ ان مسئلوں کو سمجھ کر کوئی حل دریافت کر سکے یا کسی ایک بات پر متفق ہو سکے۔ ادھر اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ بین الاقوامی جھگڑے تو الگ رہے' انسانی قومیں اپنی داخلی تنظیم میں بھی شہنشاہیت' جمہوریت' اشتراکیت یا اس قسم کے اور ڈھونگ رچا کر دراصل انسان کو انسان کی غلامی میں رکھنے کی تجویزیں کرتی رہی ہیں۔ ایک قوم کے اندر ہی بشر کو بشر کا پابند کرنے اور قوم کے خلاف مجموعی سازش کرنے کے کئی سامان روز بروز بنتے جاتے ہیں۔ اور وہ افراد کی آزادی جو ادنیٰ حیوانوں میں نمایاں ہے انسانی مجتمعات میں ہرگز نہیں۔ مغربی طرز کی جمہوریت میں بھی جو انسانی آزادی کا ایک مکمل مظہر سمجھا جاتا ہے بالآخر چڑھ سرمایہ دار کی ہے اور غریب طبقہ کی جو ہر ملک میں اکثریت میں ہے انصافاً" کہیں حکومت قائم نہیں ہوئی' نہ سرمایہ دار اس امر کی اجازت دیتا ہے کہ ملک کے سپاہی طبقہ کی جو ملک کی حفاظت کے لئے جانیں دیتا ہے' حکومت قائم ہو' ان حالات میں تمام صحیفہ کائنات اور اس کے بلند مقصد کو سامنے رکھ کر انسان سٹ پٹا جاتا ہے۔ کہ کیوں کر مذہب' نسل' رنگ' جغرافیہ' قومیت' سرمایہ داری' آقائی وغیرہ کے تعصبات سے نوع انسانی کو آزاد کرکے ذہنی اور اعضائی ارتقاء کے اس بام تک پہنچا دے جس تک سب ادنیٰ حیوانات روز آفرینش سے اب تک اپنی نوعی اتحاد کے باعث پہنچتے رہے ہیں۔ انسان میں اگر یہ نوعی اتحاد نہ ہوا تو غالب یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسانی نسل ایک دوسرے سے لڑلڑ کر ہی نیست و نابود ہو جائے گی اور آفرینش کا یہ سلسلہ جو انسان تک کروڑوں برس کے اعضائی ارتقاء سے پہنچا تھا یہیں پر ختم ہو جائے گا۔ اس تخیل کی پستی یہاں تک پہنچی ہے کہ دنیا کے بعض مشہور سائنس دان بھی اس امر کا اظہار کر رہے ہیں کہ انسانی

اعضاء اور انسانی ذہن اب اس سے زیادہ مکمل تر نہیں ہو سکتے۔ گویا وہ ارتقاء جو کروڑوں برس سے ہو رہا تھا اب آخری طور پر رک چکا ہے اور انسان کی قسمت یہ ہے کہ اپنی داخلی کشمکش حیات میں ہی ایک دوسرے کو فنا کر دے اور اس کی نسل منقطع ہو جائے!

(ب) ہوشمند انسان کے لئے سائنس دانوں کی یہ کم نگاہی نہ صرف حد درجے تک افسوسناک ہے بلکہ صریحاً" غلط ہے کیونکہ کائنات کا یہ ناپیدا کنار سلسلہ اس امر کو گوارا کر نہیں سکتا کہ انسان جیسی ہوشمند خلقت کو کروڑوں اور اربوں برسوں کے ارتقاء کے بعد پیدا کرکے پھر اس پر ارتقاء کو ختم کر دے اور کائنات کے پیدا کرنے کی غرض و غایت ہی فنا ہو جائے!

(ج) احوال فطرت کے مطالعہ سے جو طبقات زمین کی پیدائش پر غور کرنے سے اخذ ہوتا ہے جو نتیجہ نکلتا ہے صاف طور پر یہ ہے کہ اگر ادنیٰ حیوانوں کے ارتقاء سے انسان پیدا ہوا ہے تو انسان سے اور ہزار ہا قسم کی برتر مخلوق کا پیدا ہونا اٹل ہے' انسان کی سمجھ اگر اس وقت اس قدر ناقص ہے کہ وہ آپس ہی میں لڑ رہا ہے تو اس سمجھ میں کافی تلخ اور ہولناک تجربوں کے بعد ترقی ضرور ہوگی حتیٰ کہ کسی باخبر انسان کی آواز یا اسی طرح کا کوئی اور بڑا واقعہ تمام دنیا کے انسانوں کو اس امر پر متفق کرکے رہے گا کہ انسان کا مقصد آپس میں لڑائی نہیں بلکہ سب سفلی تعصبات کو خیرباد کہہ کر صحیفہ فطرت سے جنگ کرکے بہتر نوع کی طرف ارتقاء ہے۔

۱۹۱۴ء کی عالمگیر جنگ کے بعد پچھلے تیس چالیس برس سے انسان میں یہ احساس کہ دنیا کی سب حکومتیں مل جل کر اپنے جھگڑے فیصلہ کریں یا پچھلے دس پندرہ برس سے احساس کہ تمام دنیا پر ایک حکومت ہو اس انسانی سمجھ میں ترقی کی صاف علامتیں ہیں اگرچہ اس سمجھ کی ترقی میں بھی زور آور قوموں کی بد نیتی کی جھلک روز بروز ظاہر ہو رہی ہے۔ ؂

۵۔ دنیا کی حکومتوں میں جو زیادہ تر ایک دوسرے کو نیست و نابود کرنے میں لگی ہیں اور

جن کی توجہ اکثر ان ہتھیاروں کے تیار کرنے کی طرف ہے جو انسان کو ہلاک کریں' اس شعور کا آجانا کہ وہ صلح اور رواداری سے مل کر زمین پر حکومت کریں یا اپنے تعصّبات اور طاقت کا کبروغرور چھوڑ کر آپس میں ایک ہو جائیں' ابھی دائرہ عمل سے بہت دور نظر آتا ہے اور جب تک امریکہ اور روس کی باہمی عالمگیر جنگ دونوں سلطنتوں اور ان کی رفقاء حکومتوں کو کئی سالوں کے کشت و خون و کروڑوں انسانوں کی ہلاکت اور دنیا کے اکثر معاشی وسائل کی درد ناک بربادی کے بعد اس قدر کمزور نہ کردے کہ روس اور امریکہ دونوں آنے والی عالمگیر جنگ کے بعد سچ مچ پشیماں نہ ہو جائیں اور بالآخر اس نتیجے پر نہ پہنچیں کہ آج کل کی انسانی لڑائیوں میں فریقین کا ناقابل تلافی نقصان لازمی ہے اور اب درحقیقت نہ کوئی فریق فاتح ہوسکتا ہے' نہ مفتوح' اس وقت تک نئے شعور کا پیدا ہو جانا محال ہے' لیکن یہ واقعہ بھی ہوسکتا ہے کہ دنیا کی اکثر آبادی لڑ مرکر ہلاکت کے کنارے تک پہنچ چکی ہوگی اور اس وقت تک اس شعور کا انسان کے دماغ میں آجانا بھی کچھ نفع مند نہ ہوگا۔

٦۔ پچھلی کئی صدیوں میں ایک دوسرا فعل جو انسان نے انسان سے لڑنے کے متعلق نمایاں طور پر کیا ہے وہ سرمایہ اندوزی اور بالآخر سیاست کے میدان میں اس کی چڑھ ہے۔یورپ اور امریکہ کی خانہ ساز جمہوریت اور نیا اشتراکی فریب دونوں اس جرم کی مجرم ہیں۔ اشتراکیت تو جمہوریت سے بڑھ کر انتہائی قسم کی سرمایہ داری ہے جو تمام رعیت کی ملکیت کو ایک جگہ جمع کر دیتی ہے اور امریکہ کی سرمایہ داری سے بھی زیادہ عالمگیر جنگوں کی جارحانہ کاروائی میں مصروف ہے' اشتراکیت کا جمہور کو نیا فریب کہ اس میں مزدور کی چڑھ ہے ایک حیرت انگیز فریب ہے کیونکہ یہ دراصل انتہائی سرمایہ داری کی طرف سے مزدور کی چڑھ نہیں بلکہ مزدور کی انتہائی طور پر غلامانہ تنظیم اور بالآخر انسان کی انفرادیت کو کچل دینا ہے۔ القصہ اس وقت انسان جس ہولناک نئی غلطی میں مبتلا ہے وہ سرمایہ داری کا غلبہ ہے اور یہ سرمایہ داری کا غلبہ انسانوں کو آئے دن کی عالمگیر جنگوں میں مبتلا کرکے بڑے پیمانے پر ہلاک کرنے کا زبردست آلہ ہے۔

(ب) پورے غور سے اگر دیکھا جائے تو زر اگرچہ دنیا کے باشندوں کو آسائش کے سامان پہنچانے کا زبردست ہتھیار ہے اور مزدور طبقہ اگرچہ آسائش اور ترقی کے سامان تیار کرنے کا واحد وسیلہ ہے لیکن سرمایہ دار اور مزدور دونوں طبقے انسانی تمدن اور تہذیب کی جڑ نہیں' سرمایہ دار صرف اپنا جمع کیا ہوا روپیہ بڑے پیمانے پر صرف کرتا ہے اور انسانی تمدن کی آسائشوں کا خام سامان اس روپیہ سے خریدتا ہے' مزدور صرف اپنے ہاتھ پاؤں کے زور سے اس سامان کو کسی دوسرے شخص کی ہدایت کے مطابق تیار کردیتا ہے' دنیا کے باشندوں کو آرام و آسائش یا ترقی کے سامان پہنچانے میں اس سے زیادہ دخل سرمایہ دار اور مزدور کو ہرگز نہیں' دوسرے لفظوں میں یہ کہ سرمایہ دار اور مزدور دونوں کسی تیسرے شخص کے آلہ کار ہیں' ان دونوں میں کسی آرام دہ شے کے سامان فراہم کرنے یا اس کو تیار کرنے کی طاقت ضرور ہے لیکن دونوں میں اس شے کو ایجاد کرنے کا دماغ موجود نہیں اور جب تک وہ ایجاد موجود نہ ہو سرمایہ دار اور مزدور دونوں بیکار شے ہیں اور دنیا ایک قدم اس ایجاد کے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتی۔

۷۔ پس اگر غور سے دیکھا جائے تو دنیا کی ترقی اور تمدن کا سب سے بڑا باعث' بلکہ واحد باعث وہ عالم فطرت ہے جو فطرت کا مطالعہ کرکے روز آفرینش سے نئی ایجادیں کر رہا ہے اور جس کے دم سے دنیا کو مسلسل آرام پہنچ رہا ہے۔ اس شخص کا ذہن عوام الناس کے مقابلے میں اس قدر روشن اور رسا ہے کہ وہ فطرت کی بے جان اشیاء کو لے کر اور ان کو آپس میں اپنی ترکیب سے رلا ملا کر وہ چیزیں پیدا کر رہا ہے جو انسان کی راحت اور آرام کا باعث ہیں۔ جب تک اس کی وضع کی ہوئی کوئی شے منظر عام پر نہ آجائے' زر اور مزدور قطعاً" بے کار ہیں۔ اسی کی پیدا کی ہوئی کسی شے کے فائدے زر کی حرکت کے باعث ہیں اور یہی فائدے مزدور کے بازوؤں کو حرکت میں لاتے ہیں۔ اس نقطہ نظر سے روئے زمین پر عالم فطرت ہی سب سے زیادہ اہم وجود ہے اور زر اور مزدور اس کے صرف دو کارندے ہیں جو ہر لحاظ سے اپنی حیثیت میں اس سے بدرجہا ادنیٰ تر ہیں۔

لیکن حیرت ہے کہ انسان نے اپنے مکروفریب سے عالم فطرت کو ہمیشہ سے وہ حیثیت دی ہے کہ وہ دنیا کی ہلاکت انگیز اورجہاں آشوب سیاست میں کسی شمار میں نہیں آتا۔ وہ سرمایہ دار کا ایک ادنٰی ملازم ہے۔ اپنی انقلاب انگیز اور جہاں آرا ایجادوں کو روز بروز پیدا کرنے کے باوجود اس کے سامنے دم بخود ہے۔ اپنے معمل کے گوشوں میں عاجزوں اور یتیموں کی طرح بیٹھا ہے اور اپنے سیاسی سرمایہ دار کو اپنا رازق سمجھ کر اپنے افعال کو اس کی سیاست کے تابع سمجھتا ہے۔ ایٹم بم جیسی طاقتور شے کو اپنے زور دماغ سے ایجاد کرکے یتیموں کی طرح اس کو سیاسی درندوں کے سپرد کر دیتا ہے ' غلامی کے اس عجزپرور ماحول میں اس کو شعور نہیں رہا کہ دنیا اس کے بل پر قائم ہے اور اگر وہ نہ ہو تو دنیا کاایک ایک گوشہ ظلمت اور جہالت میں پھنس جائے' احساس کمتری نے اس کا مرتبہ مزدور کے برابر کر دیا ہے اور سرمایہ دار اس کو مزدور سے بہتر سمجھنے سے جھجکتا ہے اور گوارا نہیں کرسکتا کہ اس کو وہ مرتبہ دیا جائے جس کا وہ صاف اور منطقی طور پر حقدار ہے۔

۸۔ انسانی مسئلوں کے ان پیچیدہ حالات میں ہوشمند انسان کے شعور کا حسب ذیل امور کی طرف منتقل ہونا فطری ہے:۔

اول: صحیفہ فطرت اس کائنات میں واحد حقیقت ہے اس کے سوا جو کچھ انسان نے از خود پیدا کیا ظن ہے' علم کے درجے تک نہیں پہنچ سکتا' اس صحیفہ فطرت کا عالم اپنی ایجادوں کے باعث انسانوں میں بہترین ذہن کا مالک ہے اور اس کے بہترین ذہن کے مالک ہونے کی وجہ سے صحیفہ کائنات کے پیدا ہونے کے مقصد کو اور انسانوں سے بہتر سمجھ سکتا ہے۔ عالم فطرت ہی اس نتیجہ پر بہتر سازو سامان اوردلائل کے ساتھ پہنچ سکتا ہے کہ بنی نوع انسان کو اس زمین پر کس طریقے سے چلنا چاہیے تاکہ فطرت کا مقصد پورا ہو۔ الغرض (باوجود اس کے کہ عالم فطرت کی حیثیت موجودہ دنیا میں غلام سے زیادہ کی نہیں) عالم فطرت ہی انسان کی سیاست کو بہ حیثیت مجموعی سمجھنے کا اہل ہے' سیاسی لوگ جو اس وقت دنیا کو چلا رہے ہیں فطرت سے نابلد ہونے کی وجہ سے اس کو

غیر فطری بنیادوں پر چلا کر اپنے انتہائی محدود ذاتی اغراض کو پورا کر رہے ہیں' فطرت کے مقصد کو پورا نہیں کرتے۔ ادنیٰ حیوانی جنسیں نشاء آفرنیش سے اب تک فطرت کے مقصد کو اس لئے پورا کرتی آئی ہیں کہ ان میں فہم و ادارک کا امتیازی وصف نہ تھا' وہ جوکچھ ان کو فطرت نے سکھلا دیا' اس پر بے سوچ سمجھے چلتی گئیں اور فطری تقاضا کے باعث ہی ارتقاء کرتی گئیں یا مٹتی گئیں لیکن انسان فہم و ادراک کا حامل ہونے کے باعث اپنی مرضی سے بنی نوع انسان کو جدھر چاہتا ہے لے چلتا ہے۔ فطرت کے بنیادی قاعدوں کا پابند رہنا اورانسان کو تقاضائے فطرت کے مطابق چلانا اس کو گوارا ہی نہیں بلکہ اس کے زعم میں اس کی توہین ہے' ان حالات میں عالم فطرت ہی وہ وجود ہے جو بنی نوع انسان کو ایسی راہ پر چلا سکتا ہے جو اس نوع کی مجموعی بہبودی کاباعث ہو۔ ادھر عالم فطرت ہی وہ وجود ہے جس کی قوت فکر اور وسعت نظر بہ باعث اس کی حیران کن ایجادوں کے عام انسانوں میں نہ صرف لائق احترام ہوسکتی ہے بلکہ اس کا موجودہ خود غرض سیاستدانوں کے مقابلے میں بدرجہا صحیح تر نظریوں کا حامل ہونا لازمی ہے' عالم فطرت ہی وہ وجودہے جس کو فی الحقیقت کسی خاص مذہب کا تعصب نہیں۔ وہ عقیدۃً" نہ عیسائی ہے ' نہ موسوی' نہ محمدیؐ۔وہی ہے جس کو تمام انسانی مخلوق بلالحاظ رنگ و نسل ایک نظرآتی ہے۔ وہی ہے جو مزدوری اور سرمایہ داری کے جھگڑوں کو وسیع نقطہ نظرسے نبٹ کر دنیا میں ان کا صحیح مقام مقرر کر سکتاہے یا ان میں صحیح توازن پیدا کر سکتا ہے۔ وہی ہے جس کے نزدیک اس دنیا میں نہ کوئی خواجہ ہے نہ آقا۔ وہی ہے جو انسانی ترقی کے کسی مرحلے پر انسان کو یک زبان ہو کر بحیثیت مجموعی تنبیہہ دے سکتا ہے کہ انسان صحیح چل رہا ہے یا غلط چل رہا ہے۔ اسی کی ایجادوں اور صنعتوں کا استعمال تمام دنیا یک زبان ہو کر روز اول سے کر رہی ہے۔ اسی کے فطرت کے متعلق افکار اور نظریات کو دنیا ہمیشہ سے صحیح سمجھتی چلی آئی ہے اور فی الحقیقت اسی کا پیدا کیا ہوا علم وہ علم ہے جس پر تمام دنیا بے چون و چرا متفق ہے اور اس کو دم مارنے کی مجال نہیں۔

دوئم: عالم کی اس بے اندازہ برتری اور فوقیت کی وجہ سے ہی عالم کا مقام ہے کہ وہ انسان پر علمی اور ذہنی حکومت کے علاوہ سیاسی حکومت بھی کرے اور ہر سچائی کے معاملے میں دنیا کے تمام عالموں کے داخلی اتحاد اور یک جہتی کی وجہ سے بنی نوع انسان کو بہ حیثیت مجموعی ان راہوں پر چلا تا جائے جو فطرت کا تقاضا ہے۔

سوئم: عالم کی حکومت ہی سرمایہ داری کے ناروا زور کو جو "جمہوری" طرز کے ملکوں میں غریب کی ووٹوں کو خرید کر زر کی حکومت پیدا کر رہی ہے' فنا کر کے کسی معتدل سطح پر لاسکتی ہے کیونکہ عالم کے علم کے بالمقابل زر کی اہمیت اس قدر نہیں جس قدر کہ اب ہے۔

چہارم: عالم کی حکومت ہی (چونکہ وہ خود مزدور ہے اور غریب طبقے سے اس کا فطری تعلق ہے۔) مزدور اور غریب طبقے کی اکثریت کو مد نظر رکھ کر جمہوریت کی سچی روح یعنی نہ صرف غریب کی حکومت قائم کر سکتی ہے بلکہ مزدور اور غریب طبقے کو زر کی حکومت سے آزاد کر کے نسل انسانی کے بڑے سے بڑے حصے کو فطری طور پر آزاد کر سکتی ہے۔

۹۔ ان بناؤں پر زمین کے الجھے ہوئے انسانی مسئلوں کا فطری حل جو کسی ہوشمند انسان کے دماغ میں آ سکتا ہے حسب ذیل ہے:۔

اول' ہر ملک میں انسانی آبادی کو دو طبقوں میں یعنی امیر اور غریب میں اس طرح پر تقسیم کر دیا جائے کہ غریب کے طبقے کا نمائندہ امیر اور امیر کے طبقے کا نمائندہ غریب نہ ہو سکے اور چونکہ غریب ہر ملک میں بے انتہا زیادہ کثرت سے ہیں غریب کی حکومت بلحاظ تناسب آبادی قائم کی جائے۔

دوئم' غریب طبقے میں ہی عالم فطرت کو ہر ملک میں نمائندگی دیئے جانے کا انتظام اس طریقے سے کیا جائے کہ سوائے عالم کے کوئی دوسرا شخص منتخب نہ ہو سکے۔

سوئم' صرف چند عالم ملکوں کے سیاسی نمائندے ہوں جو اور امور کے علاوہ تلاش صحیفہ فطرت کی عام ہوا پیدا کریں' باقی بدستور اپنی ایجاد اور تلاش میں مصروف رہیں۔ ہر ملک کا سرکردہ شخص انتہائی طور پر وسیع نظر اور مشہور عالم ہو جو اپنے مدۃ العمر تجربہ کے بعد

ملک کو فطرت کی راہ پر چلائے۔

چہارم، تمام ملکوں کے سرکردہ عالم حکمران متحدہ طور پر انسانی جنگوں کو بند کریں، مذہبوں کو جو انسان نے آپس میں جنگ کرنے کے ڈھونگ بنائے ہیں ختم کر کے "فطرت کے مشترک مذہب" کا اعلان کریں جو سب بنی نوع انسان کو قبول ہو۔ نسل اور رنگ کے بیہودہ تفرقوں کو مٹائیں۔ سرمایہ دار کو اس کا مناسب مقام دیں۔ مزدور اور غریب کی سچی خوشحالی کے قواعد واضح کریں انسان کے غریب اور مزدور طبقے کو مجموعی طور پر زمین کی بہتری کے لئے استعمال کریں۔ زمین کے وسائل کے متحدہ استعمال اور فطرت کی تسخیر کے متحدہ منصوبے بنائیں تاکہ انسان متحدہ طور پر آگے بڑھنے کے قابل ہو۔

پنجم، اگر ضرورت لاحق ہو تو تمام روئے زمین پر ایک حکومت قائم کی جائے جو نسل انسانی کو ایک راہ پر چلائے۔

ششم، وسائل زمین کو زیادہ موثر طریقوں پر استعمال کرنے کے منصوبے اور طریقے متحدہ طور پر وضع کئے جائیں۔

ہفتم، موجودہ علم چونکہ زیادہ تر صرف بے جان اشیاء کی تحقیق و تلاش ہے اور زندگی کے راز کو انسان نے اب تک دریافت نہیں کیا اس لئے علمائے فطرت کا یہ ذہنی گروہ اس علم کو ناقص گردان کر اس سے بہتر علم کی راہ دریافت کرے اور صحیفہ فطرت کو زیادہ مکمل طور پر جاننے کے لئے علم کی بنیادیں وسیع کی جائیں بلکہ فطرت کی زندہ اشیاء کی ماہیت کو سمجھنے کے لئے پیمائش کی نئی فطری اکائیاں وضع کی جائیں جو موجودہ اکائیوں اور بنیادوں سے قطعی طور پر مختلف ہوں۔

ہشتم، عالمان فطرت پیدائش کائنات کا کوئی متفقہ مقصد قرار دے کر بنی نوع انسان کو اس مقصد کی طرف لگا دیں تاکہ تمام نسل انسانی کسی نصب العین تک پہنچ سکے اور پھر بالآخر اس مقصد تک پہنچنے کے لئے انسان میں کوئی اعضائی ارتقاء خود بخود پیدا ہو یا علماء اپنے اعضاء پر مجاہدے کر کے اس ارتقاء کو قریب تر لائیں!

نہم، تمام کائنات کی تسخیر کو انسان کا واحد منتہا سمجھ کر انسان کو اس کے لئے تیار کیا

جائے اور موجودہ علم کی توسیع ان خطوط پر کر کے نسل انسانی کی سعی کو اس کے مطابق کیا جائے۔

دہم' بالاخر یہ کہ علم کی اس عظیم الشان اور انقلاب انگیز حکومت کے سائے میں نسل انسانی کو منشائے فطرت کے اس قدر تابع اور انسانی سعی و عمل کو اس حد تک وسیع اور نتیجہ خیز کیا جائے کہ صحیفہ فطرت کی ان بیکراں پہنائیوں میں تلاش فاطر السموات کا مسئلہ اس قدر ہیجان انگیز اور قریب الحل ہوتا جائے کہ ہزاروں اور لاکھوں برسوں کی زہرہ گداز اور جانکاہ کشمکش کے بعد منشائے فطرت پورا ہو اور انسان کی خدا سے ملاقات پایہ تکمیل کو پہنچ جائے!

کیا ہوشمند انسانوں کا کوئی گروہ کائنات کے اس لازوال ہنگامے کو جو لاکھوں اور کروڑوں برس سے رونما ہے' فکر و دانش کے ان فطری اور نتیجہ خیز خطوط پر چلا کر انسان کو راہ راست پر لاسکتا ہے!

کیا لکھو کھا سال کی نادانی اور بے ہوشی کے بعد آج ہر ملک اور خطے میں ایسے دانشور انسان پیدا ہوسکتے ہیں جو کائنات کی پیدائش کے اس مقصد کو پاکر دیوانہ وار اس سعی میں لگ جائیں کہ انسانوں کی مخلوق کو اس بھید سے آشنا کر کے ان میں اس مقصد کو حاصل کرنے کی عالم آرا اور لازوال تڑپ پیدا کر دیں۔

مورخہ: ۱۴ ستمبر ۵۴ سنہ — علامہ عنایت اللہ خان المشرقیؒ

یہ اس مراسلہ کا لب لباب ہے جو مصنف نے دنیا کے کئی ہزار مشہور عالمان فطرت کو بھیجا ہے کہ وہ اس پر غور کر کے ساکنان زمین کو (مغربی جمہوریت) اور روسی اشتراکیت سے ہٹا کر) نیا فطری نصب العین دیں اور ہر ملک میں اپنی حکومت قائم کرنے کے سامان پیدا کر کے انسانی ارتقا کی راہ کھول دیں۔

بسم اللہ الرحمان الرحیم

حدیث القرآن

ضروری نوٹ: یہاں پر "حدیث القرآن" کا تحت المتن (حواشی) اصل کتاب (صفحہ نمبر 57 تا صفحہ نمبر 444) صفحہ نمبر اور نشانی (☆ t) کے ساتھ درج کیا جارہا ہے۔

صفحہ نمبر 57

ابتدا میں تو انسانی شعور اس قدر تھوڑا تھا کہ انسان یہ بھی نہ سمجھتا تھا کہ قوم کیا ہے اور اس کا عروج وزوال کیا ہے اسی لئے پہلے مذہبوں میں اکثر صرف معاشرت کے ابتدائی اصول ہیں۔

صفحہ نمبر 62

اگر یہ نہ ہوا اور حدیث القرآن کے پڑھنے والے نے کم از کم میرے موٹے کئے ہوئے اور خط کشیدہ الفاظ نیز میرے کئے ہوئے ترجموں پر پورا غور نہ کیا تو قرآن کی تہہ تک پہنچنا محال ہو جائے گا۔

صفحہ نمبر 63

یعنی حریم غیب' ذہ الباب اور ارمغان حکیم کی تصانیف میں جو دوران قید میں لکھی گئیں۔

صفحہ نمبر 66

قرآن حکیم کو کما حقہ سمجھنے کے لئے طالب علم کو سب سے پہلے 426 تا 431 صفحے کے مضمون "بلندی نگاہ" کا مطالعہ کر لینا چاہیئے تمام تصنیف کو پڑھنے کے بعد اس کا دوبارہ مطالعہ زیادہ مفید ہوگا۔

ٹ: یہ تینوں ترجمے قرآنی آیتوں کے لفظی ترجمے نہیں بلکہ صحیح مفہوم ہے۔ حضرت آدمؑ نے کوئی فساد نہ کیا تھا نہ خون گرایا تھا اس لئے یہ کہانی نسل انسانی کی ہے اور تمثیلی ہے حضرت آدمؑ کی نہیں۔

صفحہ نمبر 75

حق کا استعمال خدا کے بارے میں حسب ذیل جگھوں پر ہے۔فالک بان اللہ ھو والحق ا/۲۲، ۳۰/ ۳۱ حج ولقمان (ترجمہ: یہ اس لئے کہ در حقیقت خدا ہی سچائی ہے) ان اللہ ھوالحق المبین ۲۵/ ۲۴ (ترجمہ: بے شک اللہ ہی کھلی سچائی ہے) قرآن حکیم کے بارے

میں لفظ حق کا استعمال حسب ذیل جگھوں پر ہے فورب السماء و الارض انه لحق مثل ما انعم تنطقون ۵۱/۲۳۰ (ترجمہ : زمین و آسمان کے خدا کی قسم کہ یہ قرآن یقیناً حق ہے جس طرح ہم بول رہے ہو۔وانه لحق اليقين ۶۹/۵۱۵ (ترجمہ : یہ قرآن یقینی طور پر حق ہے)۔انا انزلنا عليک الکتاب للناس بالحق ۳۹/۴۱ (ترجمہ : ہم نے تجھ پر لوگوں کے لئے قرآن حق کے ساتھ اتارا) بل جاء بالحق ۳۷/۳۷ (ترجمہ : بلکہ وہ (یعنی رسولؐ) حق لے کر آیا)۔بل هوالحق من ربک ۳۲/۳: هو الحق من ربهم ۴۷/۲ (ترجمہ : بلکہ وہ تیرے رب کی طرف سے حق ہے) انه الحق من ربک ۱۱/۲۰ (ترجمہ : بے شک وہ تیرے رب کی طرف سے حق ہے) لقد جاء کم الحق من ربکم ۱۰/۱۰۸ اور قد جاء کم الحق من ربکم ۱۰/۱۰۸ اور و بالحق انزلنه و بالحق نزل ۱۷/۱۵۰ میں قریب قریب ایک ہی معنی اور بالحق کے الفاظ دو دفعہ ہیں۔ایک جگہ انبیاء کو حق کہا ہے لقد جاء ت رسل ربنا بالحق ۷/۵۳ ایک جگہ قیامت کے وزن کو حق کہا ہے والوزن يومئذن الحق ۷/۸ ایک جگہ موت کے نشے کو بر حق کہا ہے۔ وجاء ت سکرة الموت بالحق ۵۰/۱۹ ان موقعوں کے سوا باقی تمام موقعے صحیفہ فطرت کو بر حق کہنے کے ہیں۔فتدبر۔

صفحہ نمبر 84

گویا یہ زمین و آسمان ہی وہ کتاب ہے جس سے علم حاصل ہو تا ہے۔

صفحہ نمبر 85

آیات کے ان مختلف معانی کی سند قرآن کے اندر موجود ہے۔

صفحہ نمبر 86

دیکھو صفحہ 309 تا 330

صفحہ نمبر 87

افسوس کہ اس تحریر کے تھوڑی دیر بعد ہی 1951ء میں ان کا انتقال ہو گیا۔مصنف۔

صفحہ نمبر 88

یعنی بین الاقوامی مجلس متشرقین

صفحہ نمبر97

پروفیسر جگدیش چندر بوس

صفحہ نمبر100

دیکھو صفحہ 111تا113

صفحہ نمبر107

دیکھو صفحہ 220تا224

صفحہ نمبر115 گویا جس قدر کوئی سعی کرے گا اس قدر انعام ملے گا۔

صفحہ نمبر122

دیکھو صفحہ 224تا244 نیز دیکھو صفحہ 173تا192

صفحہ نمبر124

ان چودہ صفحوں کی آیتوں کے ایک ایک لفظ اور مطلب پر غور کرو۔

صفحہ نمبر135

دیکھو صفحہ 173تا192 نیز صفحہ 224تا244

صفحہ نمبر142

دریا چل رہے ہیں

صفحہ نمبر145

نیز دیکھو 108ب صفحہ 133

صفحہ نمبر147

آج بھی بڑے سے بڑے مشہور سائنس دان اس امر کا کھلے لفظوں میں اقرار کرتے ہیں کہ پرانے زمانوں کی حیرت انگیز ایجادیں بہت سی تھیں جن کو ہم نے اب پھر دریافت کیا یا ابھی تک دریافت نہیں کر سکے۔

صفحہ نمبر150

یعنی دنیا کی وہ حیرت انگیز علمی ایجادات جنہوں نے دنیا کو آنکھوں کی ٹھنڈک بنا دیا ہے۔

صفحہ نمبر159

یعنی صحیفہ فطرت کی دریافت سے قوموں کو عزت دے سکتا ہے اور ان پر رحمتیں (یعنی ایجادات کے انعام نازل کر سکتا ہے۔ فتدبر۔

صفحہ نمبر160

ان آیات کے الفاظ اور ان کی منطق انتہائی طور پر غور طلب ہیں اور واضح کرتے ہیں کہ دین اسلام کا "ایمان" کیا ہے!

صفحہ نمبر163۔ صفحہ80

صفحہ نمبر172

دیکھو فرہنگ وہ الباب45(2)صفحہ222

صفحہ نمبر179

فی انفسھم سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی نہ جانے کیا کیا معجزے انسان کے وجود کے اندر ظاہر ہونے والے ہیں۔ اللہ اکبر!

صفحہ نمبر183

(ترجمہ: اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس رسولؐ کو کیا ہو گیا ہے کہ (معمولی انسانوں کی طرح) کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں پھرتا ہے۔ اس پر کیوں کوئی فرشتہ نہ اتارا گیا کہ وہ اس کے ساتھ ہو کر ہم کو (عذاب الٰہی سے ڈراتا یا اس پر ایک خزانہ لاکھوں اور کروڑوں روپیہ کا) ڈال دیا جاتا یا (اور کچھ نہیں تو اس کا کوئی (اپنا ہی) باغ ہوتا جس میں سے کھاتا (یہ دلیلیں دے کر) ظالم کہتے ہیں کہ تم صرف ایک ایسے شخص کی پیروی کر رہے ہو جس پر جادو کر دیا گیا) ایک دوسری جگہ ہے: وقال الملا من قومه الذين كفروا وكذ بوا بلقاء الاخرة واتر فنهم فى الحيوة الدنيا ماهذالا بشر مثلكم ياكل مما تا كلون منه ويشرب مماتشربونOولئن اطعتم بشرا مثلكم انكم اذاً لخسرونOايعدكم انكم إذا متم وكنتم تراباً وعظاماً انكم مخرجونOهيهات هيهات لما توعدونOان هى الا حياتنا الدينا نموت و نحيا وما نحن بمبعوثينOان هوالا رجل نا اخترى على الله كذبا ومانحن له بمومنين Oقال رب انصرنى بما كذبون Oقال عماقليل ليصبحن نادمينOفاخذ تهم الميحته بالحق فجعلنهم غثاء فبعدا للقوم

لظالمینOثم انشاء من بعدھم قرونا آخرینOما تسبق من امته اجلھا وما یستاخرونOثم رسلنا ارسلنا تترا کلما جاء امته رسولھا کذبوہ فاتبعنا بعضھم بعضاً وجعلنھم احادیث فبعداً لقوم لا یومنونO۲۳/۳۳۔۴۴

ترجمہ :اور قوم کے سربرا وردہ رہبروں نے جو منکر تھے اور آخرت میں (خدا سے ایک نہ ایک دن دو بدو) ملاقات کے تخلیل کا مضحکہ اڑاتے تھے اور جن کو ہم نے اس دنیا کی زندگی میں آسودہ حال کر دیا تھا کہا کہ (دیکھو) یہ شخص تو تمہاری ہی طرح کا ایک آدمی ہے جو وہی شے کھاتا ہے جو تم کھاتے ہو اور وہی پیتا ہے جو تم پیتے ہو اور اگر تم نے اپنے جیسے (معمولی) آدمی کی پیروی کی تو لامحالہ تم گھاٹے میں ہو گے۔ کیا یہ تمہیں دھمکی دیتا ہے کہ (تم اپنے آپ کو ملاقات رب کے اہل بناؤ اور جو تھوڑی سی مہلت تمہیں دی گئی ہے اسی کے اندر اندر صحیفہ فطرت سے آیات الٰہی تلاش کر کے صاحب علم و عمل بن جاؤ ورنہ) جس وقت تم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں بن گئے تو یقینی طور پر تم (سزا ہی کے واسطے) باہر نکالے جاؤ گے اور غافل قوموں سے بدلہ لیا جائے گا)۔ اسے وائے یہ دھمکیاں جو دی جا رہی ہیں عقل وقیاس سے بعید ہیں۔ یہاں (اس دنیا میں) تو یہی ہماری (عیش وعشرت کی) دنیاوی زندگی ہے جس میں ہم مر جاتے ہیں اور زندہ ہوتے ہیں (اس کے بعد کون ہماری ٹوہ لگائے گا اور سزا کے لئے پکڑے گا) اور ہم تو (ہرگز) پھر اٹھائے جانے والے نہیں۔ یہ تو سوائے اس کے نہیں کہ ایک شخص ہے جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے اور ہم تو ہرگز اس پر ایمان لانے والے نہیں۔ (اس پر ڈرانے والے نبی نے) کہا کہ اے رب میری مدد اس بارے میں کر جو مجھے جھوٹا سمجھتے ہیں۔ خدا نے کہا کہ ذرا سی دیر (انتظار کر) اور وہ نادم ہو کر صبح کریں گے۔ پھر ان کو (خدا کی دردناک) چیخ نے برحق پکڑ لیا اور ہم نے ان کو خس وخاشاک کا ڈھیر کر دیا۔ تو ظالم قوم دفع دور ہی ہو جائے (تو اچھا ہے)۔ پھر اس کے بعد ہم نے دوسری امتیں (ان کی جگہ لینے کے لئے) پیدا کر دیں۔ تو کوئی امت نہ اپنی مدت سے پہلے بڑھ سکتی ہے نہ وہ (مدت سے) پیچھے رہ سکتی ہے۔ پھر ہم نے اپنے ایلچی پے در پے بھیجے کہ حجت باقی نہ رہے۔ لیکن جب بھی کوئی رسول آیا وہ امت اس کو جھٹلاتی ہی رہی۔ پھر ہم ایک قوم کو دوسری کے پیچھے (رخصت) کرتے گئے حتیٰ کہ ان کی (لوگوں میں) کہانیاں بنا دیں۔ تو دفع دور ہی ہو جائیں وہ قومیں جو (کائنات کے اس عظیم الشان مقصد پر) ایمان نہیں لائیں!

کیاان آیات الٰہی کے اس مربوط اور مدلل ترجمے کے بعد کوئی گنجائش فہم باقی رہ جاتی ہے کہ دنیا کے عیش و عشرت میں مستغرق قومیں ان کے رہبر کیوں مقصد کائنات سے غافل ہیں اور کیوں قیامت اور حساب دہی سے منکر ہیں۔ بلکہ یہ کہہ کر اس دنیا کے بعد کچھ بھی نہیں ہوگا وہ دراصل اس سعی و عمل سے کترانا چاہتے ہیں جس کو خدا نے اس دنیا میں لازم قرار دیا ہے۔ فتدبر۔

صفحہ نمبر184

ان یشاء یذھبکم ویات بخلق جدید۱۴/۱۹، ۱۶/۳۵ قرآن میں ہے یعنی خداجب مناسب سمجھے گا تمہیں نیست کر کے بہتر مخلوق پیدا کر دے گا اس لئے "جدید" کے لفظ سے مقصد "بہتر" مخلوق ہے "دوسری" نہیں۔

صفحہ نمبر185

قرآن میں ضلال کا لفظ ۶۱ جگہ استعمال ہوا ہے اور سب جگہ اس کے معنی "گمراہی" ہیں اس لیے میں مفسرین کے معنوں سے انکار کرتا ہوں کہ صرف اس جگہ اس کے معنی "مٹی میں رل مل جانا ہے"۔

صفحہ نمبر186

(۱) گویا اتنی بڑی حکومت کے سوچے سمجھے ہوئے قانون پر عمل کے سوا چارہ نہیں۔

(2) گویا عزت اور رحمت اطاعت قانون سے ہی ہے۔

صفحہ نمبر186

(۱) گویا انہی تین کے ذریعے ترقی کر سکتے ہو۔

(۲) غور کرو کہ میں نے خلاف مفسرین کیا عظیم الشان معانی بتلائے ہیں جن کا پورا ربط۔

(۳) سے ہے (۴) دیکھو حدیث القرآن آیت (۲۶) الف۔ صفحہ ۸۰)۔

صفحہ نمبر187

(☆) گویا انسان احسن الخلق ہے۔

صفحہ نمبر188

(۱) یہ وہ مرحلہ ہے جو ہر عالم کو پیش آتا ہے جب اس کو فطرت سے کوئی نئی چیز حاصل ہوتی ہے۔

(۲) یعنی اس وقت خدا سے ملنے کا شوق بڑھ جاتا ہے۔

(۳) یہی معنی ہو سکتے ہیں ورنہ عبارت بے ربط ہے۔

صفحہ نمبر 189

(ا) یعنی اس قطع کے عذاب (مثلاً غم، بیماریاں، مفلسی، کثرت اموات وغیرہ وغیرہ) جو مسلمانوں کو پچھلے دو تین سو برس سے مل رہے ہیں)۔

صفحہ نمبر 190

(ا) یعنی جس قوم کی فطرت صالح ہو اور اس میں قبولیت کا مادہ ہو۔ اس میں تکبر اور غرور کا ٹیڑھاپن نہ ہو ☆ یہ لفظ نہایت قابل غور ہے!

صفحہ نمبر 192

دیکھو صفحہ 63

صفحہ نمبر 197

اس آیت سے واضح ہو گیا کہ سب پیغمبروں پر ایک ہی شے یعنی الکتب بھیجی گئی تھی اور دوسری جگہ ہے کہ ہر قوم، ہر قریہ، ہر امت ہر بستی میں پیغمبرؑ بھیجے گئے جو لاکھوں بلکہ کروڑوں کی تعداد میں ہوں گے۔ اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ وہ الکتب صرف قانون فطرت یا اس کا کوئی حصہ تھا اور انسان کا اس کتاب کے متعلق تعصب نرا بیہودہ پن ہے۔

صفحہ نمبر 203

دیکھو صفحہ 209

صفحہ نمبر 208

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کا مقصد خدا کے پورے پیغام کو بہ حیثیت مجموعی لے کر تمام انسانی مذاہب کو متحد کرنا اور ایک امت قائم کرنا تھا۔

(☆) یعنی وہی الاسلام جس کا ذکر اوپر کی آیت ۳ ر ۸۴۔۸۵ میں ہوا۔ (تدبر)۔

صفحہ نمبر 209

آیہ (۲۔۱۷۴) صفحہ 203 اور آیہ (۷۔۱۷۷، ۵) صفحہ 205-204 پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہب کے احکام بینات یعنی سورج کی طرح روشن تھے اور ان کے متعلق اختلاف ہو ہی نہیں سکتا تھا مگر اختلاف ہو گیا۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ خدا نے صرف قانون فطرت دیا تھا مگر لوگوں نے مکر سے کچھ کا کچھ بنا لیا۔

صفحہ نمبر212

یہ آیت بھی صاف ظاہر کرتی ہے کہ قرآن حکیم کا منتہا اتحاد عالم تھااور خدا کی طرف سے سب انبیاء کو پیغام ایک تھا۔

صفحہ نمبر218

اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ زمین کی تمام آبادی اس گناہ کی مجرم اور بچی کافر ہے! بلکہ اسی گناہ کی پاداش میں جہنم میں جائے گی۔

صفحہ نمبر221

(۱) مقصد یہ کہ وہ قانون فطرت سے ہٹ گئے تھے اور مومن نہ رہے تھے۔

(۲) یعنی خدا کا قانون چھوڑ کر ا وروں کے قانون مانتے تھے۔

دیکھو صفحہ نمبر108 تا110

صفحہ نمبر223

خط کردہ الفاظ اور "دیکھنے" کے لفظ سے یہ نتیجہ نکلا ہے۔

صفحہ نمبر226

کم از کم یہاں تک تو صاف ظاہر ہے کہ آیات سے مراد صرف صحیفہ فطرت کی آیات ہیں کیونکہ اور تو کسی شے کا ذکر ہی نہیں ہوا۔ ان الفاظ نتلوھا' تتلے علیه اور مستکبراً کو پھر (۲۱۴) میں دیکھو۔

صفحہ نمبر227

معلوم ہوتا ہے کہ یہ صحیفہ فطرت سے بڑی بڑی ایجادوں کا علم حاصل کرنے کے بعد بھی صحیفہ فطرت کے قائل نہ ہونے والے لوگوں کی طرف اشارہ ہے جو شاید دنیا میں نوے فی صدی ہیں۔

صفحہ نمبر228

(۱) آیہ (۱۹۵) اور (۱۹۶) میں صحیفہ فطرت کی ہر شے کو "انسان کے لئے" جتلا دینے کے بعد عمل صالح کا ذکر (۱۹۸) میں صاف دلالت کرتا ہے کہ فطرت کو مسخر کرنا ہی عمل صالح ہے۔

صفحہ نمبر229

(۲) العلم اور لا یعلمون کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ ان آیات میں کہا گیا ہے کہ ان لوگوں نے

صحیفہ فطرت سے کوئی علم حاصل نہ کیا تھا۔

صفحہ نمبر230

(۱) آیہ (۱۹۰) میں تلک آیات اللہ آیہ (۱۹۴) میں ھذا ھدیٰ اور آیہ (۲۰۳) میں ھذا بصائر کے الفاظ بار بار کہہ رہے ہیں کہ صحیفہ فطرت کو مسخر کرو۔

(۲) گویا فطرت کی تسخیر ہی ایمان اور عمل صالح ہے۔

(۳) گویا فطرت کو پیدا ہی اس لئے کیا کہ انسان کو اسکی تسخیر پر انعام دیا جائے۔ فتدبر۔

صفحہ نمبر231

(۱) گویا سمع بصر اور قلب کا استعمال کر کے فطرت کا علم حاصل نہ کرنا شرک اور گمراہی ہے۔

(۲) مطلب یہ کہ یہ کہنا کہ صحیفہ فطرت کو غور سے نہ دیکھنے اور اس سے آیات نہ تلاش کرنے سے قوموں پر عذاب آتا ہے (دیکھو آیہ (۱۹۳) تا (۱۹۴) اور وہ ہلاک ہو جاتی ہیں ایک بے معنی بات ہے۔ اس دنیا میں کوئی ایسا قانون رائج نہیں بس یہی دنیا کی عیش و عشرت کی انفرادی زندگی ہر انسان کے لئے ہے اور زمانہ اس فرد کو یونہی ہلاک کر دیتا ہے۔

صفحہ نمبر232

(۱) تجزون کے اور تعلمون کے الفاظ کو آیہ (۲۰۵) کے لتجزی اور کسبت سے ملا کر پڑھو تو واضح ہو جائے گا کہ صحیفہ فطرت کو نہ دیکھنے سے امتیں ذلیل ہوتی ہیں اور دونوں جگہ سلسلہ کلام ایک ہی ہے۔

(۲) یہ استکبرتم کا لفظ آیہ (۱۹۱) میں ہے۔ فتدبر۔

صفحہ نمبر233

(۱) تین جگہ رب کا لفظ ہے یعنی آسمانوں اور زمین کو فروغ اسی سے ہے اور دنیا کی قوموں کو فروغ صحیفہ فطرت کے ذریعے سے دیتا ہے۔ فتدبر۔

صفحہ نمبر234

(۱) یہی العزیز الحکیم کے الفاظ آیہ (۱۸۶) میں ہیں۔

صفحہ نمبر237-236

(۱) ”گھڑے ہوئے ہونے“ کا الزام اسی صورت میں لگایا جاتا ہے کہ دستور العمل مشکل نظر آئے۔

ورنہ اس کی ضرورت کیا ہے۔

صفحہ نمبر 238

(۱) اس ترجمہ کے سوا جو میں نے کیا ہے اس آیت کا کوئی مربوط ترجمہ نہیں ہو سکتا اور نہ آیہ (۲۲۹) کی دلیل کا سلسلہ قائم رہ سکتا ہے دیکھو صفحہ 185۔

صفحہ نمبر 239

دیکھو آیہ (۲۲۹) میں سمع اور بصر کے الفاظ اور ان کی ناقدر دانی۔ مقابلہ کرو اس نعمل صالحاً کا (۱۹۸) صفحہ 228 کے عمل صالح سے اور اس کا تحت المتن۔

O دیکھو آیہ (۲۶) الف صفحہ 80 جہاں یہی الفاظ ان غافل قوموں کے بارے میں استعمال ہوئے ہیں جو اپنے سمع، بصر اور افئدہ کا صحیح استعمال نہیں کرتیں۔ گویا صحیفہ فطرت کا علم حاصل کر کے قوت کے مراحل تک نہ پہنچنا ھدیٰ کے خلاف ہونا اور جہنمی بنتا ہے۔

(۱) اس ھدیٰ کے لفظ کا مقابلہ کرو آیہ (۱۹۴) صفحہ 227 کے ھدیٰ سے۔

(۲) یہی الفاظ آیہ (۱۳۲) ج صفحہ 152 پر صحیفہ فطرت میں تفکر کے بارے میں ہیں۔ فتدبر۔

صفحہ نمبر 240

غور کرو بعینہ یہی مقابلہ (۱۳۲) الف صفحہ 151 پر ہے اور وہاں بھی امنواو عملوالصلحت ہے لیکن وہاں فاسق کی جگہ فجار کا لفظ ہے اور صحیفہ فطرت کو باطل سمجھنے والے فاجر ہیں۔

صفحہ نمبر 241

(۱) اس آیت کے لفظ آیت اور آیہ (۲۳۵) کے لفظ آیت کا مقابلہ سورہ جاثیہ کی تمام ان آیات سے کرو جہاں لفظ آیت واقع ہوا ہے تو معانی زیادہ واضح ہو جائیں گے کہ آیت سے مراد صرف صحیفہ فطرت کے احکام ہیں اور کچھ نہیں۔

صفحہ نمبر 245

اس آیت میں مقصود صرف مویشیوں کی غلامی کی زندگی جتلانا ہے کہ وہ رسوں سے بندھے رہتے ہیں اور بے بس ہیں۔

صفحہ نمبر 246

ان دونوں آیتوں کے خط کھینچے ہوئے الفاظ سمع بصر قلب اور علم سے ضمناً یہ بھی ثابت ہے

کہ شرک یعنی خواہشات نفسانی کو خدا بھی وہی قوم بناتی ہے جو بے علم ہے اور صحیفہ فطرت کو نہیں دیکھتی۔

صفحہ نمبر253

دیکھو آیہ (۲۵۶) صفحہ 252۔

صفحہ نمبر254

دیکھو آیہ (۲۵۶) صفحہ 252 اور ۲۵۷ صفحہ 253۔

صفحہ نمبر259

نہروں کا ترجمہ ہم نے یہاں اور (۲۶۱) میں دریا کیا ہے اور یہی درست ترجمہ ہے۔ نہر کے معنی عربی میں دریا کے ہیں مثلاً ماوراء النہر کا علاقہ جو دریائے جیحوں کے اس طرف ہے۔ انھار کا ترجمہ پنجابی یا اردو زبان کا لفظ "نہریں" کر دینا (جو ایک چھوٹی سی ندی ہوتی ہے) جنت کے تخلیل کو قطعاً بدل دیتا ہے اور بددیانتی ہے۔ لوگ سمجھ لیتے ہیں کہ جنت ایک عیش و عشرت کی جگہ ہے جس میں پانی کی نہریں انفرادی طور پر بہ رہی ہوں گی تاکہ "نیک" لوگ ان کے کنارے بیٹھ کر "حوروں" سے صحبت کریں۔ یہ سب تخیل لغو اور لچر ہے۔ جنت سے مراد ہزاروں اور لاکھوں مربع میل کے سرسبز قطعے ہیں جن میں بڑے بڑے دریا بہ رہے ہوں اور یہی بادشاہت زمین ہے۔ فتدبر۔

صفحہ نمبر260

(۱) ان تینوں آیتوں کے موقعوں پر اجر اور اجورھم اور فضل اور رزق یعنی "مزدوری" اور "خوشحالی" اور روٹی" کے الفاظ کی فضا ہی ایسی ہے کہ اجر دنیاوی اور نقد انقد اجر معلوم دیتا ہے۔ مزدوری قیامت کو ملی تو کیا مزدوری ہوئی! لیکن اس مطلب کے لئے دیکھو صفحہ 263 کا شروع اور 266 کا نوٹ۔

صفحہ نمبر263

ان دونوں آیتوں (۲۶۳-۲۶۱) سے ثابت ہے کہ جنت کا یہ منظر دنیاوی ہے اور بعینہ وہی ہے جو ہر بادشاہ قوموں کے حاکم آئے دن کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ حضرت عمرؓ نے فتح عراق کے موقع پر الدجلتہ والفرات نہران من انہار الجنت کے لفظ کہے یعنی "دجلہ اور فرات کے دریا جنت کے دو دریاؤں میں سے ہیں" اور ان کے مقرر کردہ حاکموں نے اس موقع پر شہنشاہ ایران کے سونے کے

کنگن پہن کر کہا کہ خدائے عظیم کا قرآنی وعدہ پورا ہوا۔ ان واقعات سے جو تاریخی ہیں اور جن میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ثابت ہے کہ بعد میں اسلام کو دین کے مولویوں نے کس قدر تنگ کر دیا اور ریشم اور لباس فاخرہ کا پہننا حرام قرار دیا۔ قرآن حکیم جہاں کسی خدا کی بنائی ہوئی دنیاوی زینت کو ممنوع قرار نہیں دیتا وہاں یہ بھی تنبیہ کرتا ہے کہ لذات دینوی میں پڑنے والی قوم بالآخر نعمتوں کو کھو بیٹھے گی اس لئے یہ اشیاء اسی حد تک جائز ہیں کہ میانہ روی سے چلا جائے۔ رہا یہ سوال کہ پاکستان کے موجودہ حاکموں کو یہ نعمتیں کس "حسن عمل" کے سلسلے میں ملیں اور یہ نعمتیں کب تک برقرار رہیں گی تو اس کا جواب خدا کا وہ اٹل قانون ہے جس کی رو سے خدبلا لحاظ ہر برے اور اچھے کو اس کے عمل کی پاداش میں اس کا حق دے دیتا ہے۔ ممکن ہے کہ آج کل کے حاکموں کو یہ جنت انگریز سے وفاداری کے صلے میں ملا ہو اور ساتھ ہی مقصد مسلمان قوم کو ان کے گناہوں کی پاداش میں دردناک سزا دینا ہو۔ فتدبر! رہا یہ امر کہ کیا اسلام صرف یہ چاہتا ہے کہ مسلمان حاکم تو "سونے کے کنگن" "ریشمی کپڑے" پہنے ہوئے ہوں اور رعیت چیتھڑوں میں چیخیں مار رہی ہو تو اس کا جواب یورپ کی زندہ قوموں کی عام خوشحالی ہے جہاں ہر شخص عام طور پر "ریشم" پہنتا ہے صرف چند اوپر کے حاکم نہیں۔ فتدبر۔

صفحہ نمبر 266

ان آیات اور اس سے پہلی آیات میں جہاں جہاں لفظ اجر آیا ہے اس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ قرآن حکیم انسانوں کے اس دنیا میں ان عملوں کی جو قانون فطرت کے مطابق ہوتے ہیں 'مزدوری اس قوم کی خوشحالی کی صورت' (یعنی جنات زمین) میں دیتا ہے۔ گویا یہ مزدوری نقد ہے ادھر عمل کیا اور ادھر اجر مل گیا۔ اس لفظ کے استعمال سے بھی یہ مستنبط ہوتا ہے کہ مزدوری کوئی اخروی نہیں کہ عمل یہاں کرے اور اجرت لاکھوں اور کروڑوں برس بعد "آخرت" میں ملے جیسا کہ آج کل زوال شدہ مسلمانوں کا خیال ہے۔ یہی نقد اجرت کا تخیل تھا جو مسلمانوں کو صدہا برس تک آمادہ عمل کرتا رہا۔ فتدبر! اس مطلب کے لئے نیز دیکھو صفحہ 261-260 کی آیتیں اور نیچے کا حاشیہ صفحہ 260)۔

صفحہ نمبر 270

صنعت لبوس یعنی زرہوں کے بنانے کی صنعت کو علم قرار دینا جیسا کہ علمنہ کے لفظ سے ظاہر ہے اس امر کا ثبوت ہے کہ خدا تمام قسموں کی ایجادوں اور صنعتوں کو علم کے نام سے موسوم کرتا ہے۔

صفحہ نمبر274

غور طلب بات یہ ہے کہ ان دو آیتوں میں ل'قد'کتبنا'ان.ان'ل کی پے در پے چھ تاکیدیں ہیں جن سے ثابت ہے کہ ان دو آیات میں خدائے عظیم نے جو کچھ کہا ہے وہ دنیا کی ایک بہت بڑی حقیقت ہے جس کے متعلق انسان کو ادنیٰ سا شک نہ ہونا چاہیے اور ہر قوم کو عبادی الصلحون اور قوم عابدین کا سچا مصداق ہونا چاہیے۔ فتدبر!

صفحہ نمبر275

آیات (۲۶۹-۹) میں صالحون' عبادی اور عابدین اور یہاں عبادۃ اور عملاً صالحاً کے الفاظ وارد ہوئے ہیں پہلی آیات میں عبادت اور صالحیت کا نتیجہ وراثت زمین اور یہاں نتیجہ لقائے رب ہے گویا۔

(۱) جن زمینی قوموں کے پاس وراثت زمین ہی نہیں وہ صحیفہ فطرت سے علم حاصل کر کے آرائش زمین کیا کر سکیں گے اور ان کا عمل کیا عمل صالح ہو سکے گا۔

(۲) عبادت کے معنی نماز روزہ وغیرہ نہیں جیسا کہ آج کل کے مولویوں نے سمجھا ہے بلکہ خدا کی نوکری (یعنی اس کے قانون فطرت کی پابندی) اختیار کرنا ہے)۔

(۳) صالحیت بھی علیٰ ہذالقیاس کوئی لمبی ڈاڑھیاں رکھ کر "متقیانہ" چہرے بنا لینا نہیں بلکہ وہ یہ ہے کہ صحیفہ فطرت کے علم کے ذریعے سے اس زمین کو انتہائی طور پر آباد اور پر رونق کر دیا جائے اور تمام خطہ زمین عظیم الشان ایجادات اور اختراعات سے بھرپور ہو جائے!

(۴) اس آیت یعنی آیہ (۲۷۰) میں ملاقات رب کے بارے میں یرجو (امید) کا لفظ استعمال ہوا ہے جس سے پہلا اثر یہ ہوتا ہے کہ یہ ملاقات سزا کھانے کے لئے نہ ہو گی جیسا کہ مولویوں نے سمجھ رکھا ہے کہ روز قیامت کو ہو گی بلکہ یہ انعام لینے اور خدا سے برابری کا مصافحہ کرنے والی ملاقات ہو گی۔ دوسرا اثر یہ ہوتا ہے کہ یہ ملاقات کوئی معمولی سی شے نہیں جو معمولی سے عمل سے ہو جائے بلکہ مسلسل سعی و عمل اور جانکاہ جدوجہد کے بعد ہو گی۔ فتدبر۔

"عبادت" کا لفظ قرآن حکیم میں کئی جگہ نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کے فعل سے الگ کر کے دکھایا ہے دیکھو تذکرہ اصل کتاب صفحہ 105 تا 113 جہاں عبادت کے لفظ پر مکمل بحث کر کے اس قرآن کی اصطلاح کا صحیح مفہوم خدا کی ملازمت اختیار کرنا ثابت کیا گیا ہے۔

صفحہ نمبر276

معلوم ہوتا ہے کہ یہ وادی نمل جس میں سے حضرت سلیمانؑ کا بے شمار لشکر تمام دنیاوی سازو سامان سے لیس ہو کر ملکہ سبا کے ملک پر حملہ کرنے کی غرض سے گذرا تھا سلطنت کی سرحد پر ایک ایسا قطعہ زمین تھا جو ملک کو حملہ آور فوجوں سے بچانے کے لئے خاص طور پر دفاعی سازو سامان سے لیس کیا گیا تھا۔ اس خاص علاقے میں ملکی دفاع کی تجویز غالباً یہ تھی کہ زہریلے حشرات الارض کی بڑے پیمانے پر آبادیوں کو قائم کیا جائے تاکہ دشمن اس علاقے میں داخل ہی نہ ہو سکے۔ چین والوں کے متعلق ہر شخص جانتا ہے کہ انہوں نے اپنے ملک کی سرحد پر ایک عظیم الشان دیوار اسی مقصد کے لئے کھڑی کی تھی جو اب تک موجود ہے۔ ممکن ہے کہ یہ حشرات الارض ایسے خطرناک قسم کے زہریلے کیڑے تھے جو لاکھوں کی تعداد میں دشمن کے سپاہیوں کو کاٹ کر ہلاک کر دیتے ہوں گے یا وہ کوئی جراثیم تھے جن سے ہولناک بیماریاں سپاہیوں میں پھیلتی ہوں گی۔ افریقہ میں کئی خطرناک حشرات اب بھی موجود ہیں جن کی و سے زرد بخار وغیرہ پھیلتے ہیں اور مچھروں سے ملیریا کا پھیلنا تو ہر شخص جانتا ہے لیکن یہ ذکر کر دینا بھی ضروری ہے کہ ملکہ سبا کی سلطنت کے متعلق جدید ترین انکشافات یہ ہیں کہ وہ جزیرہ مدغاسکر میں واقع تھی جو افریقہ کا ایک مشہور جزیرہ ہے۔ الغرض جب ملکہ سبا کی طرف سے اپنی سلطنت کو بچانے کے لئے یہ ہتھیار تھے کہ ایک بڑے خطے کو خطرناک کیڑوں اور جراثیم سے آباد کیا گیا تھا تو لامحالہ حضرت سلیمانؑ کی طرف سے بھی پوری تیاریاں ضرور ہوئی ہوں گی تاکہ اس خدائی آفت کا مقابلہ کیا جائے میری نگاہ تو یہاں تک جاتی ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے تمام وہ علمی آلات اپنی فوج کے سپاہیوں کو ان حشرات کی زد سے بچانے کے لئے تیار کئے ہوں گے جو آج کل کی زندہ قومیں تیار کرتی ہیں اور یہی وجہ تھی کہ حضرت سلیمانؑ کامل طور پر فتح مند ہوئے اور حشرات کی مخالف فوج نے ہتھیار ڈال دیئے بلکہ اس بڑی مہم کو سر کرنے کے بعد حضرت سلیمانؑ کا ہنسنا یعنی خوش ہو جانا اور ان کا بزبان حال خدائے عزوجل کی حمد وثنا میں عمل صالح کرنے کی توفیق مانگنا بلکہ عبادك الصالحین بننے کی آرزو کرنا جو وارث زمین بننے کی شرط ہے وغیرہ اس امر کی صاف دلالت کرتا ہے کہ قرآن حکیم کا عمل صالح ایمان عبادت کفر شرک الغرض اسلام کا تمام کا تمام مذہب صرف یہ ہے کہ انسانی تقدم کی ہر شق میں انتہائی مادی ترقی کی جائے اور مسلمان کا عمل صرف یہ ہو کہ اس کا اٹھنا بیٹھنا' لیٹنا' بھاگنا بلکہ سونا بھی اس دھن میں ہو کہ وہ اپنی قوم کو ترقی اور تیاری کے فلک الافلاک

تک پہنچا

دے اس قطعی فیصلے کے بعد یہ سوچو کہ مسلمان کس قدر پیچھے رہ گیا ہے دوسری قومیں کس قدر آگے بڑھ گئی ہیں اور دین اسلام کو عہد زوال کے مفسروں اور فلسفیوں نے کیا سے کیا بنا دیا ہے! اس آیہ شریفہ میں عبادك الصالحين کے الفاظ نہایت قابل غور ہیں کیونکہ وارثین کی تعریف آیہ (۲۶۹-۹) (میں انہی الفاظ میں ہوئی ہے)۔

صفحہ نمبر278

۱۶۵ سے لے کر اس صفحے تک برابر کئی آیتیں آئی ہیں جن میں علم کا لفظ آیا ہے اور آیہ (۲۷۲)۔ا اور ۲ میں کہا ہے کہ خدا علم کے بغیر پہچانا نہیں جاتا۔ مسلمان اور مولوی سوچ کہ کیا صحیفہ فطرت کے علم کے بغیر علم کے کوئی اور معنی ممکن ہیں۔

صفحہ نمبر281

فضل کے لفظ سے واضح ہے کہ دین قیم کا نتیجہ دنیاوی خوشحالی ہے۔

صفحہ نمبر282

باطل اور خسرون کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ اشارہ صحیفہ فطرت کی طرف ہے۔

دیکھو (۱۳۲) صفحہ 151 اور ۱۳۲ اب صفحہ 152۔

صفحہ نمبر285

ان آیتوں سے پہلے والقمر اذا تسق لتركبن طبقاً عن طبق ۸۴ /۱۸-۱۹ ہے یعنی پورے چاند کی قسم تم اونچے چڑھتے جاؤ گے دیکھو صفحہ 291۔

صفحہ نمبر287

جب حق صرف صحیفہ فطرت ہے تو دین الحق بھی دین صحیفہ فطرت یا دین فطرت ہوا ھدی اور دین الحق کے متعلق دیکھو حریم غیب صفحہ ۹۴ تا ۹۹ اور حدیث القرآن کا خلاصہ صفحہ 354 تا 358۔

صفحہ نمبر289

وتواصوبالحق وتواصوبالصبر کے الفاظ سے ایک ہی نتیجہ نکلتا ہے کہ حقیقت پر جم جاؤ اور بھرپور استقلال ہو۔

صفحہ نمبر290

اس سلسلے میں ایک عجیب و غریب واقعہ جو کیمبرج یونیورسٹی میں میرے ساتھ ۱۹۰۹ء میں ہوا یہاں پر بیان کرنے کے لائق ہے۔ میں ۱۹۰۷ء میں کیمبرج میں داخل ہوا اور ایک سال ہی میں یونیورسٹی کے تمام کالجوں کے ریاضی کے آزمائشی امتحان میں اول رہا۔ میری عمر بھی اس وقت ۱۹ سال تھی اور میں نمایاں ہونے کی وجہ سے شوخ ترین طالب علموں میں سے تھا۔ کیمبرج میں دستور ہے کہ وہاں کے کسی پروفیسر سے طالب علم بالعموم کلام نہیں کرتے کیونکہ یہ لوگ اپنی ایجادات میں محو رہتے ہیں اور ان کی دنیا ہی کچھ اور ہے۔ ایک روز میں نے اتوار کے دن ایک بہت بڑے نامور پروفیسر کو بازار میں دیکھا کہ معمولی سے کپڑوں میں انجیل اور چھتری دونوں بغلوں میں دبائے آرہا ہے حالانکہ اس وقت سخت بارش ہو رہی تھی۔ اپنی شوخی کی وجہ سے جھٹ اس کو سلام کیا۔ پروفیسر نے مسکرا کر جواب دیا تو شیر ہو گیا اور اس سے انتہائی گستاخی کر کے پوچھا کہ "جناب! آپ تو دنیا کے مشہور ترین عالم ہیں آپ انجیل پر کیسے یقین کرتے ہیں" پروفیسر یہ کہہ کر چل دیا کہ "جمعرات کے دن میرے مکان پر آؤ" میں نے اپنے تمام ہم جماعتوں میں ہنگامہ مچا دیا کہ دیکھو پروفیسر نے مجھے مکان پر بلایا ہے وہ یقین نہ کرتے تھے۔ جمعرات کے دن ایک شریر جماعتی (جو انگریز تھا) میرے ساتھ ہو گیا کہ چلو تمہارے جھوٹ کو آزمائیں ٹھیک چار بجے ہم پروفیسر کے مکان پر پہنچے تو عین اس وقت اس کے مکان کا دروازہ کھلا اور ایک عورت میرا نام پوچھ کر مجھے اندر لے گئی میرا ساتھی یہ منظر دیکھ کر بھاگ گیا پروفیسر نے نہایت محبت آمیز لہجے میں مجھے چائے پیش کی۔ پھر کہا تمہارے سوال کا جواب دینے کے لئے میں نے تمہیں بلایا ہے میں اس تمام واقعے سے پہلے ہی ڈرا ہوا تھا میں نے معذرت کی اور کہا کہ بڑا گستاخانہ سوال تھا جو میں نے کیا الغرض ایک گھنٹہ تک اس نے مجھے سمجھایا کہ یہ صحیفہ فطرت کیا ہے ہم اس کی تلاش میں کس قدر محو ہیں ہم اس کے اندر کیا کیا عظیم الشان باتیں دیکھ رہے ہیں وغیرہ وغیرہ آخر میں اس نے یہ الفاظ بعینہ کہے کہ "میں تم کو اپنی عزت کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جب سے میں صحیفہ فطرت کی تلاش میں لگا ہوں میرے بدن کے رونگٹے خدا کے خوف سے ہر دم کھڑے رہتے ہیں" میں حیران رہ گیا کیونکہ ہمارے ہندوستان کے سائنس پڑھے ہوئے "نیم حکیم" پروفیسر تو اکثر خدا کے منکر ہوتے ہیں۔ الغرض ان الفاظ کو جب دو سال بعد ۱۹۱۱ء میں اسی کیمبرج کی یونیورسٹی میں عربی کا امتحان دیتے ہوئے قرآن حکیم میں پڑھا اور انما یخشی اللہ من عبادہ العلمواء اور تقشعر منہ جلودھم کے لفظوں پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ علماء مولوی لوگ نہیں بلکہ یہ عالم

ہیں جنہوں نے دنیا میں ایک تہلکہ مچا رکھا ہے اس وقت سے قرآن کی عظمت میرے دل میں بیٹھتی گئی اور یہ
واقعہ قرآن حکیم کے متعلق روشنی کی پہلی کھڑکی تھی جو مجھ پر اتفاقاً کھلی ورنہ میں سائنس پڑھ کر قرآن سے بالکل محروم رہتا۔

صفحہ نمبر295

(حالانکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام عمر کبھی تسبیح ہاتھ میں نہیں لی اور نہ ان کے کسی امتی نے قرن اول میں۔ دانوں والی تسبیح کا رواج صرف زوال یافتہ یہودیوں میں اس وقت تھا)۔

صفحہ نمبر296

یہ الفاظ بعد میں جولائی ۱۹۵۳ء میں بڑھا دیئے گئے۔

صفحہ نمبر298

یہ ایک عیسائی جرجی زیدان کا قول ہے جو یقین میں نہیں آتا۔

صفحہ نمبر300

یہ سب تاریخیں مجھے قید خانے میں ہی ایک کتاب سے حاصل ہوئی تھیں۔

صفحہ نمبر302

دیکھو حریم غیب صفحہ ۲۱۸۔ (پہلا ایڈیشن)

صفحہ نمبر304

قال ربنا الذی اعطی کل شئی خلقہ ثم ھدیO۲۰/۵۰ کی طرف اشارہ ہے یعنی کائنات کی ہر شے کو پیدا کر کے ہدایت دی گئی ہے۔

صفحہ نمبر309

(۱) دیکھو صفحہ 115-116 (۲) دیکھو صفحہ 117-118 (۳) دیکھو صفحہ 115-116 (۴) دیکھو صفحہ 115-116 (۵) دیکھو صفحہ 312-313۔

صفحہ نمبر310

(۲) حریم غیب صفحہ ۲۷۹ (۷) وجعلنکم شعوباء وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم

عنداللہ اتقکم۴۹/۱۳ دیکھو صفحہ ۳ جہاں انسان کے پیدا کرنے کی غرض واضح کی گئی ہے۔ دیکھو صفحہ 372 تا 431

صفحہ نمبر313

دیکھ لو کہ سواء للسائلین کے الفاظ میں معانی کا کیا پہاڑ چھپا ہے اور اس کے سامنے کمیونزم کا بکواس کس قدر قرآن کی نقل نظر آتا ہے۔

صفحہ نمبر315

یعنی ہر وقت وہ کسی نہ کسی کام میں لگا ہے دیکھو ۲/۵۵۔

"یہ ناپائیداری" علم طبقات الارض کی رو سے ہے کسی مذہبی رو سے نہیں۔

صفحہ نمبر318

مستقر کا لفظ عارضی جائے قرار کے لئے اور مستودع کا لفظ مستقل جائے قرار کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ فتدبر۔

صفحہ نمبر320

یہ تحریر ۲۹ جولائی ۱۹۵۳ء کی ہے۔

صفحہ نمبر325

آسمان اور زمین کی اشیاء سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے ان کو بھی قرآن حکیم نے قرآنی آیات کے علاوہ آیات کہا ہے جیسا کہ مقام فطرت کے عنوان کے تحت کئی آیتوں مثلاً ان فی السموات والارض لا یات للمومنین ۴۵/۳ سے ظاہر ہے۔

صفحہ 325

آج تک کروڑ در کروڑ انسان خدا کی بنائی ہوئی چیزوں کی تلاش میں لگے ہیں اور ابھی کروڑوں برس تک تلاش ختم ہوتی نظر نہیں آتی۔ "کلمات اللہ" کا مفہوم یہی ہے۔

صفحہ نمبر326 لیکن اس آیت کے سیاق وسباق کو پورے طور پر سمجھنے اور "کلمات ربی" کی تلاش کے بعد "ملاقات خدا" کا انعام حاصل کرنے کے بارے میں دیکھو (۱۳۱) صفحہ 150۔

صفحہ نمبر330

اس کے بعد ہے تقشعر منه جلود الذین یخشون ربهم ۳۹/ ۲۳ ۲۳/۷۳ (۱) دعا

ظاہر کرنے سے مقصد یہ ہے کہ قرآن کی عظمت ظاہر ہو۔

صفحہ نمبر333

قلب کے لفظ سے صاف ظاہر ہے کہ جبرائیل نے رسول خدا ﷺ کے ذہن کی رہنمائی کی اور ہلاکت اقوام کا صحیح قانون خدا کی طرف سے لاکر دے دیا۔

(۱) شاعر اور کاہن کے الفاظ بتلاتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ سے مراد جبرائیل نہیں۔

صفحہ نمبر336

یہاں تو قطعی طور پر تمام تر اس دنیا کا ذکر ہے اور تجری من تحتھم لانھار کے الفاظ سے کوئی ایک شخص بھی انکار نہیں کر سکتا کہ جنت کی یہ "نہریں" اسی دنیا میں تھیں۔ پھر اوپر یعنی (۳۰۲۔۱) کے انہی لفظوں سے کیوں مراد لی جائے کہ وہ "آخرت" کا جنت ہے۔ فتدبر۔

صفحہ نمبر337

اور ثتموھا کے لفظ سے صاف ظاہر ہے کہ یہ جنت جو تمہیں ملی ہے کسی پہلی قوم کو ہلاک کر کے تمہیں "ورثے" میں ملا ہے جیسا کہ اس سے پہلے (۳۰۲) میں خود خدا نے واضح کیا ہے اور "نہروں" والا جنت چونکہ یقیناً دنیاوی تھا یہ بھی دنیاوی ہے اور سب نعمتیں اس میں بھی صاف دنیاوی ہیں۔

صفحہ نمبر338

ملکا کبیراً کے الفاظ سے صاف واضح ہے کہ یہ کسی فاتح قوم کی دنیاوی حالت کا نقشہ کھینچا گیا ہے جس نے کسی بڑے ملک پر اپنے استقلال سے انتہائی محنت کے بعد قبضہ کیا ہو۔

صفحہ نمبر348

قرآن اپنے متعلق غیر ذی عوج ۳۹ر ۳ اور لم یجعل لہ عوجا کہتا ہے یعنی اس میں پیچیدہ پن اور ٹیڑھا پن نہیں ہے دیکھو صفحہ 330۔

صفحہ نمبر350

مطلب یہ ہے کہ ان دنوں ہر مسلمان خدا کی بنائی ہوئی قدرت کے کسی نہ کسی حصے کو اپنی آنکھوں سے خود دیکھتا تھا کیونکہ قرآن میں الم تر کے الفاظ تھے پھر اپنے نتیجے نکالتا تھا۔

صفحہ نمبر351

قرآن کی مسلسل کہانی صفحہ نمبر410تا425ملاحظہ فرمائیں۔

صفحہ نمبر352

سورۃ نجم میں ہے وللہ مافی السموات وکافی الارض لیجزی الذین اساء وا بما عملوا ویجزی الذین احسنوابالحسنی ٥٣/٣١دیکھو صفحہ 133-132۔

صفحہ نمبر359

اور (اے ایمان والو) اگر تم سے کافر جنگ کریں گے تو لازمی ہے کہ وہ پیٹھ پھیریں پھر ان کا کوئی دوست اور مددگار نہ ہوگا۔ یہ وہ قانون خدا ہے جو پہلے سے ہمیشہ سے چلا آتا ہے اور تو قانون خدا میں ہرگز تبدیلی نہ پائے گا۔

صفحہ نمبر360

پس اگر وہ جنگ سے پھر جائیں اور تمہارے ساتھ ایک صف میں نماز پڑھ لیں اور زکوٰۃ دیں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔ ہم یہ آیات علم والی قوم سے کھول کھول کربیان کرتے ہیں۔

صفحہ نمبر361

اور اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق کی برتری دی ہے تو جن کے پاس رزق زیادہ ہے وہ اپنے ماتحتوں کو اپنا رزق اس قدر دینا پسند نہیں کرتے کہ وہ اور یہ آپس میں برابر درجے کے ہو جائیں تو اس سے نتیجہ صاف یہ نکلا کہ وہ اللہ کی نعمت کے منکر ہیں۔

صفحہ نمبر362

کیا تمہارے ماتحتوں (یعنی غریب لوگوں) میں سے کوئی ایسے بھی رزق میں تمہارے اتنے گہرے شریک ہیں کہ تم اور وہ برابر ہو جاؤ۔ عقلمند قوم کے لئے ہم اپنی آیتیں یوں کھول کربیان کرتے ہیں۔

صفحہ نمبر363

یعنی کہہ دو کس نے اپنے بندوں کے لئے اللہ کی زینتوں کو اور عمدہ نعمتوں کو حرام کیا ہے۔ وہ تو ایمان والوں کے لئے قیامت تک مخصوص ہیں۔ ہم یہ تفصیل علم والی قوم کو دے رہے ہیں۔ کہہ دے میرے رب نے تو صرف ظاہری اور باطنی بدکاری اور گناہ اور ناحق بغاوت کو حرام کیا ہے اور بلا سند شرک کو اور خدا پر تہمت کو ویسے تو ہر امت کی موت کی ایک مدت مقرر ہے جو نہ ادھر ہو سکتی ہے نہ

ادھر۔

صفحہ نمبر364

یعنی اے بنی آدمؑ اپنی تمام نعمتیں ہر اجتماع کے موقع پر جو مسجد میں ہو (لے جایا کرو تا کہ دنیا پر اثر ڈال سکو) اور خوب کھاؤ پیو لیکن حد سے نہ بڑھو خدا فضول خرچوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور دیکھو حریم غیب صفحہ ۲۲۳۔

صفحہ نمبر365

یعنی اللہ کے بندے تو وہ ہیں جو زمین پر دھیمے دھیمے چلتے ہیں اور جب ناواقف لوگ بھی ان کے سامنے آ جاتے ہیں تو (تالیف قلوب کی خاطر) ان کو سلام کہتے ہیں اور جو راتوں کو بھی خدا کے حکموں کی تعمیل میں سر بسجود ہیں۔ اور وہ جو خدا سے مانگتے رہتے ہیں کہ خدایا (ہماری عالمگیر قوم سے) جہنم کا عذاب بچائے رکھ۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی مہلک غلطی کر بیٹھے کیونکہ جہنم کا عذاب بڑا دردناک ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے اور وہ جو کہ جب وہ اپنی دولت کو اپنی آسائشوں پر خرچ کرتے ہیں تو فضول خرچی نہیں کرتے اور نہ کنجوسی کرتے ہیں بلکہ اعتدال سے اپنا گذران کرتے ہیں۔

صفحہ نمبر367

یعنی بے شک مومن کامیاب ہو گئے۔ یہ وہ ہیں جو اپنی نماز میں عاجزی کرتے ہیں جو بے ہودہ اور بے نتیجہ باتوں سے پرہیز کرتے ہیں جو زکوۃ پر پورے طور سے عامل ہیں جو اپنی شرمگاہوں کے سوا اپنی بیویوں اور زرخرید لونڈیوں کے حفاظت کرتے ہیں کیونکہ یہ فعل ان پر قابل ملامت ہے تو جو قوم اس سے آگے بڑھ گئی وہ ظالم ہے مومن وہ ہیں جو ایماندار اور عہد کے پکے ہیں اور جو اپنی نماز کو (محض ایک رسم کے طور پر نہیں سمجھتے بلکہ اس سے آخری غرض و منتہا کی) حفاظت کرنے والے ہیں۔ یہی ہیں جو آگے چل کر زمین کے بہشتوں کے وارث ہوں گے اور ان میں ہمیشہ رہیں گے۔

صفحہ نمبر370

یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں سے ناحق نکالے گئے اس پر کہ وہ کہتے تھے کہ خدا ہمارا پروردگار ہے اور اگر خدا بعض لوگوں کو دوسرے لوگوں سے دور نہ رکھتا تو مت خانے اور گرجے اور عبادت خانے اور مسجدیں جن میں خدا کا نام اکثر لیا جاتا ہے ڈھا دیئے جاتے اور اللہ ضرور ان کی مدد کرے گا جو خدا کے نصب العین کی مدد کرتے ہیں کیونکہ بے شک خدا قوت اور عزت والا ہے۔

صفحہ نمبر371

یہ انجیل کے بارے میں ہے اور اسی سورت اور رکوع میں توراۃ کے بارے میں فیھا ھدی ونور ۵/۴۴ ہے۔

صفحہ نمبر375۔ یعنی ہم نے ان تمام قوموں کو جن کے رہنما ہمارے انبیاء اور بھیجے ہوئے رسولؐ تھے علم دیا تھا اور حکومت بھی دی کہ وہ اس علم کے زور پر انسانوں پر حکومت کریں۔

☆طالوت کی قوم نے کہا کہ کس طرح وہ ہم پر حاکم ہو سکتا ہے حالانکہ ہم حکومت کے زیادہ اہل ہیں اور اس کو تو دولت میں فراخی نہیں دی گئی۔

صفحہ نمبر382

اس پوری آیت کا مطلب یہ ہے کہ زمین و آسمان کی ہر شے پیدا ہی اس لئے کی گئی ہے کہ انسان کو اس کے سعی و عمل کے پاداش میں بطور انعام دے دی جائے دیکھو صفحہ 132-133۔

صفحہ نمبر385

چنانچہ سورہ حدید میں ہے ولقد ارسلنا نوحاً وابراھیم وجعلنا فی ذریتھما النبوۃ والکتب (۵۷/۲۶) یعنی نوحؑ اور ابراہیمؑ کی تمام قوم میں نبوت تھی اور وہ سب قوم کی قوم الکتب یعنی علم میں شرابور تھی۔

صفحہ نمبر386

خدا اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا قرآن میں بار بار ہے۔ دیکھو ۳/۱۸۲، ۸/۵۱، ۲۲/۱۰، ۴۱/۴۶ اسی سورہ طارق میں ہے یوم تقول لجھنم ھل متلات وتقول ھل من مزید ۵۰/۳۰ اس دن ہم جہنم سے پوچھیں گے کہ کیا تو بھر گئی؟ تو وہ کہے گا کچھ اور ہے تو لے آؤ۔

صفحہ نمبر391

الجدیدۃ الوسطی "زمین کی پچھلی کروڑوں برس کی تاریخ کے سات زمانوں میں سے درمیانی زمانہ تھا۔ تذکرہ صفحہ ۳۰ تا ۳۶۔

صفحہ نمبر395

سوال تو یہ ہے کہ سورہ طارق میں اگر کوئی عظیم الشان حقیقت قرآن نے نہیں بتائی تو اتنی قسمیں کھانے کی کیا ضرورت تھی۔ بلکہ مجھے تو والسماء ذات الرجع کی قسم سے بھی یہ مراد نظر آتی

ہے کہ آسمانوں تک جانے کے بعد ہی انسان اپنی اس پلید پیدائش کو جو نطفہ منی سے ہے حیوانوں کو لوٹا دے گا۔ اوپر کے خط کشیدہ الفاظ میں رجع کا لفظ اور پھر اس قسم میں وہی رجع کا لفظ اس دعوے کی دلیل ہیں۔

صفحہ نمبر397

قرآن حکیم میں ہے انا عرضنا لاماته علی السموات والارض والجبال فابین ان یحملنها واشفقن منها وحملها الا نسان انه کان ظلوماً جهولا ۳۳/۷۲ دیکھو صفحہ 80۔

صفحہ نمبر399

(ا) تو مجھ کو ہرگز نہ دیکھ سکے گا۔

صفحہ نمبر403

دونوں جگہ انسان کی پیدائش کے بارے میں فاذا سویته ونفخت فیه من روحی فقموا له سجدین ۳۸/۷۲ کے الفاظ ہیں یعنی فرشتوں (یا دوسرے لفظوں میں فطرت کی طاقتوں کو خدا نے کہا کہ جب میں نے انسان کی پیدائش کو ایک مرحلے سے دوسرے مرحلے تک گذار کر) برابر کر لیا اور اس میں اپنی روح پھونک دی (یعنی وہ میری تمام خاصیتوں کا حامل ہو گیا) تو تم سب طاقتیں اس کی مطیع بن جانا۔ یہ منظر صاف طور پر وہ مرحلہ ہے جبکہ انسان اپنی جدوجہد اور کمال ارتقاء سے خدا کا مماثل بن جائے گا۔

صفحہ نمبر406

نہایت ادنیٰ درجے کے خورد بینی حیوانات ہیں نر اور مادہ کی تمیز نہیں ایک ہی شکل کے دو حجرے آپس میں مل جاتے ہیں اور چار بن جاتے ہیں ثم ردنه اسفل السافلین کا اشارہ میری دانست میں انسان کے اسی آخری ارتقاء کی طرف ہے۔

قرآن میں ہے انشاناہ خلقاً آخر ۲۳/۱۴ یعنی پھر انسان کو دوسری پیدائش کی ابتداء کر دیں گے۔ دوسری جگہ ہے یات باخرین یعنی انسان کی جگہ خدا دوسری مخلوق لائے گا۔ تیسری جگہ ہے۔ واذا اشئنا بدلنا امثالهم تبدیلا ۷۶/۲۸ یعنی ان کی جگہ دوسرے انسان بدل دیں گے۔ چوتھی جگہ ہے ویات خلق جدید ۱۴/ ۳۵ یعنی اس کی جگہ نئی اور زیادہ ترقی یافتہ پیدائش لائیں

گے دیکھو(۱۱۰)الف تا دنیزہ۔

صفحہ نمبر 437

انسانی اعضائی ارتقاء کے سلسلے میں جو بات روز روشن کی طرح واضح ہے یہ ہے کہ اگر فی الحقیقت انسان نے کروڑوں اور اربوں میل دور تک کے صحیفہ فطرت کو ایک نہ ایک دن مکمل طور پر مسخر کرنا ہے تو یہ تسخیر ان گوشت اور خون کے بنے ہوئے اعضاء سے ہرگز نہیں ہو سکتی۔ ان اعضاء سے تو انسان زمین سے صرف چند میل اوپر جا کر ہی ختم ہو جاتا ہے اور نہ ستاروں میں وہ لوازمات حیات انسانی موجود ہیں جو زمین پر ہیں اس لئے لامحالہ انسان کا اعضائی ارتقاء اس قدر انقلاب انگیز ہو کر رہے گا کہ موجودہ گوشت پوست کو چھوڑ کر صرف "روح" ہی رہ جائے اور شاید آنکھیں اس کو دیکھنے کے لئے بھی نہ رہیں!۔

غلبہ اسلام

قرآن کے ہوش ربا علم کے بالمقابل مغربی قوموں کا دوسری قوموں پر زہرہ گداز غلبہ اور علم کے میدان میں ان کی حیرت انگیز ترقیاں میرے نزدیک ابھی تک ہیچ اس لئے ہیں کہ میں مغربی قوموں کو ابھی تک قرآن حکیم کے بتائے ہوئے علم کے پاسنگ تک بھی پہنچا ہوا نہیں دیکھتا مجھ یقین ہے کہ مغربی اقوام کا غلبہ اس لئے ناپائیدار غلبہ بلکہ منشائے ربی کے خلاف غلبہ ہے کہ اس میں انسانیت کی چاشنی موجود نہیں میں دھڑتے سے کہہ سکتا ہوں کہ مغربی اقوام کا علم بھی قرآن عظیم کے مفہوم علم سے ابھی تک کوسوں دور اس لئے ہے کہ اس میں اسلامی روحانیت کی چاشنی ہرگز نہیں یہ دونوں مقام میں نے قرآن حکیم کی آیات میں خدا کے ایک ایک کہے ہوئے لفظ کو پوری اہمیت دے کر مطالعہ کرنے کے بعد اختیار کئے ہیں اور اسی لئے میں سمجھتا ہوں کہ کیا عجب ہے کہ زمین کی نجات بالآخر پھر "مسلمان" کے ہاتھ سے ہی ہو کر رہے۔

(حدیث القرآن) (حضرت علامہ مشرقیؒ)

بے وفائیوں کی بدولت

جس قوم کے اے مشرقؔ اپنے ہوں پرائے
اس قوم کی ہے موت سے آخر کو ملاقات
مشرقؔ کو کیا دیا' اس قوم نے انعام عشق
اس سے بہتر تو رہے' غدار ہی اور بے ہنر

(حضرت علامہ مشرقیؒ)

حضرت علامہ مشرقیؒ کی پیش گوئیاں

1971ء میں مشرقی پاکستان مغربی پاکستان سے کٹ جائے گا

اگر کشمیر حاصل نہ کیا تو انڈیا دریاؤں کے رخ بھارت کی جانب پھیر لے گا

مسلمان بھائیو! میں نے مسلمان قوم کی حالت دیکھتے ہوئے کافی سوچ بچار کے بعد 1931ء میں خاکسار تحریک شروع کی تھی۔ جس کا مقصد دنیا میں غلبہ اسلام تھا اور دنیا میں مسلمان قوم کی بادشاہت قائم کرنا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ ہندوستان کا مسلمان سپاہیانہ زندگی اختیار کر کے آنے والے حالات میں اپنی عزت' جان و مال کو بچا سکے اور مسلمان منظم ہو کر انگریز سے اپنا حق چھین لے اور ہندوستان پر بادشاہت کا حق بھی مسلمان قوم کو ملے مگر مسلمانوں نے میری بات پر توجہ نہ دی۔ ماسوائے اس کے مجھے پاگل اور دیوانہ سمجھتی رہی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تقسیم کے وقت مسلمان قوم کو ستر ہزار عصمتوں اور لکھو کھہا انسانوں کی قربانی دینی پڑی۔ تقریباً دو کروڑ انسانوں کو اپنے گھر بار چھوڑنے پڑے۔ تقریباً سوا تین کروڑ مسلمانوں کو ہندو کی غلامی اختیار کرنی پڑی۔ اتنا بڑا عذاب شاید ہی کسی قوم پر خدا کی طرف سے نازل ہوا ہو۔ میں نے حکومت وقت کو کئی بار مطلع کیا۔ 1947ء میں مسئلہ کشمیر کو سلامتی کونسل میں پیش کرنے کی مخالفت کی کہ اگر یہ مسئلہ سلامتی کونسل میں چلا گیا تو پھر قیامت تک حل نہ ہو سکے گا۔ حکومت وقت کو کشمیر کو بزور جہاد حاصل کرنے لیے کہا گیا کہ کشمیر کو ہر حالت میں حاصل کیا جائے اگر کشمیر کو حاصل نہ کیا گیا تو 1971ء تک انڈیا تمام دریاؤں کے رخ انڈیا کی طرف پھیر لے گا مگر مجھے ایک مجذوب کی بڑ سے نوازا گیا اور برسر اقتدار طبقہ کے حکم سے ڈیڑھ سال کے لیے بغیر مقدمہ چلائے جیل میں ڈال دیا۔ پھر مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان کو آپس میں مضبوط اور طاقتور ایک جان دو قالب میں منقسم کرنے کے لیے پروگرام دیا۔ کہ دونوں طرف سے تقریباً دس لاکھ انسانوں کو دونوں طرف آباد کر دیا جائے تا کہ ان کی تہذیب' کلچر' رہن سہن مشترک ہو جائیں شادی بیاہ کے بندھن میں ایک دوسرے سے لگاؤ پیدا کریں تا کہ کوئی بھی طاقت

ملک کے دونوں حصوں کو آپس سے علیحدہ نہ کر سکے اس پر بھی گورنمنٹ نے توجہ نہ دی۔

مسلمانو! میں تمہیں خبردار کرتا ہوں کہ ایک ایسا دور آنے والا ہے جو کہ غالباً 1970-71ء کا دور ہوگا اس دور میں میری نگاہیں دیکھ رہی ہیں کہ ہر طرف ایک یورش کا طوفان اٹھ رہا ہوگا۔ ملک کے اندرونی حالات بڑے خراب ہوں گے۔ خون خرابے کا ہر وقت خدشہ ہوگا۔ نسلی اور صوبائی تعصب کو ہر جگہ ہوا دی جا رہی ہوگی۔ زندہ باد اور مردہ باد کے نعرے ہوں گے ملک کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے پروگرام بن رہے ہوں گے۔ میں تمہیں متنبہ کرتا ہوں کہ اگر ملک کی قیادت مضبوط ہاتھوں میں نہ ہوئی تو جان لو اس ملک کا بچنا محال ہوگا ہوسکتا ہے۔ مشرقی پاکستان مغربی پاکستان سے کٹ جائے ۔ہوسکتا ہے کہ اندرونی خلفشار کی وجہ سے کہیں انڈیا فائدہ اٹھا کر ملک کو ہڑپ نہ کر لے یا ہوسکتا ہے کہ غلط قسم کے لوگ برسر اقتدار آ کر پاکستان کو ہندو کی غلامی میں نہ دے دیں۔ میں تمہیں 1970-71ء کے لیے خبردار کرتا ہوں کہ اس وقت کے لیے ابھی سے تیاری شروع کر دو تا کہ اس وقت اس ملک میں ہر فرد اپنے آپ کو منظم کر لے تا کہ ملک کے بیرونی دشمن اور اندرونی دشمن کوئی فائدہ نہ اٹھا لیں۔ یاد رکھو کہ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو ایک بہت بڑا عذاب تم پر پھر نازل ہوگا۔ 1947ء میں تمہارے لیے جائے پناہ تھی۔ جس میں آ کر تم محفوظ ہو گئے مگر اب میری نگاہیں دیکھ رہی ہیں کہ ایک طرف اٹک کا دریا ہوگا دوسری طرف چین کی سرحدیں ہوں گی۔ تمہارے لیے کہیں بھی جائے پناہ نہ ہوگی تمہیں ہندو کا غلام بن کر رہنا ہوگا ہوسکتا ہے کہ تمہاری نسلیں در نسلیں ہندو کی غلامی میں رہیں اگر تم آزاد رہنا چاہو گے تو پھر تمہیں ہندومت اختیار کرنا پڑے گا۔ جو کہ تمہاری زندگی کا سب سے برا دن ہوگا! کہ تم اپنے مذہب سے ہٹ کر دوسرا مذہب اختیار کر رہے ہو گے۔ نافرمان قوموں پر خدا کا عذاب اپنے ہی اعمال کی وجہ سے آیا کرتا ہے۔ اس عذاب سے بچنے کے لیے ابھی سے خدا کے سپاہی بن کر عملاً طاقتور بن جاؤ اسی میں تمہاری بہتری ہے۔ خدا تمہارے ساتھ ہے۔

(حضرت علامہ مشرقیؒ)

(خطاب اقبال پارک، لاہور ★ 1956ء)

مرکز اعلیٰ خاکسار تحریک

34- ذیلدار روڈ اچھرہ لاہور- 54600 فون نمبر: 7555251-7535116 فیکس نمبر: 7587394(042)

تقسیم ہند کا خوفناک انجام

تقسیم کے بعد پاکستان اور بھارت میں دہشت کی دائمی حکمرانی!

''صرف وہی انقلاب جو عوام کے متحدہ جسمانی زور سے میدان جنگ میں پیدا ہوا ہو ہندوستانیوں کو صحیح معنوں میں آزادی دے سکے گا۔ ایسا انقلاب ہی حکومت کے اس نظام کو الٹ پلٹ سکتا ہے جو اس وقت رائج ہے اور جس نے چالیس کروڑ انسانوں کے دل اس وقت مکمل طور پر انگریز سے برگشتہ کر دیئے ہیں صرف یہی جمہور کی طاقت سے پیدا ہوا ہوا انقلاب خود بخود برطانوی راج کے ہر خدوخال کو مٹا کر اس کی جگہ ہندوستانیوں کا بنایا ہوا ہندوستانی راج قائم کرنے کا راستہ صاف کر سکتا ہے۔

انگریز کا ان لوگوں کو پرامن طور پر حکومت سپرد کر دینا جن کو انگریزی طریق تخیل کی تربیت دی گئی ہے بدترین قسم کے برٹش راج کو پھر لانے کے سوا کچھ پیدا نہ کر سکے گا۔ ایسا راج برطانوی راج کی بدترین صورت سے بھی دس گنا زیادہ ظالمانہ زیادہ بدصورت' زیادہ بھیانک' زیادہ سرمایہ دارانہ اور زیادہ غیر ہندوستانی ہو گا۔ یہ حقیقت میں تمام سچائیوں کا الٹ ہوگا۔ اور پچھلے سو سال میں انگریزوں نے جو بھلی یا بری شے ہندوستان کو دی ہے' اس کی مسخ شدہ تصویر ہوگا۔ یہ فی الحقیقت ایک منظم فتنہ ایک مستقل ظلم اور ایک پائیدار ہڑبونگ ہو گی جس سے بڑھ کر ہڑبونگ نہیں ہو سکتی یہ ایک ایٹم بم کی طرح کی دائمی حکومت اور دہشت کی دائمی بادشاہت ہو گی۔ اس میں دوسری قوموں کے قتل عام کا جواز حکومت کی طرف سے ہوگا بچوں کو ماؤں کے پیٹ میں قتل کرنا' مخالف قوم کے تمدن اور کلچر کو یکسر مٹا دینا' غیر قوم کی صحیح تاریخ کو ملیامیٹ کر دینا' ملی فلسفوں کی موت' باعزت روایات کو نیست و نابود کرنا اور خیالات کا قتل عام کرنا ان حکومتوں میں جائز ہوگا۔

ہندوستان میں کسی ایک یا زیادہ سیاسی جماعتوں کو حکومت کے سپرد کر دینا اس سے زیادہ بدترین شہنشاہیت' زیادہ بدترین سرمایہ داری' زیادہ بدترین ہلاکو خانیت پیدا کرے گا جو آج تک کسی زمانہ کی تاریخ نے پیدا کیے ایسا راج دراصل برطانوی تو

ہو گا مگر برطانوی راج کی خوبیوں سے عاری ہو گا یہ دنیا میں دوزخ کا نمونہ ہو گا یہ ایشیا کے خوبصورت تمدنوں کو مٹادے گا۔ اخلاقی قواعد کے خوبصورت آئین کو، محبت اور باہمی رواداری کے خوبصورت فلسفے کو تہس نہس کر دے گا۔ بلکہ درحقیقت ان تمام بنیادی سچائیوں کو جو ایشیا کے براعظم نے پچھلے پانچ ہزار سال میں بنی نوع انسان کو دی ہیں یکسر نیست ونابود کر دے گا۔

مجھے خطرناک شکوک ہیں کہ ان حکومتوں کے ماتحت اٹھارہ کروڑ ادنیٰ ذات کے ہندو یا قریباً ساڑھے نو کروڑ غریب مسلمان یا چھ کروڑ اچھوت اس قدر زندہ بھی رہ سکیں گے، کہ اس ظلم کے خلاف آواز اٹھا سکیں مجھے سخت شکوک ہیں کہ آیا عربی کے ہندسے بھی باقی رہیں گے۔ عربی حروف تہجی بھی قائم رہیں گے یا اگر پلڑا دوسری طرف جھک گیا تو کیا سنسکرت زبان اور ہندو فلسفے کا ہندوستان میں نام ونشان بھی باقی رہے گا یا نہیں۔ انتقال طاقت کی موجودہ تجویز میری نظروں میں برلا راج' برہمن راج' خان بہادر راج اور برٹش راج کی بے رحمانہ حکومت کی ایک شیطانی تجویز ہے جس میں انسانوں کی بجائے تمرد، سرمایہ داری اور ظلم حکومت کریں گے۔"

"موجودہ حالات میں آخری علاج یہ ہے کہ ہندوستان کے تمام افراد اس خوفناک سازش کے خلاف یک جان ویک زبان ہو کر اٹھ کھڑے ہوں اور ان کے متحدہ زور سے ایک مشترک انقلاب پیدا ہو جس میں سینکڑوں نہیں بلکہ لاکھوں انسان برلاً خان بہادر اور برٹش کی گولیوں سے ہلاک ہوں۔ ہاں اس طرح لاکھوں ضرور مریں گے لیکن کروڑوں ہمیشہ کے لیے بچ جائیں ے اگر طاقت حاصل کرنے کی حرص میں انسان نے انسان کو قتل کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور دنیا کو صرف لوٹ اور ظلم کا تماشہ ہی دکھلانا ہے تو وقت آ گیا ہے کہ ہم اپنے آدمیوں کی لاکھوں کی تعداد میں قربانی دیں تا کہ سچائی اور عزت اور انصاف کا بول بالا ہو" دیکھنا یہ ہے کہ اس انقلاب کا شیطانی تجویز ہونا کس قدر صحیح ثابت ہوا۔ ماخوذ از "دہ الباب"

حضرت علامہ عنایت اللہ خان المشرقیؒ

(خطاب بانکی پور پٹنہ★ مورخہ 14 مئی 1947ء)

مرکز اعلیٰ خاکسار تحریک

34-ذیلدار روڈ، اچھرہ، لاہور-54600 ☆ فون نمبرز: 7555251-7535116 ☆ فیکس نمبر: (042)7587394

دنیائے علم و خبر کے مفکرِ اعظم اور نقیبِ فطرت

حضرت علامہ مشرقیؒ کی تہلکہ مچادینے والی تصانیف

خریطہ

حضرت علامہ محمد عنایت اللہ خان المشرقیؒ (1963ء - 1888ء) نے 1902ء تا 1909ء کے درمیان 14 برس کی عمر میں 126 رباعیوں اور 170 شعروں پر مشتمل ایک فارسی تصنیف 7 فروری 1924ء کو شائع کی جو خریطہ کے نام سے مشہور ہوئی۔ جس کا دیباچہ اردو میں تحریر کیا۔ خریطہ کے اس ولولہ انگیز اور روح پرور دیباچے کو پڑھ کر تقریباً" پانچ ہزار شاعروں نے اقرار کیا کہ انہوں نے شاعری ترک کر دی ہے اس کے بعد حضرت علامہ" نے نصف صدی تک شاعری کو خیر آباد کہہ دیا۔

تذکرہ

اول - دوم - سوم

- کتاب تذکرہ 3 ستمبر 1920ء میں حضرت علامہ محمد عنایت اللہ خان المشرقیؒ نے پشاور میں لکھنا شروع کی اور 1922ء تک اسے ہزارہا صفحات پر لکھ ڈالا۔ دو برس بعد یعنی 1924ء میں اس کی پہلی جلد (جدید ترتیب کے مطابق جلد اول دوم) امرتسر کے مقام سے شائع کی گئی۔
- مفکر اعظم اور نقیب فطرت کا قرآن حکیم کے حقائق عالیہ پر دس جلدوں میں ایک مبسوط علمی تبصرہ جس میں مسلمانانِ عالم کو انکی اجتماعی موت و حیات کی متعلق آخری پیغام دیا گیا۔
- صدر اسلام سے لے کر آج تک قرآن حکیم کی حکمت بالغہ پر کوئی کتاب اس قدر مدلل' اس قدر یقین انگیز' اس قدر نتیجہ خیز حتا" نہیں لکھی گئی۔
- اس کا ایک ایک ورق الہی حکمت کا حیرت انگیز مرقع اور اس کی ایک ایک دلیل قرنوں کی غفلت زدہ امت کے لئے چونکا دینے والا تازیانہ ہے۔
- یہ تصنیف جلیل انبیائے کرام علیہ الصلاۃ والسلام کے پیغام اور بالخصوص قرآن حکیم کی ایک مکمل اور ناقابل بدل ایک اٹل اور علمی تشریح ہے۔ جس کو فرض اور ظن سے سروکار نہیں۔
- قرون اولی کے صحیح اسلام کے ماسوا تمام مذاہب وادیان کی ناسخ تمام اگلی بے نتیجہ تفاسیر اور تشارح کی اغلاط کی قاطع اور انسان کے مابین سب اعتقادی فرقہ بندی کی صریح مخالف ہے۔

خطاب مصر

تذکرہ کی مقبولیت کا یہ عالم ہوا کہ جب 1926ء میں قاہرہ (مصر) میں موتمر خلافت کا انعقاد ہوا تو شیخ الاسلام نے حضرت علامہ مشرقیؒ کو دنیائے اسلام کے اہم ترین مسائل کے متعلق رائے دینے کے لئے

دعوت دی"

13 مئی 1926ء کو قاہرہ (مصر) میں اس موقع پر جو باطل شکن اور معرکتہ آلاراء تقریر آپ نے کی وہ مصر اور برصغیر پاک و ہند میں "خطاب مصر" کے نام سے مشہور ہوئی۔ جس میں مسلمانان عالم کو آنے والے خطرات سے بچانے' طاقتور بنانے کے لئے ایک عالمگیر پروگرام پیش کیا گیا۔

اشارات

خاکسار اعظم حضرت علامہ مشرقیؒ نے یکم اگست 1931ء میں "اشارات" کے نام سے قوم کی اصلاح کے لئے عملی پروگرام پیش کر دیا۔

جس میں انہوں نے ثابت کیا ہے کہ۔

- قوم اور اس کے راہنماء ایک مشترکہ عمل سے جنم لیتے ہیں۔
- انہوں نے اسلام کی ماہیت اور اس کو غالب کرنے کا طریقہ کار بتلا دیا۔
- انہوں نے کہا کہ اگر مسلمان اس وقت سنبھل گئے اور میری کتاب "اشارات" کی تجویز کو محکم طور پر پکڑ لیا تو اب یہی زندگی کی قطعی امید ہو سکتی ہے۔

قول فیصل

15 نومبر 1935ء میں " قول فیصل" میں قوموں کا زوال اور اس کا علاج اور خاکسار تحریک کے پروگرام کی مکمل تشریح کر دی گئی۔

- وہ عظیم الشان تصنیف جس نے " خاکسار تحریک" کو چند برسوں کے اندر اندر نہ صرف ملک گیر بلکہ عالمگیر بنا دیا۔
- وہ انقلاب انگیز تصنیف جس نے مسلمانان ہند کو صدیوں بعد حجروں سے نکل کر بلا لحاظ مذہب و تفریق ایک ہی صف میں کھڑا کر کے عملاً" مساوات پیدا کر دی۔
- مسلمانوں کے اندر پھر سے بے مزد خدمت خلق کا عظیم الشان اور ناقابل یقین جذبہ پیدا کر دیا۔

مقالات (اول دوم)

- بانی خاکسار تحریک حضرت علامہ محمد عنایت اللہ خان المشرقیؒ کے مقالات" کی پہلی جلد 27 جنوری 1937ء میں طبع ہوئی۔
- ہفت روزہ الاصلاح کے مقالات افتتاحیہ" کا نقش ثانی ہے۔ جو 23 نومبر 1934ء سے 5 جون 1936ء تک شائع ہوئے۔
- مقالات کی دوسری مجلد 2 ستمبر 1943ء کو شائع ہو کر منظر عام پر آئی۔ اس میں جریدہ الاصلاح کے 5 جون 1936ء سے 16 جولائی 1937ء تک کے مقالات افتتاحیہ شامل ہیں۔

ان مقالوں میں قوم کو اس کی قوتوں کے زوال سے متعلق با خبر کیا گیا ہے' ہوش بلکہ شعور پیدا کیا گیا ہے۔ کہ قوم کن مصائب اور مشکلات میں مبتلا ہے' قوم میں کیا اخلاق اور اعمال موجود ہیں' کیا ہیں جن کا زوال ہو چکا ہے اور جن کو پھر حاصل کرنے کی امنگ پیدا ہونی چاہیے۔
ان مقالات کو پڑھنے کے بعد چند دنوں میں بڑے مخلص آدمی گوشوں سے نکل پڑے' جان و مال کی عظیم الشان قربانیاں فورا" ہونے لگیں۔ لکھو کھہا مسلمان یکدل اور ہمخیال ہوگئے۔ محبت کی نہریں پھوٹ بہیں اور خدمت خلق کا حیران کن منظر پیدا ہو گیا۔

مولوی کا غلط مذہب

● مولوی کا غلط مذہب میں 25 ستمبر 1936ء تا 28 اگست 1938ء تک حضرت علامہ محمد عنایت اللہ خان المشرقیؒ کے علاوہ تحریک کے دیگر زعماء نے اپنے مقالوں کے ذریعہ سے علمائے سوء کی جاہلانہ تعلیمات کے بخیئے ادھیڑ کر مولوی کے تین سو سالہ مذہبی تخیل کو رد کر دیا ہے۔
ان بیانات کو شاید معاندانہ اور مخالفانہ سمجھا جائے یا مولوی سے کسی ذاتی مخالفت کی تمہید یقین کی جائے لیکن بقول مشرقیؒ
" میں مولویوں اور علمائے دین کا دشمن نہیں ہوں مجھے ان سے کوئی ذاتی کاوش نہیں میں صرف ان کے بگڑے ہوئے مذہبی تخیل اور کم نظری کا دشمن ہوں اور مسلمان کی ذہنیت کو جلد از جلد بدلنا چاہتا ہوں۔
"

خاکسار آئین (انگریزی)

برصغیر کی آزادی کے لئے خاکسار اعظم حضرت علامہ مشرقیؒ نے انگریزی اقتدار کا چیلنج قبول کرنے کا فیصلہ کر لیا کہ اگر ہندوستانی ایک ایسا آئین پیش کر دیں جس پر ہندوستان کے تمام عناصر متفق ہوں تو ہم ہندوستان کو آزاد کر دیں گے۔ آپ نے نہایت قلیل مدت میں ایک متفقہ آئین جون 1945ء میں مرتب کر کے اکتوبر 1945ء میں شائع کر دیا۔ دراصل یہ آئین حقیقی معنوں میں حقوق انسانی کا علمبردار ہے۔

حریم غیب

● حضرت علامہ مشرقیؒ نے پچاس سال کے بعد قید کے دوران ایک حیرت انگیز واقع کی وجہ سے پھر شاعری کو تھوڑی مدت کے لئے اختیار کیا۔ حریم غیب 27 اکتوبر 1952ء میں شائع ہو کر منظر عام پر آگئی۔
● حریم غیب کے 18 سو اشعار 10 فروری 1951ء سے 20 مئی 1951ء تک دوران کے صرف دو ماہ آٹھ دن میں چار گھنٹے روزانہ مصروفیت کی اوسط سے کہے گئے ○ حریم غیب میں دین اسلام کی ماہیت کو علمی نقطہ نظر سے واضح کر کے مسلمان کو اس کے فرائض سے آگاہ کیا گیا اور ظن کے بالمقابل علم کے مقام کی قطعی تشریح کی گئی۔ الغرض شعر زدہ امت کے لئے راہ پر آنے کی ایک گنجائش حضرت علامہ مشرقیؒ نے

پھر پیدا کی ہے۔ کیا عجب کہ اسے پڑھنے کے بعد امت مسلمہ سرخرو ہو سکے۔

دہ الباب

● حضرت علامہ مشرقیؒ نے دوران قید " دہ الباب " کے تقریباً" تیرہ سو اشعار یعنی (24 دسمبر 1951ء تک کے) دو ماہ گیارہ دن میں مکمل کئے۔ دہ الباب 10 نومبر 1952ء میں شائع ہوئی۔ 64 مختلف عنوانات کے تحت یہ نظمیں ہیں اہم اہم واقعات اور آیات کی تشریح کتاب کے آخر میں " فرہنگ دہ الباب" میں کر دی گئی تاکہ قاری کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

● دہ الباب میں بڑا مسئلہ علم کا دنیا پر حکم اور اس کا نبوۃ کی طرف ارتقاء ہے۔ اس مسئلے کی اہمیت کا اندازہ لگانے کو ابھی بڑا وقت چاہیے۔ زمین کے کسی بڑے سے بڑے متقدم اور متور حصے نے بھی تاحال علم کی اہمیت کو تسلیم نہیں کیا اور اس کو ابھی تک زیادہ سے زیادہ موجودہ سیاسی حاکموں کی دست پخت لونڈی قرار دیا ہے۔ لیکن اسلام کو چونکہ پچھلے چودہ سو برس سے دنیا کی سیاست کی تشکیل میں بڑا دخل رہا ہے اور بہت کچھ جو اس وقت تک انسان کی معاشرت میں انقلاب برپا ہوا دین انبیاء کے بے پناہ زور سے ہوا ہے اس لئے یہ امر اٹل ہے کہ انسان کی آئندہ زندگی کی تشکیل بھی اسلام پر ہو کر رہے گی

ارمغان حکیم

● حضرت علامہ مشرقیؒ نے اپنی قید کے دوران ہی شاعری پر تیسری تصنیف مکمل کی جو 23 نومبر 1952ء کو شائع ہوئی۔ جس میں تقریباً" چودہ سو اشعار یعنی (9 جولائی 1952ء تک کے) صرف تین ماہ چار دن پونے چار گھنٹے کی روزانہ کی اوسط کے حساب سے کہے گئے۔

● انہوں نے ارمغان حکیم میں غزل کے رنگ میں بلندی فکر کو جلا دی۔ جس نے شعر فہم طبقے میں ایک نئی ہلچل پیدا کر کے اس وقت کی شاعری کو بے قیمت کر دیا۔ ارمغان حکیم میں حضرت علامہ" کا ایک اہم مقالہ بعنوان " شاعری پر نقد و نظر اور خریطہ کا دیباچہ" جو قرآن کی تعلیمات کا ماخذ ہے شامل ہے۔

حدیث القرآن

● حدیث القرآن سائنسی و مذہبی مفکر و فلاسفر اور عالم باعمل انسان حضرت علامہ مشرقیؒ کی وہ معرکتہ آلاراء تصنیف جس میں مصنف نے قرآن کی تعلیمات کو انتہائی سادہ اور آسان لفظوں میں واضح کرکے قرآن کی علمی حیثیت کو اجاگر کیا ہے۔

● حدیث القرآن کی تصنیف اول تا آخر قید خانہ میں ہوئی۔

● 30 مئی 1951ء کو اسے شروع کیا گیا اور دوران رمضان میں ہی 19 جون 1951ء تک یعنی (کل 20 دنوں میں) مکمل ہوئی اور 25 نومبر 1952ء میں شائع ہو کر منظر عام پر آئی۔

◉ مصنف نے "دہ الباب" کی تمہید میں "حدیث القرآن کے متعلق وضاحت کی ہے کہ "حدیث القرآن" میں میں نے قرآن حکیم کے انحصار کو چند لفظوں میں دے دیا ہے جو صاحب نظر کو یک لخت چونکا دے تاکہ قرآن حکیم کی علمی تصویر اس میں نیا ولولہ پیدا کر دے۔ کسی امت کی نجات اس میں ہے کہ اس کے پاس حقیقت ہو اور اگر مسلمان کے پاس دنیا کی تمام موجودہ حقیقتوں میں بڑی حقیقت موجود ہے۔ تو وقت ہے کہ وہ اس کو لے کر نکلے اور دنیا کو نئی راہ پر لگا دے۔ چودہ سو برس کے "طول آمد" کے بعد یہی نسخہ ہے جو کسی قوم کو نئی زندگی دے سکتا ہے۔

◉ مصنف کی یادگار عالم نوبل انعام یافتہ تصنیف تذکرہ کی دس جلدوں کا اختصار

◉ قرآنی نقطہ نظر سے مقام خدا' مقام انبیاء' مقام الکتاب' مقام انسان' مقام فطرت' تمکن فی الارض کی علمی تشریح۔ ◉ قرآن کو سمجھنے کے لئے بلندی نگاہ کیا ہو؟ صلائے عام بہ ساکنان زمین' اور ہوشمندانان زمین کو ایک پر مغز خطاب۔

◉ قرآن حکیم کے عظیم ترین نصب العین اور پروگرام کی تشریح پر جامع مستند کتاب حدیث القرآن کا مطالعہ ضروری ہے۔

◉ حال ہی میں آسٹریلوی سائنس دانوں نے کلوننگ کا نظریہ پیش کر کے دنیا میں تہلکہ برپا کر دیا ہے حضرت علامہ مشرقیؒ نے اس نظریہ کی نشاندہی اپنی کتاب حدیث القرآن میں 46 برس قبل کر دی تھی۔

تکملہ (اول دوم)

(سیرت رسول ﷺ -------- اول دوم)

قرآن حکیم کی تعلیمات پر حرف آخر

◉ دنیائے علم و خبر کے مفکر اعظم حضرت علامہ مشرقیؒ کی ترتیب نزول قرآن کے عین مطابق سیرت النبیؐ کے موضوع پر یہ حیرت انگیز تصنیف 1960ء میں دو حصوں میں شائع ہو کر جب لوگوں تک پہنچی تو اس نے تہلکہ مچا دیا۔

◉ چودہ سو برس میں پہلی قرآن حکیم کی دل کو تسلی دینے والی تشریح۔

◉ رسالت مآب کی تیئس برس کی مکی و مدنی زندگی کے جلال و جمال کی داستان۔

◉ قرآن حکیم کی تعلیمات کا ایک مکمل' مفصل اور حیران کر دینے والا' دیانت دارانہ جائزہ۔

◉ سیرت رسول اللہ ﷺ کی انتہائی علمی و تحقیقی تاریخ' قرآن کے نزول کی صحیح اور جامع ترتیب و تشریح۔

جسے مصنف نے دسمبر 1957ء کی یخ بستہ سردیوں میں (میانوالی جیل میں ایک تنگ نظر امریکی مصنف کی تصنیف پڑھ کر) لکھنا شروع کیا۔ اور تیس دن کی قلیل مدت میں اسے ایک ہزار صفحات پر لکھ کر رسول

ﷺ خدا کے متعلق مغرب کے تنگ نظر مستفین اور مستشرقین کے انتہائی غلط' مضحکہ خیز' بے سروپا اور بے ہودہ اعتراضوں کا مثبت دلائل کے ساتھ دندان شکن جواب دیا۔

"تکملہ" کے مطالعہ کے بعد انسان محو حیرت ہو جاتا ہے کہ

قرآن کا بنی نوع انسان کے نام کیا زندہ رہنے والا پیغام تھا جو صدیوں تک او جھل رہا! جس کو صرف مدینہ کے مٹھی بھر رسول ﷺ خدا کے ساتھی تھوڑا بہت سمجھ کر اٹھے اور صرف دس برس میں تمام عرب پر ایسے چھا گئے کہ اس چھا جانے کا بے پناہ زور تین سو برس تک قائم رہا۔

انسانی مسئلہ

● حضرت علامہ مشرقیؒ کا دنیا کے تقریباً" بیس ہزار مشہور سائنس دانوں کے نام قرآن حکیم کی تعلیم سے اخذ کیا ہوا مراسلہ جو جولائی 1951ء سے بھیجنا شروع کیا گیا اور نومبر 1955ء تک امریکہ' یورپ اور روس کے مقتدر سائنس دانوں کو بھیجا گیا جس میں ان کی توجہ اس طرف منعطف کی گئی کہ مقصد پیدائش کائنات صرف انسان کا صحیفہ فطرت کو مکمل طور پر مسخر کرنا ہے۔ اس کے سوا کچھ نہیں چنانچہ اس وقت عالمان فطرت کا تسخیر کائنات کی طرف متوجہ ہونا اسی مراسلے کی وجہ سے ہے۔

● انسانی مسئلہ کی اشاعت کے فوراً" بعد پورے یورپ' امریکہ اور روس مقصد پیدائش کائنات اور تسخیر کائنات کی طرف رجوع ہوئے۔ اسی خط کی بدولت آج یورپ' روس اور امریکہ کے سائنس دان چاند اور دوسرے خطوں پر پہنچے۔

انسانی مسئلہ کے ٹائٹل پر درج ذیل شائع شدہ قرآنی آیات میں ہی اس مراسلے کا مکمل مقصد واضح ہے۔

● اے لوگو! خدائے لایزال نے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب تمہارے لئے مسخر کیا ہے۔ بیشک اس پیغام میں سوچنے والی قوم کے لئے ضروری ہدایات موجود ہیں۔○ اور آسمانوں میں جو کچھ ہے اور جو کچھ زمین میں ہے خدا ہی کا ہے تاکہ برے عمل کرنے والوں کو برائی کی سزا دے اور عمدہ عمل کرنے والوں کو ان کے عمدہ عمل کی جزا (انہی چیزوں میں سے) دے۔ (القرآن)

میری تصانیف کا مقصد اس قدر ہے کہ

قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی ادنیٰ سی عملی اور علمی آگ پاکستان کے زوال یافتہ مسلمان میں پیدا ہو جائے اور وہ آگے بڑھنے کے قابل ہو۔ یہی امید ہے جو مجھے کھینچے لئے جا رہی ہے اور کیا عجب کہ ایک گروہ یہاں یا کسی اور اسلامی ملک میں پیدا ہو جائے تو مسلمان کی بگڑی بن سکتی ہے۔ (حضرت علامہ مشرقیؒ)

علامہ مشرقی رحمۃ اللہ علیہ پبلی کیشنز

المشرقی ہاؤس، ۴۴، ذیلدار روڈ، اچھرہ لاہور

یہ جہاں الم سرا ہے، اسے یک قلم بدل دو ۔ یہ کراہیں ختم کردو، یہ خزاں غم بدل دو
اٹھ اے مرد جواں تلوار سے رب کو سلامی دے ۔ کہ تو نے ہی بنانی ہے تو انا ارض پاکستان
(علامہ مشرقیؒ)

خاکسار تحریک، بانی تحریک حضرت علامہ مشرقیؒ، قائد تحریک حمید الدین المشرقی کا مختصر تعارف اور خاکسار تحریک کے اغراض و مقاصد

خاکسار تحریک 1931ء میں قرن اوّل کے نبویؐ اسلام کو پیش نظر رکھتے ہوئے حضرت علامہ مشرقیؒ نے اس کی بنیاد عسکریت، خدمت خلق، اصلاح نفس، جہاد فی سبیل اللہ اور غلبہ اسلام کے لیے رکھی جس نے فرنگی سامراج کے ایوانوں کو لرزہ براندام کر کے رکھ دیا۔ 19 مارچ 1940ء کو خاکساروں کے خون پر قرار داد پاکستان منظور ہوئی جبکہ 14 اگست 1947ء کو آزادی جیسی نعمت میسر آئی۔ خاکسار تحریک دراصل متحدہ ہندوستان؟ کو عظیم تر اسلامی ریاست بنانا چاہتی تھی۔ جس پر مسلمان حکمرانوں نے 1145 برس تک بلا شرکت غیرے حکمرانی کی بعد ازاں ایسٹ انڈیا کمپنی کی سازشوں اور ہمارے حکمرانوں کی بد اعمالیوں کے باعث انگریز قابض ہو گیا موجودہ دور میں خاکسار تحریک اپنے جواں سال قائد حمید الدین المشرقی کی زیر قیادت غلبہ اسلام، مضبوط پاکستان، مستحکم معیشت، آزادی کشمیر اور حقیقی اسلامی جمہوریت یعنی غریب مگر اہل علم کی حکومت کے قیام کے لیے غریبوں کے انتخابی حلقے امیروں سے علیحدہ کروانے میں مصروف جدوجہد ہے۔

یہ زمیں کی بہتری ہے، تن من ہر اک لگا دو! ۔ دنیا کے بیکسوں کو تدبیر حق سنا دو!
روٹی تو شے نہیں کچھ، یہ غریب کو ہے دھوکہ ۔ ہو غریب کی حکومت، اس کی ہوا چلا دو!
سرمایہ دار کا تو سیدھا علاج اک ہے ۔ حلقے غریب کے سب اس سے الگ ہٹا دو!
(علامہ مشرقیؒ)

حضرت علّامہ محمد عنایت اللہ خان المشرقیؒ 25 اگست 1888ء کو پیدا ہونے والے اس عظیم المرتبت انسان نے تعلیمی میدان سے لیکر دینی اور سیاسی میدان میں عظیم الشان کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ مشرق کے اس عظیم سپوت نے یورپ کی یونیورسٹیوں میں رینگلر سکالر، بیچلر سکالر اور فاؤنڈیشن سکالر کے ریکارڈ قائم کر کے دنیا کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔ بین الاقوامی شہرت یافتہ ریاضی دان نے "تذکرہ" جیسی کتاب میں قوموں کے عروج و زوال اور موت و حیات سے متعلق پیغام اخیر دیا۔ آپ عالم باعمل انسان اور غلام آباد (ہندوستان) میں تحریک جہاد کے بانی تھے۔ آپ کی بیشتر پیش گوئیاں اور حسابی اندازے درست ثابت ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ آپ کا انتقال 27 اگست 1963ء میں ہوا آپ کا مزار علامہ مشرقیؒ روڈ (سابقہ ذیلدار روڈ) اچھرہ لاہور میں ہے صحیح اور حقیقی اسلامی جمہوریت کے قیام کے لیے "طبقاتی طریق انتخاب" کا پیش کردہ آپ کا پروگرام ہی 95 ویں فیصد غریب مگر اہل علم کی حکومت قائم کر سکتا ہے۔ جو انہوں نے "آئین مشرقی" میں ۱۹۴۵ء میں پیش کیا۔

قرآن میں حکم خداوندی ہے کہ

ہم چاہتے ہیں کہ پسماندہ اور مظلوموں کو ملک کا رہنما کر حکومت کی باگ ڈور ان کے ہاتھوں میں دے دیں اور ظلم و جبر کرنے والے فرعونوں اور ہامانوں کو غریب کی حکومت کا وہ منظر دکھا دیں جس سے وہ خوفزدہ رہتے ہیں (سورۃ القصص ☆ 28:5-6)

جبکہ حدیث نبویؐ ہے کہ

یا اللہ میں زندہ رہوں تو غریبوں کے ساتھ، اور روز قیامت اٹھایا جاؤں تو غریبوں کے ساتھ۔

انجینئر حمید الدین المشرقی آپ علامہ مشرقیؒ کے فرزند ارجمند ہیں۔ خاکسار تحریک کے موجودہ تاحیات منتخب قائد ہیں، الیکٹرونکس انجینئر ہیں۔ 16 نومبر 1957ء کو پیدا ہوئے۔ انہوں نے پاکستان میں لاکھوں بھٹہ مزدوروں کے مسائل حل کروانے اور بانڈڈ لیبر کے خلاف اور انسانی حقوق کی بازیابی کیلئے بے مثال جدوجہد کی۔ جس کے اعتراف میں امریکہ کی ایک یونیورسٹی

نے انہیں ''ڈاکٹریٹ'' کی اعزازی ڈگری جاری کی۔ وہ عظیم اسلامی انقلاب کے حصول کیلئے شب وروز مصروف جدوجہد ہیں۔ اس وقت انکی زیر قیادت ''خاکسار تحریک'' اسلامی انقلاب' سیاسی انقلاب' معاشی انقلاب' معاشرتی انقلاب، اصلاحی انقلاب اور حقیقی جمہوری انقلاب کیلئے جدوجہد کر رہی ہے۔ آپ ہفت روزہ الاصلاح کے نگران اعلیٰ ہیں۔ آپ کی دلی خواہش ہے کہ پاکستان دنیا کی مضبوط ترین سلطنت ہو جس میں اسلامی نظام کا بول بالا اور غریب عوام کی حکومت قائم ہو۔

خاکسار تحریک کا اعلان حق!

غلبہ اسلام ہمارا نصب العین ہے قرآن ہمارا دستور العمل ہے
اسوۂ رسول ہمارا ضابطہ حیات ہے خدمت خلق ہمارا کام ہے
طبقاتی انتخاب ہماری سیاست ہے مضبوط پاکستان ہماری ضرورت ہے
محلہ وار نظام ہماری حکومت ہے غریب کی حکومت ہماری منزل ہے
آزادی کشمیر تک اعلان جہاد ہے غلامانہ زندگی سے نجات میں حیات ہے
مستحکم معیشت کا حل معاشی آزادی ہے مسائل کا واحد حل نفاذ اسلام ہے
تسخیر کائنات واحد حقیقت ہے لقائے رب مقصد حیات ہے

خاکسار تحریک کے جوانسال قائد حمید الدین المشرقی کی زیر قیادت 'اسلامی فلاحی جمہوری انقلاب'' کے لیے آگے بڑھیے اور خاکسار تحریک میں شامل ہو کر درج بالا عظیم الشان مقاصد کے حصول کیلئے اپنے محلوں' قصبوں' دیہاتوں اور شہروں میں اس کے مراکز قائم کیجئے اور زیادہ سے زیادہ افراد کو خاکسار تحریک کا پروگرام پیش کر کے انہیں منظم کیجئے۔

سنو ملت کی لم مل بیٹھنا ہے بکھر جاؤ گے پوری ابتری ہے

ہم خاکسار ایسا معاشرہ تشکیل دینے کیلئے صف بندی کر رہے ہیں جس میں تمام تر طبقوں کو ان کے حقوق میسر ہوں۔

کیونکہ خاکسار تحریک نسل انسانی کے تمام فرقہ ورانہ جذبات اور مذہبی لسانی گروہی علاقائی ذات پات کے تعصبات کو اپنے نیک اور صالح عمل سے لیکن دین اسلام کو برقرار رکھ کر ایک مساوی' غیر متعصبانہ' روادارانہ مگر غالب نظام پیدا کرنے کے درپے ہے۔ جس میں سب چھوٹے بڑے صوبوں اور سب اقوام سے بجا سلوک اور ان کے جائز قانونی آئینی معاشرتی مذہبی اخلاقی سماجی انسانی حقوق کی حفاظت ہو اور جس کی بنیاد نیکی سعی و عمل اور بے پناہ عدل پر ہو تاکہ تمام کمزور نحیف انسانوں اور صوبوں اور ان کے عوام خوشحالی کی پرامن زندگی گزار سکیں اور نفرتوں کدورتوں کی سیاست کا ہمیشہ کیلئے خاتمہ ہو۔

خاکسار تحریک قوم کی نمائندگی کرتے ہوئے ہر صوبے اور قوم کے جائز شہری حقوق دلانا اور ان کے داخلی اور خارجی مفاد کی حفاظت کرنا اپنا فرض سمجھتی ہے۔ کیا آپ خاکسار تحریک کی اس جدوجہد میں شریک ہونا چاہتے ہیں تو پھر دیر مت کیجئے اپنی پہلی فرصت میں تحریک کے اغراض و مقاصد اور منشور کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے محلہ میں اس کام کا آغاز کر دیجئے۔

ہم ایک نبی کی امت ہیں ● ایک بنو نیک بنو ☆ ایک بنو نیک بنو ● اللہ کی فوج بنو

غریب کی حکومت سے انقلاب آئیگا ○ انقلاب انقلاب اسلامی انقلاب

آواز یہی جمہوری ہے طبقاتی الیکشن ضروری ہے

ہے یہ تقاضہ ایمان ● ایک رہے گا پاکستان ★ ہاتھوں میں ہاتھ دو ● خاکساروں کا ساتھ دو

اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔ اللہ کی مدد ہمارے ساتھ ہے۔ فتح قریب ہے۔ (وماعلینا الاالبلاغ)

ہر مسئلے کا حل یہ کہ زور زر فنا ہو
ہو غریب کی حکومت کہ علاج آخری ہے

انجینئر حمید الدین احمد المشرقی (قائد خاکسار تحریک)

مرکزی باب الاشاعت خاکسار تحریک پاکستان ○ مرکز اعلیٰ: 34- ذیلدار روڈ اچھرہ لاہور- 54600

فون نمبرز: 7555251☆7535116○ فیکس: 042-7587394

نہایت

حدیث القرآن

۱۳۷۰ھ

اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ
(سورۃ الزمر، آیت ۲۳)

(اللہ نے نازل فرمایا ہے بہترین کلام (القرآن))

حضرت علامہ محمد عنایت اللہ خان المشرقی

علامہ مشرقی پبلیکیشنز
المشرقی ہاؤس ۲۲۰ زیلدار روڈ اچھرہ لاہور